

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	<p>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ</p> <p>فہرست</p> <p>موضوع</p> <p>حضرت علامہ مولانا دینار علی محدث الوری کے حالات</p> <p>۱۔ حضرت صاحبزادہ محمد عبدالسلام صدیقی</p> <p>۶۔ تقریر طویل (۱): محقق اہل سنت علامہ جلال الدین قادری</p> <p>۱۲۔ تقریر طویل (۲): استاذ الاسلام علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری</p> <p>۱۹۔ تقدیم: استاذ الاسلام علامہ حافظ خادم حسین رضوی</p> <p>۳۳۔ گزارشات مرتبہ علی عنہ</p> <p>معتقدات، مستحسانات، بدعات</p> <p>۳۷۔ آخرت میں نماز روزہ عبادات کیوں نہ ہوں گی؟</p> <p>۳۹۔ ایک عورت کے یکے بعد دیگرے کئی خاوند ہوں تو وہ قیامت میں کس کے ساتھ ہوں گی؟</p> <p>۴۰۔ قبول تو ہے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم کیوں ہوا؟</p> <p>۴۳۔ کیا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوہڑی تھیں؟</p> <p>۴۴۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کیا بارہ برس کے بعد ڈوبی ہوئی برات کو کھلا؟</p> <p>۴۵۔ ایک شخص اپنے مریدوں سے رسول اور پیغام آور کہلواتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟</p>	<p>فتویٰ نمبر 1</p> <p>فتویٰ نمبر 2</p> <p>فتویٰ نمبر 3</p> <p>فتویٰ نمبر 4</p> <p>فتویٰ نمبر 5</p> <p>فتویٰ نمبر 6</p>

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 7	ایصالِ ثواب کا کیا ہر دوں کو فائدہ دیتا ہے؟ ایک چیز کا ثواب اگر چند لوگوں کو پہنچایا جائے تو کیا سب کو ہر ثواب ملتا ہے یا تقسیم ہو کر؟	۴۸
فتویٰ نمبر 8	تھل میلا دمن قیام کی شرعی حیثیت؟	۴۹
فتویٰ نمبر 9	مدینہ منورہ، شانہ کعبہ اور بیت المقدس کے علاوہ کسی اور زیارت کے لیے سفر کرنا	۵۰
فتویٰ نمبر 10	بچوں کو قرآن مجید ختم کرانے کا کوئی تعین طریقہ نہیں ہے۔ ختم قرآن کی خوشی میں کھانا کھانا عمدہ بات ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:	۵۱
	بچ آیت پڑھ کر شیرینی یا بغیر شیرینی کے ایصالِ ثواب جائز اور باعث برکت ہے	۵۲
فتویٰ نمبر 11	عوام جو اللہ تعالیٰ کی سلامتی پہنچاتے ہیں بے اصل امر ہے۔ ایصالِ ثواب کا طریقہ	۵۳
فتویٰ نمبر 12	قرآن مجید پڑھا سجدہ تلاوت نہ کیا کیا اس کا ثواب پہنچتا ہے؟ سجدہ تلاوت نہ کرنے والے واجب کفایہ کی حالت میں۔ تلاوت کا سجدہ تلاوت کے دوران کریں یا بعد میں۔	۵۴
فتویٰ نمبر 13	سنت اور فرائض کے بعد دوبارہ امام کے ساتھ رکعتیں اٹھانا کیسا ہے؟ آخرِ عمر اور عشاء میں سنت و فرائض کے بعد امام کے ساتھ تین بار رکعتیں اٹھانا کیسا ہے؟	۵۵
	الحمد شریف، قل ھواللہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیسا ہے؟	۵۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 14	تہوار ادا یا پرستانتانا مسجدہ کرنا انا چتا گانا۔ تہزیہ داری اور اس میں کوشش کرنا بدعتی اور فاسق کا عمل ہے۔ سود خور و سود دینے والا اور تہزیہ میں چندہ دینے والا فاسق ہے ترکیہ تقلید بدعت اور فسق ہے۔ کسی نیک آدمی کی قبر کے قریب حصول برکت کے لیے مسجد بنادی جائے تو باز ہے سنت کا قلیل عمل بدعت کے کثیر عمل سے بہتر ہے۔ رمضان اسمائے الہیہ سے ہے۔ تمام حروفِ حجی اسمائے الہیہ ہیں۔ فاتحہ سوم میں جس وارث نے دعوہ ورثہ کی فرمائش کے بغیر خرچ کیا وہ اسی کے حصہ سے وضع کیا جائے گا۔	۵۸ ۱۲۰ ۱۳۲، ۱۳۳ ۱۳۲ ۳۲۵ ۶۶۲ ۶۷۷ ۶۷۷ ۸۱۲
فتویٰ نمبر 15	حدیث میں بھجور اور پانی کو اسود کیوں کہا گیا۔	۶۱ ۶۳
فتویٰ نمبر 16	مسلمان بھائی کی مدد کی فضیلت۔ تعمیر مسجد کی فضیلت۔ علماء اہنی کانیاہ بنی اسرائیل زیارت تہور سے ممانعت کے بعد اجازت نبی کریم و تہ اور تمام سنتیں گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ نماز عید اور نماز خسوف نبی اکرم ﷺ نے بغیر اذان و اقامت کے ادا کی	۶۳ ۶۵ ۴۷ ۵۱ ۵۶ ۸۷

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	لا وضوء إلا بالسواک	۹۷
	لا صلاة لجار المسجد إلا فی المسجد	۹۷
	لا مہدی إلا عیسیٰ	۹۸
	لا فتی إلا علی	۹۸
	لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب کا مفہوم	۹۷
	تعلموا اللحن فی القرآن کما تتعلمونہ	۹۹
	أنا أفصح من نطق بالضاد	۱۰۳
	اتقوا مواضع التہم	۱۱۹
	صبح کی نماز کے بعد دریا فت فرمایا کیا فلاں فلاں موجود ہے اور پھر یہ فرمایا یہ دو	
	نمازیں مسافروں پر بھاری ہیں	۱۲۹
	حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا شب بیداری کے باعث حجر کی نماز میں شریک نہ ہونا اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صحیفہ فرماتا (مع ماہیر)	۱۳۰، ۱۲۹
	لا یقبل اللہ صلاة من تقدم قوما وهم لہ کارہون	۱۳۶
	اخلاقیات کے بارے میں چند احادیث مبارکہ	۱۳۷ تا ۱۳۵
	نماز کی محافظت کرنے والے کے لیے نور برہان اور نجات ہوگی اور محافظت نہ کرنے والے کا شر قارون، ہامان اور الہی بن خلف کے ساتھ ہوگا	۱۳۷
	نماز چنگانہ کی فرضیت اور فضیلت کے بارے میں حدیث	۱۳۸
	حجر کی سنتوں کے بارے میں حدیث	۱۶۹
	نماز فجر اور عصر کے بعد نفل نماز کی ممانعت میں حدیث	۱۶۸

صفحہ نمبر	موضوع	قوتی نمبر
۱۶۹	چتر کی سنتیں قضا ہو جائیں تو ان کو چتر کے فرضوں کے متصل بعد پڑھنے کی ممانعت میں احادیث	
۱۷۰	چتر کی سنتوں کی قضا طلوع آفتاب کے بعد کی جائے (حدیث)	
۱۷۶	نہ بند کرانے والے کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا	
۱۷۹، ۱۸۳	جو شخص پچاڑہن کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے	
۱۸۳، ۱۸۴	سوالی کو پینے کے بارے میں احادیث	
۱۸۸، ۱۸۶	بغیر ضرورت سوال کرنے کی ممانعت میں احادیث	
۲۱۵	نماز جنازہ میں تین صغوں کی فضیلت	
۲۲۱، ۲۲۰	نبی اکرم نے مقررہ نماز کی نماز جنازہ ادا نہ فرمائی	
۲۳۱	من ترک الصلاة معصدا فقد کفر	
۲۳۲	بین العبد و الکفر ترک الصلاة	
۲۳۹	نفل روزہ کو عذر کی بنا توڑ دینا	
۲۶۰	ایک شیخ میں دو بیویوں کی ممانعت	
۲۳۸	نہی عن ثمن الکلب و مهر البغی و حلوان الکاهن (ماشیش)	
۲۴۳	لحیة اللہ علی البہود و النصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد	
۳۳۹	من اقتطع حق امرا مسلم فقد اوجب اللہ له النار الخ	
	مفقود کی بیوی کے بارے میں حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ	
۴۴۳	عنه کا ارشاد	
۵۲۶	الجنة علی المدعی و البمین علی من انکر	

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۵۳۶	آنکھوں کو حرام امور سے بند رکھو اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو (حدیث)	
۵۳۷	سمیر میں بناؤ سنگار کر کے عورت کے آنے کی ممانعت	
۶۶۲	العمل القلیل من السنة غیر من عمل کثیر فی بدعة	
۶۶۳	التکبر علی المتکبر صدقة (من ماشیہ)	
۶۷۳	لا تکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ	
۶۷۷	طہارت	
۶۹	ستر کو لئے سے وضو نہیں ٹوٹتا	فتویٰ نمبر 17
۶۹	وضو نہ کرنے والی چیزیں	
۷۱، ۷۰	مغذور کا حکم	
۷۲	نسوار چڑھانا ناقص وضو ہے یا نہیں؟	فتویٰ نمبر 18
۷۳	منہ بھرتے کی قریظ	
۷۳	کان میں تیل ڈالنا مک سے نکلا وضو نہ ٹوٹے گا	
۷۳	کان میں تیل ڈالنا منہ سے نکلا وضو ٹوٹ جائے گا	
۷۵	غسل کے بعد نئے وضو کی ضرورت نہیں	فتویٰ نمبر 19
۷۵	پانی دوسرے کی شرم گاہ دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا	
۷۶	درد و دھوئیں کا رقبہ	فتویٰ نمبر 20
۷۶	درد و دھوئیں میں تم کو کیا سینک ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔	
۷۷	کپڑے کے موزے کا حکم	فتویٰ نمبر 21
۷۸	بیاریا ضعیف کو غسل سے مرض بڑھ جانے کا یقین، پتہ تیمم کرنا جائز ہے۔	فتویٰ نمبر 22

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	حیثم غسل کا خلیفہ ہے۔ اس کے بعد کھانا پینا، مسجد میں جانا جائز ہے	۷۸
	حالات آنے پر غسل کرنا واجب ہے	۷۸
فتویٰ نمبر 23	ہاتھی کے جسم پر پسینہ یا نجاست نہ ہو تو اس پر بیٹھنے سے آبی ناپاک نہیں ہوتا	۷۹
فتویٰ نمبر 24	دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے	۸۰
فتویٰ نمبر 25	دودھ وغیرہ میں ناپاک پانی کے ملنے کا یقین نہ ہو تو دودھ دہی کھانا جائز ہے	۸۱
	شہرے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی	۸۱
	شرکین کے کھانے پینے کی چیزوں سے بچنا افضل ہے	۸۱
فتویٰ نمبر 26	پوسٹ مارٹم کے دوران مردہ کا خون یا گوشت بدن کو لگ جائے تو دھونا لازم ہے	۸۳
۸۵	نہاز	
فتویٰ نمبر 27	عید کے لیے اذان و اقامت سنت نہیں اور نہ بکیر	۸۷
	نماز عید کے اعلان کے لیے الصلاۃ جامعۃ یا دہرا اشارے جائز ہیں	۸۷
فتویٰ نمبر 28	دفن کے بعد قبر پر اذان پڑھنا مستحب ہے عزاحت نہ کی جائے۔ اور پڑھنا بھی ضروری نہیں	۸۸
فتویٰ نمبر 29	اقامت کہنے والا صاف میں ایک جگہ کھڑا ہو کر اقامت کہے یا دروازے سے کہتا شروع کرے اور صوبہ اولیٰ پر ختم کرے	۹۰
فتویٰ نمبر 30	انگوٹھے چومنا	۹۲
فتویٰ نمبر 31	زمانہ طاعون وجا میں اذان کہنا	۹۳
فتویٰ نمبر 32	نیت کی تعریف	۹۵
	نماز میں نیت کی غلطی کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم	۹۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۹۶	صرف زبان سے نیت کا اعتبار نہیں۔ لیکن دلی ارادہ کے ساتھ زبان کے الفاظ کا جمع ہونا مستحسن ہے	
۹۷	فاتحہ غلبہ لام کی بحث	فتویٰ نمبر 33
۹۹	قرآن مجید کو ایسی غلطی سے پاک پڑھنا جس سے معنی میں فساد لازم آئے	فتویٰ نمبر 34
۹۹	واجب ہے	
۹۹	تو اعدت تفتیٰ نجیم، ادنام، تشدید وغیرہ کا جاننا افضل و مستحب ہے	
۹۹	گن کی تعریف	
۱۰۱	ضاد کو کس طرح ادا کیا جائے	فتویٰ نمبر 35
۱۰۲	ضاد کو ادا کرنے کا طریقہ	فتویٰ نمبر 36
۱۰۳	چار رکعت والی نماز میں آخر میں قعدہ کرنا فرض ہے اور اس میں تشدید پڑھنا واجب	فتویٰ نمبر 37
۱۰۴	چار رکعت والی نماز میں پہلا قعدہ واجب اور اس میں تشدید کا حکم (مع التاخیر)	
۱۰۵	نماز کی رکعتوں میں غلطی کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم	
۱۰۶	قعدہ اخیرہ میں التیات کے بعد درود شریف پڑھنا سنت نوکدہ اور دما پڑھنا مستحب ہے	فتویٰ نمبر 38
۱۰۶	مستحب کے ترک سے نماز کا مادہ مستحب، سنت کے ترک سے امادہ سنت اور واجب کے ترک سے واجب ہے	
۱۰۷	الحمد شریف کے بعد سورت ملانا واجب ہے	فتویٰ نمبر 39

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	واجب کے ترک سے مجدد ہو لازم ہوتا ہے مجدد ہو بھول جانے کی صورت میں نماز کا مادہ واجب ہے	۱۰۷
	ترک واجب کے باعث امام سمیت لوگوں نے نماز کا مادہ کیا تو اس میں فرض کی نیت سے نئے نمازی شریک نہیں ہو سکتے	۱۰۷
فتویٰ نمبر 40	توہمہ اہل اقلیات کے ترک سے نماز کا مادہ واجب ہے	۱۰۸
فتویٰ نمبر 41	متولی اور اہل محلہ نمازیوں میں امام اور مؤین کے تقرر میں اختلاف کی صورت میں شرعی حکم	۱۰۹
فتویٰ نمبر 42	مرد اور عورت اگر ایک نماز میں شامل ہوں تو مرد کی نماز کے باطل ہونے کے شرائط	۱۱۰
	مردوں بچوں اور عورتوں کی صفوں میں ترتیب	۱۱۱
فتویٰ نمبر 43	امام کو کتنی اونچی چمک کھڑا ہونا مکروہ ہے؟	۱۱۲
	منوریت کی بنا پر اونچی چمک کھڑا ہونے میں مطلقاً کراہت نہیں	۱۱۵
فتویٰ نمبر 44	امام کی بیوی غربت کے باعث لہنگا پہنتی تو اس کی امامت جائز ہے۔	۱۱۷
فتویٰ نمبر 45	امام کا بازو ڈھٹا ہوا ہو اور کانوں تک نہ لے جائے، انگڑا، جو قدم کے ایک حصہ پر کھڑا ہوتا ہو جھڑائی چیشاب روکنے والے اور جس کا ایک ہاتھ ہوان کی اقتداء مکروہ ہے بشرطیکہ دوسرا امام مل سکتا ہو	۱۱۸
فتویٰ نمبر 46	بدعتی کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے	۱۱۹
فتویٰ نمبر 47	بدعتی اور فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے	۱۲۰
فتویٰ نمبر 48	فاسق کی امامت کے بارے میں ایک غلط فتویٰ کی تصحیح	۱۲۱

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	داڑھی منڈانے والے سافطی کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الامارہ ہے	۱۲۳
	جو شخص ایسی نماز کا امادہ نہ کرے وہ فاسق ہے	۱۲۳
فتویٰ نمبر 49	فاسق کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ اسے امام بنانا قطعاً ناجائز اور موجب گناہ ہے	۱۲۷
فتویٰ نمبر 50	بلا عند شرعی ہمیشہ نماز قضا کرنا فاسق ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں	۱۲۹
	فاسق کی اقتداء میں ادا کردہ نماز واجب الامارہ ہے	۱۳۰
فتویٰ نمبر 51	سود خور، سود دینے والا اور تعویہ میں چندہ دینے والا فاسق ہے۔ اس کی اقتداء	
	میں نماز مکروہ تحریمی ہے	۱۳۲
فتویٰ نمبر 52	کسی شرعی خرابی کے باعث لوگ کسی کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں تو اسے امام	
	بنانا مکروہ تحریمی ہے	۱۳۵
فتویٰ نمبر 53	قمار باز لائق امامت نہیں	۱۳۸
فتویٰ نمبر 54	حنفی کو مالکی کی اقتداء جائز ہے جب کہ وہ مختلف فیہا مسائل میں احتیاط کرے	۱۳۹
	بلا وہ جماعت ترک کرنے والے کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔	۱۳۹
فتویٰ نمبر 55	حنفیوں میں قابل امامت شخص موجود ہوتا ہے شافعی کی اقتداء کی بجائے حنفی کو	
	امام بنانا افضل ہے	۱۴۱
	شافعی اگر مختلف فیہا مسائل میں احتیاط نہ کرے تو حنفی کے لیے اس کی اقتداء	
	میں نماز نہ ہوگی	۱۴۱
	شافعی اگر مختلف فیہا مسائل میں احتیاط کرے تو اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا	
	الگ نماز سے افضل ہے	۱۴۱
	تخلید ترک کرنے والا فاسق و بدعتی ہے اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے	۱۴۲

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 56	فسق کی چند صورتیں	۱۴۳
۱۴۳	فاسق کی اقتداء میں نماز کروہ تحریمی اور واجب الا مادم ہے	
فتویٰ نمبر 57	فسق کی چند صورتیں	۱۴۴
۱۴۵	فاسق کی اقتداء میں نماز کروہ تحریمی اور واجب الا مادم ہے	
فتویٰ نمبر 58	فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے	۱۴۹
فتویٰ نمبر 59	امام کو اقتداء دینے سے امام کی نماز قاسد ہوتی ہے اور نہ ہی مقتدی کی	۱۵۲
فتویٰ نمبر 60	اوقات منہیہ میں قتل واجب اور فرض تینوں مکروہ ہیں	۱۵۳
۱۵۳	ان اوقات میں نماز جنازہ اور تجرہ تلاوت کا حکم (مع الغلظہ)	
فتویٰ نمبر 61	اوقات منہیہ کی تفصیل اور ان میں نماز ادا کرنے کا حکم	۱۵۳
۱۵۳	انصاف الہی شرعی سے کیا مراد ہے	
۱۵۳	ان اوقات میں نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم (مع الغلظہ)	
فتویٰ نمبر 62	طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک قصد قتل پڑھنا مکروہ ہے۔ بلا قصد پڑھنے لئے تو حرج نہیں	۱۵۸
۱۵۸	اوقات مکروہہ میں قتل قصد پڑھنے ثواب ہوگا لیکن گناہ کا بھی ہوگا۔	
فتویٰ نمبر 63	سجدہ جبر ادا کرنے کی صورت میں باجماعت نماز کے ترک کا خوف، بقو سنت ترک کر دے	۱۶۱
۱۶۱	حجر کی سنتیں نہ پڑھ سکے تو ان کو بعد میں ادا کیا جائے یا نہ؟	
فتویٰ نمبر 64	تراویح سنتوں کو کدہ ہے	۱۶۳
فتویٰ نمبر 65	حجر کی سنتیں قضا ہو جائیں تو ان کو بعد میں ادا کیا جائے یا نہ؟	۱۶۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 66	نماز وتر کی رکعتوں میں مسنون قراءۃ	۱۷۱
فتویٰ نمبر 67	سجدہ سہو کے واجب ہونا ہے	۱۷۲
	سری نماز میں جہر کے ساتھ یا جہری نماز میں سر کے ساتھ الحمد شریف کی ایک آیت بھی پڑھی جہدہ سہو واجب ہے	۱۷۳
فتویٰ نمبر 68	سجدہ سہو کے واجب ہونے کا قاعدہ کلیہ	۱۷۴
	سجدہ سہو کر لینے سے ترک واجب یا تاخیر فرض کا نقصان پورا ہو جاتا ہے۔	۱۷۴
	قعدہ اخیرہ میں درود پاک کتنی تعداد میں پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے (مذہب حاشیہ)	۱۷۴
فتویٰ نمبر 69	کلی یا تیسری رکعت میں اتقیات پر صحنی شروع کر دینے سے سجدہ سہو لازم آئے گا	۱۷۵
	رکعتوں کی تعداد بھول جانے کی مختلف صورتوں کا حکم	۱۷۵
فتویٰ نمبر 70	پا جا مریاتہ بند ٹخنوں کے نیچے ہوتو نماز مکروہ ہے	۱۷۶
فتویٰ نمبر 71	نماز کے بعد جانماز کا کونڈ لوٹ دینا کیسا ہے؟	۱۷۷
فتویٰ نمبر 72	مسلمان خاک روہوں کو مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔	۱۷۸
۱۷۹، ۷۴	بیازہن کچا کھا کر مسجد میں جانا مکروہ ہے	
فتویٰ نمبر 73	مسجد میں سوال کرنا حاجت مند اور غیر حاجت مند دونوں کو حرام ہے	۱۸۰
	مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے	۱۸۰
	کسی غریب کے لیے سوال کرنا جائز ہے اور اسے خیراء میں داخل ہے۔	۱۸۳
	بلا ضرورت سوال کرنے والوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُڑوں سے سزا دی	۱۸۵
	جب تک قرآن سے حاجت مند ہونا ثابت نہ ہو اسے دینا حرام ہے۔	۱۸۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 74	جمعہ کے دن کس وقت خرید و فروخت ناجائز ہے۔	۱۹۱
فتویٰ نمبر 75	خطبہ کے دوران وہ اعمال حرام ہیں جو نماز میں حرام ہیں۔	۱۹۲
	خطبہ و جمعہ کی شرائط	۱۹۳
	جمعہ کے لیے دو خطبے سنت مذکورہ علی الاطلاق ہیں	۱۹۵
	خطبہ میں مسنون قراءت	۱۹۵
	خطبہ کی امور پر مشتمل ہوتا ہے	۱۹۶، ۱۹۷
	خطبہ میں خانقاہ کرام اور اہل بیت کا ذکر مستحسن ہے۔	۱۹۷
	بادشاہ اسلام کے لیے دعا خطبہ میں مستحب نہیں	۱۹۷
	عربی خطبہ کے بعد خطبہ علمی کے اردو مضامین نفع عوام کے لیے پڑھ دیے جائیں جائز ہے	۱۹۸
فتویٰ نمبر 76	نماز جمعہ کے بعد اعتیاض الطہیر ادا کرنا ضروری ہے۔	۱۹۹
فتویٰ نمبر 77	عیدین اور جمعہ شہر میں متعدد مقامات پر جائز ہے	۲۰۱
	متقی امام کی موجودگی میں فاسق کی اقتداء میں نماز جمعہ اور عیدین کر دہ جائز ہے	۲۰۱
فتویٰ نمبر 78	نماز عید میں زائد گھیرات اور ان کا مقام	۲۰۲
فتویٰ نمبر 79	خاوند بیوی کی میت کو کندھا دے سکتا ہے۔ خاوند اپنی مردہ بیوی کے بازو اور چہرہ کو کچھ سکتا ہے	۲۰۳
	خاوند مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا بلکہ جنم کرائے	۲۰۳
	خاوند اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا اور نہ ہی چھو سکتا ہے۔	۲۰۵
فتویٰ نمبر 80	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کو غسل کیوں دیا؟	۲۰۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 81	عہد نامہ اسلام اللہ کشتی پر لکھنے کا حکم	۲۰۷
فتویٰ نمبر 82	مستشرقین نے کفن میں علماء و مشائخ کے لیے عام مہاندہ صاف مستحسن قرار دیا ہے۔	۲۰۹
فتویٰ نمبر 83	جنازہ کو کس رفتار سے لے کر چلیں؟	۲۱۰
فتویٰ نمبر 84	نماز جنازہ کی نیت	۲۱۱
	نماز جنازہ کی شرائط	۲۱۱
فتویٰ نمبر 85	تیسری بجیر کے بعد مرد اور عورت کے لیے دھما	۲۱۲
فتویٰ نمبر 86	نماز جنازہ کی صفوں کے درمیان فاصلہ	۲۱۳
فتویٰ نمبر 87	جنازہ کی صفیں طاق ہوں	۲۱۵
فتویٰ نمبر 88	جنازہ سے چند ہوں کو ایک بار سب پر نماز پڑھی جائے یا باری باری ان کو رکنے کی ترتیب	۲۱۶
فتویٰ نمبر 89	امام مردہ سے کتنے فاصلے پر کھڑا ہو	۲۱۸
فتویٰ نمبر 90	جنازہ کی نماز کے لیے نماز جو کا انتظار کرنا مکروہ ہے	۲۱۹
فتویٰ نمبر 91	نماز جنازہ کے لیے مردہ کو مسجد یا محکم میں رکھنا کیسا ہے؟	۲۲۰
	غزہ کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ درست ہے	۲۲۲
فتویٰ نمبر 92	بغیر جنازہ پڑھے مردے کو دفن کر دیا تو کتنے عرصہ تک اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے؟	۲۲۳
فتویٰ نمبر 93	مردے کو قبر میں کس طرف سے اتارا جائے؟	۲۲۶
فتویٰ نمبر 94	نمازہ چنگا نہ ادا نہ کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم	۲۲۸
	کن لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی	۲۲۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	مقروض کی نماز جنازہ کا حکم	۲۳۱، ۲۳۰
	شوہر نے بیوی کے مرنے پر تجنیز و تکفین کے اخراجات دینا کے لیے بغیر کیلئے	۷۱۱
	عقب بیوی کے متروکہ مال سے وصول نہیں کر سکتا	۲۳۳
	زکوٰۃ	
فتویٰ نمبر 95	زکوٰۃ عشر اگر خاتمِ سال کے وصول کر کے ہے یا صرف کر لیا ہے تو دوبارہ ادا کرنا	۲۳۵
فتویٰ نمبر 96	جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو یا تندرست ہو اور کھا کر کھلا سکتا ہے تو	۲۳۷
	اس سے سوال کرنا حرام ہے۔	۲۳۸
	کن لوگوں کو سوال کرنا جائز ہے اور کن کو حرام ہے؟	۲۳۹، ۲۳۸
	جن لوگوں کو سوال کرنا جائز نہیں، انہیں دینا بھی جائز نہیں	۲۴۱
فتویٰ نمبر 97	صدقہ فطر کی مقدار کی تحقیق	۵۴۹، ۱۳۲
	صدقہ فطر کی درجہ بالا تحقیق سے آپ نے رجوع فرمایا تھا	ماہِ شیش
	روزہ	۲۴۳
فتویٰ نمبر 98	مطلعِ امراء آلود ہونے کی صورت میں عید کے چاند کے اثبات کے لیے کہتے	۲۴۵
	کواہوں کی ضرورت ہے۔	۲۴۸
فتویٰ نمبر 99	عرفہ کے دن کے روزے کا حکم	
فتویٰ نمبر 100	تفلی روزہ کسی مسلمان کو خوش کرنے یا غری یا بیاس کے غلبہ کے باعث توڑنا	۲۴۹
	جائز ہے لیکن قضاء واجب ہے	

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	خرید و فروخت	۲۵۳
فتویٰ نمبر 101	نوٹ پر کمیشن لے کر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں	۲۵۵
فتویٰ نمبر 102	مشترک جائیداد کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں	۲۵۷
فتویٰ نمبر 103	قرض کی ادائیگی کے وقت قرض کی مقدار سے زائد دینا مستحب ہے	۲۵۸
	قرض لیتے وقت اگر زیادہ دینے کی شرط لگائی تو سود ہے	۲۵۸
فتویٰ نمبر 104	ادھار بقدر قیمت سے زائد پر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں	۲۶۰
فتویٰ نمبر 105	بوع سے قتل قربانی کی کمال فروخت کرنا جائز نہیں۔	۲۶۱
	تھن میں دودھ ممدف میں موقی پیچہ پر ادون اور حیوان کے جسم پر چڑے کی	
	فروخت جائز نہیں	۲۶۱
فتویٰ نمبر 106	تاڑی میں نشہ نہیں آبا کھڑ کو پیچے یہ معلوم ہے کہ نشہ کے لیے خرید رہا ہے تو بعض	
	کے نزدیک جائز ہے	۲۶۲
	بغیر نشہ کے تاڑی مسلمان کو فروخت کی یہ معلوم ہو کہ نشہ کے لیے خریدے تا ہے تو	
	بالا انتحاق مکروہ ہے۔	۲۶۲
فتویٰ نمبر 107	سود کی رقم انگریزی سکولوں میں صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۲۶۵
فتویٰ نمبر 108	روپیہ اس شرط پر قرض دیا کہ واپسی پر اس قدر جس یا رقم زائد ادا کروں گا سود ہے	۲۶۸
فتویٰ نمبر 109	حتیٰ المقتدرہ سود کا ادا نہ کرنا ضروری ہے	۲۷۰
فتویٰ نمبر 110	بیع مسلم کی شرائط اور حکم	۲۷۱
فتویٰ نمبر 111	ایک من جوا و دودھ کے عوض ایک من غلہ کسی مدت پر لینا جائز ہے یا نہیں	۲۷۲

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تقسیم فروخت کر دیا تقسیم سے دوسروں کو نقصان نہ ہو ہو تو بقول امام ابو یوسف بیع جائز ہے ورنہ بالاتفاق ناجائز ہے	۷۱۳
	حجر	۲۷۵
فتویٰ نمبر 112	تائب لڑکی اپنا مہر معاف نہیں کر سکتی کسی کو اپنی کوئی چیز بیہیئیں کر سکتی تائب ہونے پر بلا حرج واکرا مہر معاف کر سکتی ہے۔	۲۷۷
	تائب لڑکی کا باپ بھی مہر معاف نہیں کر سکتا۔	۲۷۷
	مضاربت	۲۸۱
فتویٰ نمبر 113	مضاربت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مال کے مالک اور کام کرنے والے کا نفع میں حصہ مقرر ہو۔	۲۸۳
	ہر وہ شرط جس سے نفع کا حصہ مجہول ہو وہ مضاربت کو فاسد کر دیتی ہے۔	۲۸۳
	یہ شرط لگائی کہ نقصان کا ذمہ دار مضارب ہو گا یہ شرط فاسد ہے لیکن مضاربت صحیح ہے	۲۸۳
	مضاربت صحیح ہو نفع نہ ہو تو مضارب کو کچھ نہ ملے گا۔	۲۸۵
	مضاربت میں نقصان کی صورت میں نقصان پہلے نفع سے پورا کیا جائے گا اگر پورا نہ ہو تو مضارب سے کچھ وصول نہ کیا جائے گا۔ اصل زر سے پورا کیا جائے گا	۲۸۶
	کسی کو ہزار روپیہ دیا کہ آدھے مضاربت کے لیے ہیں اور آدھے بیہ ہیں ساری رقم ضائع ہو گئی تو بیہ کے حصہ کا ضامن ہوگا	۷۱۷

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 114	وکالت وکیل کے پاس وصول شدہ روپیہ امانت ہوتا ہے۔ اس کے ضائع ہونے پر وہ ضمانت نہیں۔	۲۸۷
فتویٰ نمبر 115	غریب شاہ شخص بغرض حصول قبضہ شراعت میں ہوتا ہے قرض وصول کرنے کے لیے وکیل خصوصیت کا وکیل نہیں ہوتا، وصول کے بعد وہ امانت ہوتا ہے۔	۲۹۰، ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳
فتویٰ نمبر 116	ہبہ بیہ کے ارکان اور اس کے مکمل ہونے کے شرائط۔ مابلق دادا بھائی ماں یا چچا کی کنالیت میں ہو کسی نے مابلق کو بیہ کیا اور کنیل نے بیہ پر قبضہ کیا تو صحیح ہے کہ بیہ کال ہو جائے گا۔ باپ نے مابلق کو بیہ کیا تو عقد ہی سے کال ہو جائے گا مابلق لڑکیاں باپ کی کنالیت میں ہیں ماں نے کوئی چیز بیہ کی جب تک وہ باپ کے قبضہ میں نہ دے بیہ کال نہ ہوگا اجنبی مابلق کی کنالیت کرتا ہو تو اس کے قبضہ سے بیہ کال ہو جائے گا	۲۹۷ ۳۰۰ ۳۰۰ ۳۰۱، ۳۰۰ ۳۰۲
فتویٰ نمبر 117	باپ اپنی اولاد میں کسی ایک کو جائیداد بیہ کرے اپنا قبضہ اٹھا کر اسے قبضہ دے دے تو بیہ کال ہے چند وراثت کو محرم کر کے ایک یا باقی کو بیہ کرنا حرام تو نہیں مگر وہ اور علم ضرور ہے مرض الموت میں کسی وارث کو بیہ کرنا یا وصیت نامہ لکھ دینا وصیت ہے جو باطل ہے	۳۰۳ ۳۰۳ ۳۰۴

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 121	زمین وقف کی تو جب تک متولی کے حوالہ نہ کی وقف کامل نہ ہوا۔ وقف کا ارادہ کرنے سے زمین وقف نہ ہوگی۔ غیر وقف کو وقف قرار دینا بے دینی ہے۔ وقف کا بیچنا اور اس کے بدلے روپیہ لینا حرام ہے۔	۳۱۳ ۳۱۳ ۳۱۳ ۳۱۳
فتویٰ نمبر 122	قبضہ دینے بغیر وقف پورا نہیں ہوتا۔ جب تک وقف کرنے والا نماز ادا کرنے کی اجازت نہ دے جگہ مسجد قرار نہیں پاتی وقف کی اجازت سے ایک دو مردے دفن ہو جائیں تو جگہ قبرستان کے لیے وقف قرار پائے گی۔	۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۶ ۳۱۶
فتویٰ نمبر 123	وقف کیے بغیر کسی کا مال وقف نہیں ہو سکتا۔ مکان اور مکان جب تک وقف کر کے متولی کے سپرد نہ کر دے وقف نام نہیں ہو سکتا	۳۱۷ ۳۱۸
فتویٰ نمبر 124	قدیمی قبرستان میں قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں طلبہ کے لیے مدرسہ بنانا جائز نہیں ہے ایک یا دو قبریں کسی جگہ ہوں ان پر حجر یا گنبد بنا کر مسجد کا محن بنانا جائز ہے۔ قبرستان کا گھاس کاٹ کر چوپایوں کو کھلایا جاسکتا ہے۔ چوپائے قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں۔	۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۱ ۳۲۲، ۳۲۱
فتویٰ نمبر 125	زمین قبرستان کے لیے وقف کی ایک مردہ بھی دفن کر دیا گیا لیکن وہ جگہ مردے دفن کرنے کے لائق نہ ہو تو قبرستان قرار نہ پائے گی۔ ہندو کے دو پیسے جو مسجد بنوائے جائے اس کا حکم مسجد کا نہیں ہوتا۔	۳۲۲، ۳۲۱ ۳۲۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	ہندو کے روپیہ سے مسجد کے لیے جہاز 'فانوس' بچکے' مسجد کے کونویں وغیرہ پر خرچ کر سکتے ہیں	۳۲۳
فتویٰ نمبر 126	وقف کے گھجے ہونے کے بعد واقف چیز واپس نہیں لے سکتا۔	۳۲۵
	وقف کے بعد واقف چیز کا مالک نہیں رہتا۔	۳۲۶
	وقف کی ہوئی چیز پرانی ہو جانے پر ضرورت کی بنا پر حوالی یا واقف اس کے بدلے میں نئی چیز خرید کر رکھنے کو باالفاظق جائز ہے۔	۳۲۶
	علاقہ ویران ہونے کی صورت میں میت کو اٹھانے کا تاہوت منہلانے کا حق وغیرہ قریب کے علاقہ میں منتقل کر دیے جائیں گے۔	۳۲۸
فتویٰ نمبر 127	بچیل کے درخت کے نیچے ہندو عبادت کرتے ہوں اس کے نیچے سے مسجد بنکے تو اس کو قائم کرنے میں بڑا ثواب ہے۔	۳۲۹
فتویٰ نمبر 128	مسجد کی تعمیر کے وقت وقف کرنے سے پہلے مسجد کے نیچے یا اوپر حجر یا مکان تعمیر کیا جاسکتا ہے۔	۳۳۰
	وقف کرنے کے بعد مسجد کے نیچے یا اوپر کوئی حجر یا مکان نہ بنانا جائز نہیں۔	۳۳۰
فتویٰ نمبر 129	مسجد یا خانے مسجد میں دکان تعمیر کرنا درست نہیں۔	۳۳۲
	مسجد بنوائی لیکن اس کے نیچے یا اوپر اپنی ملکیت برقرار رکھ کر قہر خانہ یا مکان بنایا تو وہ جگہ مسجد قرار نہ پائے گی۔	۳۳۳
فتویٰ نمبر 130	زمین یا مکان اگر عینہ و عی ہے جس کو واقف نے وقف کیا ہو تو اسے بیچنا ناجائز ہے	۳۳۵
	وقف کی آمدنی سے مکان یا زمین خریدی تو اسے فروخت کر سکتے ہیں۔	۳۳۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	کوئی مکان منہدم ہو گیا اس کو آبا دکرنا محذور ہو اور کرایہ پر نہ چڑھایا جاسکتا ہو تو قاضی کی اجازت سے اسے فروخت کر سکتے ہیں۔	۳۳۵
فتویٰ نمبر 131	غیر مسلم نے مسجد بنوائی اس میں نماز ادا کرنا جائز ہے لیکن مسجد کا ثواب نہ ہوگا۔	۳۳۷
فتویٰ نمبر 132	ردی (طائفہ) کا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں۔	۳۳۸
فتویٰ نمبر 133	مسجد میں پہلی اسلام کے سوا کسی کا روپیہ نہ لگائیں۔	۳۳۹
فتویٰ نمبر 134	مسجد کی تعمیر کے لیے سامان غیر مسلم سے خریدا جاسکتے ہیں	۳۴۰
فتویٰ نمبر 135	مسجد ویران ہوگئی اگر اس کا سامان کے تلف ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اسے کسی دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔	۳۴۱
	ویران مسجد کا سامان تلف ہونے کا نابالغ گنہگار ہو تو اسے دوسری مسجد میں منتقل کر سکتے ہیں	۳۴۲
	مسجد کی گھاس اور چٹائیاں اگر ان کی ضرورت نہ رہے تو قریب ترین مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔	۳۴۳
	وقف کوئیں اور سرائے کی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے	۳۴۴
فتویٰ نمبر 136	پرانی مسجد کی اشیا فروخت کر کے ان کی قیمت نئی مسجد میں صرف کرنا جائز ہے۔	۳۴۵
فتویٰ نمبر 137	صرف اتنا کہہ دینے سے کہ میں نے اپنا مکان مسجد کے لیے وقف کیا وہ مکان وقف نہ ہوگا جب تک متولی کے سپرد نہ کرے۔	۳۴۶
فتویٰ نمبر 138	مسجد کا فتویٰ مفتی اور اسٹلائی تحریف	۳۴۸
	مسجد کے لیے وقف کرنے کے بعد نہ رجوع کر سکتا ہے نہ فروخت کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی وراثت بنتی ہے۔	۳۴۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	کسی نے مسجد بنوائی لیکن اس کے نیچے تہ خانہ یا اوپر اپنا گھر بنایا تو وہ اس کو غروث کر سکتا ہے۔	۳۵۰، ۳۳۹
فتویٰ نمبر 139	مائم باپ مر گیا اولاد چھوڑی جو باپ کی طرح اپنی خدمات انجام دیتی ہو تو ماکم پر لازم ہے کہ باپ کا وکیفہ اس کی اولاد کو دے۔	۳۵۳
	جامل اور ناقابل امامت اولاد باپ کے بیت المال سے مقرر وکیفہ کی حق دار نہیں	۳۵۵
فتویٰ نمبر 140	واقف خود حولی ہو یا واقف کی جانب سے دیانت دار حولی ہو اسے معزول کرنا درست نہیں	۳۵۹
فتویٰ نمبر 141	بانی مسجد اور اہل علقہ مسجد کی خبر گیری کریں اگر جھگڑا کریں تو ان کا یہ حق جاتا رہتا ہے	۳۶۱
فتویٰ نمبر 142	دکاندار مجبوری کے باعث پانی کو جامع مسجد سے دکان پر لے جاسکتے ہیں یا نہیں	۳۶۳
فتویٰ نمبر 143	مسجد کی زمین میں نئی ہو تو درخت لگانا جائز ہے۔	۳۶۳
	مسجد میں درخت ہو اس کا فائدہ نہ ہو تو اسے پاتی رکھنا جائز نہیں۔	۳۶۳
فتویٰ نمبر 144	مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم۔	۳۶۶
	مسجد کی چھت مسجد کا حکم رکھتی ہے اس پر بھتان کرنا پانا نہ پھرنا مکروہ تحریمی ہے	۳۶۶
	کعبہ کی چھت پر چلنا مکروہ ہے	۳۶۷
	سات مقامات پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے (حدیث)	۳۶۷
	بیت اللہ کے اندر داخلہ مستحب ہے جب کہ خود کو یا دوسروں کو تکلیف نہ دے	۳۶۸
	مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے۔	۳۶۸

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۳۶۹	بفرض اذان مسجد کی چھت پر چڑھنا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔	
۳۷۰	علامہ شامی سے اختلاف۔	
۳۷۱	مسجد حرام میں نمازی سے آگے گزرا ممنوع نہیں۔	
۳۷۳	کسی بادشاہ یا امیر کا مسجد کے لیے وقف کا حکم امام اوقاف سے مختلف ہے۔	فتویٰ نمبر 145
	ایسے اوقاف سے طلباء منتخرا امام مدرس کی تحزا وغیرہ دے سکتے ہیں اختطاری کا	
۳۷۳	بند و دست بھی کر سکتے ہیں۔	
	محول نے مسجد کے مقدمہ پر اپنی جیب سے خرچ کیا وہ مسجد کے فخر سے وصول	فتویٰ نمبر 146
۳۷۸	کر سکتا ہے	
۳۷۹	مسجد کی پرانی اشیاء کا فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔	فتویٰ نمبر 147
	صحیح مسجد میں پرانی قبریں آجائیں تو ان کو برابر کر کے مسجد میں داخل کر لیا	فتویٰ نمبر 148
۳۸۰	جائے	
۳۸۱	شیعہ کی مسجد کا حکم	فتویٰ نمبر 149
۳۸۲	وقف کی تعریف اور حکم (وقف کی قسم اول)	فتویٰ نمبر 150
	وقف کنندگان کنی ایک ہوں یا وقف کنندہ ایک ہو لیکن وقف کی جہات مختلف	
۳۸۳	ہوں تو وقف کی شرط کے خلاف کرنا جائز نہیں	
	وقف کنندہ ایک ہو اور اوقاف متعدد ہوں اور تمام کی جہت ایک ہی ہو تو ایک کا	
۳۸۴	باقی ماندہ مال دوسرے میں خرچ کرنا جائز ہے۔	
	مسجد میں واقع مدارس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک	
۳۸۵	ایک کی آمدنی دوسرے میں خرچ کرنا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں	

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	مسجد کے لیے معین وقف کی آمدنی مدرسہ پر اور اسی طرح اس کے برعکس جائز نہیں ہے۔	۳۸۵
	مسجد کی تعمیر کے لیے وقفہ رقم سے بچا رہا اس کا مصرف کیا ہے۔	۳۸۶
	واقف کی شرط کے بغیر معین وقف سے کسی کا وکفہ بغیر ضرورت کے مقرر کرنا قاضی کے لیے جائز نہیں ہے اور ضرورت کی صورت میں جائز ہے۔	۳۸۷
	وقف کی دوسری قسم:	۳۸۷
	واقف نے مطلق مصالح مسجد کے لیے وقف کیا تو مصلحتوں کا تعین عرف زمانہ کے لحاظ سے ہوگا۔	۳۸۸
	قدیم زمانہ کا عرف معلوم ہو تو بھی عرف زمانہ بحال ملحوظ ہوگا۔	۳۸۸
۳۸۹، ۳۸۸	اختلاف زمانہ کے باعث مصالح مسجد کا اختلاف	
	مسجد اور مدرسہ کے ملازم ایسے ہوتے ہیں بغیر کام کے اجرت کے مستحق نہیں ہو سکتے	۳۹۶
	وقف کی تیسری قسم (امرا اور بادشاہ ہوں کے واقف)	۳۹۹
	اس قسم کا حکم بیت المال سے وقف کا سا ہوتا ہے واقف کو اس سے ثواب ہوگا	۳۹۹
	بیت المال کی وقف شدہ چیز میں واقف کی شرط کا اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسری جگہ بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔	۴۰۱
	بیت المال کے وقف سے امداد کے مستحقین	۴۰۳
	بیت المال کے وقف کی آمدنی کم ہونے کی صورت میں مستحق کون ہوں گے۔	۴۱۱
	جن لوگوں کو بیت المال سے بطریق امانت و عزت اسلامی کے وکفہ ملتا ہو ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹوں کو وہی وکفہ دیا جائے گا۔	۴۱۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 151	<p>مسجد کو اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا جائے اگرچہ دوسری جگہ فتح ہو</p> <p>اگر مسجد ویران ہو جائے اور ظالم لوگ اس کا سامان اپنے کام میں لائیں تو اسے منتقل کرنا جائز ہے۔</p> <p>تاجب مسجد چھین کر قیمت دے دے متولی کے لیے مہول کرنا جائز ہے اس سے نئی مسجد بنادے</p> <p>مسجد یا حوض ویران ہو جائے اور اس کے طبع کے چوری ہونے کا خدشہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے۔</p>	۳۱۵
فتویٰ نمبر 152	<p>قبرستان کو بے صورت ضرورت مسجد بنانا جائز ہے۔</p> <p>کفار کے قبرستان کو مسلمانوں کا قبرستان بنایا جاسکتا ہے جب کہ ہڈیاں ختم ہو چکی ہوں</p> <p>قبرستان کی نیت سے ایک یا دو قبریں بنادیں لوگ کسی خاص وجہ سے وہاں دفن کرنا ترک کر دیں تو اس جگہ کو فروخت کرنا جائز ہے۔</p> <p>دفن کے بعد میت کو کھانا جائز نہیں مگر چند عذروں کی بناء پر جائز ہے۔</p> <p>قبر پر بیٹھنے کا عذاب (حدیث)</p> <p>مسجد کے نیچے یا اوپر واقعہ کو بھی اپنی سکونت کا مکان بنانا بالاتفاق ناجائز ہے لیکن حضرت امام محمد نے اس کی اجازت دے دی۔</p> <p>قبر کا نشان مٹائے بغیر مسجد کی کرسی اونچی رکھ کر ان پر کوفہ بے بنادے جائیں۔</p> <p>قبر کو مسجد بنانے کی ممانعت کا معنی ہے کہ ان کو قبلاً نہ بنایا جائے۔</p> <p>نیک آدمی کی قبر کے پاس مسجد بنانا بغرض حصول برکت جائز ہے۔</p>	۳۱۹ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۳ ۳۲۳ ۳۲۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 153	چوتروہ مقوقہ علی السجد مسجد سے امتداد دور ہو کہ درمیان میں رستہ حائل ہو تو اس پر نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ہوگا	۴۲۶
	غصب	۴۲۷
فتویٰ نمبر 154	کسی کا مال تلف کرے یا حق تلفی کرے اس کے واسطے وحید غدا بیٹا رہے۔ مشترکہ جانکاد کا کر ایہ وصول کرتا رہا اس پر لازم ہے کہ دوسرے حصداروں کا حصداں کو ادا کرے۔ کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے ساتھ مکان تعمیر کیا تو خرچ وصول کر سکتا ہے اگر بغیر اجازت تعمیر کیا تو خرچ وصول نہیں کر سکتا۔	۴۲۹ ۷۱۵ ۸۴۴
	عاریہ	۴۳۱
فتویٰ نمبر 155	شوہر کی جانب سے زیور اگر ماریت ہے تو وہ واپس لے سکتا ہے اگر مہر ہے تو واپس نہیں لے سکتا۔ شوہر ماریت کا دعویٰ کرے اور عورت مہر کا اور گواہ کوئی نہ پیش کرے تو عرف کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ شوہر نے جو زیور پہنایا اگر عرف میں وہ ماریت شمار ہوتا ہو تو وہ ماریت ہے ورنہ عورت کی ملک ہے۔ تاباٹ کا مال اس کے سر پرست کے پاس باٹھ ہونے تک بطور امانت ہوتا ہے	۴۳۳ ۴۳۳ ۴۳۴ ۵۰۶ ۸۴۸
	مفقود	۴۳۷
فتویٰ نمبر 156	انتہائی مجبوری کی صورت میں مفقود خاوند کی زوجہ کے لیے شافعی اور مالکی قول کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔	۴۳۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 157	مسئلہ منقود میں ضرورت کے وقت مالکی اور شافعی قول کے مطابق عمل درست ہے۔	۴۴۰
فتویٰ نمبر 158	منقود خاوند کی بیوی اس وقت طلاق نہ کرے جب تک اس کے خاوند کے ہم عمر نہ مر جائیں	۴۴۱
فتویٰ نمبر 159	منقود کی بیوی کے لیے شوہر کی جائیداد سے ماں و فقہ کا انتظام کیا جائے۔ قاضی کو اختیار نہیں کہ منقود کی بیوی اور خاوند کے درمیان تفریق کا حکم نافذ کرے	۴۴۲
	منقود کی عمر نوے برس ہوگی تو اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا اس کے بعد عورت عدت گزارے اور پھر نکاح کرے	۴۴۳
	ضرورت کی بناء پر منقود کی بیوی کے بارے میں امام مالک کے قول پر فتویٰ جاری ہے۔	۴۶۸
۴۴۵	احیاء الموات	
فتویٰ نمبر 160	خود روگھاس اور درخت ایسی زمین میں ہوں جو کسی کی ملکیت نہیں ان میں سب مسلمانوں کا حصہ ہے۔	۴۴۷
	خود روگھاس اور درخت مملوکہ زمین میں ہوں تو بھی سب مسلمانوں کا حصہ ہے لیکن صلابہ زمین کو حق حاصل ہے کہ اپنی زمین میں کسی کو نہ آنے دے	۴۴۷
	خود روگھاس یا لکڑی کاٹ کر رکھی تو وہ کاٹنے والے کی ملکیت ہے۔	۴۴۸
	گھاس پونے اور لگانے سے اُگلے تو یہ مالک زمین کی ملکیت ہے۔	۴۴۸
	پانی گھاس اور آگ سب کا حکم یہی ہے۔	۴۴۸

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 161	نکاح نکاح کے رکن ایجاب و قبول ہیں اور شرط دو کو ایہوں کا مجلس نکاح میں موجود ہونا ہے۔	۴۵۱
۴۵۳	قاضی شہر کے علاوہ جو بھی نکاح پڑھائے نکاح ہو جاتا ہے۔	۴۵۳
۴۵۳	دلہا دلہن کو ایہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں نکاح ہو جاتا ہے۔	۴۵۳
فتویٰ نمبر 162	اگر عورت مجلس نکاح میں موجود نہ ہو اور نہ ہی وکیل یا ولی ہو تو قاضی خود عورت سے اجازت لے کر دلہا کو قبول کرادے۔	۴۵۳
۴۵۳	قبول کرا تے وقت عورت کا نام مع اس کے والد کے نام کے ضرور لے تاکہ سب پہچان لیں	۴۵۳
فتویٰ نمبر 163	نکاح میں عورت کی پہچان ضروری ہے جس سے نکاح ہو رہا ہے اس کی مختلف صورتیں	۴۵۵
۴۵۸	حاملہ یا انکاح کا نکاح درست نہیں	۴۵۸
فتویٰ نمبر 165	زمانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۴۵۹
فتویٰ نمبر 166	عدت کے دوران نکاح درست نہیں۔	۴۶۰
۴۶۱	نکاح صغیرہ میں مہر مثل سے کم جائز نہیں اگر کم ہوگا تو پورا مہر مثل شوہر سے دلایا جائے گا	۴۶۱
فتویٰ نمبر 167	عدت گزرنے سے پہلے نکاح درست نہیں۔	۴۶۳
۴۶۳	جن لوگوں نے عدت کے دوران نکاح پڑھالیا یا کواہ بنے یا وکیل بنے تو سب پر توہان لازم ہے	۴۶۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 168	جس کا دودھ عیال کی کسی لڑکی سے نکاح درست نہیں۔	۴۶۴
	رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح درست ہے۔	۴۶۴
فتویٰ نمبر 169	ممانی اور بھانجے کا نکاح درست ہے۔	۴۶۵
فتویٰ نمبر 170	مباہغ کے نکاح کے لیے ولی کا ہونا شرط ہے۔	۴۶۶
	جس کو مباہغ کے مال میں تعریف کا حق ہے اسے اس کی ذوات میں تعریف بھی جائز ہے	۴۶۷
فتویٰ نمبر 171	مباہغ کا نکاح قاضی بھائی یا ماں نے کیا تو بلوغ کے بعد اسے خیارت حاصل ہے	۴۶۸
فتویٰ نمبر 172	آزاد مائل باہغ عورت نے اپنا نکاح کسی سے کر لیا تو جائز ہے۔	۴۶۹
فتویٰ نمبر 173	باہغ باکرہ عورت کو نکاح پر مجبور نہ کیا جائے گا۔	۴۷۰
	بچا ہوا یا ماں نے باہغ عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا تو نکاح نہ ہوگا۔	۴۷۰
۴۷۱، ۴۷۰	باہغ عورت کا بوقت نکاح خستہ یا چپ رہنا ذہن کے قائم مقام ہے۔	
	منالہ زاد بھائی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ جائز نہ سمجھنے والوں کے نکاح ٹوٹ جائیں گے	۴۷۱
فتویٰ نمبر 174	مباہغ کا نکاح ولی اقرب (باپ) کی اجازت پر موقوف ہے خواہ اجازت صراحت ہو یا دلالت	۴۷۲
	ولی البعد نے ولی اقرب کی موجودگی میں نکاح کیا تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔	۴۷۲
	غیر کفو میں نکاح کرنے والی کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔	۴۷۳
	ولی البعد نے نکاح کیا ولی اقرب مجلس میں موجود تھا تو اس کا سکوت اجازت قرار نہ پائے گا صریح اجازت کی ضرورت ہے۔	۴۷۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 175	<p>ہاتھ کا نکاح بغیر صریح اجازت کے مکمل نے کر دیا نکاح صحیح نہیں۔</p> <p>بچا زاد بھائی ماں سے زیادہ قریب ولی ہے۔</p> <p>غیر کفو میں نکاح میں سکوت رضامندی نہیں۔</p> <p>عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا تو ولی کے مطالبہ پر قاضی تفریق کر دے گا۔</p>	۴۷۴
فتویٰ نمبر 176	<p>بلا اجازت اور اطلاع نکاح کو فضولی کہتے ہیں۔</p> <p>نکاح فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اجازت نہ دے تو نکاح نہیں ہوتا</p>	۴۷۶
فتویٰ نمبر 177	<p>باپ کی موجودگی میں اس کی ماں ہاتھ بچی کا نکاح ہوا تو یہ باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا</p> <p>درج بالا صورت میں باپ کا سکوت اجازت نہیں بلکہ صراحتاً دلائل اجازت ضروری ہے</p> <p>باپ یا دادا کے سوا کسی اور نے غیر کفو میں نکاح کیا یا مرشل سے کم نکاح کیا تو بھی نکاح صحیح نہیں۔</p>	۴۷۷
فتویٰ نمبر 178	<p>انا بعدترین اولیاء سے ہے</p> <p>ولی اقرب کی موجودگی میں ولی بعد نے نکاح کیا نکاح صحیح نہیں۔</p> <p>ولی اقرب اہل ولایت نہ ہو یا وہ اتنی دور چلا گیا ہو کہ کفو کی پیش کش کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ولی بعد کا نکاح درست ہے۔</p> <p>ولی بعد نے نکاح کیا تو لڑکی کو خیار فسخ حاصل ہے۔ لیکن عورت قاضی سے فسخ کرائے</p> <p>خیض آنے کے متصل بعد دو گواہ فسخ پر مقرر نہ کرے تو خیار فسخ باقی نہیں رہتا</p>	۴۸۰
۴۸۰		۴۸۰
۴۸۱		۴۸۱
۴۸۲		۴۸۲
۴۸۲		۴۸۲

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 179	خیار بیلوٹ سے طہرگی ہوئی خاوند نے دخول نہ کیا تھا تو عورت کو مہر نہ ملے گا۔ فاسق صالحہ عورت کا کفو نہیں ہے۔	۲۸۳
فتویٰ نمبر 180	مہر کی اقسام منہ بمل، مہجمل اور مہر مشل مہر منہ بمل کا حکم مہر مہجمل کا حکم	۲۸۵ ۲۸۵ ۲۸۶
۷۸۸	ماہلہ بالٹنا سے نکاح درست ہے اگر زانی نے نکاح کیا تو وہی بھی درست ورنہ بوجہ حمل تک بھارت جائز نہیں۔	۲۸۷
۲۸۷	مہر مشل کا حکم	۲۸۷
۲۸۹	نکاح طلاق کب واجب ہوتا ہے اور اس کی تفصیل	۲۸۹
فتویٰ نمبر 181	مہر مہجمل اور مہر منہ بمل کا حکم	۲۹۱
فتویٰ نمبر 182	دو کرہ مہر شرط جواز نکاح نہیں ہے۔	۲۹۲
۲۹۲	یوقت عقد نکاح جو مہر مقرر کیا جائے وہی لازم ہوتا ہے۔	۲۹۲
۲۹۲	بلا ذکر مہر نکاح کی صورت میں مہر مشل واجب ہوتا ہے۔	۲۹۲
۲۹۲	مہر کے بغیر نکاح کیا پھر بھی مہر مشل واجب ہو جاتا ہے۔	۲۹۲
فتویٰ نمبر 183	تابیغ لڑکے کا تابیغ عورت سے والدین کی ولایت میں نکاح ہو تو مہر خاوند پر واجب ہوتا ہے	۲۹۳
۲۹۳	تابیغ لڑکے کے مہر کے ضامن ہونے کی صورت میں باپ پر مہر واجب ہوتا ہے	۲۹۳
فتویٰ نمبر 184	مہر مہجمل ادا کرنے کے بعد خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو جہاں چاہے رکھے کن صوفیوں میں عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور کن میں نہیں	۲۹۷ ۲۹۸

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 185	لڑکی کے بائٹ ہونے کے بعد خاوند کو زہد کے پاس آمد و رفت رکھنے سے روکنا ظلم ہے کوئی مرض باعث ستویا مہر نہیں۔ نکاح صحیح ہونے سے قبل عورت مر جائے تو پورے مہر کی مستحق ہے۔ مہر جملہ یا موت کے ساتھ پختہ ہو جاتا ہے۔ وہ میوہ جن میں عورت کو خیار صحیح حاصل ہوتا ہے۔	۴۹۹ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴
فتویٰ نمبر 186	خاوند یا بیوی کے مرنے سے کال مہر واجب ہو جاتا ہے۔	۵۰۵
فتویٰ نمبر 187	عورت کی کسی غیر مرد سے شناسائی ہو تو نکاح نہیں جاتا مرد خواہ طلاق دے یا نہ دے نکاح میں ما بائٹ کا ولی اقرب باپ ہے۔ دورانِ عدت نکاح خاوند کے علاوہ کسی اور سے ہرگز درست نہیں۔ مہر واجب الطالب مرد کو ادا کرنا واجب ہے۔ تجزیر جو لڑکی کو دیا جاتا ہے وہ عورت کی ملکیت ہے عدت کے ختم ہونے سے پہلے خاوند کے علاوہ کسی اور سے نکاح باطل ہے خاوند نے مہر میں اضافہ نہ کیا یہ اضافہ جب لازم ہوگا جب عورت نے قبول کیا ہو تمام ورثہ نے مہر کے لیے ایک ماہ کی مہلت دی تو مہینہ سے پہلے بھی مطالبہ کر سکتے ہیں	۵۰۷ ۵۰۷ ۵۶۷ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۹۲ ۷۰۰ ۷۱۱
	قرآن کی اولاد کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا۔	۸۰۳ ۸۳۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	طلاق	۵۰۹
فتویٰ نمبر 188	طلاق رجعی کی ایک صورت اور اس کا حکم	۵۱۱
	طلاق مغلطہ کا حکم	۵۱۲
	طلاق دینے کے بعد خاوند انکار کرے تو کیا حکم ہے	۵۱۲
فتویٰ نمبر 189	بیوی کا ہاں اولاد ہو یا نہ ہو طلاق واقع ہو جاتی ہے	۵۱۳
	طلاق سرج اور کناہ اور ان کا حکم	۵۱۳
	پائین اور مغلطہ طلاق اور ان کا حکم	۵۱۳
فتویٰ نمبر 190	طلاق مغلطہ دی گیاں بیوی عدانہ ہوئے تو بصورت ثبوت طلاق اور انحصارے	
	عدت عورت دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔	۵۱۶
فتویٰ نمبر 191	مغلطہ طلاق کا حکم	۵۱۷
فتویٰ نمبر 192	مغلطہ طلاق کا حکم	۵۱۸
فتویٰ نمبر 193	طلاق کے ثبوت کے لیے دو مادل مسلمان کو اہل کافری میں تحریر کی ضرورت نہیں	۵۱۹
	عدت گزار جانے کے بعد خواہ پہلے خاوند سے نکاح کرے یا کسی اور سے جائز	
	ہے طلاق مغلطہ ہو تو عدت گزارنے کے بعد بھی پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی	۵۱۹
فتویٰ نمبر 194	تین طلاق کا حکم	۵۲۰
فتویٰ نمبر 195	مدخلہ اور غیر مدخلہ کو تین طلاق دینے کے حکام	۵۲۱
فتویٰ نمبر 196	طلاق کی ایک صورت	۵۲۳
فتویٰ نمبر 197	طلاق کی ایک صورت	۵۲۳
فتویٰ نمبر 198	خاوند نے تہائی میں طلاق دی تو طلاق ہو جائے گی	۵۲۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	طلاق اور ثبوت طلاق دو الگ چیزیں ہیں ثبوت طلاق کے لیے کواہوں کی ضرورت ہے	۵۲۵
فتویٰ نمبر 199	”طلاق دے دوں گا“ سے طلاق نہیں ہوتی	۵۲۶
	طلاق کے ثبوت کے لیے دو مادل کواہوں کی ضرورت ہے	۵۲۶
	رجعی طلاق کا حکم	۵۲۶
فتویٰ نمبر 200	ترہ میں جتا بیوی کو بھڑک کر نکال دینے سے طلاق نہیں ہوتی	۵۲۷
فتویٰ نمبر 201	بعض رضہ بخار دماغ میں نقص پیدا ہو گیا طلاق دی واقع نہ ہوگی	۵۲۸
فتویٰ نمبر 202	فتویٰ کی حالت میں کسی نے طلاق نامہ پر انگوٹھ لگوا لیا تو کیا حکم ہے؟	۵۲۹
فتویٰ نمبر 203	دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۵۳۱
فتویٰ نمبر 204	مجتون، مجنونا، احواس نابالغ اور بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۵۳۳
	معاذ صحت میں کہا اگر میں اس مکان میں قدم رکھوں تجھے طلاق دیوانہ ہونے کے بعد وہاں گیا طلاق ہو جائے گی	۵۳۳
فتویٰ نمبر 205	عورت بلا اجازت گھر سے نکلے نکاح نہیں ہوگا	۵۳۶
فتویٰ نمبر 206	احباب و قبول سے قبل خیار طلاق کی شرط معتبر نہیں۔	۵۳۸
	خیار طلاق کی شرط پر احباب و قبول ہونا اس کا اعتبار ہے	۵۳۹
	نامہ باوجود حایہ کے باعث جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔	۳۶۱
	خلع	۵۴۱
فتویٰ نمبر 207	منافع کی تہریف	۵۴۳
	منافع ایک طلاق باندہ ہوتا ہے	۵۴۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	سرراہِ عِلْم کرنا اور طلاقِ نڈے کا حکم پھر اطلاق دلوا دے	۵۴۴
	ظہار	۵۴۵
فتویٰ نمبر 208	تو میری ماں بہن کی شل ہے کہا تو کیا حکم ہے؟	۵۴۷
	ظہار کے کفارہ کی تفصیل	۵۴۷
فتویٰ نمبر 209	”تو اب میری ماں بہن کے برہم ہے“ کہا تو کیا حکم ہے	۵۴۹
	ظہار کے کفارہ کی تفصیل	۵۴۹
	عنین	۵۵۱
فتویٰ نمبر 210	عنین کے احکام	۵۵۳
فتویٰ نمبر 211	سرکا آہ متاثر کتنا ہو یا چھوٹا ہو کہ داخل ممکن نہ ہو تو راتفریق کر دی جائے گی	۵۵۶
	اگر عامر دیا خسی ہو تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی	۵۵۶
	اگر سال کے بعد وہ ٹھیک نہ ہو اور طلاقِ نڈے کا خسی اس کے قائم مقام ہو کر طلاق دے دے	۵۵۷
فتویٰ نمبر 212	اگر آہ متاثر کتنا ہو یا اتنا چھوٹا ہو کہ داخل ممکن نہ ہو تو فوراً تفریق کر دی جائے گی	۵۵۸
	عامر دیا خسی ہو تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی	۵۵۹
	عدت	۵۶۱
فتویٰ نمبر 213	تا باعد کی عدت تین ماہ ہے باعد کی عدت تین حیض اور جسے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔	۵۶۳
فتویٰ نمبر 214	عورت اپنی عدت کہاں پوری کرے۔	۵۶۴

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 215	کن صورتوں میں عورت عدت کے مکان سے باہر نکل سکتی ہے	۵۶۴
	مناذرت ہونے کی صورت میں عدت	۵۶۵
	کن صورتوں میں طلاق اور سوگ والی عورت اپنے گھر سے باہر آ سکتی ہے۔	۵۶۵
فتویٰ نمبر 216	خلوتِ مجھ کے بعد طلاق سے عدت لازم ہوتی ہے۔	۵۶۷
	سات عورتوں پر سوگ کرنا لازم نہیں۔	۶۷۹
	سوگ میں کیا امور ممنوع ہیں	۶۷۹
	عورت اپنی عدت کہاں گزارے	۶۸۰
	عدت تین حیض ہے	۵۷۶
	جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت	۵۹۳
	مطلقہ غیر حاملہ کی عدت تین حیض ہے	۵۹۷
	حضانہ	۵۶۹
فتویٰ نمبر 217	جس نابالغ لڑکی کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بہن خالہ فوت ہو چکے ہوں	
	اس کی پرورش کا حق پھوپھیوں کو ہے۔	۵۷۱
	حضانہ کے استحقاق کی ترتیب	۵۷۱
فتویٰ نمبر 218	حضانہ کی حق دار عورت نکاح کرتے وقت حضانہ کا حق ختم ہو جاتا ہے۔	۵۷۲
	ماں بچہ کی پرورش کی ہمدار ہے۔ حضانہ کی مدت	۵۷۳
	حضانہ کی مدت	۵۸۹
	حضانہ کا حق ساقط ہونے کی صورت	۵۹۰
	حضانہ کی مدت	۵۹۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	ماں بچے کی پرورش کی حق دار ہے اس کو پرورش پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔	۸۱۲
	نفقہ	۵۷۷
فتویٰ نمبر 219	ایام عدت میں مکان سکونت، نان و نفقہ اور لباس مرد کے ذمہ ہے۔	۵۷۹
	حد و طلاق کی اقسام اور ان کے احکام	۵۷۹
	شوہر کی شادی پر برادری کو کھانا کھلانے وغیرہ کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے شوہر کے ذمہ نہیں	۵۸۱
فتویٰ نمبر 220	عورت بلا حق شرعی بلا اجازت شوہر کے گھر سے چلی جائے وہ نان و نفقہ کی حقدار نہیں	۵۸۲
فتویٰ نمبر 221	شوہر بدسلوکی کرے خبر گیری نہ کرے عورت کو حق ہے کہ اس کے ہاں نہ ٹھہرے	۵۸۳
فتویٰ نمبر 222	نفقہ کی دھوڑیں تنگیں اور ایصال	۵۸۳
	ادائے نفقہ کی مدت	۵۸۶
	بیوی کے اپنے نفقہ کے ساتھ خادمہ کے نفقہ کے حصول کرنے کی صورت	۵۸۶
فتویٰ نمبر 223	باپ بچے کی عمر سات برس ہونے تک اس کا نفقہ اور پرورش کرنے والی ماں کا نفقہ ادا کرے	۵۸۸
فتویٰ نمبر 224	عدت کے ایام کا نان و نفقہ خاوند کے ذمہ ہے	۵۹۱
فتویٰ نمبر 225	ایام عدت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے۔	۵۹۳
	ایام عدت کا نفقہ مرد کے ذمہ ہے۔	۵۱۵
	بچہ کا نان و نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔	۵۷۵
	زمانہ عدت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے۔	۵۷۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	حضانہ کے زمانہ کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔ ان وفقت کی ضروریات کے علاوہ بیوی نے خاوند کے مال سے مال چرایا تو وہ اسے ہر میں شمار کر سکتا ہے۔	۵۹۷ ۷۱۱
	شکار و بیع	۵۹۹
فتویٰ نمبر 226	حیر یا برہمی سے ہسم اللہ کہہ کر شکار کو زخمی کیا اور شکار تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔ ایسی چیز سے شکار کو زخمی کیا جو اپنے بوجھ کے باعث زخمی کرتی ہے شکار تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو اس کا کھانا حرام ہے۔ زخمی کرنے سے شکار صرف اس وقت حلال ہے جب کہ باقاعدہ ذبح کرنے پر قدرت نہ ہو کوئی سے شکار کا حکم	۶۰۱ ۶۰۱ ۶۰۱ ۶۰۲
فتویٰ نمبر 227	مشرک خواہ ہسم اللہ چہ کہ شکار کو زخمی کرے وہ حلال نہیں۔ شکار کے حلال ہونے کے لئے شکاری کا مسلمان ہونا شرط ہے۔	۶۰۳ ۶۰۳
فتویٰ نمبر 228	غیر اللہ کے تقرب کی خاطر ذبح کیا جانور حرام ہو گیا۔ اگر کسی کے ایصالِ ثواب کے لیے ذبح کرے تو جانور حلال ہے۔ اگر اول نیت غیر اللہ کی تھی آخر میں نیت کو بدلے آ آخری نیت کا اعتبار ہوگا۔	۶۰۵ ۶۰۵ ۶۰۶
	قربانی	۶۰۷
فتویٰ نمبر 229	قربانی کے جانور اور ان کی عمروں کی تحصیل چھ ماہ کا دنبہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔	۶۰۹ ۶۰۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	گائے اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔	۶۱۰
	قربانی کی نیت کے بغیر اگر ایک شخص بھی شریک ہوا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔	۶۱۰
	قربانی کی کمال کو اپنے خرچ کی نیت سے بچتا کروہ اور صدقہ کی نیت سے جائز ہے	۶۱۰
فتویٰ نمبر 230	قربانی کی دما	۶۱۱
فتویٰ نمبر 231	قربانی کا گوشت اور کمال کو اپنے خرچ کی نیت سے بچتا کروہ ہے اور صدقہ کی نیت سے جائز ہے	۶۱۲
	قربانی کے گوشت کا ایک حصہ (تہائی) غرباء کو ایک حصہ (تہائی) خولیس ہوا قارب کو دے اور ایک حصہ (تہائی) اپنے استعمال میں لائے۔	۶۱۳
فتویٰ نمبر 232	قربانی کی کمال کی قیمت مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں۔	۶۱۴
فتویٰ نمبر 233	قربانی کمال مسجد میں خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں	۶۱۵
فتویٰ نمبر 234	کیا قربانی کا پیڑا دوست و احباب کو دینا جائز ہے۔	۶۱۶
فتویٰ نمبر 235	گائے کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ ڈالنا جائز ہے۔	۶۱۷
فتویٰ نمبر 236	قربانی کے دن گزر گئے قربانی نہ کی تو اب کیا کرے	۶۱۸
	اکراہ	۶۲۱
فتویٰ نمبر 237	دیون کی معافی اکراہ کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔	۶۲۳
	بہر اکراہ سے معاف نہیں ہو سکتا۔	۶۲۳
	شاہد بیوی کا سلطان ہوتا ہے۔	۶۲۴

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	جس کو مجبور کیا اس کے عقود جو قابلِ فتح ہیں نافذ ہو جاتے ہیں لیکن اکراہ کے اٹھ جانے کے بعد مجبور کیے ہوئے شخص کی اجازت پر مقبوف ہوتے ہیں۔	۶۲۵
	تحقیق اکراہ کی کم از کم ادنیٰ صورت یہ ہے کہ حاکم سخت آواز کے ساتھ حکوم کو کہے کہ یہ کام کر دے	۶۲۵
	سیر	۶۲۷
فتویٰ نمبر 238	سنت رسول اور آیت مبارکہ کا مذاق کفر ہے۔	۶۲۹
	ارتداد کفر ماننے کی اولاد اولد الزنا ہوتی ہے۔	۶۳۱
	مرتد کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔	۶۳۱
فتویٰ نمبر 239	مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ	۶۳۲
	کسی نبی کو گالی دینے والا شرعی حد میں قتل کیا جائے گا اس کی توبہ قبول نہیں۔	۶۳۵
	حضرات شیخین اور حضرت مائتہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والا کافر ہے۔	۶۳۶
	حرام کو حلال سمجھنے والا کافر ہے۔	۶۳۶
	مرتد کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔	۶۳۹
	ارتداد کفر ماننے کی اولاد اولد الزنا ہوتی ہے۔	۶۳۹
فتویٰ نمبر 240	توڑی رسول سے مرتد ہو جاتا ہے۔	۶۴۱
	کسی کلمہ کفر کہنے والے کو کب کافر قرار دیا جائے گا۔	۶۴۱
	مرتد کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔	۶۴۱
	ارتداد کفر ماننے کی اولاد اولد الزنا ہوگی	۶۴۱

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۶۴۲	سرتہ ایمان لانے کے بعد حج کا مادہ کرے نماز اور روزے کا مادہ لازم نہیں۔	۶۴۲
۶۴۲	اردہ اذکے بعد عادت کے طور پر رہنمائی پڑھنے سے ایمان دار نہ ہوگا	۶۴۲
فتویٰ نمبر 241	اہل حدیث (غیر مقلد وہابی) کے بارے میں شرعی حکم کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکا جائے	۶۴۳
۶۴۳	ان کے بعض مسائل	۶۴۳
فتویٰ نمبر 242	نبی اکرم ﷺ کی توہین آپ کے کسی قول و فعل سے حسد یا اسے ہلکا جاننا کفر ہے	۶۴۷
۶۴۷	کلمات کفر کہہ کر انکار کرنا اور ان کے کلمات کفر ہونے کا اقرار قائم مقام توہین کے ہے	۶۴۸
۶۴۸	نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کی توہین نہیں۔	۶۴۸
فتویٰ نمبر 243	نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔	۶۵۰
فتویٰ نمبر 244	بہاؤ اللہ اور باب اللہ نبوت و رسالت کے مدعی ہیں لہذا کافر ہیں۔	۶۵۲
۶۵۳	کافر کو کافر کہنا گالی نہیں مکمل شریعت کو بیان کرنا ہے۔	۶۵۳
فتویٰ نمبر 245	نبی اکرم ﷺ کے تمام اہل واحد آدمی و مومن و مومنہ تھے	۶۵۵
فتویٰ نمبر 246	عدل اور اس کے درجات	۶۵۶
۶۹۲	چند کلمات کفر	۶۹۲
۱۱۷	لڑکچہ پنہا پنہا ہندوؤں کا طریقہ ہے	۱۱۷
۱۱۸	حرام کھانا کھانا کفر ہے۔	۱۱۸
۱۳۶	سنت کو ہلکا جاننا کفر ہے۔	۱۳۶
۱۴۰	کسی شہر والوں نے جماعت تک کر دی تو ان سے جنگ کی جائے گی	۱۴۰

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	جو مسلمان حرام قلعی کو حلال جانے یا کسی کو حرام قلعی چیز کھانے کی اجازت دے وہ کافر ہے۔	۱۵۱
	ہندوستان دارالحریم نہیں ہے۔	۲۶۵
	مالت تدرستی میں کلمہ کفر کہے یا خدا و رسول کی شان میں گستاخی کرے تو کافر ہو جائے گا	۵۳۵
	حاج جنون اور بے ہوشی میں نکلاتے کفر کا اعتبار نہیں۔	۵۳۵
	زیادہ فرق کافر ہے۔	۶۵۱
۶۵۷	حظر و اباحت	
۲۵۹	مضافی ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دو ہاتھ سے	فتویٰ نمبر 247
۲۶۱	نماز کے بعد مضافی کا کیا حکم ہے۔	فتویٰ نمبر 248
۲۶۳	ماسداور کینہ و رکو سلام نہ کرنا چاہیے۔	فتویٰ نمبر 249
۲۶۳	سر دکو کون سا رنگ پہننا درست ہے۔	فتویٰ نمبر 250
۲۶۶	پھولوں کا بار پہننا جائز ہے۔	فتویٰ نمبر 251
۲۶۶	مستدی جو خوشی سے مذر کر رہی لے گا جائز ہے۔	
۲۶۷	جنسی مرد کا جھوٹا پانی یا کھانا مکروہ ہے۔	فتویٰ نمبر 252
۲۶۹	جس کی زیادہ آدھنی حال اور کم حرام، بقا اس کی دھوت کھانا جائز ہے۔	فتویٰ نمبر 253
۲۶۹	زیادہ آدھنی حرام اور کم حرام طال، بقا اس کی دھوت کھانا حرام ہے	
۲۷۱	غیر مذہب کے تہوار، بولی، دوائی وغیرہ کی تقسیم اور ان میں خوشی کرنا جائز نہیں۔	فتویٰ نمبر 254
۲۷۲	عورت کے مطالبہ پر خاوند کے لیے طلاق دینا لازم نہیں	فتویٰ نمبر 255

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 256	عورت کے روعہ کے مطالبہ پر خاوند کے لیے مکان سبک کرنا لازم نہیں۔	۶۷۲
فتویٰ نمبر 257	مسجد میں سوال کرنا اور سائل کو دینا کیسا ہے۔	۶۷۳
	مسجد کی دیوار پر نہ لکھنا چاہیے ہاں اگر مضبوط لکھا ہو تو حرج نہیں۔	۶۷۶
	میت کے پاس غسل سے پہلے تلاوت کرنا مکروہ ہے۔	۶۷۹
	غزغون یا ابو جہل کا نام لکھ کر نکالنا جائز نہیں۔	۶۷۹
	چار دیواریوں اور دیوار پر اگر قرآن مجید لکھا جائے تو امید ہے کہ جائز ہوگا۔	۶۸۰
	بطریقہ پر رمضان المبارک کدہ ہو تو اسے وہاں سے ہٹانا لازم ہے۔	۶۸۰
	تحلیلہ میں احادیث یا فقہ کی کتابیں ہوں اسے حفاظت کی نیت سے سر بانہ بنانا جائز ہے ورنہ نہیں۔	۶۸۱
فتویٰ نمبر 258	تعوذیہ موسم بارش میں ملا ہوا ہو بیت الخلاء جاتے وقت یا غسل کے وقت اتار دے	۶۸۳
فتویٰ نمبر 259	ہندی اور کوئی دوسری زبان پڑھنا پڑھانا جائز ہے جب کہ بطریق کفر نہ پڑھائی جائے	۶۸۳
فتویٰ نمبر 260	بچھانے کی چیز پر قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے بچھانا جائز نہیں۔	۶۸۵
	جس کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا اسے اور اوراق کے درمیان نشانی کے طور پر رکھنا جائز نہیں	۶۸۶
	تحریر کے حروف کو ایک دوسرے سے قطع کر دیا جائے یا بعض حروف پر کڑھائی کر دی جائے یہاں تک کلمہ متصل نہ رہے تو بھی کراہت ختم نہیں ہوتی۔	۶۸۶
	اگر بچھونے پر ”الملک“ لکھا ہو یا الف علیحدہ اور لام علیحدہ تو بھی کراہت ختم نہیں ہوتی	۶۸۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	فرعون یا ابوجہل کا نام لکھ کر اسے نشانہ بنانا مکروہ ہے۔	۶۸۶
	بوسیدہ قرآن مجید کے اوراق کفر آن مجید کی جلد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں	۶۸۶
	ملہارت کے بغیر ایسے سکنوں کو اٹھانا جن پر اللہ کا نام لکھا ہو مکروہ ہے۔	۶۸۷
	چیتا یا ککیر کے خون سے آیت مبارکہ لکھنے کا مضموم	۶۸۷
	نقصان کو دور کرنے کے اسباب کی تین قسمیں ہیں۔	
	(۱) یقینی (۲) ظنی (۳) موبہوم اور ہر ایک کا حکم	۶۸۸
	مریش کو خون یا چیتا یا مر دار کھانا جائز ہے جب کہ مسلمان طیب نے	
	بتایا ہو کہ ان میں شفا ہے اور ان کے علاوہ کوئی مباح چیز موجود نہیں۔	۶۹۰
فتویٰ نمبر 261	طاعون زدہ علاقہ سے یہ سمجھ کر بھاگنا کہ بیماری اڑ کر مجھے لگ جائے گی مکروہ	
	تحریجی ہے	۶۹۳
	اگر کثرتِ اموات اور لوگوں کی پریشانی دیکھ کر وحشت دور کرنے کے لیے	
	بھاگے جائز ہے	۶۹۵
فتویٰ نمبر 262	منظہر حق اور تلایہ الاوطار کے مصنفین میں قدرے وہابیت پائی جاتی ہے۔	۶۹۶
	بعض المذہبات اور تقریرِ عزیزی کا مطالعہ کیا جائے	۶۹۶
	تسوار اس کثرت سے سوگھنا کہ مسجد میں نمازیوں کو تکلیف ہو مکروہ ہے۔	۷۳
	انہوں کی مانند بدو راہِ حج کھانا مکروہ ہے اسے مسجد میں آنے سے روکا جائے گا۔	۷۳
	کوئی شخص زبان سے مسلمانوں کو ایذا دے اسے بھی مسجد میں آنے سے روکا	
	جائے گا	۷۳
	بے ضرورت لڑکا پڑنا مکروہ ہے۔	۱۱۷

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	<p>مسجد کے قریب نئی جماعت قائم کرنا گناہ اور قاتل قہر ہے۔</p> <p>۱۳۹</p> <p>جموں کی پہلی اذان سے فراغت جو تکثریہ فروخت کرو چڑھی ہے۔</p> <p>۱۹۱</p> <p>مسجد کے سائل کو دینا کیسا ہے</p> <p>۲۳۸</p> <p>جس کو وال کرنا حرام ہے اسے دینا بھی حرام ہے۔</p> <p>۲۳۷</p> <p>قرض دار سے قرض لینا جائز نہیں جب کہ پہلے آپس میں تحائف کا لین دین نہ ہو</p> <p>۲۵۹</p> <p>مسجد کی چھت پر تھان چڑھنا اور پانا نہ کرو چڑھی ہے۔</p> <p>۳۳۱</p> <p>بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے گی تو گناہ گار ہوگی۔</p> <p>۵۳۶</p>	
	<p>وصیت</p> <p>وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔</p> <p>۷۰۷</p> <p>کسی کے لیے وصیت اس وقت نافذ ہوگی جب وصیت کنندہ کی وفات کے وقت وہ وارث نہ ہو۔</p> <p>۷۰۸</p> <p>لڑکے کی ہونے والی بیوی کے لیے وصیت کی اگر وصیت کے وقت معقنی ہو چکی ہو تو وصیت درست ہے ورنہ نہیں۔</p> <p>۷۱۰</p> <p>وصیت کے درست ہونے کے لیے موصی کا معلوم ہونا شرط ہے۔</p> <p>۷۱۰</p> <p>مرض الموت میں بید وصیت بن جاتا ہے۔</p> <p>۷۱۸</p>	
	<p>میراث</p> <p>تقسیم میراث</p> <p>۶۹۷</p> <p>جس ترکہ کا کوئی وارث نہ ہو اس کا صرف فقرا اور مساکین لوگ ہوتے ہیں۔</p> <p>۷۰۲</p>	<p>فتویٰ نمبر 263</p>
	<p>تقسیم میراث</p> <p>۷۰۳</p>	<p>فتویٰ نمبر 264</p>

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۷۰۶	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 265
	اگر کسی ذوالقروض اور عصبہات میں سے کوئی نہ ہو تو ذوالارحام سارے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں۔	
۷۰۷	حنفی وراثت کا مستحق نہیں ہوتا۔	
۷۰۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 266
۷۱۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 267
۷۱۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 268
۷۱۶	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 269
۷۲۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 270
۷۲۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 271
۷۲۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 272
۷۲۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 273
۷۳۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 274
۷۳۵	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 275
۷۳۸	زندگی میں انسان اپنے مال کا مالک ہوتا ہے جس کو چاہے کل یا بعض بخش دے	فتویٰ نمبر 276
۷۴۰	زندگی میں اپنا مال تقسیم کرنے کا طریقہ	
۷۴۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 277
۷۴۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 278
۷۴۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 279

صفحہ نمبر	موضوع	قانونی نمبر
۷۴۷	تقسیم میراث	قانونی نمبر 280
۷۴۹	تقسیم میراث	قانونی نمبر 281
۷۵۰	کوئی وارث بد چلتی کے باعث میراث سے محروم نہیں ہے۔	
۷۵۱	بیٹی کی موجودگی میں پوتی وارث نہیں۔	قانونی نمبر 282
۷۵۱	مردہ منصب قضا را ضلی میراث نہیں	
۷۵۲	تقسیم میراث	قانونی نمبر 283
۷۵۳	تقسیم میراث	قانونی نمبر 284
۷۵۴	تقسیم میراث	قانونی نمبر 285
۷۵۵	تقسیم میراث	قانونی نمبر 286
	قرض اگر مال میراث سے زائد ہو تو کل مال سے قرض ادا کیا جائے گا ورنہ نہ کو	قانونی نمبر 287
۷۵۶	کچھ نہ ملے گا	
۷۵۷	تقسیم میراث	قانونی نمبر 288
۷۵۸	تقسیم میراث	قانونی نمبر 289
۷۶۰	تقسیم میراث	قانونی نمبر 290
۷۶۱	تقسیم میراث	قانونی نمبر 291
۷۶۳	تقسیم میراث	قانونی نمبر 292
۷۶۵	تقسیم میراث	قانونی نمبر 293
۷۶۷	تقسیم میراث	قانونی نمبر 294
۷۶۸	تقسیم میراث	قانونی نمبر 295

صفحہ نمبر	موضوع	قوتی نمبر
۷۷۰	تقسیم میراث	قوتی نمبر 296
۷۷۲	تقسیم میراث	قوتی نمبر 297
۷۷۳	تقسیم میراث	قوتی نمبر 298
۷۷۵	تقسیم میراث	قوتی نمبر 299
۷۷۶	تقسیم میراث	قوتی نمبر 300
۷۷۷	تقسیم میراث	قوتی نمبر 301
۷۷۸	تقسیم میراث	قوتی نمبر 302
۷۸۰	تقسیم میراث	قوتی نمبر 303
۷۸۱	تقسیم میراث	قوتی نمبر 304
۷۸۲	تقسیم میراث	قوتی نمبر 305
۷۸۳	اگر اولاد بہتو شو ہر کو چو قسائی مال ملے گا ورنہ نصف خانہ کے بغیر کوئی وارث نہ چھوڑا تو خانہء مجلس بہتو سارا مال اس کو دیا جائے گا ورنہ مسلمان غریب میں تقسیم کیا جائے گا۔	قوتی نمبر 306
۷۸۴	تقسیم میراث	قوتی نمبر 307
۷۸۷	تقسیم میراث	قوتی نمبر 308
۷۸۹	تقسیم میراث	قوتی نمبر 309
۷۹۴	تقسیم میراث	قوتی نمبر 310
۷۹۵	تقسیم میراث	قوتی نمبر 311
۷۹۷	تقسیم میراث	قوتی نمبر 312

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۷۹۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 313
۷۹۹	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 314
۸۰۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 315
۸۰۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 316
	کافر بھی ان اسباب کی بنا پر وارث ہوتے ہیں جن کی بنا پر مسلمان وراثت پاتے ہیں	فتویٰ نمبر 317
۸۰۳	ترہ کی اولاد اپنے باپ (زانی) کی وراثت نہیں پاسکتی۔	
۸۰۵	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 318
۸۰۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 319
۸۰۹	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 320
۸۰۹	عصبہ کی موجودگی میں زووالہ رحام کا کوئی حصہ نہیں	
۸۱۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 321
۸۱۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 322
۸۱۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 323
۸۱۲	مصارفہ تجیز و تعین اور قرض کی ادائیگی کرنے والے کے ترکہ سے کی جاتی گی	
	فاتحہ سوم میں کسی وارث نے دئے ہوئے عہ کی اجازت کے بغیر خرچ کیا تو اس کے حصہ سے وضع کیا جائے گا	
۸۱۲	تباہی کا حصہ تمام ورثہ نے بالاتفاق خرچ کیا تو تمام ورثہ کے حصوں سے وضع کیا جائے گا	
۸۱۲		

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 324	تقسیم میراث	۸۱۴
فتویٰ نمبر 325	تقسیم میراث	۸۱۵
	ابن الحکم کی موجودگی میں بھانجہ کو کچھ نہ ملے گا۔	۸۱۶
فتویٰ نمبر 326	مرنے والے کے مال سے پہلے تجزیہ و تحلیل کے مصارف اور قرض ادا کیا جائے گا	۸۱۷
	قرض کی ادائیگی کے بعد وصیت جاری ہوگی۔	۸۱۷
	تقسیم میراث	۸۱۷
فتویٰ نمبر 327	تقسیم میراث	۸۱۸
فتویٰ نمبر 328	تقسیم میراث	۸۱۹
	وراثت میں چھوٹے بڑے کے حصہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔	۸۲۱
فتویٰ نمبر 329	اقرب صہب کی موجودگی میں البعد صہب کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا	۸۲۲
	بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا حصہ نہیں ہوتا۔	۸۲۲
فتویٰ نمبر 330	تقسیم میراث	۸۲۳
فتویٰ نمبر 331	تقسیم میراث	۸۲۵
فتویٰ نمبر 332	تقسیم میراث	۸۲۶
فتویٰ نمبر 333	تقسیم میراث	۸۲۷
فتویٰ نمبر 334	تقسیم میراث	۸۲۹
فتویٰ نمبر 335	تقسیم میراث	۸۳۱
فتویٰ نمبر 336	تقسیم میراث	۸۳۳
فتویٰ نمبر 337	تقسیم میراث	۸۳۵

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۸۳۶	لے پا لک شرمایا نہیں ہے۔	
۸۴۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 338
۸۴۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 339
۸۴۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 340
۸۴۹	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 341
۸۵۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 342
	تاریخ و سوانح	
	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی الاش تین روز تک پڑی رہی یہ روایت محض	فتویٰ نمبر 343
۸۵۳	افترا مایور دروغ ہے	
	18 ذی الحجہ بروز جمعہ بعد عصر آپ شہید ہوئے اور ہفتہ کی رات مغرب اور	
۸۵۵	عشاء کے مابین دفن ہوئے۔	
	جنس بلوانیوں نے آپ کو کورستان یہود آپ کو دفن کرنے کا ارادہ کیا لیکن	
۸۵۵	کامیاب نہ ہوئے	
	امام حسین رضی اللہ عنہ کی الاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ بے کور کفن پڑی رہی	
۸۵۶	یہ سب آپ کے لیے باعث ترقی درجات ہے۔	
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی بہن کو گردن مروڑا بہ حالہ کھانا کسی معتبر کتاب	فتویٰ نمبر 344
۸۵۷	سے ثابت نہیں۔	
۲۰۶، ۲۰۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت عاتق بن جنت کو غسل دینے کی وجہ	
۲۴۳	حضرت باقر رضی اللہ عنہما کثیر اور لمبائی نہ تھیں۔	

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	حضرت نوحؑ اعظم کی کرامت کہ بارہویں کی ڈوبی ہوئی برات کو نکالا کسی معتبر کتاب میں نہیں۔	۴۵
	حضرت نوحؑ اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات حواتر ہیں۔	۴۵
	مفتی اعظم پاکستان حضرت ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ۳ رمضان ۱۴۳۳ھ میں فتویٰ پر تصدیق و تحفظ فرمائے	۴۹
	ختم قرآن کی خوشی میں عمدہ کھانا کھانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔	۵۲
	بلا ضرورت سوال کرنے والے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروں سے سزا دی	۱۸۵
	کہہ معذکرہ کو بکد کہنے کی وجہ	۳۷۲
	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کو برابر عطیات دیتے تھے اور	
	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بقدر حاجت اور علم و فضل کے مطابق	۳۱۰
	نبی کریم ﷺ کے آباء و اجداد شایہ کفر و شرک سے پاک تھے۔	۶۵۵
	سرخ موزہ فرعون کا اور سفید پامان کا تھا	۶۶۵
	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوران نماز اپنی انگلی صدقہ کر دی تھی۔	۶۷۵
	مسئلہ کذاب اور دوہل ایمان کا واقعہ	۶۹۱
	قواعد فقہیہ	
	الیقین لا یزول بالشک	۸۱
۵۸۱، ۴۸۸	ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص	
۴۷۵	إذا اجتمع الحلال والحرام الخ	
۴۴۲	الضرورات نیبج المحظورات	

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۵۶۶، ۵۶۷	البینۃ علی المدعی والیمین علی من أنکر	
۸۱	اصل ہر شے میں شرعاً طہارت ہے۔	
۲۶۶	کل فرض جر نفعاً فہو حرام	
۲۶۸	کل فرض جر نفعاً فہو ربا	
	إن کل من تصرف فی ماله (ای مال الصغیر) لہ تصرف فی نفسه	
۳۶۷	وما لا فلا	
	رسم المفتی	
۸۱	شہر سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔	
	جب دو اقوال کی صحیحی میں اختلاف ہو تو ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل کیا جائے گا	
۱۱۶	نصف التہار کے بارے میں علمائے ماوراء النہر کی بجائے علمائے خوارزم کی تحقیق کے مطابق فتویٰ دینے میں احتیاط مطلوب ہوتی ہے	
۱۵۵		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حالات

حضرت مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ

از

حضرت صاحبزادہ مولانا عبد السلام صدیقی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

خانقاہ سلطانیہ نزدکالادیو (جہلم)

آپ کے اسلاف مشہد (ایران) سے ہندو تشریف لائے سید ظیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (آپ کے پردادا) پہلے شخص ہیں جن کا نام تاریخ کے صفحات پر جلوہ گر ہوا آپ ہی مشہد سے نگرام اور وہاں سے فرخ آباد آئے کچھ عرصہ کے بعد فرخ آباد کو خیر باد کر کے ریاست الوری میں قیام پزیر ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جس کی وجہ سے آپ حسنی حسینی رضوی سید ہیں۔

مولانا سید محمد دیدار علی شاہ مخدومی رضوی نقشبندی قادری محدث الوری قدس سرہ ۱۳۷۳ھ بمطابق 1856ء میں کے دن ریاست الوری میں اپنے عم بزرگوار سید ”عارف علی“ شاہ کی دما سے پیدا ہوئے حضرت نے آپ کی والدہ محترمہ کو پہلے ہی بشارت دی تھی کہ تیرے گھر ایک بیٹا پیدا ہوگا جو دین اسلام کا چراغ ہوگا اس کا نام ”دیدار علی“ رکھنا۔

حضرت سید صاحب نے ابتدائی تعلیم الوری میں حاصل کی پھر دہلی کا رخ کیا اور مولانا کریم اللہ خان صاحب سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ مولانا عبدالمعلیٰ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا ارشاد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی زانوئے تلمذ طے کیا اس زمانہ میں سہارن پور میں مولانا احمد علی محدث سہارن پوری

مذہب حدیث میں یگانہ روزگار مانے جاتے تھے ان کے پاس آپ نے دورہ حدیث پڑھائیں ان دنوں آپ کے ہم سفر مولانا دینی احمد محدث سورتی اور حضرت پیر مرعلی شاہ صاحب کلزوی تھے یہ وہ لوگ ہیں جو انسان علم و شہرت پر آفتاب و مانتاب بن کر چمکے دورہ حدیث سے فارغ ہو کر معقولات کا بڑا وقت نظر سے مظاہر کیا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کو درج ذیل مشائخ طریقت اور شیوخ حدیث سے سلاسل طریقت اور فقہ و حدیث و فقیر میں اجازت حاصل تھی۔

- 1- حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الوری رحمۃ اللہ علیہ دو سال تک ان کی تربیت میں رہے اور ان سے سلاسل طریقت کی اجازت اور ضلع خلافت حاصل ہوئی۔
- 2- حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق آپ ان کی خدمت مقدس میں حاضر ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں آپ سے بیعت ہوئے اور سند حدیث حاصل فرمائی جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک صرف ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ آپ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے مولانا شمس الدین احمد میاں کے درس حدیث میں ساتھی ہونے کا شرف بھی حاصل رہا ان سے بھی تمام افعال و انکار سلاسل اولیاء میں اجازت اور خلافت حاصل کی۔
- 3- حضرت مولانا عبدالغنی بہاری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے چالیس اکابر علمائے کرام سے فقہ و حدیث میں اجازت حاصل تھی ان سے بھی سند حاصل کی۔
- 4- امام فن قراءت حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ان سے بھی قرآن مجید حدیث اور فقہ کی اجازت سے شرف ہوئے۔
- 5- اعلیٰ حضرت امام ہبل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ نے بھی حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کو تمام سلاسل اولیاء کے کرام کے اعمال و انکار اور جملہ مرویات فقہ و حدیث کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔
- 6- حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ آپ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی خاندان مارہر شریف کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بھی طریقت

کے سلاسل کی خلافت اور حدیث و علوم دینیہ کی سند حاصل کی۔

7- حضرت سید ثناء علی رضوی شہیدی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا اور رشتہ میں حضرت مجدد ثلثی لوری رحمۃ اللہ علیہ محترم تھے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ نے ایک عرصہ صان کی خدمت میں گزارا اور ان کی صحبتوں سے مستفیض رہے۔ انہوں نے بھی آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

8- حضرت شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مجدد ثلثی لوری رحمۃ اللہ علیہ ان سے بھی سند حدیث اور سلاسل طریقت میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔

سید صاحب جب علم سے فارغ ہوئے تو آپ اپنے استاد مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق ”ارشاد العلوم رام پور“ میں مدرس اول مقرر ہوئے چند برس کے بعد 1906ء میں یکتی روانہ ہوئے وہاں ایک سال پورا کام کرنے کے بعد 1907ء میں وطن مالوف ”الور“ میں تشریف لائے اور مسجد ”دائرہ“ میں ”قوت الاسلام“ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا یہ مدرسہ آپ کی علمی زندگی کا سبب اولین قرار دیا جاتا ہے جو آپ نے دینی علوم و فنون کی اشاعت کے لیے قائم کیا۔ ”مسجد دائرہ“ میں درجہ قرآن کا آواز فرمایا ”درس کی خصوصیت یہ تھی کہ سننے والے پابند شریعت ہو گئے، سیکڑوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی حتیٰ کہ ہندو بھی آپ کے درس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے“ مسجد کے باہر کھڑے ہو کر درجہ قرآن سنتے تھے، الور کا ہندو دلہ بڑا متعصب تھا اس نے حضرت کا درس بند کرانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرنا شروع کیے مگر آپ استقامت کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے۔

حضرت قبلہ سید صاحب ۱۳۳۰ھ بمطابق ۱۹۱۲ء میں لاہور تشریف لائے اس دور میں پنجاب کی شہرہ آفاق و اہل دینی درس گاہ ”دارالعلوم نعمانیہ“ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے مدرسہ میں درس حدیث تشریف دیتے اور لاہور اور اس کے منہاقات میں تبلیغی جلسوں میں خطاب فرماتے تھے آپ کا وعظ بہت مقبول اور توفیق تھا جس اجتماع میں آپ کا اعلان ہوتا مطلق خدا کثیر تعداد میں آپ کی زیارت اور وعظ سننے کے لیے جمع ہو جاتی۔

1916ء میں لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے اور رمضان ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۶ء جامع مسجد

اکبر آباد آگرہ کے مفتی و خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۱۹ء تک آگرہ میں آپ کا قیام رہا۔

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول ﷺ کے لیے روانہ

ہوئے اور حج سے واپسی پر ۱۹۲۰ء میں آپ مستقل سکونت کے ارادہ سے لاہور تشریف لائے اور جامع مسجد

وزیر خان کے خطیب مقرر ہوئے خطابت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔

۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۳ء میں آپ نے مرکزی انجمن حزب ملا حناف ہند قائم کی اور دارالعلوم حزب

الاحناف کی بنیاد رکھی جہاں سینکڑوں علماء و فضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے آج شاہی پاکستان کا کوئی شہر یا قصبہ

ایسا ہوگا جہاں حزب الاحناف کے قاری تحصیل علماء مدنی خدمات سرانجام نہ دے رہے ہوں۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات ممتاز تعارف نہیں ہے بے باکی اور حق کوئی آپ کی طبیعت کا یہ تھی مخالفین

کے طوفان آپ کے پائے ثابت کو جنبش نہ دے سکے دنیا کی کوئی طاقت آپ کو مغرب نہ کر سکی علم و فضل کے

کیا سمندر تھے کسی مسئلہ پر گفتگو شروع کرتے تو گھنٹوں بیان جاری رہتا سورہ فاتحہ شریف کا درس شروع کیا تو

ایک سال تک صرف سورہ فاتحہ شریف کا درس جاری رہا۔ آپ کے ظہور ایما زہد و تقویٰ سادگی اور اخلاق

مالیہ کے مخالف دوافع سب محرف تھے عوام و خواص سے انکساری سے ملنے علماء مشائخ اہل سنت کی

عزت و تکریم کرتے دینی طلباء پر شفقت فرماتے بحث سے اجتناب کرتے مناظروں کی حوصلہ شکنی کرتے

کالیوں کے جواب میں خاموش رہتے اپنی ضروریات کی اشیاء خود بازار سے خرید لیتے جہاں خلافِ شریعت بات

دیکھتے فوری سے فصاحت کرتے دوکانداروں کو مسائل شریعت سے آگاہ فرماتے۔ لباس سادہ کپڑے کی ٹوپی

نگے والا کڑیا مٹھنوں سے اونچلیا جامہ دیکھی ساخت کا جو استعمال کرتے تھے۔

حضرت علامہ سید صاحب کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک

صاحبزادی اور دو صاحبزادوں نے بڑی عمر پائی ہے۔ چچا سید احمد ابو البرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم

حزب الاحناف کا انتظام و انصرام آپ کے ذمہ ہی تھا جسے آپ نے بڑی خوبصورت انداز سے نبھایا

۲۰ علامہ ابوالحسنات سید محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد وزیر خان کے خطیب اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر رہے آپ تحریک پاکستان، جہاد کشمیر اور ختم نبوت کی جہم کے سچے جاننا سپہ سالار تھے۔

۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو آپ نے وصال فرمایا جب کہ آپ نماز عصر کے لیے نیت ہاتھ دیکھتے تھے ان دنوں دفنی دروازہ دار اعلیٰ حوزہ ب الاحناف میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

ہندو پاک میں آپ کی انتھک مدرسہ کاوشوں کی بدولت بے شمار فائدہ نے آپ سے علوم دینیہ کی تعلیم پائی آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ چند فائدہ کے نام یہ ہیں۔

- 1- مولانا ارشد علی لوری
- 2- مولانا محمد رمضان بلوچستانی
- 3- مولانا رکن الدین نقشبندی
- 4- مولانا غلام محی الدین کاناٹنی
- 5- مولانا محمد اسلم جلال آبادی
- 6- مولانا محمد رمضان سبیلہ سندھ
- 7- مولانا عبدالحق ولائی
- 8- مولانا شفیق الرحمان پشاور۔
- 9- مولانا سید فضل شاہ
- 10- مولانا محمد مہر الدین
- 11- مولانا ابو الخیر نور اللہ ضمی
- 12- مولانا عبدالعزیز۔ پورے والا۔
- 13- مولانا عبدالقیوم ہزاروی۔

آپ نے محققانہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے جن میں تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) تفسیر میزان الادیان (مقدمہ تفسیر سورۃ فاتحہ شریف)

(۲) علامات و بابہ

(۳) ہدایۃ الحق

ہدایۃ الحق یا ارشد علی در در و افق۔

(۴) اصول الکلام

(۵) تحقیق المسائل

(۶) ہدایۃ المریق

(۷) سلوک قادریہ

(۸) فضائل رمضان

(۹) فضائل شعبان

(۱۰) الاستغاثۃ من اولیاء اللہ عین الاستغاثۃ من اللہ

(۱۱) دیوان دہلی۔ قاری۔ اردو

تقریر طویل

از

محقق اہل سنت علامہ مولانا محمد جلال الدین قادری زید مجدہ

کھاریاں ضلع گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استفتاء اور فتویٰ کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی تاریخ اسلام کی ہے۔ قرآن مجید فرقانِ حید کے نزول کے دوران صحابہ کرام علیہم السلام رضوان نے بعض امور سے متعلق حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرعی حکم دریافت فرمایا تو اسی وقت بعض اوقات اللہ تعالیٰ جل و علا نے قرآن مجید میں اس کا جواب نازل فرمایا اور اکثر اوقات خود شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم شرعی واضح فرمایا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث کثیرہ میں یہ صورت حال ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

نبی اکرم رسول معظم ﷺ کے وصال ہر ملال کے بعد صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے دور میں شرعی امور میں استفتاء طلب کیے جاتے رہے اور مقتدر صحابہ کرام اور جلیل القدر ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کو جواب عطا فرماتے رہے۔ یہی جواب فتاویٰ کہلائے۔ یہ سلسلہ سوال اور جواب کا دین نہیں رکا بلکہ اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ قریب قیا تک جاری رہے گا۔

استفتاء کرنے والے کبھی اپنی ذات سے متعلق پیش آمدہ صورت حال سے سوال کرتے اور کبھی معاشرہ کو پیش آمدہ اجتماعی صورت حال سے سوال کرتے۔ مفتی انہیں حسب حال شرعی اصول و قواعد کی روشنی میں جواب عطا فرمادیتا۔ اس طرح بعض فتاویٰ کا تعلق ایک شخص سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق اجتماعی طور پر معاشرے

سے فتاویٰ کی اہمیت اور قدر و قیمت دونوں صورتوں میں یکساں ہوتی ہے مگر اثر و نفوذ کے اعتبار سے فتاویٰ اکثر فتاویٰ ہمہ گیر اثر رکھتے ہیں۔ ایسے فتاویٰ بعض اوقات معاشرے سے کسی برائی کو ختم کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات ان کا اثر و نفوذ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اس سے مقتدر اعلیٰ کے اقتدار پر زبرد پڑتی ہے اور یہ بھی دیکھا گیا کہ فتاویٰ سے بعض اوقات بحکمرانی تبدیل ہو گئی۔ یہ مقام اختصار ہے ورنہ اس کی کثیر مثالیں تاریخ میں موجود ہیں جن کو یہاں درج کیا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ کی ایک حیثیت زبانی اور ایک تحریری ہے۔ مفتی نے سوال اگر زبانی کیا تو مفتی نے اس کا جواب زبانی دے دیا اور اگر مستفتی نے تحریری سوال کیا تو اس کا جواب مفتی نے تحریری دے دیا۔ زبانی سوال و جواب کا انضباط بہت دشوار ہے۔ البتہ تحریری فتاویٰ کی جمع و تالیف اور ترتیب قدرے آسان ہے۔

درج بالا حقیقت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں کتب فتاویٰ لا اقل دو بیٹا مرتب و موجود ہوں۔ مگر شاید ایسا نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے جو اسلامی کتب فقہیہ، تاریخ، حدیث، فقہ، تاریخ، شروح کے ساتھ حادثہ ہوا یعنی وہ علمی مسودات کا ایک متحدہ مجموعہ ضائع ہو چکا ہے۔ جس حصہ اسلام دشمن حکمرانوں کے حملوں کی نذر ہو چکا ہے۔ یہ بات تو بطور ضرب النثل کہی جاتی ہے کہ تاریخوں کے حملوں سے عربی البلاد بغداد و قدس کا مایاب اور کثیر علمی ذخیرہ دریائے دجلہ کی نذر ہوا جس سے علمی مسودات کی روشنائی سے دریائے دجلہ کا پانی سیاہ ہو گیا تھا۔ ایسے بیسیوں حادثات اسلامی کتب کے ساتھ ہو چکے ہیں۔ تاہم بحمدہ تعالیٰ اسلامی کتب کا ایک معتد بہا فتی ذخیرہ کسی نہ کسی طرح محفوظ رہ سکا ہے۔ چنانچہ دیر کتب اسلامیہ کے ساتھ ساتھ کتب فتاویٰ کی ایک کثیر مقدار علمی یا مطبوعہ صورت میں موجود ہے۔

نوٹی کیا ہے اور اس کی مذہبی، دینی اور معاشرتی حیثیت کیا ہے؟ یہاں ان امور کے بیان کا موقع نہیں۔ مختصر ایوں جان لیجئے ایک شخص یا معاشرہ کو درپیش صورت حال میں اسلامی حکم جاننے کی کوشش استنار ہے اور اس صورت حال میں کتاب و سنت اور اقوال ائمہ و فقہاء کی روشنی میں کسی عالم دین کا شرعی جواب فتویٰ کہلاتا ہے۔ کیا فتویٰ کو ایک شخص یا ایک معاشرہ کی دینی، معاشرتی، معاشی اور سماجی زندگی میں بنیادی اہمیت

مائل ہے۔

زیر نظر فتاویٰ کی کتاب مسمیٰ یہ ”فتاویٰ دیداریہ“ تین مفتیان کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

- 1- مولانا مفتی محمد رمضان صاحب۔
- 2- مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ صاحب
- 3- مولانا مفتی سید ابوالمحمد محمد دیار علی شاہ صاحب۔

تینوں مفتیان کرام جامع مسجد اکبر آباد (آگرہ) کے خطیب اور مفتی ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے مذکور مسجد میں افتاء اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جس رجسٹر میں تینوں مفتیان کرام کے فتاویٰ درج ہیں اس کا دورانیہ جب تک حکیم عظیم اول کا زمانہ (1914ء تا 1919ء) ہے۔

اول الذکر دو مفتیان کرام کے حالات فقیر غفرلہ اللہ پر (راقم السطور) کو معلوم نہیں۔ البتہ تیسرے مفتی نبراس اللہ شین استاد العلماء والد مدرسین مولانا سید ابوالمحمد محمد دیار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سب تذکرہ میں موجود ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہیں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز سے خلافت و اجازت مائل تھی۔ ہاں یہ وہی ہیں جو بعد میں مرکزی دارالعلوم حزب الاذنیاف لاہور ہند (اور اب پاکستان) کے بانی ہیں۔

تینوں مفتیان کرام کے فتاویٰ کی کیفیت و کیفیت بھی مختلف ہے۔

اول الذکر مفتی مولانا محمد رمضان صاحب کے فتاویٰ بہت قلیل ہیں۔ جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ ان کے فتاویٰ تحریر کرنے کا انداز بھی مختصر ہے۔ وہ مختصر عبارت میں (اور اکثر اوقات) بغیر حوالہ سب فقہ وغیرہ کے فتویٰ تحریر کر دیتے ہیں۔

ثانی الذکر مفتی مولانا سید محمد اعظم شاہ صاحب کے فتاویٰ اول الذکر مفتی کے فتاویٰ سے زرا زیادہ ہیں۔ مجموعی طور پر وہ بھی قلیل ہیں۔ مگر ان کا انداز تحریر قدرے مفصل ہے وہ سب حوالہ بات سے اپنی تحریر کو مزین کرتے ہیں۔

ثالث الذکر مفتی مولانا سید ابوجعفر محمد دین ارغلی شاہ صاحب کے اکثر فتاویٰ طویل ہیں۔ وہ قرآن مجید کی آیات کریمہ، احادیث طیبہ اور اقوال ائمہ اور کتب فقہاء اور شروع محمد شین کے کثیر در کثیر حوالہ جات سے اپنے موقف کو مستحقی کے لیے واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ائمہ کرام اور فقہائے عظام کے اختلاف کو بڑی شرح و سطر سے بیان کر دیتے ہیں اور ان اختلافات کی روشنی میں جواب فتویٰ کے مختلف پہلو واضح کر دیتے ہیں۔ (اگرچہ یہ امر علماء کی علمیت کا نشان ہے مگر بعض اوقات قاری اس سے الجھن محسوس کرتا ہے)

”فتاویٰ دیہاریہ“ کے چند فتاویٰ سے اتفاق مشکل ہے۔ مگر یہ امر باعج و قریح نہیں۔ مفتی اگر اخلاص، لئیت اور مکنت تحقیق کے بعد جواب دے اور وہ جواب دینے پر مجبور فقہائے امت اور مفتیان ملت کے خلاف واقع ہو تو اس کو خطائے اجتہادی کے ماتہ محمول کرنا چاہئے۔ مفتی مذکور باوجود خطائے مابور و مثاب ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

”فتاویٰ دیہاریہ“ میں بعض وہ فتاویٰ ہیں جن کی بنا پر مرجعہ پکبریوں میں فیصلے ہوئے جس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ مولانا سید ابوجعفر محمد دین ارغلی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کو عوام و خواص کے علاوہ مرجعہ پکبریوں میں قائل جت تسلیم کیا جاتا ہے۔

بعض فتاویٰ وہ ہیں جن کا بواسطہ تعلق مرجعہ پکبریوں سے تھا۔ وہ یوں کہ اوقاف، مساجد، مدارس وغیرہ کے مقدمات کے مصارف پورے کرنے سے متعلق فتویٰ دیا۔ بعض فتاویٰ کا تعلق مسلمانوں کے اجتماعی معاملات سے متعلق تھا۔ مثلاً عید گاہ، جامع مسجد میں سائلیمن کے سوال کرنے اور ان کی امداد کرنے والوں سے متعلق شرعی احکام کا واضح کرنا ہے۔

غریبکہ ”فتاویٰ دیہاریہ“ کتب فتاویٰ میں ایک قائل قدر اضافہ ہے۔ لیکن اس کی موجودہ افادیت کی صورت گری کا سہرا اور دم محترم علامہ مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کی گراں قدر مشکل اور مسلسل مساعی جیلے کامر ہون منت ہے۔

مفتی محمد علیم الدین مجددی مدظلہ العالی نے فتاویٰ کے رجسٹر کو نظر عتیق پر صفا۔ شکستہ خطا اور بوسیدہ ہونے

کے باعث پڑھنے میں جو مشکل پیش آئی وہ صرف وہی جانتے ہیں دوسرا اس مشکل کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ ہاں وہ حضرات جو اس نوعیت کے غلطو طے مرتب کرتے ہیں وہ اس سے واقف ہیں۔

رجسز فتاویٰ پڑھ لینے کے بعد جو مراحل مفتی مراتب نے طے کیے ان کا مختصر تعارف (جو فقیر غفرلہ راقم اسطور کی کچھ میں آیا) یوں ہے۔

1- رجسز فتاویٰ اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب زمانی سے مفتی نے سوال کیا ظاہر ہے کوئی عبادات سے متعلق سوال کرتا ہے کوئی معاملات سے متعلق کوئی مناکات سے متعلق سوال کرتا ہے کوئی میراث کے بارے میں فتویٰ پوچھتا ہے۔ جس ترتیب زمانی سے جس نے جو سوال پوچھا اسی ترتیب سے جواب رجسز میں نقل کر دیا۔ یہ مجموعہ فقہی ابواب سے یکسر مختلف تھا۔ قاری کے لیے اس سے استفادہ بہت دشوار تھا۔ مرتب مفتی صاحب نے تمام فتاویٰ کو فقہی ابواب پر مرتب کر دیا ہے۔ اب اس سے قاری کے لیے استفادہ نہایت آسان ہے۔ وہ اپنی پسند کا باب کھول کر پڑھ سکتا ہے۔

2- مفتیان کرام نے فتویٰ کے دوران جن کتب کا حوالہ دیا ہے ان میں اکثر اوقات کتاب کا باب اور صفحہ درج نہیں اور نہ یہ درج ہے کہ متعلقہ کتاب کس مطبع کی ہے۔ مرتب موصوف نے حوالہ جات کی تخریج بڑی عرق ریزی سے کر دی ہے۔

3- عربی یا فارسی عبارات مندرجہ فتاویٰ جن کا ترجمہ مفتیان کرام نے نہیں کیا مرتب موصوف نے ان کا سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے تاکہ قاری کے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔

4- بعض مقامات پر عربی یا فارسی عبارت کا ترجمہ مفتیان کرام نے کیا ہے مگر وہ درست نہیں۔ مرتب موصوف نے اس ترجمہ کی تصحیح حاشیہ میں کر دی ہے۔

5- بعض مقامات پر مفتیان کرام نے جس کتاب کا حوالہ درج کیا ہے اصل کتاب میں وہ حوالہ ان الفاظ سے نہیں۔ مرتب موصوف نے حاشیہ میں کتاب متعلقہ کے اصل الفاظ نقل کر دیے ہیں۔

6- بعض اوقات مفتیان کرام نے جو عبارت کسی کتاب سے بطور حوالہ نقل کی وہ عبارت اس کتاب کی نہیں

بلکہ کسی اور کتاب کی ہے۔ مرتب موصوف نے اصل کتاب کی نشان دہی فرمادی ہے۔

7- مرتب موصوف جو بذات خود مفتی ہیں، نے جہاں کہیں فتویٰ جمہور فقہائے امت کے خلاف ملاحظہ کیا اس کی تصحیح حاشیہ میں کر دی ہے۔

اس نوعیت کی کثیر مساعی ہیں جن کا حوالہ اصل مرتبہ ”فتاویٰ دیراریہ“ میں جابجا ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

8- اصل مجموعہ فتاویٰ میں بوجہ بوسیدگی یا غلطگی جو کلمات پڑھنے نہ جاسکے مرتب موصوف نے انہیں اندازہ سے درج کیا ہے، مگر حاشیہ میں صاف وضاحت کر دی ہے کہ یہ کلام اندازاً سیاق و سباق کے پیش نظر لکھا گیا ہے۔

9- مفتیان کرام نے بعض اوقات کسی عبارت کے لیے ایک حوالہ درج کیا ہے۔ مرتب موصوف نے وہی عبارت دیکر کتب میں موجود ہونے کی نشان دہی کر دی ہے۔

10- ایک اہم کام مجموعہ فتاویٰ کی تفصیلی فہرست درکار تھی جو مرتب موصوف نے نہایت عرق ریزی سے فقہی ابواب پر مرتب فرمادی ہے۔ فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قلائد مسئلہ یا فتویٰ کہاں اور کس صفحہ پر ہے۔

یہ قیام کوشش قاری کی سہولت کے لیے کی گئی ہیں اور ساتھ یہ بھی مقصد ہے کہ مفتیان کرام کا وہ مجموعہ از سر نو زندہ ہو سکے۔ غور اللہ تعالیٰ احسن الجزاء آخر میں یہ فقیر ماتواں مرتب موصوف مولانا مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی مجددی کی بے مثال کوششوں کو بنظر تحسین دیکھتے ہوئے انہیں اس فتاویٰ کی ترتیب پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل ان کی مساعی مقبول فرمائے اور یہ فتاویٰ صحت مسلمہ کے لیے مفید فرمائے۔ آمین بجاہد ولس علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم وکرم وشرّف۔

فقیر قادری محمد جلال الدین علی عنہ

۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

17/ مئی 2005ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ طلیل

از

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی

محدثہ الوری حضرت مولانا ابو محمد سید محمد دیار علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ابن سید نجف علی ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء
الور (اغذیا) میں پیدا ہوئے اجدادی تعلیم الوری میں حاصل کی مزید تعلیم کے لیے دہلی جا کر مولانا کرامت اللہ
خان سے درسی نظام کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھیں اس کے بعد سہارنپور جا کر بخاری شریف کے بھی مولانا احمد
علی سہارنپوری سے حدیث شریف پڑھی شیخ الحدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی اور مقتدائے علماء واصفیاء پیر
مہر علی شاہ کلادوی آپ کے رشتہ میں سے تھے فراغت کے بعد مہتممات کی مزید تعلیم کے لیے رامپور جا کر
مولانا ارشاد حسین رامپوری اور مولانا عبدالحی رامپوری سے استفادہ کیا۔

دو سال تک حضرت سائیں توکل شاہ ابدالوی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر ان کی خلافت سے مستفید
ہوئے پھر ان کے ارشاد کے مطابق حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث
دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے درجہ القدس پر سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ میں بیعت ہوئے اور
حضرت کے صاحبزادے مولانا شمس الدین احمد میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں کچھ حصہ بخاری شریف منوطاً
امام مالک اور کچھ شرح وقایہ سن کر اجازت حاصل کی۔

اس کے علاوہ انہیں امام احمد رضا بریلوی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی جس کا کچھ حصہ راقم کو
حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری سے حاصل ہوا تھا جسے راقم نے اپنی تصنیف ”مذکرہ
اکبر اہل سنت“ میں شائع کر دیا تھا وہاں سے لے کر اس مضمون کے آخر میں اس کا کس شائع کیا جا رہا ہے۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ 1901ء سے 1905ء تک مدرسہ "ارشاد العلوم" راپور میں فرائض مدرسہ ریس انجام دیتے رہے اس کے بعد دو سال بمبئی چلے گئے پھر اپنے وطن الودھکریف لائے اور وہاں "مقتد الاسلام" کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا۔ کچھ عرصہ بعد لاہور شریف لا کر جامعہ نعمانیہ میں فرائض مدرسہ ریس انجام دیتے رہے ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۶ء میں مولانا ارشاد حسین راپوری کے کامیاب پراکیر آباد (آگرہ) شریف لے گئے اور شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے دینی خدمات ادا کرتے رہے سید محمد اعظم شاہ کے بعد آپ وہاں کے مفتی مقرر ہوئے۔ سید محمد اعظم شاہ صاحب کے آخری بیٹے پر یکم جولائی ۱۹۱۶ء/۳۰ شعبان ۱۳۳۳ھ درج بہ اور حضرت سید صاحب کے پہلے بیٹے پر ۳ رمضان ۱۳۳۳ھ اس کے بعد کے کسی بیٹے پر سید محمد اعظم شاہ کے دخل نہیں ہیں۔ ادھر لاہور کے قلی علم ورد آپ کو لاہور لانے کے لیے مسلسل کوشاں تھے چنانچہ 1922ء میں آپ دوبارہ لاہور شریف لے آئے اور جامعہ مسجد وزیر خاں میں خطابت درس و تدریس اور افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۲۳ء "مرکزی انجمن حزب الاحناف" قائم کی اسی انجمن کے تحت بعد میں دارالعلوم قائم کیا جہاں سے بڑی تعداد میں علماء خطباء اور مدرسن تیار ہوئے۔ بعد میں دارالعلوم حزب الاحناف کتب خانہ پر منتقل ہو گیا آج کل آپ کے پر پوتے سید ثار شرف صاحب دہلی دروازہ کے اندر چنگلوٹہ میں واقع قدیم حزب الاحناف کو دوبارہ آباد کیے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی مزید توفیق و ہمت عطا فرمائے۔

مازیں کشمیر مولانا علامہ ابو الحسنات سید محمد قادری اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہما اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں صاحبزادوں کے اہل سنت و جماعت پر بڑے احسانات ہیں "شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی آپ کے پوتے اکابر علماء اہل سنت و جماعت میں سے ہوئے ہیں۔ اس وقت ان کے صاحبزادے مولانا سید مصطفیٰ اشرف رضوی ان کے جانشین ہیں۔

4 جولائی 1986ء کو مرکزی مجلس رضا لاہور کے بانی اور صدر حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حکیم عبدالحمید تقی صدر خلافت کتب لاہور نے بیان کیا کہ ترکی کی مشہورادیہ خاندان ادیب

خانم لاہور آئی تو طے ہوا کہ جمعہ کے بعد مسجد وزیر خاں میں جلسہ کیا جائے، جمعہ سے پہلے مولانا سید دین ارعلی شاہ نے تقریر کی، ان کی تقریر میں ترکی کا نام سن کر خالدہ ادیب خانم نے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اسے بتایا کہ تمہاری اور مصطفیٰ کمال پاشا کی پارٹی پر تنقید کر رہے ہیں، جمعہ کے بعد اس نے فارسی میں تقریر کی، اس کے بعد مولانا نے ڈیز گھنٹہ تقریر کی، واپسی پر خالدہ نے کہا:

”یہ بہت بڑا مالم ہے“

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری نے تحریک خلافت اور تحریک ترکہ مولائے کے دور کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کپلو وغیرہ نے مسجد وزیر خان میں جلسہ منعقد کرنے کا پروگرام بنایا، حضرت تاجی (مولانا سید محمد دین ارعلی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ) نے مجھے فرمایا کہ اخباری تراشوں والا فائل اٹھا کر لاؤ، میں نے لے کر آیا تو آپ نے زوردار خطاب کیا اور اس میں مولانا محمد علی جوہر اور دوسرے لیڈروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ نے فلاں موقع پر یہ کہا کہ فلاں موقع پر یہ کہا، یہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے، آپ کے خطاب کے بعد مولانا محمد علی جوہر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کا شکر ہے کہ ایسے علمائے ربانی موجود ہیں جو ہماری غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، یہ کہا اور اپنا خطاب ختم کر دیا۔

یہی حضرت مفتی اعظم پاکستان ابو البرکات سید احمد قادری نے بیان کیا کہ ایک دفعہ علامہ اقبال الیکشن میں کھڑے ہوئے اور حضرت تاجی (مولانا محمد دین ارعلی شاہ) سے ملاقات کے لیے آئے، علامہ حضرت کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، میں تو یاد نہیں کہ حضرت ’تاجی‘ کس مسئلے پر گفتگو فرما رہے تھے، لیکن اتنا یاد ہے کہ وہ انبیاء کے کسی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے اور علامہ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔

حالیہ حضرت محدث الوری کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہوئے اس بات کو بہت اچھا لیتے ہیں کہ انہوں نے علامہ اقبال کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا، جب کہ حقیقت اس سے مختلف تھی، اقبالیات کے ماہر جناب سید نور محمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ حضرت محدث الوری کی خدمت میں علامہ کے کچھ اشعار علامہ کا

نام لیے بغیر پیش کیے گئے جن میں آفتاب کو غائب کرتے ہوئے اس کے لیے صفات الوہیت ثابت کی گئی تھیں
ظاہر کو دیکھتے ہوئے حضرت محدث الوری نے فرمایا کہ یہ کفر ہے جب کہ واقعہ یہ تھا کہ علامہ نے اللہ تعالیٰ کو
آفتاب کہہ کر غائب کیا تھا اس صورت میں یہ مسئلہ اگرچہ غور طلب ہوگا کہ اللہ کو آفتاب کہا جائز ہے یا نہیں؟
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام تو قیفی ہیں اس ذات اقدس کے لیے وہی نام استعمال کیے جائیں گے جو قرآن و حدیث
میں آئے ہیں تاہم ان اشعار کی بنا پر حکم کفر ماحد نہیں ہوگا۔

فتاویٰ دیدارِ یہ آگرہ

کچھ عرصہ پہلے دارالعلوم حزب الاحناف کے مفتی مولانا مفتی غلام حسن قادری امام و خطیب جامع مسجد
مولانا رومی اندرون بھائی دروازہ لاہور کے پاس مجھے ایک رجسٹر ملا جس میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو
البرکات سید احمد قادری امام المجد ثین مولانا سید محمد دیوبند شاہ نقشبندی قادری محدث الوری مولانا مفتی محمد رمضان
اور مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے علمی فتاویٰ تھے رجسٹر کے کاغذات بوسیدہ اور سیاہ ہو چکے تھے۔ ان
میں سے مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ تو دور حاضر کے ولی کامل و متقی
عن الملحق ہے نیاز از خلافتی رحمہم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں منہمک شیخ
الشاہ حضرت خواجہ قاضی محمد صادق نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ کے پوتے جناب صاحبزادہ محمد عبدالسلام
خطہ اللہ وہیں السلام نے مرتب کر کے مکتبہ ”منار الہدیٰ“ کی طرف سے 363 صفحات میں شائع کر دیئے جزاء اللہ
تعالیٰ خیر الجزاء۔

آج سے چند دن پہلے صاحبزادہ صاحب کے استاد حضرت مولانا محمد جمال الدین قادری مدظلہ العالی
(کھاریاں) کے برادر اصفیٰ بور شاہرہ گرجہ صاحب مولانا مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی مدرس دار
العلوم سلطانپور نزد کا لا دیو جہلم نے 642 صفحات پر مشتمل مسودہ چھپوایا جو کہ پوز شدہ فتاویٰ کی فوٹو ٹیٹ کاپی کی
صورت میں تھا۔

اس مسودہ کو دیکھ کر خوشی کے ساتھ ہی حیرت بھی ہوئی مفتی صاحب نے تھوڑے سے عرصے میں نہ

صرف یوسیدہ اور سیاہ و راق سے ان فتاویٰ کو بڑھا کر نقل کیا، بلکہ حاشیہ میں حوالوں کی گنج بھی کی، نتیجہ ہے اس غلو کا جو ان کے سینے میں دین اور علوم دینیہ کے لیے موج زن ہے، بعض مقامات پر انہوں نے اختلافی نوٹ بھی لکھے ہیں اور یہ اہل علم کا حق ہے، بعد میں دیکھنے والے علماء فیصلہ کریں گے کہ ان میں سے درست کیا ہے؟ اس مجموعے میں زیادہ حضرت امام الحرمین سید محمد دیر اعلیٰ شاہ محدث الحوری کے فتاویٰ ہیں یا درجہ کہ بقول مولانا محمد عظیم الدین صاحب یہ ان کے تین سال ایک ماہ اور چند روز کے فتاویٰ ہیں، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ساٹھ سال کے عرصے میں کتنے فتوے دینے ہوں گے۔ کچھ فتاویٰ مولانا مفتی محمد رمضان اور حضرت مولانا سید محمد اعظم شاہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے بھی ہیں، انہوں نے ان کے بارے میں اس حال راقم کو سوائے ان کے نام کے کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

کچھ مرتب اور محقق کے بارے میں

گزشتہ طور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی اپنے بڑے بھائی نور تپ کپڑہ کے مصنف حضرت مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی (کھاریاں) کے شاگرد خاص ہیں، وہ طویل عرصے سے دارالعلوم سلطانپور نزد کالادیر، جہلم میں فرائض تدوین انجام دے رہے ہیں، بلاشبہ یادگار اسلاف ہیں۔

تدوین، تحقیق اور تصنیف سے انہیں شغف ہے، سنا ہے کہ چپکے چپکے امام علامہ یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت طیبہ کے موضوع پر شجرہ آفاق تصنیف ”سبل الہدی والرشاد“ کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں، ان کی منظر عام پر آنے والی چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) سیرت سید الانبیاء علیہ السلام

یہ حضرت مولانا علامہ محمد محمد باختم ٹھٹھوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نہایت اہم تصنیف ”بذل القوت فی حوادث سنی الملوٰۃ“ کا ترجمہ ہے اور اس کے صفحات 610 ہیں۔

(۲) احکام طہارت - 230 صفحات پر مشتمل یہ کتاب طہارت (وضو، غسل اور جنم) کے ضروری احکام پر

مشتمل ہے۔

(۳) دلیل زائر حرمین شریفین

498 صفحات پر مشتمل یہ کتاب حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”المسک المصنوع فی

المسک الوسط“ سے ماخوذ اور حج و عمرہ کے مسائل کے ساتھ مدینہ طیبہ کی ماضی کے آداب پر بھی مشتمل ہے۔

(۴) التبیان الطہر (۵) مذکرہ قاضی فتح اللہ قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ

(۶) تعلیم و تعلم (۷) شرح مسلم الثبوت

(۸) ترجمہ خزائن فتح الاسرار (۹) شرح صحیح معذات

(۱۰) ترجمہ قرآن کریم

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت علامہ کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور ان کا علمی

وروحانی فیض دور دراز تک پہنچائے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۲۰ مادی ۱۱/۱۱/۱۴۲۶ھ

بانی مکتبہ قادریہ لاہور

28 جون 2005ء

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کا عکس

جو آپ نے

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ

کو عطا فرمائی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

تقنیم

از

استاذ الاساتذہ علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

الحمد لله موفق المنقبين لشكر النعمة والصلاة والسلام على من ارسله الله
للعالمين رحمة وعلى آله واصحابه الهداة وعلى سائر من اتقى اثره واحمدى بهداه
أما بعد!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سلسلہ رانجیا، ورسل امام لا انجیا، حضور پر نور ﷺ کی امت اقدس پر مکمل کرتے
ہوئے اعلان فرمایا:

ولكن رسول الله وخاتم النبيين (فأخزاب: ۳۵)

حضور نبی کریم ﷺ نہ صرف آخری نبی ہیں بلکہ آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب آخری الہامی کتاب
آپ ﷺ کی امت آخری امت اور آپ ﷺ کا دین (اسلام) آخری اور کامل دین ہے اللہ تعالیٰ نے
اسلام کو اپنی پسندیدگی اور جامعیت کی سند یوں عطا فرمائی۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً (المائدہ: ۳)
ترجمہ: آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے
لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

إن الدين عند الله الإسلام (آل عمران: ۱۹)

ترجمہ: بے شک دین اللہ کے نزدیکہ اسلام ہی ہے۔

ان آیات میں اسلام کو کامل دین قرار دیا گیا ہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ دین اسلام میں انسان کی جملہ ضروریات و مشکلات کا حل موجود ہے۔ اگر ایمان نہ آتا تو یہ نصت ”کامل“ ہونے کے لیے کوئی پختی۔ اسلام کا نظام حیات آخری وابدی ہے اسی میں ہماری تمام ضروریات کا حل پنہاں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دور مقدس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی تمام دینی و دنیاوی مشکلات کے حل کے لیے حضور ﷺ کی جانب رجوع فرماتے۔ آپ ﷺ ان کے تمام سوالات کے جوابات عطا فرماتے اور یوں امت محمدیہ میں شرعی ضروریات کے حل کے لیے سوال و جواب کی روایت قائم ہوئی جسے استئذان و اقوال کا نام دیا گیا۔

فقہ فتوئی کی فتویٰ و اصطلاحی تحقیق

فقہ فتوئی کا فقرہ (زیر) کے ساتھ (فتویٰ) بھی مقول ہے اور ضمہ (فتی) کے ساتھ (فتنوی) بھی۔ اس کا مادہ فتنو یا فتنی ہے بمعنی قوت و طاقت۔ طاقتور جو ان کو بھی فتنی کہتے ہیں لیکن یہاں مراد ”مدل و مضبوط شرعی حکم“ ہے۔ بعض نے اس کا معنی مطلق ”جواب دینا“ بھی کیا ہے اس میں شرعی و غیر شرعی کی کوئی قید نہیں۔ علامہ سر سید شریف ترجمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الإفتاء بيان حكم المسئلة (التعريفات : ص : ۲۶)

ترجمہ: حکم مسئلہ بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔

علامہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

الإفتاء فإنه إفاضة الحكم الشرعي (رد المختار: ج ۳)

ترجمہ: شرعی فیصلے سے آگاہ کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔

فتوئی کے اصطلاحی معنی کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:-

إنما الإفتاء أن تعتمد على شيء وتبين لسانك أن هذا حكم شرعي

(فتاویٰ رضویہ: ج ۱)

ترجمہ: افتاء کا مفہوم یہ ہے کہ تو (کتاب و سنت، اجماع و قیاس اور کتب فقہ میں سے) کسی چیز پر اعتماد کر کے سوال پوچھنے والے کو بتائے کہ یہ شریعت مطہرہ کا حکم ہے۔

المصباح ص ۱۶ پر مذکور ہے کہ:

الإختيار بحكم الله تعالى عن مسئلة دينية بمقتضى الأدلة الشرعية لمن سأل عنه

فی امر تازل علی جهة العموم والشمول لا علی وجه الإلزام

ترجمہ: کسی پیش آمدہ صورت میں اُردہ شریعہ کے تقاضے کے مطابق سائل کو دینی سوال کے بارے میں عموم وشمول کے طور پر نہ کہ لازم کرنے کے انداز پر اللہ تعالیٰ کا حکم بتانے کو افتاء کہتے ہیں۔

افتاء کی اہمیت

افتاء کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ یہ سنت الہیہ ہے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يَفْتِيكُمْ فِيهِنَّ (النساء: ۱۲۵)

ترجمہ: اور توئی پوچھتے ہیں آپ سے عورتوں کے بارے میں آپ فرمائیے اللہ تعالیٰ توئی دیتا ہے تمہیں ان کے بارے میں۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

يَسْأَلُونَكَ قُلِ اللَّهُ يَفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (النساء: ۱۷۶)

ترجمہ: اے محبوب آپ سے توئی پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں کالالہ میں توئی دیتا ہے۔

ان آیات میں افتاء کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی جانب ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ”مفتی“ کا استعمال

قلعاً درست نہیں کیونکہ اس سے بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی۔ بہر کیف ان آیات حیات کے تحت توئی کی اہمیت سے کوئی بی شہور انکار نہیں کر سکتا۔

فتویٰ دور رسالت مآب ﷺ میں

ہادی عالم حضور نبی کریم ﷺ وحی الہی کے ذریعے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

مقدس جماعت

فستلوا أهل الذکر إن كنتم لا تعلمون (النحل: ۴۳)

ترجمہ: پس اگر تم نہیں جانتے تو دہلی علم سے سوال کرو

کے مطابق نبی کریم ﷺ سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ مسلمانوں کو عبادات، معاملات، اخلاقیات، آداب اور معاشرت وغیرہ میں شرعی احکام بیان فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کے فتوئیٰ کی حیثیت اسی قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس قدر آپ ﷺ کی ذات اقدس اعلیٰ و ارفع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:-

ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا (الحشر: ۷)

ترجمہ: رسول تم کو جو کچھ دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تمہیں روکیں رک جائیو۔

فتویٰ دور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں

سید عالم حضور ﷺ کے ظاہری طور پر دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ ان میں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سرفہرست ہیں جبکہ تقریباً ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے علاوہ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک طبقہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی قیادت میں ہر وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں مصروف رہتا جب کہ دین بالا دہرا طبقہ نصوص میں مہر اور نور و فکر کر کے احکام کاخذ کرتا تھا۔ ان کے پیش نظر قرآن کریم، نبی کریم ﷺ کے اقوال، اعمال اور تقریرات ہوتے تھے۔ مسائل کو اجتہاد کے ذریعے اخذ کرنے کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

لَعَلَّه الذِّہْنُ یَسْتَبْطِنُہُ مِنْہُمْ (النساء: ۸۴)

ترجمہ: تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے (یہ جو بعد میں کوشش کرتے ہیں)

کسبِ اُمادیث میں حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث اس بارے میں غصہ دہل ہے جب آپ کو یکن کا قاضی بنا کر بھیجا جانے لگا اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تمہارے پاس اگر کوئی جھگڑا آئے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پائو؟ عرض کی رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنت میں بھی نہ پائو؟ عرض کی بغیر کسی کتابی کے پوری کوشش و محنت کے ذریعے اپنی رائے سے معلوم کروں گا۔ پس نبی پاک ﷺ نے ان کے سینے پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو رسول اللہ کے پسندیدہ عمل کی توفیق دی۔

(ترمذی شریف، ابوداؤد شریف)

فتویٰ بعد از دورِ صحابہ

جب اسلام پہلیکا ہوا بغداد مصر روم بلخ بخارا مسمرقند مسہان شیراز آذربائجان بحرہ بان زنجبار غلوس بطام استرا باذخوار زم مرغینان دامغان کرمان ہند اور یمن وغیرہ تک پہنچا تو مسلمانوں میں آئے روز نئے مسائل نے جنم لینا شروع کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانشین حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ ان میں سر فرست حضرت علقمہ بن قیس حضرت امیر اہم غنی حضرت حماد بن مسلم حضرت نعمان بن ثابت حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عطاء بن ابی رباح ہیں۔

نقد (شرعی احکام) کی ابتدا ابو حنوفہ رحمۃ اللہ کے دورِ اقدس سے ہو چکی تھی اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اس کی باقاعدہ تدوین کی جائے۔ چنانچہ اس ضرورت کو امام ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت نے پورا کیا اور نقد کی تدوین شروع کی۔ تدوین کا مطلب یہ تھا کہ کسی بھی مسئلہ سے متعلق آیات و اُمادیث اور اقوال صحابہ پیش

کیے جاتے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس میں متعدد احتمالات بیان فرماتے اور ان کی تائید میں نصوص و عبارات پیش کرتے۔ تمام اصحاب (اپنے زمانے کے ہر فن کے ماہر ترین تقریباً چالیس افراد) ان احتمالات کی تصحیح و توضیح فرماتے جب کسی ایک احتمال پر اتفاق ہو جاتا تو بچے تلے الفاظ میں لکھ لیا جاتا اور بعض اوقات متفق نہ ہونے کی صورت میں وہ احتمال اسی شخصیت کی طرف منسوب کر کے لکھ لیا جاتا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس علمی مجلس کا مرتب کردہ مجموعہ نہایت ضخیم تھا بعض حضرات نے اس میں درج مسائل چھ (۶) لاکھ اور بعض حضرات نے بارہ (۱۲) لاکھ بھی بیان کیا ہے۔ محتاط اندازے کے مطابق ان احتمالات کی تعداد ساٹھ (۶۰) ہزار سے زائد تھی۔

الفقه زرعہ عبد اللہ بن مسعود و سقاہ علقمہ

وحصده ابراهيم النخعی و دامہ حماد

وطحنہ ابو حنیفہ و عجنہ ابو یوسف

وخبزہ محمد فسائر الناس باکلون من خبزہ

(در مختار)

ترجمہ: فقہ کا حکیت حضرت عبد اللہ بن مسعود نے بویا حضرت علقمہ بن قیس نے سینپا حضرت ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا حضرت حماد بن مسلم نے مانہ امام اعظم نے جیسا حضرت ابو یوسف نے کوندھا اور حضرت محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہم نے روئیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

یعنی اجتہاد و استنباط کا سلسلہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا علقمہ نے تقویت پہنچائی ابراہیم نے اس کے فوائد مقررہ کو جمع کیا حماد نے فروغ کو زیادہ کیا امام اعظم نے اس کو درجہ کمال تک پہنچایا اور محمد بن قاسم نے اس کی ہمہ سر کی آپ ہی کے نقش قدم پر چلے ہوئے امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل امام ابو یوسف امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہم نے اصول مرتب کیے۔

ان حضرات نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کے ساتھ ساتھ وہ تمام علوم جو اس دین کی تفسیر

تفسیر کے لیے ضروری تھے نہ صرف ایجاد کیے بلکہ ان تمام علوم و معارف میں مختلف افراد نے مہارت نامہ حاصل کر کے ان علوم کے قواعد و ضوابط تک مرتب کیے اور نسل در نسل ان علوم کے ماہرین کی تیار کیا کا ایک حوالہ سلسلہ قائم فرمایا۔ الحمد للہ یہی سلسلہ آج اس دور میں بھی قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔

فتویٰ برصغیر پاک و ہند میں

خلفائے عباسیہ کے دور سے لے کر گذشتہ صدی کے اوائل تک اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں فقہ حنفی قانونی شکل میں رائج تھی۔ سلفیہ عقیدہ کے زوال کے بعد فتویٰ نویسی یا افتاء کا کام مدارس دینیہ کی جانب منتقل ہو گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک مدارس دینیہ بحسن و خوبی یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اسلام کے تحفظ اور افتاء کے کام کو علمائے حق نے سنبھالا ان میں مہر فرست حضرت مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدرسی، حضرت مولانا کنایت علی کانی، حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری، حضرت مولانا مفتی تقی علی خان، حضرت مولانا مفتی تقی علی خان، حضرت مولانا مفتی عبدالعلی رامپوری، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، تاجدار کوٹہ، حضرت میر سید میر علی شاہ، مفتی امیر علی خان، مفتی سید یحییٰ اعلیٰ شاہ، مفتی غلام جان ہزاروی، مفتی عطاء محمد رومی، مفتی عبداللطیف حقانی، مفتی احمد یار خان، مفتی محمد عمر نعیمی، مفتی سید مسعود علی قادری، مفتی امین الدین بدایونی، مفتی اعجاز ولی خان اور مفتی ابوالبرکات سید احمد اور مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی وغیرہ ہیں۔

کتب فتاویٰ کی تاریخ

بعض فقہائے امت نے کتب فقہ مرتب کیں تو بعض نے کتب فتاویٰ کو مرتب کیا۔ خالص فتاویٰ کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے شروع ہوتی ہے۔ ابو الحسن بھری نے اپنی کتاب "المعتمد فی اصول الفقہ" میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتاویٰ کا مجموعہ بنی نہیں بلکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فتاویٰ کا مجموعہ بھی کتابی صورت میں پانچویں ہجری تک پایا جاتا تھا۔

کتب فقہ کی تاریخ مجدد صاحب دہلوی نے شروع ہو کر آج کے اس دور تک پہنچتی ہے۔ حاجی غلیظہ نے کشف العلون اور اسامیہل پاشا بغدادی نے ہدایت المعارفین میں بارہویں صدی ہجری سے قبل تک کتب فتاویٰ کا ذکر کیا ہے۔ بارہویں صدی ہجری سے قبل اور اس کے بعد کی کتب فتاویٰ درج ذیل ہیں:

فتاویٰ البانی	فتاویٰ سراجیہ	فتاویٰ قاضی خان
فتاویٰ ظہیر	فتاویٰ طرطوسیہ	فتاویٰ بزاز
فتاویٰ تارخانہ	فتاویٰ خیر	فتاویٰ عزیزیہ
فتاویٰ سائگی	فتاویٰ حمادیہ	فتاویٰ رضویہ
فتاویٰ نظامیہ	فتاویٰ مہریہ	فتاویٰ جمالیہ
فتاویٰ ضمیمہ	فتاویٰ ختمیہ ملت	فتاویٰ امجدیہ
فتاویٰ شریفیہ	فتاویٰ مصطفویہ	فتاویٰ فیض الرسول
فتاویٰ ہاشمیہ	فتاویٰ حامدیہ	فتاویٰ نوریہ
فتاویٰ مسعودی	فتاویٰ مظہریہ	فتاویٰ بریلی
فتاویٰ حزب و احناف	فتاویٰ دہلویہ	

کچھ صاحب فتاویٰ کے بارے میں

آخر الذکر کتاب استاذ الفہم شین حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد دین ارعلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیئے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ مصوف کے حالات زندگی کا مطالعہ حضرت قبلہ صاحبزادہ قاضی محمد عبدالسلام نقشبندی مجددی سلطان فیضیہ کریں گے۔ اہم بھی اس کا رخ میں حصہ ڈالنے کی غرض سے استاذ محترم حضرت علامہ محمد عبدالکلیم شرف قادری کی تحریر (موجودہ روزہ کا براہ راست) کا خلاصہ پیش کرتا ہے جو کہ یہاں نہایت موزوں ہے۔

استاذ العلماء والفقہاء حضرت مولانا سید محمد دین ارعلی شاہ ابن سید نجف علی شاہ ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء روز پیر بمقام الور محلہ نواب پورہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سلسلہ نقشبندیہ کے معروف

بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی بمبئی بخاری حضرت مولانا محمد علی سہارنپوری حضرت مولانا قمر الدین اور جامع العلوم حضرت مولانا ارشد حسین رامپوری جب کہ ہم درس ساتھیوں میں سلسلہ چشتیہ کی معروف شخصیت تاجدار کولہہ حضرت مولانا میر محمد علی شاہ کولہوی اور محدث سورتی حضرت مولانا وحی احمد دہلوی رحمہ اللہ علیہم ایسی شخصیات شامل تھیں۔

سلسلہ قادریہ میں آپ امام العاقبتین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور خلیفہ مجاز ہوئے۔ بعد میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی نے آپ کو تمام کتب فقہ حنفی کی روایت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

لاہور میں آخری بار تشریف لانے سے پہلے آپ شاہی مسجد واقع آگرہ بھارت کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے پھر پاکستان کے دل شہر لاہور میں تشریف لائے اور درس و تدریس کا آغاز فرمایا۔ اس دوران دہلی دروازہ کی قدیم و معروف مسجد وزیر خان میں خطابت کی ذمہ داری آپ نے احسن انداز سے پوری کی۔ درس و تدریس سے دلی لگاؤ کے پیش نظر ۱۹۴۳ء میں آپ نے دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی اور دین مشین کی خدمت کے لیے تکنکوں و علماء کی ایک جماعت تیار کی۔

آپ کی تصانیف کی تعداد دس سے زائد ہے جن میں تفسیر میزان الدیان، علامات و بایں ہدایت الحقیہ، درود و افیض، تحقیق المسائل اور پیش نظر فتاویٰ کا مجموعہ ”فتاویٰ دیہاریہ“ مرقوم ہیں۔
آپ کا وصال ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ہوا۔

چند معروضات فتاویٰ دیدار یہ کے بارے میں

یہ کتاب ابلسٹ کے قلم ممتاز مفتیان کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ ان میں حضرت مولانا مفتی محمد رمضان، حضرت مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ اور حضرت مولانا مفتی سید محمد دین علی شاہ رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔ ہر سرحضرت کے فتاویٰ اس دور کے ہیں جب وہ حضرات یکے بعد دیگرے اکبر بادشاہ کی تعمیر کردہ شاہی مسجد واقع آگرہ ہندوستان کے مفتی و خطیب کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف تھے۔

یہ کتاب تین سو چوالیس (۳۴۴) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ جن میں بارہ (۱۲) فتاویٰ حضرت مولانا مفتی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے ”کچھر“ (۷۵) فتاویٰ حضرت مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور دوسو ستاون (۲۵۷) فتاویٰ اعلیٰ حضرت کے تالیف اہل جل حضرت مولانا سید محمد دین علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے صادر ہوئے۔ امام الفقہاء مولانا سید محمد ثین حضرت مولانا سید محمد دین علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی تعداد دس دو مکتوبات کرام کے مجموعی فتاویٰ سے فراخ ہے لہذا اسی نام پر فتاویٰ کے اس مجموعہ کا نام ”فتاویٰ دیہاریہ“ رکھا گیا ہے۔

یہ کتاب صرف فتاویٰ کا مجموعہ نہیں بلکہ فقہی مسائل کا ایک عظیم ذخیرہ ہے اس مجموعہ میں مختلف موضوعات مثلاً عقائد، طہارت، نماز، زکوٰۃ، طلاق، وقف، میراث وغیرہ کے متعلق انتہائی پرمغز اور تفصیلی معلومات جواب کی صورت میں موجود ہیں۔ حضرت سید محمد ثین نے اپنے فتاویٰ میں بالکل وہی اسلوب اپنایا ہے جسے اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ نے اعطایا، البتہ یہ فی الفتاویٰ الرضویہ میں اپنایا امن شرعی معلومات سے نہ صرف علاوہ خواص بلکہ عوام بھی یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔

اس مجموعہ میں حضرت سید محمد ثین کے پہلے فتویٰ پر حلق تاریخ ۲۳ رمضان ۱۳۳۳ھ/۱۳ اگست ۱۹۱۶ء رقم ہے جب کہ آپ ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ/۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء تک شاہی مسجد آگرہ ہندوستان کے منصب افتاء پر فائز رہے۔ اس لحاظ سے آپ کا شاہی مسجد آگرہ میں منصب افتاء پر فائز رہنے کا کل دورانیہ تقریباً ۳ سال ۱۰ ماہ ۱۱ دن بنتا ہے۔ حضرت سید الفقہاء کے لائسنس فتاویٰ کے کئی ایک مجموعے ہوں گے ان کو تلاش کر کے منظر عام پر لانا علمائے اہل سنت پر فرض ہے تاکہ ان کو زمانہ کی دست برد سے بچایا جاسکے۔ حزب الاحناف کا کتب خانہ ان کا مخزن ہو سکتا ہے۔ وہاں ان کی تلاش ضروری ہے۔

اس مجموعہ میں سب سے زیادہ فتاویٰ میراث کے باب میں ہیں اور سب سے طویل فتویٰ وقف کے باب میں موجود ہے، یہاں دلچسپ امر یہ ہے کہ اس کا سوال بھی تقریباً سب سے مختصر ہے۔

حضرت سید محمد ثین نے بعض فتاویٰ میں اپنے نام کے ساتھ رضوی لکھا ہے۔ یہ نسبت امام مؤید رضا رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ہے اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب نہیں چونکہ فتاویٰ کے اس مجموعہ کے

زمانہ میں آپ کو اعلیٰ حضرت سے خلافت اور سند حدیث نہیں ملتی تھی۔

حضرت مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ نے بعض اوقات عربی عبارت نقل کرتے وقت یہ وضاحت نہیں کی وہ عبارت کس کتاب سے ماخوذ ہے؟ بعض جگہوں پر اصل عبارت اور درج شدہ عبارت میں فرق بھی ہے کیا حضرت والا نے بعض مقامات پر روایت بالمعنی سے بھی کام لیا ہے۔

فتاویٰ دیدار یہ کی انفرادیت

فتاویٰ دیدار یہ اکثر کتب فتاویٰ سے کئی جہوں میں ممتاز ہے ان میں سے چند خوبیاں درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت امام الفقہاء المجددین رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کا شرعی حکم بیان کرتے وقت کثرت سے معتبر کتب سے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ اس بنا پر وہ فتویٰ جہاں امام افراد کو شرعی معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ بنے گا وہیں علماء کرام کے لیے معلومات کا ایک پیش بہا فرینہ ثابت ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حوالہ جات بیان فرمانے میں مفصل اسلوب اپنایا ہے اور صرف کتب کا نام بتانے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ جلد فہرست منصفیہ اور مطبع کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

☆ جواب دیتے وقت صرف ہاں یا نہ سے کام نہیں لیا گیا بلکہ جواب کے حلقہ امور پر بھی انتہائی مفید بحث فرمائی ہے اس طرح جواب اور اس کے حلقہ امور خوب نکھر کر واضح ہوتے ہیں اور ایک جواب کئی سوالات کا جواب بن جاتا ہے۔

☆ بعض مقامات پر شرعی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے دہرا ترجمہ کرام کے متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں اور آخر میں مفتی بقول کو بھی ذکر فرمایا ہے۔

☆ پیش نظر فتاویٰ میں کئی مقامات پر فقہی قواعد کو بیان فرما کر مسائل کا استخراج کیا ہے اور تقریباً دس فقہی قواعد بھی درج فرمائے ہیں۔ ان فقہی قواعد کو متعدد العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین ہشتبندی دامت برکاتہم نے فہرست مضامین کے آخر میں ایک جامعہ نظر فرمادیا ہے۔

☆ متعدد درست فتاویٰ کی زبردست دلائل کے ساتھ اصلاح فرمائی کہیں کسی مفتی کے جمل فتویٰ کی

وضاحت فرما کر اس کے اجمال کو دور فرمایا تو کہیں کسی مفتی صاحب کی نقل کردہ عبارت کے دوران فقہی کتاب کی جمل عبارت سے اخذ کیے گئے غلط نتیجہ کی درنگی فرمائی آپ نے یہ درنگی اس شاندار انداز میں فرمائی کہ حکم شرعی ٹکڑا کر واضح ہو گیا۔ اس کی واضح مثال فتویٰ ۴۸ (صفحہ ۷۴ تا ۷۵) میں موجود ہے۔

☆ حضرت سید صاحب نے اکابرین کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے فتویٰ میں غلطی معلوم ہو جانے کی صورت میں بلا خوف و تامل رجوع الی الحق فرمایا۔ اس مجموعہ میں بھی آپ کا وہ مقام پر پہلے دیے گئے فتویٰ سے رجوع کا علم ہوتا ہے۔ پہلا مقام صدقہ فطر کی مقدار کے حلق اور دوسرا مقام وراثت کے ایک مسئلہ کے حلق ہے۔ ان کی تفصیل متعلقہ ابواب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

کچھ مرتب فتاویٰ دیدار یہ کے بارے میں

فتاویٰ کے اس عظیم مجموعہ کو منظر عام پر لانے کے سہرا استاد العلماء مالم باہل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی رحمۃ اللہ بظول حیاتہ کے سر ہے۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم بہترین مدرس میدان تحقیق کے شہسوار اور انتہائی منجھے ہوئے مصنف ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کے سینے میں دینی متین کی خدمت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مشاغل و اوقات میں بیش بہا برکتیں عطا فرمائی ہیں آپ کے کاموں کو دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ آپ ایک شخص نہیں بلکہ ایک ادارہ ہیں۔ اسلاف کی علمی میراث سے حد درجہ محبت فرماتے ہیں اور اس پر مکمل یقین رکھتے ہیں ”البرکۃ مع اکابرکم“ یہ محبت صرف دل و دماغ تک ہی محدود نہیں بلکہ قلم و قلم کے ذریعے اس کا اظہار بھی فرماتے ہیں۔

شاعر نے اکابر کی میراث کے حلق مسلمانوں کو خوب بھجوزا ہے:

کبھی اے نوجوان مسلم! تدبر کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آنکوشی محبت میں
یکل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا

ہمارے کام کی ہزاروں قیمتی علمی تحقیقات، جنہذا شاعت کی بظہر ہیں لیکن نہ تو کوئی ان پر کام کرنے والا ہے اور نہ ہی شائع کرنے والا۔ اکیبر ہلی سنت کا بیشتر علمی خزانہ یا تو قصہ ماضی بن گیا ہے یا پھر خوراک دیمک۔ ہماری سستی کی وجہ سے انفار ہماری کتابوں سے مسلسل علمی تحقیقات چرا کر اپنی جانب منسوب کر رہے ہیں لیکن ہم خواب خرگوش میں مست ہیں۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
 ثوبا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا
 مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
 جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ
 باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از رہو
 پھر پھر قاتل میراث پھر کیونکر ہو
 ہر کوئی مست ہے ذوق تن آسانی ہے
 تم مسلمان ہو! یہ انداز مسلمانی ہے
 حیدری فخر ہے نے دواچہ عثمانی ہے
 تم کو اسلاف سے کیا نعت رومانی ہے

اس وقت جو مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ بھی ہماری حتم ظریفی کا شکار ہونے ہی والا تھا کہ اللہ رب العزت نے حضرت مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی کے دل میں اس مجموعہ کو منظر عام پر لانے کا جذبہ ودیعت فرمایا۔ اگرچہ یہ مجموعہ پون صدی سے زائد عرصہ کے بعد منظر عام پر آیا ہے لیکن اس کا مقدمہ یہی وقت تھا کہ کل امر مرہون باوقافتھا۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ مجموعہ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد عبدالسلام نقشبندی صدیقی سے اور انہوں نے محقق امیر حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کی وساطت سے حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری (کھارباں) سے حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ہی حضرت مولانا مفتی محمد

ہال الدین کو یہ مجبور مرتب کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت حضرت مفتی محمد عظیم الدین صاحب کے نصیب میں لکھی۔ مفتی صاحب نے اپنی بے پناہ علمی و ذاتی مصروفیات کو پس پشت ڈال کر ہل سنت کا یہ عظیم ذخیرہ ضائع ہونے سے محفوظ فرمایا۔ شروع میں مفتی صاحب کا ارادہ صرف حضرت سید محمد دین اعلیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کو مرتب کرنے کا تھا لیکن اس سے دیر دو مقتیان کرام کے فتاویٰ پس منظر میں جانے کا اندیشہ تھا لہذا حضرت مفتی صاحب نے ان فتاویٰ کو بھی شامل کر لیا تا کہ یہ کہیں قصہ معاشی نہ بن جائیں۔

فتاویٰ کا یہ مجموعہ مرتب پانے سے قبل نہ صرف انتہائی شکستہ تحریرات پر مشتمل تھا بلکہ کئی ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا۔ ان تحریرات کو چھپنا انتہائی دشوار تھا لیکن مفتی صاحب نے اس کام کو مکمل کرنے کا مضبوط ارادہ کر رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی نجی مدد فرمائی اور تمام مشکلات کو آسانی میں تبدیل فرماتے ہوئے آپ سے یہ عظیم کام لے لیا۔ اس کام کو دیکھ کر اس بات کا بحسن و خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب پر اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل و احسان اور نبی کریم ﷺ ویز و گان دین رحمۃ اللہ علیہم کی کس قدر توجہ تھی کہ یہاں نہ ہیں۔

قبلہ مفتی صاحب کے گر افکار علمی شہ پار سے درج ذیل ہیں۔

۱ النبی الأظهر سیرت خیر البشر

تلفیح فہوم اہل الآثار فی عیون التاریخ و السیر مصنف: علامہ عبدالرحمن ابن جوزی (۵۹۷-۵۱۰) علامہ جوزی کی کتاب ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں علامہ نے ابتدائے آفرینش سے اپنے عہد تک کی عظیم شخصیات کا انتہائی دلکش تذکرہ فرمایا ہے۔ کتاب کا ایک اہم جز و حضور ماتم النبیین ﷺ کے بارے میں جس کا ترجمہ علامہ مفتی صاحب نے ۱۸۲ صفحات میں کیا ہے۔

۲ بذل القوۃ فی حوادث منی التوبۃ مصنف: علامہ محمد امجد باشم سندھی (۱۱۷۴-۱۱۳۱)

کا ترجمہ سیرت سید الانبیاء کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر قیامت جامع اور اہم کتاب ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے نہ صرف کتاب کا ترجمہ کیا ہے بلکہ کتاب کو مزید باطنی حسن کے ساتھ نکھارا

ہے۔ کتاب پر کئی مکتبہ کو دیکھ کر دل کی اٹھارہ گہرائیوں سے مفتی صاحب کے لیے دما نہیں نکلتی ہیں۔ ہر صاحبِ بوق کے لیے یہ کتاب نہایت ضروری ہے۔

۳ دلیل زانو حرمین دو کتب ہیں، جمل، مفصل، مصنف: مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی (صفحات ۴۹۸) یہ کتابیں حجاجِ کرام کے لیے بہترین راہنما ہے۔ ان میں حج کے متعلقہ مسائل کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حاجیوں کے لیے بہترین تحفہ ہیں۔

۴ احکام طہارت مفتی محمد عظیم الدین صاحب
اس کتاب میں قبلہ مفتی صاحب نے طہارت کے تقریباً تمام فقہی مسائل کو کھل انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس موضوع پر دور حاضر میں اس قدر جامع کتاب میرا ناما ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔
۵ قرآن یکم کا ترجمہ (زیر طبع)

۶ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ غیر العباد کاترجمہ (جلد ۲ زیر طبع)
ان شاء اللہ مفتی صاحب کی یہ کاوشیں ہرگز رائیگاں نہیں جائیں گی کیونکہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے
فمن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا کفران لسعبد (سورۃ الانبیاء: ۹۴)
ترجمہ نہیں جو شخص کرتا ہے کوئی نیک کام بشرطیکہ مؤمن ہو تو رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔
آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور نبی ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعا ہے کہ وہ معصوم فتاوئ کے درجات بلند فرمائے اور حضرت مفتی صاحب اور تمام دوسرے حضرات جو دامنِ در سے قدمے نئے اس کاوش میں شریک ہوئے ہیں ان سب کے علم و عمل اور عمر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وخیر خلقہ سیدنا و مولانا
محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گزارشات مرتبہ عفی عنہ

﴿۱﴾ ولایت نسب مذاقت حسب حضرت صاحب زادہ مولانا محمد عبدالسلام مدظلہ العالی نے جب جامعہ رضویہ فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو مستقبل میں تدریس کے ساتھ ساتھ انھوں نے تحریر کے میدان میں آنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔ اب اس کے لیے ایک ایسے موضوع کی تلاش تھی جو اس قدر شاندار علمی اور روحانی روایات کے حامل اس نافرمانی کے ثوبال کے شایان شان ہو۔ اسی دوران استاذ الاساتذہ معظمہ اسلام ترمذی اہل سنت حضرت مولانا محمد عبدالعظیم شرف مدظلہ العالی کا ایک خط برادر کرم استاد محترم حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی کے پاس آیا کہ استاذ العلماء والمجد شین حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اور ان کے والد گرامی حضرت امام القباویہ شیخ المجد شین حضرت مولانا محمد دینار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے فتاویٰ پر مشتمل ایک علمی مجموعہ ترتیب مدوین، تجزیہ و تحقیق کا منتظر ہے۔ انھوں نے اس خط میں فرمائش کی آپ اس مجموعہ کو مرتب فرمائیں۔ انھوں نے جواب میں اس پر آمادگی کا اظہار فرمایا اور وہ علمی مجموعہ حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی کے ہاں کساریاں پہنچ گیا۔

فقیر راقم الحرف علی غنہ کو یہ خیال آیا اگر یہ سعادت حضرت صاحب زادہ مدظلہ العالی کے حصہ میں آئے تو نہایت مناسب ہے۔ چنانچہ اس ناکارہ غلام نے شوق دلا کر ان کو اس عظیم کام کے لیے آمادہ کر لیا۔ ان دونوں حضرات کی مہربانی اور بالخصوص حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی کے کمال ایثار کے

باعث یہ مجموعہ چند روز کے بعد حضرت صاحب زادہ صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے اس عظیم کام کو شروع فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر کہ کچھ عرصہ کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ میں شامل فتاویٰ کا مجموعہ ”فتاویٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور“ کے نام سے اشاعت پزیر ہو گیا۔

مخطوطہ کا باقی ماندہ حصہ مرتب شدہ حصے سے علمی اور تحقیقی اعتبار سے فائق تر تھا۔ لیکن اس کا ایک حصہ انتہائی شکستہ تحریرات پر مشتمل اور مختلف ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا۔ اس حصہ کو پڑھنا انتہائی دشوار اور کٹھن کام تھا۔ راقم الحروف جب کبھی انہیں بقیہ حصے کی ترتیب و تدوین کا کہتا تو وہ پہلو تہی کر جاتے چند بار انھوں نے اس سلسلے میں درپیش مشکلات کو واضح کرنے کے لئے وہ مخطوطہ فقیر غفرلہ کے سامنے رکھ دیا کہ آپ ہی اس کو پڑھ دیں۔ راقم الحروف کا خیال تھا کہ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں، اگر ثابت قدمی اور صبر سے اس پر محنت کی جائے تو وہ پڑھا جاسکے گا انھوں نے باقی ماندہ کو اس طرح چھوڑ کر اسے حضرت مولانا شرف قادری مدظلہ العالی کے ہاں واپس ارسال کر دیا۔

فقیر کو اس کی اس طرح واپسی پر شدید قلق تھا آخر کار فیصلہ کر لیا باقی ماندہ اس حصہ کو فقیر خود مرتب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ و تقدس کے فضل و احسان اور بزرگان دین کی توجہات کریمانہ سے یہ ساجز اس قائل ہو سکا کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ ترتیب پا کر ناظرین کے سامنے ہے۔ اس سلسلے میں چٹیں آنے والی مشکلات کا اندازہ مام قارئین کو نہیں ہو سکتا۔ صرف وہی لوگ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی شکستہ اور مختلف ہاتھوں کے لکھے ہوئے مخطوطات پر کام کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔

﴿۲﴾ فقیر علیٰ عنہ نے جس اہم اور بابرکت امانت کو قارئین تک پہنچانے کی مشکل اور نازک ذمہ داری اٹھائی اس سلسلے میں فقیری کو کوششوں کا ایک نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ اس کا کارہ خلاق کو جن مراحل میں کامیابی ہوئی وہ اساتذہ کرام کی شفقتوں، والدین کریمین رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور مرشد گرامی دامت برکاتہم اللہ سید کی توجہات مالیہ کا نتیجہ ہے۔ لفظ شمیم اور غلطیاں فقیری نا لائق کا باعث ہیں۔ قارئین حضرات

سے بھی گزارش ہے کہ ان لغزشوں اور غلطیوں کی نسبت اس ناکارہ خالق کی جانب کریں حضرات مقتیان کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا دامن ان سے پاک ہے نیز ازراہ کرم فقیر کو اس سے آگاہ کریں تاکہ آئندہ جائے نشین میں اس کو درست کیا جاسکے۔

﴿۳﴾ فتاویٰ میں جنہی مسائل کی نشاندہی کے لئے فہرست میں مذکورہ صفحہ کی حلقہ سطر پر ستارے کا نشان بنادیا گیا ہے، کتب فتاویٰ میں یہ حدت ہے اس سے قاری کے لئے مزید سہولت پیدا ہوگی۔

﴿۴﴾ ادارہ منظر علم لاہور، جہلم، میرپور، ریلوے سٹیشن، دہلی کتب کا ایک معیاری ادارہ ہے۔ متعدد دینی کتب اس کے زیرِ اہتمام اعلیٰ معیاری انداز پر شائع ہو کر حسن قبول کا درجہ پا چکی ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو اس کے روح رواں دامت برکاتہ اور خادمین کے خوش نظر دین مشین کی خدمت ہے۔ سال وستائ اور نام و نمونہ اس کی تمام مطلوبات ایک سے ایک عمدہ اور بہتر ہیں۔ فتاویٰ دیے اور یہ جلد اول کی اشاعت اسی ادارہ کے اہتمام سے ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک ادارہ کے روح رواں دامت برکاتہ اور دیگر جملہ کارکنان کو دنیا اور آخرت میں اپنی بے کراں رحمتوں سے نوازتا رہے اور روز افزاں ترقیات و درجات سے نوازتا رہے۔

آمین ثم آمین

وصلی اللہ علی حبیب محمد وآلہ وسلم

محمد عظیم الدین نقشبندی عفی عنہ

۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۲۵ فروری ۲۰۰۶ء

ہفتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ آستانہ الحجج و حجۃ سلاسل الظہار صل علیٰ جنات الموصول الفصل العشر
معہ رسائل الرفیع لوصول طرق کل ارتفع و بطل الہ وصحبہ حیران و محبت علیہا
و بعد بنہ طرق الوصول الی ساحۃ الرجب و لولہ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سیدنا صلح و الجہد الی اصلح ذالہ نور السع و انوار الفلح و مولانا الشولوی
الکبیر و ہذا علی العلوی الجہد سید الرضوی الی لوری مہدی الثراء ہاد ہاد
مل انشاء وادہ بالمداد وارشادہ ونبیلہ الی اسعد الامراء الی الجہد الاحمد
الکبیر و انما لہ و سبع و تفسیر من بحر صید الانام علیہ علیہ علیہ علیہ علیہ علیہ علیہ
قالہ لعلہ و لعلہ بقللہ عبد المصطفیٰ احمد رضا الجہدی السنی الحقن الانادری
الکربلائی و غفر اللہ لہما حصی من حیاتہ و ما فی ہما صبر و الجہد لہ رب العزیز



لام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کا کس

جواب ہے

حضرت مولانا سید داؤد علی شاہ انوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ

کرم ظاہر ہو۔

معتقدات مستحسنات بدعات

﴿فتویٰ نمبر — 1﴾

سوال

آخرت میں عبادت نماز روزہ کیوں نہ ہوگا کیا منعم کا انعام اور عبادت کا اظہار مرنا فی ہے؟
 مولوی غلام محی الدین خان صاحب
 امام مسجد شاہ جہان پور ۱۷ دسمبر ۱۵۰۰ھ

الجواب

آخرت میں فکر انعام الٰہی ضرور ہے جو بالحق عبادت ہے اور وہاں عبادت بفرض حصول نجات وغیرہ
 نہیں ہے۔
 قرآن شریف مطلق ہے۔

یلبت قومی بعملون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین ۔
 (ترجمہ: کاش میری قوم جان لیتی کہ کس کے باعث میرے رب نے مجھے بخش دیا اور معزز زلوگوں میں
 سے کیا)

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 2﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ بعض امائدِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں قیامت کے بعد زوجین کی ملاقات ہوگی۔ اس میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایک عورت نے یکے بعد دیگرے کئی ماوند کئے ہوں تو وہاں کس سے مل سکے گی اور کس سے نہ ملے گی؟ اس کا جواب معادلہ ارسال ہو۔ والسلام

سائل: انوارِ حسین ۱۸، اشوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد موت علاقہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے۔ اس طرح بعد از انشاء ایام عدت کے عورت کو جس کسی سے چاہے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور مرد کو غسلِ اجنبی کے اپنی بیویوں کو چاہنا جائز ہے۔ بخلاف ازواجِ مطہرات اور حضرت فاطمہ زہرا اور علی رضی اللہ عنہم۔ ہاں اس واسطے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اعتراض کیا کہ تم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کیوں غسل دیا؟ تو اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہی جواب دیا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ کو تمہاری زوجیت میں میں نے باقہار دنیا اور آخرت کے دیا ہے۔ یہ ضرور جنت میں بھی تمہاری ہی بیوی رہیں گی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اور تمام لوگوں کا بعد موت علاقہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضرور نہیں ہے جس کی جو بیوی دنیا میں ہو ہی اس آخرت میں ہو۔ ورنہ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جواب کیونکر صحیح ہوگا۔ چنانچہ در مختار میں ہے۔

و یمنع زوجھا من غسلھا و مسھا ۱

(ترجمہ: ٹاؤن کو اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دینے اور چھونے سے روکا جائے گا)

قال الشامي رحمه الله عليه

قوله و يمنع زوجها الخ أشار الى ما في البحر من ان شرط الغاسل ان يحل له

النظر الى المغسول ۱۔

(ترجمہ: قولہ: مرد کو روکا جائے گا الخ اس میں اس قانون کی طرف اشارہ ہے جو البحر الرائق میں ہے کہ غسل

دینے والے کے لیے شرط یہ ہے مرد سے کسی جانب اس کا دیکھنا جائز ہو)

و ايضا في الدر المختار

و قالت الائمة الثلاثة بجوز (ای غسل الزوج زوجته) لان عليا رضي الله عنه غسل

فاطمة رضي الله عنها قلنا هذا محمول على بقاء الزوجية لقوله عليه السلام كل سبب و

نسب ينقطع بالموت الاسبي و نسي مع ان بعض الصحابة انكر عليه شرح المجمع

للعبسي ۲۔

(ترجمہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تین ائمہ نے فرمایا کہ مرد کے لیے اپنی مردہ بیوی کو غسل دینا جائز

ہے کیوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خاتونِ جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ غسل دینا زوجیت کے باقی رہنے پر محمول ہے کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

ہر تعلق اور نسب موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے لیکن میرے ساتھ تعلق اور میرا نسب باقی رہتا ہے اس کے علاوہ

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے اس غسل دینے کا چھانہ سمجھا تھا۔ شرح مجمع للعبسی)

قال الشامي

قوله: قلنا الخ قال في شرح المجمع لمصنفه فاطمة رضي الله عنها غسلها ام ابراهيم

حاضنته ﷺ و رضي الله عنها فنحمل رواية غسل علي رضي الله عنه على معنى النهبة

۱۔	رد المحتار	جلد ۳ صفحہ ۵۸	مطبوعہ بیروت
۲۔	الدر المختار مع رد المحتار	جلد ۳ صفحہ ۸۵	مطبوعہ بیروت

والقيام بالامام باسبابه ولئن ثبت الرواية فهو مختص به لا تری ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ
لما اعترض عليه بذلك اجابه بقوله اما علمت ان رسول الله ﷺ قال ان فاطمة
زوجتك في الدنيا والآخرة فادعاءه الخصوصية دليل على ان المذهب عندهم عدم
الجواز قلت و بدل على الخصوصية ايضا الحديث الذي ذكره الشارح ر. الخ
(ترجمہ: قولہ ہم کہتے ہیں الخ کتاب الحج) کی جو شرح خود مصنف نے تحریر کی اس میں ہے کہ ماثون جنت
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم ﷺ کی پرورش کرنے والی بی بی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل
دیا تھا۔ اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غسل دینے کی روایت کو ان معنوں پر محمول کیا جائے گا کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے غسل پورے اسباب مہیا کیے اور اس کا بندوبست فرمایا۔ اور اگر غسل دینے
کی روایت ثابت ہو جائے تو ایسا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص شمار ہوگا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ
جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض فرمایا تو انہوں نے جواب
میں یوں ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ تمہاری دنیا اور عقی
میں زوجہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنی خصوصیت کا دعویٰ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ تھا کہ ماثون کے لیے اپنی زوجہ کو غسل دینا جائز نہیں ہے۔ اور خصوصیت پر وہ حدیث بھی
دلائل کرتی ہے جسے شارح نے ذکر فرمایا ہے۔

ہاں ممکن ہے کہ بڑے رعبہ شفاعت زوج یا زوجہ یا خواہش زوجین اللہ جس کو چاہے اس کو دنیا ہی کی بیوی
کو وہاں مستحق مارہ و بخش کر اس کو ہی عطا فرمادے۔ علی ہذا ممکن ہے کہ شوہر یا شفاعت زوجہ بخشا جائے اور عجب
خواہش زوجہ و شوہر اس کو عطا فرمایا جائے۔ ۲

کتبہ: عبدالرحمن راجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الجحدی دی

﴿فتویٰ نمبر — 3﴾

سوال

حضرت آدم علیہ السلام کی جب استغفار قبول ہوگئی تو اس بعد ہبوط کا حکم خلاف قرینہ ہے۔ اس کے متعلق تحقیقی جواب ارشاد ہو۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۷ دسمبر ۱۵۰۰ھ

الاجواب

حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط مصالح اعلیٰ سے تھا اس کا تعلق استغفار سے کچھ نہیں۔ تقدیم و تاخیر زمانی متناهی حکمت الہیہ کو نہیں ہے۔

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 4﴾

سوال

حضرت ہاجرہ قبلہ سے مومنہ تھیں یا نہیں۔ اور کنیزگی کا دان ان پر کس قسم کا ہے کیوں کہ اس سے نسب اسماعیل علیہ السلام پر شائبہ مملوکت پیدا ہوتا ہے۔

الجواب

☆ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ثور سال تھیں جس وقت بادشاہ نے سارہ کو شکرانہ دے مائیں دیا تھا اور کہا تھا
ہا اجرک

یعنی اب میں تم کو اجر تیری دے گا دتا ہوں

لہذا ان کا نام ہاجرہ ہو گیا۔ پھر جب قریب بلوٹ ہوئیں تو بی بی سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بخش دیا۔ اور کنیز بمعنی دختر وصبیہ ہے نہ بمعنی بردہ کیوں کہ دراصل بی بی سارہ کو خاندان شامی کی دختر واسطے تہرک اور خدمت کے بادشاہ نے عنایت کی تھی۔

لہذا کنیز کے معنوں میں اشتباہ ہو گیا ہے جیسا کہ غلام عبد مولیٰ وغیرہ ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے

وہاجر بغایت جمیلہ بود چوں بشر فصحیت و مصاحبت ابراہیم مشرف شد

ہمعان و قبہ قالب مطہر ش صدف کز وجود حضرت اسماعیل شد۔

(ترجمہ: حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نہایت خوبصورت تھیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحبت اور مصاحبت کے شرف سے مشرف ہوئیں اسی وقت آپ کا جسم الطہر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے موتی جیسے وجود کے لیے صدف بن گیا)

یہی سب امور حسب الحکم بانی ظاہر ہوئے تھے اور بی بی سارہ کو بذریعہ الہام حکم دیا گیا تھا جس کی تعمیل انہوں

نے فرمائی۔ پس کوئی شبہ بارہ ظہارت نسب رسول کرم اللہ وجہہ نہیں رہا اور ان کے اسلام میں بھی شک نہ رہا۔

کنیہ: اُمّ لثی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 5﴾

سوال

کرامات حضرت غوث اعظم جو بارہ برس کی برات ڈوہی ہوئی تھانا مشہور ہے اور مردہ پانصد سالہ کو ”قم ہاذن اللہ“ کہہ کر اٹھانا میلا دھوان بیان کرتا ہے برات کا تھانا ضعیف روایت ہے اور مردہ ہلانا قوی ہے۔ شرعاً اس کا ثبوت کیا ہے؟

سائل: رحمت علی محلہ راوی آگرہ

۷ فروری ۱۹۲۶ء

الجواب

هو المصوب

حضرت سید السادات ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ غوث اعظم تھے ان کی کرامات درجہ تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ امام باغی نے لکھا ہے۔

ان کراماتہ نواتسرت او قریبت من النواتر و معلوم بالاتفاق انه لم یظہر ظہور کرامتہ بغیرہ من شیوخ الافاق کرامتہ

☆ (ترجمہ: آپ کی کرامات حواضر یا قواطر کے قریب ہیں اور علماء کے اتفاق سے یہ امر معلوم ہے کہ آپ کی مانند کرامات کا ظہور آپ کے بغیر آفاق کے مشائخ میں سے کسی سے نہیں ہوا)

☆ مگر حکایت برات تھانے کی کسی معتبر نے نہیں لکھی اور نہ مردہ کو قم ہاذن اللہ کہہ کر کسی مقام پر زندہ کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں کہ حضرت غوث صاحب رضی اللہ عنہ اس درجہ کے نہ تھے۔ اکثر میلا دھوان بوجہ عدم واقعیت مکمل روایات اولیاء و انبیاء کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے کہ اگر یہ یہاں غلط ہے تو بھی ان کی تعریف پوری ہم نے کر دی۔ توقعِ ثواب کے ہوتے ہیں۔ خیر خدا ان پر رحم کرے۔

بزاروں کرامات اہلِ اللہ سے اور اصحاب رسول علیہ السلام سے ظاہر نہ ہوئیں تو کیا جمہوری روایت کہہ

دیئے سے ان کا رتبہ بڑھ جائے گا۔ ہرگز نہیں اصحاب رسول تمام خوش و عقب و اولیاء سے افضل ہیں اور تحقیق سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات اکثر اصحاب سے زیادہ ہیں۔ ہر حال ہر دو روایت جن کو پوچھا ہے کسی معتبر نے نہیں لکھی ہیں۔ اور امکان عقلی سے کوئی امر یقینی نہیں ہو سکتی۔

ہاں جو شخص منکر کرامات خوش اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے وہ خطا کار ہو گیا کیونکہ تو اس سے ثابت ہے۔
واللہ اعلم بالصواب و عندہ ام الكتاب

کتبہ: الفیض السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 6﴾

سوال

کوئی شخص اپنے مریدوں سے اپنے کو رسول اور پیغام آور کہلاتا ہو اور اس کا مطلب حقیقی معنی نہ ہوں اور اس کے مرید اس کو تمام القاب آداب میں داخل کرتے ہوں تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے کیوں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل حدیث میں ہے پھر محذور ہونے کی کیا وجہ ہے۔

الجواب

جو یہ ایسا لفظ کہنا جائز رکھتا ہے تو وہ بدعتی اور بدکار ہے کیوں کہ شرعاً اس لفظ کو استعمال کرنا جس میں ثابتہ دوسرے معنی کفر کا ہونا جائز ہے۔ تو یہ کرنا چاہئے۔ اور

✽ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

(ترجمہ: میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں)

کے بعد صحت یہ معنی ہیں کہ کثرت علماء اور ان کا فوض ہوگا نہ یہ کہ انبیاء باور اولیا یا کسی مدارج میں ہوں گے۔

النبیوة افضل من اللوایة (۲)

(ترجمہ: نبوت ولایت سے افضل ہے)

مسئلہ عقائد کا ہے۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



(۱) کشف الخطاء جلد ۳ صفحہ ۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(۲) لا حرم نبوت افضل مانند از ولایت حواء ولایت نبی مانند حواء ولایت ولایت والی۔

(ترجمہ: چنی طور پر نبوت سے ولایت افضل ہوگی خواہ: نبی کی ولایت ہو یا ولایت والی)

﴿فتویٰ نمبر ۷﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ ایصالِ ثواب احیاء کا اموات کو نفع ہے یا نہیں اور اگر ایصالِ ثواب ثابت ہے تو ایک چیز کا ثواب چند لوگوں کو پہنچایا جائے تو ہاں سو یہ پہنچتا ہے یا تقسیم ہو کر بحسب حصہ بقدر الاصل تو یہ تحریر فرما کر مثاب و ما جو روح جائے جزاکم اللہ خیر الجزاء

الجواب

اللهم رب زدنی علما

اہل سنت و جماعت خصوصاً حنفیہ کے نزدیک نماز روزہ صدقہ و غیرہ کا ثواب ہلاکم و کاست اموات کو بخشا جائز ہے اور ان کو پہنچتا ہے اور ثواب پہنچانے والے کو بھی ہلاکم و کاست اس عمل کا ثواب ملتا ہے۔
کما فی الشامی :

صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره
صلا ء او صوما او صدقة او غيرها کذا فی الهدایة بل فی زکاة التارخانیة عن المحيط
الافضل لمن يتصدق فلا أن ینوی لجميع المومنین والمومنات لانها تصل الیهم ولا
ینقص من اجره شیء و هو ملذهب اهل السنة والجماعة ! الخ

(ترجمہ: تارخے علمائے کرام نے حج بدل کے باب میں تصریح کی ہے کہ انسان کو اختیار حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو روزہ ہو صدقہ ہو یا ان کے علاوہ اور عمل ہو۔ ہدایہ میں ایسی طرح ہے۔ بلکہ فتاویٰ تارخانیہ کی کتاب الزکاة میں بیحد سے مقول ہے کہ جو شخص نقلی صدقہ دے اس کے

لے افضل یہ ہے کہ تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے ایصالِ ثواب کی نیت کرے کیوں کہ یہ ثواب ان کو پہنچے گا اور خود اس کے اجر میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی۔ یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے)

☆ رہا یہ امر کہ پھر سب اموات کو حصہ پہنچتا ہے مثلاً ایک الحمد کا ثواب بخشا جائے تو پوری الحمد کا سب کو برابر پہنچتا ہے۔ یہ امر مختلف فیہ ہے۔ مگر امیدِ فضلِ واسع خداوندِ کریم سے یہی ہے کہ سب کو برابر پہنچے اور یہی مختارِ شای علیہ الرحمۃ ہے۔ چنانچہ شای علیہ الرحمۃ بعدِ تحریرِ اقوالِ مشکوٰۃ فرماتے ہیں

قلت لكن مثل ابن حجر المكي عما لو قرء لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم او يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملا فاجاب فانه انما جمع بالثاني و هو اللائق بسعة الفضل۔ ۱

(ترجمہ: میں کہتا ہے کہ امام ابن حجر کی رتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو اس کا ثواب ان مردوں کے درمیان تقسیم ہو گا یا ہر ایک مردے کو اس کی مثل کامل (فاتحہ) کا ثواب ملے گا تو آپ نے جواب دیا کہ علماء کی ایک جماعت نے دوسری شق کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل و کرم کے لائق یہی صورت ہے)

ابو محمد محمد دین اہل الرضوی رحمہ اللہ

☆ ☆ ☆ ذلك كذلك اني مصدق لذلك

نمقہ بقلمہ وقالہ بقمہ

العبد الجاني أبو البركات سيد أحمد القادري

الرضوي الألوذي



﴿فتویٰ نمبر ۸﴾

سوال

تختل میا شریف میں قیام لازم ہے یا نہیں؟

سائل: از بلوچ پور

۱۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

قیام مولود میں نہ سنت ہے نہ واجب۔ بلکہ ماسبقاً رسول کا فعل تھا جو بے خودی میں کرتے ہیں۔ اور اس کی مشابہت اور اتکبار محبت کو ککڑا ہونا اکثر علما نے جائز ٹکسا ہے اور جو لوگ اس دوجہ محبت نہیں رکھتے ان کو ککڑا ہونا ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم و حکمہ حکم

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



﴿فتویٰ نمبر — 9﴾

سوال

بجز عید و بیت المقدس و خانہ کعبہ اور کسی زیارت کو سفر کرنا جائز ہے یا نہیں مثلاً خواجہ صاحب وغیرہ۔

سائل: نازیلوچ پور

۱۲۲ پر اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

حدیث میں ہے لا تشدوا الرحال الا الى ثلاثة مساجد ۱۔

(یعنی تم بغرض عبادت سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد یا گھر کا سفر نہ کرو)

یہ مطلب نہیں ہے کہ زیارت نہ کرو۔ بلکہ زیارت قبور سنت رسول اور اصحاب وغیرہ ہے اور حدیث

صحیح میں ہے۔

☆ کنت نهيتكم عن زيارة القبور فإلان زوروا ۲۔

☆ (ترجمہ: یعنی میں اول تم کو زیارت قبور سے منع کرتا مگر اب تم زیارت کیا کرو) ع

المفتی السید محمد عظیم شاہ علی عنہ



۱۔ الجامع الصغير مع شرح قبض القدير جلد ۶ / صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

بحوالہ مسند احمد 'صحيح البخاري' صحيح مسلم' جامع ترمذی 'سنن ابن ماجہ

۲۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۵۶ المکتب الاسلامی

﴿فتویٰ نمبر — 10﴾

سوال

لڑکے نے ختم قرآن کیا تو اس کا ختم کس طرح ہو؟ اور وہ ثواب لے تو کس طرح لے؟ کیا دیا چھوٹے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

لڑکے کے ختم قرآن کا کوئی طریقہ معین نہیں۔ ☆ ختم قرآن کی خوشی میں اگر کھانا کھلایا جائے تو عمدہ

بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول بھی ہے۔ ☆ خواہ شیرینی بیج آیت پڑھ کر حضور ﷺ کو ثواب

ہدیہ پہنچا کر یا بغیر شیرینی کے ہر طرح جائز ہے اور موجب خیر و برکت ہے۔ غلط

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 11﴾

سوال

فاتحہ سلامتی کن کن سورتوں سے ہوتی ہے اور معمولی پڑھے (کو) جو ایک پارہ پاستا ہے کیا کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ عوام جو اللہ کی سلامتی پہنچاتے ہیں یہ امر بے اصل ہے۔ ☆ یز رکوں کو ثواب پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ کھانا غریبوں کو کھلا کر خواہ شیری تقسیم کر کے خواہ کھانے اور شیرینی کے ساتھ اُکھا اور تین قل پڑھ کر خواہ اس سے زیادہ جس قدر ہو سکے پڑھ کر بعد درود پڑھ کر یہ دے مانگے۔ یا اللہ اس کلام کا ثواب حضور ﷺ کو اور بعدہ تمام یز رکوں کو جن کا نام لینا مقصود ہو۔ لے کر کہہ دیں کہ ان کو ثواب پہنچے۔ بخیر

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التواہی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 12﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سو م میں جو کہ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اس میں سجدہ چھوڑا جائے ہو تو اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔

محمد حسین عیسیٰ امام مسجد ریلوے بازار ماڈرن کالج باندھ کوئی سنگھ اور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

بغیر سجدہ کئے ہوئے جب قرآن پڑھنے والے کسی کو سجدہ کرنے کا ثواب نہ ہو تو دوسرے کو اس کا ثواب کیوں کر پہنچ سکتا ہے۔ ہاں اگر اس میں شک نہیں جو لوگ ختم میں سجدہ تلاوت نہیں کرتے وہ بوجہ ترک واجب مستحق عذاب رہتے ہیں اور گناہگار۔ ہاں ہذا ان کو لازم ہے کہ بول تو وقت تلاوت ضرور سجدہ کر لیا کریں ورنہ بعد ختم جتنے سجدہ واجب ہوئے ہیں ان کو اکٹھا کر لیا کریں۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الحسنی المفسی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 13﴾

سوال

مقتدی ایک مرتبہ دما امام کے ساتھ مانگ چکے ہیں۔ پھر جداگانہ نماز ختم کر کے امام کے ساتھ کر رہا تھا انتظار کریں یہ امر شرعاً کیا ہے۔

ثانیاً فجر و مغرب و عشاء میں بعد من و فوافل تین مرتبہ امام کے ساتھ دما مانگنا کیا ہے۔

سیوم۔ الفاتحہ علی البی کہ کر الحمد و قل هو اللہ و درود شریف و ان اللہ و ملائکتہ وغیرہ پڑھ کر ثواب بخشا یہ کیا ہے۔

سائل: مولوی مطیع اللہ توپ خانہ جامع مسجد

۳۱ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

بعد المکتوبہ دما مستحب یعنی مسنون ہے۔ پھر ہر شخص اپنی نماز ختم کر کے دما کرے مگر یہ طریقہ صحیح ہے کہ امام صاحب کی کر رہا پڑھنے اور ختم کرنے کے مقتدی ختکر رہیں محض جاصل اور معائنہ شریعہ اور علیہ کے خلاف اور فعل مذموم ہے کیوں کہ قرآن شریف میں ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ

(ترجمہ: پھر جب نماز ہو چکی تو پھر زمین میں اپنے کاروبار کے لیے چل پھر سکتے ہو)

اور مراطلو سے نماز فرض ہے بالاتفاق اور حدیث صحیح میں وارد ہے:

أَنَّهُ كَانَ بَصُلَى جَمِيعِ الْحَسَنِ وَالْوَتْرِ فِي الْبَيْتِ

۱۔ الفرقان الحکیم: سورۃ الجمعۃ آیت: ۱۰

۲۔ سفر السعاده علی هامش کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ ہمدانیل سنہ ۸۷۷ھ میں ارتدادیوں میں درج ہے

☆ (ترجمہ: نبی کریم ﷺ تمام سنتیں اور وکھر میں ادا فرمایا کرتے تھے)

ابہا الناس صلوا فی بیوتکم فإن لفضل صلاة الرجل فی بینه إلا المكتوبة
(ترجمہ: اے لوگو! اپنی نمازیں گھروں میں ادا کرو کیونکہ آدی کے لیے فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں
نماز ادا کرنا افضل ہے)

☆ پس تمام فقہانے یہ نسبت مسجد کے گھر پر سنت کا پڑھنا افضل و احسن کہا ہے۔ لہذا مقتدی کا انتظار
دینے کا فی خلاف ان خصوصیات کے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ امر یہاں ہونا مطابق حدیث :

قوم یعتنون فی الدعاء لو الطہور ۱

یعنی ایک گروہ ایسا ہوگا کہ ظاہری پاک اور دنیا کی طوالت و کثرت رکھے گا۔ اور نہایت خشوع کا اظہار
کے گا۔ اور عبادت میں اس قدر دلچسپی نہ کرے گا۔
صاحب مجمع البیہار لکھتا ہے۔

والمراد بلا نجهر بصلواتک الدعاء ۲

(ترجمہ: بلا نجهر بصلواتک میں صلوة سے مراد دما ہے یعنی بلند آواز سے دمانا گویا)

لہذا یہ نکل قطعی، تکلف اور لائق ترک ہے اور ہدایت مذکورہ سمجھتا چاہئے۔ اسی طرح بعد نماز فجر و
مغرب و عشاء بالافتتاح علی النبی کہہ کر الحمد و قل وغیرہ پڑھنا کسی وجہ سے صحیح نہیں۔ اول تو یہ حدیث کذائی مقبول
نہیں۔ دوسرے قاضی کا ثواب مروج بتغییر علیہ السلام خلاف ادب و احتیاط ہے۔ تیسرے خلاف حدیث مذکورہ بالا
مکرر کر دیا ہے سب امور کراہت سے خالی نہیں۔ اگرچہ بظاہر محبوب معلوم ہوئے ہیں۔

۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الطہاروت : باب الإسراف فی الوضوء : حدیث رقم : ۹۶

نوٹ : پوری حدیث کے الفاظ میں ہیں۔ سبکون فی هذه الأمة قوم یعتنون فی الطہور والدعاء

۲۔ مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۳۳۷ مکتبہ دار الایمان المأجدة المنورة میں یہ الفاظ یہ ہیں

الصلاة لفظة الدعاء

علامہ شاہی فتاویٰ متنبغ حادیہ میں لکھا ہے۔

مطلب فی اهداء ثواب القراءۃ علی النبی ﷺ قد اجاز بعض المتأخرین کا
لسبکی وبعض المتقدمین من الحائلة کابی العباس محمد بن اسحاق و السراج النشا
پوری من اهداء ثواب القرآن له علیه السلام الذی هو تحصیل الحاصل
و قال ابن تیمیہ لا تستجب بل هو بدعة و قال قاضی ابن شہنہ یمنع و ابن العطار
یمنی ان یمنع و قال ابن الجزری لا یروی عن السلف ونحن بهم نقندی ثم قال و اجاب
بعضهم بجوازہ بل باستجابہ قیاس علی ما کان یهداء الیہ فی حیاته فی الدنیا ولما طالب
الدعا من عمر رضی اللہ عنہ و حث الامۃ علی الدعاء بالوسیلۃ ثم قال فان لم یفعل ذلک
فقد وان فعلت بہ فقد قیل بہ قال الکمال بن حمزہ الحسین الاحوط الترك ملخصاً
یہ سب اختلاف افراد ہے اور بصورتہا اجتہاد بالاتفاق بدعت ہوگا مگر یہ غم ملا لوگوں کا شکار ہے جو
یہ بدعت مذمومہ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ خدا رحم کرے۔

واللہ اعلم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ المحدثی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 14﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ قبروں سے ولی اللہ کے لیے دما مانگنا منت مانگنا سجدہ کرنا درست ہے اور ولی اللہ منت پوری کرتے ہیں۔

۲۔ گانا ناچنا ناجا درست ہے۔ بزرگان دین نے سنا ہے

۳۔ اگر کوئی مانتا قرآن کوٹ پتلون پہنا کرنا ہواس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب قبروں پر سجدہ کرنے گانے ناچنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور ائمہ دین کے نزدیک کیا حکم ہے؟ مولانا صاحب اپنے کو غنی اللہ جب کہتے ہیں جواب میری علماء دین کا ہونا چاہئے۔

۱۱ رمضان ۱۴۳۶ھ

مسلمانان قصبہ سدھ پور بزرگ و ریڈر عبدالحکیم خان

الجواب

اللهم رب زدنی علما۔

صفحہ ۲۳۵ جلد ناس در مختار میں بعد نقل اس روایت کے علامہ صفحہ ۱۱۱ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وان علم اولاً باللعب لا يحضر اصلاً سواء كان ممن يفتدى به اولاً لان حق الدعوة اتعاً يلزمه بعد الحضور لا قبله ابن كمال، و في السراج ودلت المسئلة ان الملاهي كلها حرام و يدعمل عليهم بلا اذنتهم لا تكار العنكر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء بنيت التفاق في القلب كما بيت الماء النيات قلت و في البزازية استماع صوت الملاهي كضرب قصب و تحو و حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية

والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر أى بالنعمة فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله
كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل الواجب ان يحسب كفى لا يسمع لما روى (الله) عليه
السلام ادخل اصبغه فى اذنه عند سماعه! الخ

(ترجمہ: اگر معلوم ہو کہ مجلس دعوت میں لہو و لعب ہوگا تو بالکل حاضر نہ ہو۔ خواہ وہ ان لوگوں سے ہو جن کی اقتداء
کی جاتی ہے یا نہ۔ کیوں کہ دعوت کا حق حاضر ہونے کے بعد لازم ہوتا ہے اس سے پہلے اس کا حق لازم نہیں
ہوتا۔ ابن کمال۔ السراج میں ہے کہ اس مسئلہ نے دلالت کی کہ لہو و لعب کی تمام باتیں حرام ہیں لہذا بری بات
کے انکار کے لیے ان کی اجازت کے بغیر ان کی مجلس چلا جائے۔ حضرت ایسی مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لہو
و لعب اور گانے کے آواز دل میں اس طرح نفاق آگاتی ہے جس طرح پانی نباتات کو آگاتا ہے۔ میں کہتا ہوں
بیزاریہ میں ہے لہو و لعب کی آواز جیسا کہ ہانس یا نرکل کو خاص انداز سے بھانا اور اس کی مانند دوسری آوازیں
حرام ہیں۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے لہو و لعب کی آوازوں کا سننا گناہ اس کی خاطر جیسا اللہ
تعالیٰ کی نافرمانی اور اس سے لطف اندوز ہونا نعمت کی ناشکری ہے کیوں کہ اعضاء کو ان اعمال کی طرف بھیر دینا
جن کے لیے ان کو پیدا نہیں کیا گیا اس نعمت کی ناشکری ہے، شکر گزاری نہیں۔ لہذا یہ حکم پوری طرح واجب ہے
کہ ان سے اجتناب کرنا کہ اسے ان کی آواز سنائی نہ دے۔ کیوں کہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے
سننے کے وقت اپنے کان میں انگلی ڈال دی تھی)

اور قیروں کو موجود سمجھ کر بڑبڑ عبارت مجددہ کرنا شرک ہے اور نہ لہا اس نیت سے تو کوئی بھی مسلمان نہیں
کر سکتا۔ رہا مجددہ کرنا یہ نیت قطعاً وہ پہلے پیغمبروں کی شریعت میں جائز تھا اور شریعت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام میں حرام۔

علیٰ بن ابی طالبوں نے بڑبڑ تپا یہ نصاریٰ پہنچا فسق ہے۔

لہذا ایہیہا ارتکاب امور مذکورہ مولوی صاحب اور حافظ صاحب دونوں فاسق ہوں گے اور فاسق کے پیچھے
نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے اور جو نماز مکروہ تحریمہ ہو اس کا ادا واجب ہے۔ حکذا فی الشامی والکبیری فقط

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتوی
ابو محمد محمد دین اعلیٰ الحنفی الشہیدی المفتی
فی جامع اکبر آباد



حدیث

﴿فتویٰ نمبر — 15﴾

سوال

و مائنا طعام الا الاسودان التمر و الماء

اس حدیث میں کھجور اور پانی کو اسود یعنی سیاہ فرمایا اس کا کیا مطلب ہے؟

سائل: مولانا غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہ جہان پور

۳۱ فروری ۱۹۴۶ء

الجواب

مدینہ کے کھجور سیاہ ہوتے ہیں اور محمد ترین خدا ہے اور پانی بھی جب زیادہ ہو جائے تو مائل پر سیاہی ہو

جاتا ہے اس واسطے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجمع الجمع میں ہے:

و مائنا طعام الا الأسودان أى التمر و الماء و السواد هو الغالب على نمرور المدينة

و وصف الماء به للتغليب

(ترجمہ: ہمارے لیے دو سیاہ چیزیں یعنی کھجور اور پانی کے سوا کھانا نہیں ہے۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں پر سیاہی کا

غلبہ ہوتا ہے اور تغلیب کے لیے پانی کا بھی یہی وصف بیان کر دیا)۔

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 16﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد بادشاہ جلال الدین اکبر کے زمانہ کی بنوائی ہوئی امتیازِ رنجانِ فوجدار کی ہے۔ اور اس مسجد کے متعلق جائیداد بھی ہے اور اس کی نسبت مقدماتِ عرصہ سے چل رہے ہیں۔ اور انہی مقدمات کی بابت ایک ڈگری بنام علیم الدین وغیرہ ہوئی اور علیم الدین کی گرفتاری بھی نکلوائی گئی اور انہی کے واسطے پہلے اسلام اہلاد کریں تو اس کی بابت شرع کا کیا حکم ہے؟ اور اہلاد دینے والے کیا اجر پائیں گے؟ جو کچھ بیان فرمادیں اس کا اجر پائیں گے۔ مقدمات ہائی کورٹ اور ضلع میں بابت اسی مسجد کے چل رہے ہیں اس کے واسطے بھی روپیہ درکار ہے۔

۲۲ شعبان ۱۴۳۶ھ

علیم الدین گمڑی ساز کناری بازار

احمد حسین وغیرہ کناری بازار ضلع مسجد امتیاز رنجان

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

مسجد مذکور کی نسبت جو مقدمہ چل رہا ہے مجھ سے زیادہ اہل شہر اس سے واقف ہیں اور کیفیت ڈگری سے بھی جس قدر اہل شہر کو علم ہے میں اس سے زیادہ واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔ میرے موقع پریشانی میں مطلقاً ہر مسلمان بنی مقلد خوش عقیدہ کی اہلاد بلاشبہ موجبِ اجرِ عظیم ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کی جس کا اعلان مسجدوں کی رہائی کے متعلق ہمیشہ اکثر جمعوں میں سنتے رہتے ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

ما كان العبد في عون اخيه المسلم كان الله في عون العبد او كما قال

ترجمہ: جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مددگاری میں رہتا ہے اللہ اس کی امداد میں رہتا ہے۔
اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کی کڑی مشکل پوری کرے۔ البتہ اس کی سزاؤں
ہوئی مشکلات قیامت کے دن آسان کرے گا۔

بحوالہ مسلم ابوداؤد ترمذی احمد غیر ہمہ الفاظ ذیل:

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه

اور یہ تو ظاہر ہے، اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿۶۷﴾ اِنَّمَا يَعْصِرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مِنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ترجمہ: بلاشبہ اللہ کی مسجدوں کو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان الائیں وہی آباد کرتے ہیں
اور حدیث صحیح میں ہے:

مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى لِلّٰهِ لَهُ يَبْتَائِ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: جو شخص اللہ کے واسطے مسجد بنا دے اللہ اس کے واسطے جنت میں گھر بناتا ہے۔ غلط

حورہ: العبد الراعی رتہ رہا القوی

ابو محمد مدنی ارعلی الرضوی الحنفی المنشی شہر اکبر آبادی جامع مسجد



طهارت

﴿فتویٰ نمبر — 17﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید نے بعد وضو کے اپنا سر کھواا اور اس کے اندام نہانی کو اور لوگوں نے بھی جو با وضو تھے دیکھا۔ اب ایسی حالت میں زید کا وضو اور ان لوگوں کا وضو جن کی نظر اندام نہانی پر پڑی قائم رہا یا نہیں؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللھم رب زدنی علما

حنیفوں کے نزدیک اپنا کسی غیر کا اندام نہانی دیکھنے سے تو قطعاً وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کسی غیر کے اندام نہانی پر قصد نظر ڈالنا ہیگا ہو کر کسی کو اپنی اندام نہانی دکھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ بعد وضو اگر کوئی پانی سے استنجا کرنا یا آب دست لینا بھول جائے اور یاد آنے پر استنجا پانی سے کرے یا آب دست لے لے جب بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس واسطے کہ وضو کے ٹوٹنے والی بالائے اتفاق اتنی باتیں ہیں۔

☆ اول ناپاک چیز کا شل زرد پیپ، لمبو کے یا چیشاب، پانخانہ، کلنا بدن انسان سے۔ خواہ سر کے پھوڑے سے پہنے یا زخم سے ہو یا پیٹ کے۔ خواہ پاؤں کے زخم یا پھوڑے سے خواہ آنکھ یا کان کے زخم سے یا پھنسی سے۔

اور نٹھے کے یہ معنی ہیں کہ اتنا خون وغیرہ نٹھے کی ٹٹھکی کی جگہ پھل جائے۔ اور خون کا قطرہ باریک باریک ظاہر ہو کر خشک ہو جائے اور مطلقاً نہ بہیں تو وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

معنیٰ اگر زخم یا پھوڑے سے خشک کپڑے جمل پڑیں یا زخم سے بغیر خون پیپ کے نکلی کی پھانس یا ٹکڑا نکل آئے خواہ نکلا جائے یا زخم یا پھوڑے سے یا مردار کو شست گرنے سے یا کاٹ کر جدا کر دیا جائے وضو نہیں ٹوٹتا۔

البتہ چٹاب پاخانہ کی جگہ سے اگر خشک کیڑا یا کنکر نکلے یا نکلا جائے پاخانہ کی جگہ سے باہری یعنی ہوا نکلے خواہ آواز کے ساتھ یا بلا آواز تو بلاشبہ وضو ٹوٹ جائے گا مگر غلط باہری (ہوا نکلے) کے شبہ اور وہیم سے وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

اور منہ بھرتے آئے خواہ پت کی قے کر دی ہو خواہ ترش ہضم کی ہو یا سودا کی یا کٹنا پانی خون بہا ہوا ہو یا بہتا ہوا تو بلاشبہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر دماغ سے بہا ہوا خون یا کٹنا ہی ہضم نکلے وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

علیٰ ہذا اگر کھانسی سے کٹنا ہی ہضم نکلے وضو نہ ٹوٹے گا۔

اور اگر نماز میں مسنون حالت پر کبھی بھی دیر سوتا رہے نہ وضو ٹوٹے گا نہ نماز ٹوٹے گی۔ مگر جب جاگے سونے کی حالت میں جو ارکان نماز ادا کئے ہیں یا کچھ بھی پڑھا ہے اس کو پھیر لے اور اس کا امامہ کرے۔ ورنہ اگر ارکان فرض یا قراست بقدر فرض کو دوبارہ نہ پھیرے تو نماز نہ ہوگی۔ مگر وضو بدستور قائم رہے گا۔

البتہ نماز میں التیات میں یا قیام وغیرہ میں ایسا ناقل ہو گیا کہ زمین پر گر پڑا ضرور وضو ٹوٹ جائے گا۔ اگر گرے کر تے درمیان میں ہوشیار ہو گیا وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر چٹ ہو گیا یا کروٹ پر ہو گیا یا ایسا کچھ لگا کر ہو گیا کہ اگر وہ جدا ہو جائے تو گر پڑے ضرور وضو ٹوٹ جائے گا۔

بہر نفع سونے کی حالت میں اس وقت وضو ٹوٹے گا جب اعضا اتنے ست ہو جائے کہ باہری (ہوا نکلے) کا گمان غالب ہو ورنہ مگر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی واسطے علامہ شامی صفحہ ۱۰۴ جلد اول رد المحتار مصری میں تحریر فرماتے ہیں:

☆ کہ جو شخص ایسا معذور ہو کہ ہر وقت اس کی ریاح خارج ہوتی رہتی ہے ایک ادنیٰ وقت نماز کا بھی نہیں گزرے تا مگر باہری (ہوا خارج ہوتی) رہتی ہے یا ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے تو اس کا وضو اگر اول وقت تلہر میں کیا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آئے اس خاص بیماری سے جس میں وہ مبتلا ہے خواہ وہ قطرہ کی بیماری ہو یا خون بہنے کی یا کوئی اور اس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔

لہذا اگر باہری کی بیماری ہو اور اول وقت عشا یا ظہر میں وضو کر کے سو جائے تو جب تک ظہر یا عشا کا وقت باقی رہے گا اس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔

اور سائل یا نفع مرچھوت اگر نماز میں اتنی آواز سے فس دیں کہ دوسرے سن لیں جب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ تاہم نفع کا نہ ٹوٹے گا۔ ان امور کے سوا اور کسی بات سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ درمختار ہدایہ شامی وغیرہ تمام کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے۔

حورہ: العبد الراعی رتقہ رہا الفتوی
ابو محمد محمد دینار علی الرضوی الحنفی
فی جامع اکبر آباد



﴿فتاویٰ نمبر — 18﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نوار یا اس کا ٹاک میں چڑھانا ناقض وضو ہے جیسے کہ فتاویٰ مالگیریہ میں لکھا ہے۔

وان استعط فخرج السعوط من القم وکان ملاء القم نقض وان خرج من الاذنین لا ینقض کذا فی السراج الوہاج

صفحہ ۴۰ سطر ۳۰ مطبوعہ دہلی مطبع احمدی ۱۲۷۸ھ

(ترجمہ: اگر کسی شخص نے ٹاک میں کوئی چیز چڑھائی۔ وہ چیز منہ سے باہر نکلی اور منہ پر ہتھوڑو ٹوٹ جائے گا اور اگر دونوں کانوں سے نکلی تو نہ ٹوٹے گا۔ السراج الوہاج)

لہذا اس کے مطابق بحوالہ فتاویٰ مالگیریہ یہ سچے مسئلہ میں ایک عالم اس نوار کا ناقض وضو کہتے ہیں کی وجہ سے یہ ہے فتاویٰ مالگیریہ میں لکھا ہے کہ خروج نوار کا اندرون دھن ناقض وضو ہے پس معلوم ہوا اس سے کہ تمباکو کی نوار لینے والے جو ناقل ہیں اس مسئلہ سے واجب ہے ان پر مادہ تمام عمر کی نمازوں کا۔

انتہی دلعظمہ رسالہ شرب الخمر صفحہ ۵۴ سطر ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴۔

مہربانی فرما کر جواب سے مرصحن منت فرمادی۔ خداوند کریم اجر دے۔

اس نوار کا لیرا، جنس اشخاص بالخصوص پیشوایان و امام نماز نے تو یہاں تک اختیار کر لیا ہے کہ جن نماز میں یعنی ختم امامت و جماعت یا جماعت تراویح کے ترویج میں بار بار ٹاک میں چڑھاتے ہیں اور تھوکنے کے وقت وہی نوار کا ٹھنگار یا جھم جھم طلق میں آ کر منہ سے برآمد ہوتی ہے۔ فتاویٰ مالگیریہ اور دیگر کتب فقہ کو بغور ملاحظہ فرما کر اطمینان فرمائیں۔ فقط زیادہ والسلام

۱۱ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

قاضی فضل احمد انسپٹر پولیس لودھیانہ پنجاب

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

عبارت فتاویٰ مالکیہ یہ ہے ظاہر ہے کہ سہوۃ یعنی ناس یا سوار اس وقت ناقض وضو ہے جب سہوۃ منہ سے منہ بھر کر نکلے اور منہ بھر کے نکلنے کی تعریف صحیح یہ ہے جو فتاویٰ مالکیہ یہ میں محیط سے نقل کی ہے۔

والحد الصحيح في ملاء الغم ان لا يملكه امساكه الا بكلفة و مشقة كذا في محيط
الرحمى ۱

☆ (ترجمہ: منہ بھر کی صحیح تعریف یہ ہے کہ اسے دقت اور مشقت کے بغیر روکنا ممکن نہ ہو)

اور منہ بھر کر نکلنا غیر ممکن ہے جب تک سہوۃ مدھونک جا کر مدھونک کی نجاست سے مل کر باہر نہ نکلے جس کو قے کہتے ہیں جو با اتفاق اگر منہ بھر کے ہوا قفس وضو ہے۔ چنانچہ یہ امر بہت ظاہر ہے اس دوسرے مسئلہ سے جو فتاویٰ مذکور صفحہ ۱۱ جلد اول میں مسئلہ مذکورہ سوال کے اوپر ہی مسطور ہے

ولو صب دهنًا في اذنه فعمك في دماغه ثم سال من اذنه او من انفه لا يفيض
الوضوء و عن ابي يوسف رحمة الله عليه ان خرج من فمه فعلبه الوضوء لانه لا يخرج من
الغم الا بعد ما وصل الي المعدة وهي محل النجاسة فصار له حكم القي: كذا في المحيط ۲
☆ (ترجمہ: اگر کان میں تیل پڑا یا وہ دماغ میں رک گیا پھر کان یا ناک سے بہا تو وضو نہ پڑے گا۔ اور حضرت
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ☆ کہ اگر وہ تیل منہ سے نکلا تو اس پر وضو کرنا لازم ہے کیوں کہ وہ
مدھونک میں پہنچے بغیر منہ سے نہیں نکل سکتا اور وہ نجاست کا مقام ہے اس کا گھم قے کا ہو جائے گا۔ محیط)

۱. الفتاویٰ العالیہ المعکبرہ مع ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۵۶ مطبوعہ المعکبہ پریس لاہور

۲. الفتاویٰ العالیہ المعکبرہ مع ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۵۴ مطبوعہ المعکبہ پریس لاہور

☆ اور یہی مضمون تمام کتب فقہ سے ثابت ہے البتہ نوار کا بلا وجہ اس کثرت سے نوگھنا خصوصاً نماز کے وقت جس کی دھانس اور بدیو سے امام سلمان نازیباں مسجد نوار نہ نوگھنے والوں کو تکلیف پہنچے بلاشبہ مکروہ ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے:

☆ کہ بعثت بدیو اور ایہ نازیبوں کے کبھی پیاز بسن کھا کر مسجد میں آنے سے سرور عالم ﷺ نے قلعہ ممانعت فرمادی:

حَبِثَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَكْلِ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَفْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا ۖ

☆ (ترجمہ: جس نے اس پودے سے کچھ کھلایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب بالکل نہ آئے) اور درختیاریں ہیں۔

ویکرہ اکل نحو ثوم و بفتح منه و کذا کل موذ ولو بلسانہ ۲

☆ (ترجمہ: مسجد میں بسن کی مانند بدیو درجہ کھانا مکروہ ہے اور اس سے روکا جائے گا اور ایسے ہی ایڑی اڑھینے والی ہر چیز سے روکا جائے گا) اگر کوئی زبان سے ایڑی اڑھینے سے بھی مسجد آنے سے روک دیا جائے گا۔

حورہ العبد العاصی رحمۃ ربہ التوفی

محمد دینار علی الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



- ۱۔ تصحیح البیاضی جلد ۱ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ دار الفکر
- ۲۔ تصحیح مسلم کتاب المساجد / ۱ مطبوعہ عیسیٰ الحلبی
- سنن ابی داؤد کتاب الاطعمہ حدیث رقم ۳۱
- اللوغیرہ من کتب الاحادیث التعلیل کے لیے ملاحظہ ہو
- موسوعہ اطراف الحدیث النبوی جلد ۸ صفحہ ۱۲۰، ۱۲۳
- ۳۔ الذر المختار مع رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۳۸۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر — 19﴾

سوال

غسل کے وضو سے اگر غسل مہند کیا جائے تو نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی کو مہند دیکھا گیا تو وضو میں کچھ خرابی آتی یا نہیں؟ اور اس سے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

غسل کے وضو کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگرچہ مہندی غسل کیا ہو۔ مگر اس واسطے کہ اپنی شرمگاہ یا دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اپنی شرمگاہ کو مہند چھو لینے سے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر دیکھنے سے تو ان کے نزدیک بھی نہیں ٹوٹتا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تو نہ دیکھنے سے ٹوٹے نہ چھونے سے۔ لہذا اگر شرمگاہ بعد وضو چھولی ہو تو بیجا غلطی امام شافعی رحمہ اللہ اگر وضو کر لے اور اسی ہے نہ کہ ضروری۔ فقط

حردہ العبد الراجی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دے ادر علی الرضوی البھمی

مسجد جامع اکبر آباد



ماہنامہ نمبر 20

سوال

جناب پیش امام صاحب بعد سلام سنت الاسلام درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر فرمائیں؟

- 1- حوض دہ درہ گز یعنی چالیس گز گھیرے کا ہے۔ کتنا گہرا ہونا چاہئے؟
- 2- حوض پر چھت ڈال کر پانی ڈھانپنا ہوتا کتنے حصے کو ڈھانپ سکتے ہیں یا تمام حوض کو کھلا رکھنا ضروری ہے۔
- 3- تھوک یا ناک سے نکلنے والے مواد کو پانی میں ڈالنے سے کچھ نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لیے حوض کے ساتھ علیحدہ ٹالی بنائی جائے تو بہتر ہے یا نہیں؟ حوض میں ڈالنے سے کچھ شرعی ممانعت تو ہونی چاہئے۔

سائل: محمد ساجی سلمان راجپوری

۹ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

حامداً ومصلياً و مسلماً و عليكم السلام و رحمة الله و بركاته

☆ حوض کم از کم دس گز لمبا اور دس گز چوڑا اور کم از کم اکتا گہرا ہونا چاہئے کہ اس میں بلا تکلف چلو بھر کر پانی لے سکیں اور پانی خراب نہ ہو۔ ☆ اور کسی کا تھوک سینک چونکہ پاک ہے پانی ان سے ناپاک نہیں ہوتا۔ مگر علیحدہ تھوک وغیرہ کے واسطے ٹالی بنانا اور ٹالی و افضل ہے تاکہ پانی صاف رہے اور لوگوں کو نفرت پیدا نہ ہو اور اگر بعد از سوئی جگہ کے باقی سب حوض پاٹ دیا جائے جائز ہے۔ اس طرح ہمارے فقہاء کی کتب حنفی میں ثابت ہے۔



﴿فتویٰ نمبر — 21﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چیزے کے موزوں کپڑے کے موزوں پر یا اون کراچی کے موزہ پر یا سوراخ دار موزہ پر مس کرنا درست ہے یا نہیں۔

سائل بدرالدین ۱۲ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

هو الملهم للحق والصواب

باتات کپڑا ٹاٹ وغیرہ کا موزہ جو اس قدر کاڑھا ہو کہ پانی نہ پھنکے اور بغیر باندھے ننگے سے چرنا رہے اس پر مس کرنا درست ہے۔ اور سوراخ بھر رتین انگلی پاؤں کے جو سب سے چھوٹی ہیں مس کرنا جائز کر دیتا ہے اور اس سے کم پر جائز ہے۔ فی المرافی الفلاح

ولو كان الخفان متخذين من شيء ثخين غير الجلد كلبد وجوخ وكرباس
بسمك على الساق من غير شد لا يشف الماء وهو قولهما وإليه رجع الامام وعليه
الفتوى لأنه في معنى المتخذ من الجلد. والرابع خلو كل منهما أي الخفين عن خرق قدر
ثلاث اصابع من اصغر القدم!

(ترجمہ: موزے اگر چڑے کے علاوہ کسی گھنی کٹی ہوئی چیز جیسے کدندہ موٹی کپڑا (کبل) کھدڑے بنائے ہوئے ہوں اور باندھنے کے بغیر پٹڑی پر رکے رہیں اور پانی ان سے گزر کر پاؤں تک نہ پہنچے (تو ان پر مس کرنا جائز ہے) یہ صاحبین کا قول ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف رجوع فرمایا اور اسی پر فتویٰ ہے کیوں کہ ایسے موزے چڑے سے بنائے ہوئے موزوں کے معنوں میں ہیں۔ (اور مس کرنا جائز ہونے کی کچھ قی شرط یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک قدم کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار کی بچھن سے خالی ہو) واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۵ء

﴿فتویٰ نمبر — 22﴾

سوال

ایک شخص کوئی جب بستر سے اٹھا غسل (فرض) پالیا اور وہ حاجت بیماری میں ہے یا موسم سردی کا ہے یا دہرا اور اسباب مانع ہیں۔ اگر نہائے تو اس کو ضرر پہنچے۔ اور نماز کا وقت موجود ہے تو ایسی حالت میں وہ کیا کرے؟ جنم اسے کیسا ہے؟ نماز ادا کرنا ہوگی یا نہ کرنا؟ نماز ادا کرے گا؟ اور ایسے شخص کو مسجد میں جانا اور کھانا کھانا کیسا ہے؟

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

بیمار یا ضعیف کو اگر نہانے کی حاجت ہو جائے اور مرض بڑھنے کا یقین ہو تو مجرد حیلہ جوئی نہ ہو لازم ہے کہ غسل کا جنم کر کے نماز پڑھے۔ ☆ اور چونکہ جنم غلیظہ غسل کا ہے جس طرح کھانا پینا مسجد میں جانا بعد غسل کے جائز ہے بعد جنم کے بھی جائز ہے۔ ☆ البتہ جب طاقہ غسل آجائے اور خوف زبانی مرض غسل سے نہ رہے غسل کرنا واجب ہو جائے گا اور جنم فوراً ٹوٹ جائے گی۔

حضور: العبد الراعی دامتہ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المنشی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 23﴾

سوال

ہاتھی پر امام چڑھ جائے اور نماز پڑھائے تو وہ نجس ہو گا یا نہیں؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

ہاتھی پر چڑھنے سے جب تک کوئی نجاست یا ہاتھی کا پسینہ نہ لگے کوئی ناپاک نہیں ہے۔ فقط

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 24﴾

سوال

دھوئی اگر روئی دار کپڑے کو دھوا دے تو پٹا پاک سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب

دھوئی اگر روئی دار کپڑا دھوا دے تو کوئی وجہ اس میں شہ کی نہیں ہے کیوں کہ روئی کے کپڑے کا یہی حکم ہے کہ اس کو ہلکے طرح چھڑ دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ کذا فی منیۃ المصلیٰ!

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱) منیۃ المصلیٰ : صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور

وقبل إذا غسل الثوب مرة وعصره بالماء الغليظ بطور وقيل لا يطهر ما لم يغسل ثلاث مرات ويحصر في

كل مرة والفتوى على الأول

(ترجمہ: بعض ماء نے فرمایا جب کپڑے کو ایک مرتبہ دھویا اور خوب نیچے دیا تو پاک ہو جاتا ہے اور بعض ماء نے فرمایا جب تک تھن بار

نہ دھویا جائے اور ہر بار نہ نیچے دیا جائے پاک نہیں ہوتا اور فتویٰ پہلے قول پر ہے)

﴿فتویٰ نمبر — 25﴾

سوال دستیاب نہ ہو سکا۔

الاجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

جب تک نجس پانی کے دودھ وغیرہ میں ملانے کا یقین نہ ہو اس دودھ دی کا بلاشبہ کھانا جائز ہے۔
☆ مجرد شہ سے کوئی شے ناپاک نہیں ہو جاتی۔ اور جس کا مسلمان کو کھانا پینا جائز ہے اس کا ثواب پہنچانا بھی عبادت ہے۔ فاتحہ والا جائز ہے۔ ☆ اس واسطے کہ اصل ہر چیز میں شرما طہارت ہے۔ تا وقتیکہ یقین نجاست نہ ہو جائے کوئی شے نجس نہیں ہو جاتی۔

☆ البیقین لا یزول بالشک قاعدة مسلمہ فقہاء ہے۔ ☆ مگر حتی المقدور مشرکوں کے کھانے پینے کی چیزوں سے بچنا افضل ہے۔ اور ان کا استعمال میں لانا مکروہ۔
چنانچہ صفحہ ۴۸۳ جلد ناس فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

ويكروه الاكل والشرب في اواني المشركين قبل الغسل مع هذا لو اكل او شرب فيها قبل الغسل جاز ولا يكون آكلا ولا شارباً حراماً وهذا اذا لم يعلم بنجاسة الاواني فاما اذا علم فانه لا يجوز ان يشرب وياكل منها قبل الغسل لو شرب او اكل كان شارباً و آكلاً حراماً وهو نظير سور الدجاجة اذا علم انه كان على منقارها نجاسة فانه لا يجوز التوضي به والصلوة في سراويلهم نظير الأكل والشرب من اوانيهم۔

☆ (ترجمہ: مشرکین کے برتنوں میں ان کو دھونے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی دھونے سے پہلے ان میں کھائی لے تو جائز ہے۔ ایسی صورت میں وہ حرام کھانے پینے والا نہ ہوگا۔ یہ حکم اس

صورت میں ہے جب کہ اسے ان برتنوں کے ٹپاک ہونے کا علم نہ ہو۔ اور جب اسے ان کا ٹپاک ہونا معلوم ہو جائے تو ان سے کھانا چینا جائز نہیں ہے جب تک دھو کر ان کو پاک نہ کر لے۔ اگر ایسی حالت میں کھایا یا پیا تو حرام کھانے اور حرام پینے والا ہوگا۔ اس کی مثال مرغی کے جھوٹے کی سی ہے کہ جب معلوم ہو کہ اس کی چونچ پر نجاست ہے تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان کے پا جاموں اور دستہ کپڑوں میں نماز ادا کرنا ان کے برتنوں میں کھانے پینے کی مانند ہے۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المنصی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 26﴾

سوال

مردہ کی چیرا بھاڑی سے وضو یا غسل میں تو کچھ خرابی نہیں آتی؟

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللہم رب زدنی علما

مردے کی چیرا بھاڑی سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا نہ غسل۔ البتہ اگر اس کا خون یا گوشت ناپاک بدن سے لگ

جائے اس کا دھونا اور پاک کرنا ضرور لازم ہے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد





﴿فتویٰ نمبر — 27﴾

سوال

عید میں اذان کس طرح ہے اور کون آیا ہے اور پچھیر کس طرح پڑھنا چاہئے پچھیر تحریر میں شامل ہے یا نہیں اس کا مسئلہ تحریر فرمائیے گا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

عید کے دن نہ اذان کہنا سنت ہے نہ پچھیر کہنا۔ ﴿اگر راستہ میں آجسنا آہستہ عید گاؤں تک آ دی آتے نظر آئیں اور وقت تک ہو تو رومال وغیرہ سے اشارہ کر دینے کا الصلوٰۃ جامعہ پکار دینے کا مضائقہ نہیں۔ پچانچہ صفحہ ۱۱۰ فتح القدیر مطلوبہ مخرج الہدایہ میں ہے:

فلا يؤذن للعید والكسوف وفي مسلم عن جابر بن سمرہ صلیت مع رسول اللہ ﷺ العید غیر مرة ولا مرونین بغیر اذان ولا اقامة ﴿و عن عائشة رضی اللہ عنہا عسفت الشمس علی عهد رسول اللہ ﷺ فبعث متادبا نادی بالصلوٰۃ جامعۃ﴾ فقط ﴿ترجمہ عید اور کسوف کی نماز کے لیے اذان نہ پڑھی جائے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز عید ایک بار دہریہ نہیں کئی مرتبہ بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی۔ ﴿حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن لگا آپ نے نماز کرنے والے کو پکیرا کہ کہے کہ نماز پڑھا جماعت ہونے والی ہے﴾

حررہ: العبد الراعی ذلتہ رب القوی

ابو محمد محمد علی اعظمی الرضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر — 28﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد فتن کرنے میت کے قبر کا مسدود کر کے اور مٹی ڈال کر اس موت پر اذان دینا کیسا ہے۔

۷۷ شعبان ۱۴۳۶ھ اسٹنٹ پرنٹنگ ہاؤس بریلی مسکون تاج گنج آگرہ کراہی

الجواب

و هو الموفق. بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اذان کہنا فتن کے وقت یعنی ڈالنے سے پہلے یا پیچھے مقتدین فقہاء کے نزدیک کہیں نظر سے نہیں گزرا اور علماء متاخرین سے بعض مستحب فرماتے ہیں اور بعض اس کی تردید فرماتے ہیں چنانچہ صفحہ ۲۸۳ درالبحار میں ہے:

قد حسن الأذان لغير الصلاة كما في اذن المولود والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان أو بهيمة وعند مزدحم الجبش وعند الحريق وعند انزال الميت القبر قباسا على اول خروجه للندبا لكن رده ابن حجر في شرح العباب تقول الغبلان اي عند تمرد الجن لخبر صحيح فيه القول ولا بعد فيه عندنا الخ اي لأن ما صح فيه الخبر بلا معارض فهو مذهب للمجتهد وان لم ينص عليه لما قد مناه في الخطبة عن الحافظ ابن عبد البر والعارف الشعراني عن كل الائمة الاربعة انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبي على انه في فضائل الاعمال يجوز العمل بالحديث الضعيف^۱۔

(ترجمہ: بلاشبہ نماز کے علاوہ اور مواقع پر اذان مسنون ہے جیسا کہ نو مولود، غم میں چلا امرگی کے مریض، غصے والے اور انسانوں اور چوپایوں میں جس کے اخلاق میں برائی آ جائے ان سب کے کانوں میں فوج کے تھمکنے، آگ لگنے اور میت کے قبر میں اتارنے کے وقت اذان مسنون ہے۔ لیکن حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح العباب میں اس کی تردید کی ہے۔ ان مواقع کے علاوہ جنات کی سرکشی کے وقت بھی اذان پڑھنا مسنون ہے کیوں کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں ہے۔ کیوں کہ جس عمل کے

بارے میں معارض صحیح حدیث وارد ہو وہ مجتہد کا مذہب ہوتا ہے اگر اس پر مجتہد نص بیان نہ کرے کیوں کہ خطبہ میں ہم حافظ ابن عبدالبر اور عارف شعرائی نے ابنہ اربعہ سے پیارا ثناء نقل فرمایا ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میراث مذہب ہے۔ علاوہ بریں حدیث فضائل اعمال میں وارد ہے جہاں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے)

لہذا اگر اذان وقت فتنہ لگی جائے اس میں مزاحمت کرنا ہرگز نہ چاہئے اور اس وجہ اس کا ثبوت بھی نہیں ہے کہ ضروری لگی جائے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی
ابو محمد محمد دیدار علی لکھنوی الشہیدی المفتی شہر آگرہ۔
واعظ جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 29﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کہ تکبیر صنف میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر مقتدی کہے یا دروازہ مسجد سے تکبیر شروع کرے اور چلتا جائے اور صنف اول تک ختم کر دے جس طرح یہاں لاہور میں مولانا اکرام الدین صاحب بخاری امام مسجد وزیر خان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تعامل علماء بخارا اسی طرح ہے۔

۳۰ رجب ۱۴۳۶ھ

فضل الدین طالب علم

جماعت الاسلام لاہور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

درختار مطلوبہ مصر علی ہامش رد المحتار کے صفحہ ۲۹۹ میں ہے

کرہ مثبہ فی اقامتہ!

(ترجمہ: تکبیر میں چلنا مکروہ ہے)

قال الشافعي رحمه الله

قوله: کرہ ذکرہ فی روضۃ الناطقی و اختلفوا عندا تمامها ای عند قد قامت

الصلوۃ فقبل بنمھا ماشیا و قبل فی مکانہ اماما کان المؤذن او غیرہ و هو الاصح کما فی

البدائع و فصر فی السراج الخلاف علی ما اذا کان اماما فلو غیرہ بنمھا فی موضع البدایۃ

بلا خلاف!

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۰۰۵۹ مطبوعہ دار الفرائد العربی بیروت

(ترجمہ: قولہ: بکبیر میں چلنا مکروہ ہے۔ روحہ التالیفی میں اسے ذکر کیا۔ قامت کے انتہام یعنی قد قامت الصلوٰۃ کے وقت چلنے میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا اسے چلنے تکمیل کرے اور بعض نے فرمایا اپنی جگہ پر کھڑا رہ کر اسے

تکمل کرے اگرچہ مؤذن ہی امام ہو یا امام اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔ صحیح قول یہی ہے جیسا کہ البدائع میں ہے۔ اور السراج الوہاب میں اختلاف صرف اسی صورت میں ذکر کیا ہے جب کہ مؤذن خود امام ہو اور اگر امام کوئی اور ہو تو جس جگہ کھڑے ہو کر قامت کا آواز کیا تھا اسی جگہ پر اسے تکمیل کرے اس سے میں کوئی اختلاف نہیں ہے)

یعنی صحیح قول تو یہی ہے کہ مکبر امام ہو خواہ مؤذن مقتدی جہاں بکبیر شروع کرے وہاں ہی ختم کرے۔ اسی طرح بدائع الصنائع میں ہے مگر بعض فرماتے ہیں کہ اگر امام ہی مؤذن و مکبر ہو تو بکبیر صبح اولیٰ میں کہہ کر قد قامت الصلوٰۃ کہتا ہو مصلیٰ تک تمام کر دے اور اگر مکبر مؤذن غیر امام ہے تو بالافتاق جہاں بکبیر شروع کرے اسی جگہ تمام کر دے

حورہ العبد الراجی رحمہ ربہ

ابو محمد محمد دین ارطیٰ الحنفی المفتی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 30﴾

سوال

انگوٹھے (چومنا) و تہ نام بخیر علیہ السلام بعض کتب مثل جامع الرموز کنز العمال و زائد الروایات وغیرہ مستحب لکھا ہے۔ مولانا عبدالحی انار اللہ برہانہ نے حدیث مرویہ اور روایات منقولہ کو ضعیف الائن اعتبار نہیں فرمایا ہے۔ لہذا کیا ہوگا؟

سائل: مولوی مطیع اللہ صاحب توپ خانہ جامع مسجد

۱۳ اپریل ۱۹۱۶ء

الجواب

هو المصوب

تقبیل الیہا میں وقت نام رسول علیہ السلام بعض روایات ضعیفہ میں وارد ہے۔ جن کی بات بعض نے ضعف کا خیال اور بعض نے موضوع فرمایا ہے۔ لہذا جو تقبیل کرتا ہو اس کی منع نہ کیا جائے گا اور جو نہ کرتا ہو اس کو تکم نہ دیا جائے گا۔ کیوں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل منع نہیں اور لا یصح لا یثبت کے لکھ دینے سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تختہ میں دربارہ ضعف و موضوعیت حدیث مسیح علی الرقبہ لکھا ہے۔

د) (الف) بعض فقہاء (تقبیل الیہا میں) راہ مستحب نوشتہ اند و حدیث یم فرویں باب نقل می سؤند

مگر صحیح نیست۔

(زیر بعض فقہاء نے انگوٹھے پونے کے مستحب لکھا ہے ہر ایک حدیث کی اس بارے میں نقل کرتے ہیں لیکن وہ حدیث صحیح نہیں ہے) مجموعہ فتاویٰ و جوابات عید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۳ مطبوعہ ملک مراد علی کشمیری بازار لاہور۔

(ب) اما فی الاذان فقد ورد فلک (ای تقبیل الیہا میں) فی اسناد متروکہ و موقوفہ کلھا ضعیفہ و لا یصح فی هذا الباب حلیث مروج۔ السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ جلد ۲۔ صفحہ ۳۶:

سہیل اکیلمی لاہور

قال احمد بن حنبل في شرحه الفتح المبين لانه ان كان صحيحا في نفس الامر فقد اعطى حقه والا لم يترتب على العمل به مفسدة تحليل و تحريم ولا ضياع حق للغير ۲

(ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح الفتح المبين میں فرمایا چونکہ یہ حدیث درحقیقت صحیح ہے لہذا اسے اس کا حق دیا جائے گا بشرطیکہ اس پر عمل سے کوئی فساد نہ پڑے جیسا کہ حرام کو حلال قرار دینا یا حلال کو حرام قرار دینا اور نہ ہی اس سے کسی کے حق کا ضائع ہونا لازم آئے)

(وفیہ) و ذلك لبس من باب الاختراع في الشرع و انما هو ابتغاء فضيلة و رجاء

جامع اما وہ ضعه من غير ترتيب مضره عليه ۳ انہی

(ترجمہ: شریعت میں یہ خود ساختہ حکم کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ یہ عمل فضیلت کے حاصل کرنے اور اس کی امید کے لیے ہے یا وجود کے ضعف کی علامت موجود ہے اور اس پر کوئی نقصان بھی مرتب نہیں ہوتا)

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس فعل کو مسنون یا واجب سمجھنے سے انکار فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔
قرابت یا مکروہ یا عدم احتیاط مشائخ مرقوم نہیں فرمایا جو باعث تکلیف ہو۔

هذا ما سنح لي عند التحقيق و الله اعلم و حكمه احکم۔

کتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱۔ الفتح ۳/۱۱۱ "نسخة الطلحة" کے حاشیہ میں المطبع المصطفائی (۱۳۱۱ھ) کو روادارۃ المعارف والعلوم الاسلامیہ کراچی (۱۳۱۹ھ) دونوں مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے لیکن یہ کتابت کی نقلی معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ نسخة الکملة علی سواشی نسخة الطلحة مع نسخة الطلحة ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ در مجموعہ رسائل النکوی، جلد اول سنہ ۲۵۹ مطبوعہ دارالقرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۳۔ نسخة الکملة علی سواشی نسخة الطلحة مع نسخة الطلحة ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ در مجموعہ رسائل النکوی، جلد اول: صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ دارالقرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

﴿فتویٰ نمبر — 31﴾

سوال

زمانہ طاعون و وبا میں اذان دینے میں بعض مقام پر بعد دفن مردہ اذان کا رواج دے دیا ہے۔ اس کی شرع میں کہاں تک اصل ہے۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب
امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔
۷ اکتوبر ۱۵۰۰ھ

الجواب

زمانہ طاعون میں اذان دینا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ ہاں وقت نزولِ بلیہ تکبیر و دعا کا حکم ہے۔ دلی اعمال نے اس کو دفعہ کے واسطے حرم کچھ کر جاری کر دیا ہے۔

کتابہ: اہلسنی السید محمد اعظم شاہ فرود



﴿فتویٰ نمبر — 32﴾

سوال

اگر دو یا چار رکعت کی نیت باندھی اور پھر نماز میں خیال آیا کہ نیت غلط باندھی یعنی بجائے دو کے چار یا چار کے دو کی باندھ لی تو کیا کرنا چاہئے؟

۲۹ رمضان ۱۴۳۹ھ ڈاکٹر صغیر حسین کلاب خان آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

نیت نام دل کے قصد کا ہے۔ لہذا قیل تکبیر تحریر میں اتنا قصد ضروری ہے کہ میں تکبیر کی نماز پڑھتا ہوں یا عصر کی قضا پڑھتا ہوں یا ادافرض پڑھتا ہوں یا سنت۔ چنانچہ اگر وضو کے وقت یا گھر سے مسجد کو چلنے کے وقت بھی یہ قصد دل میں ہو اور وقت تکبیر تحریر مطلقاً کسی امر کا خیال نہ رہے اور اس وقت سے تکبیر تحریر تک علاوہ چلنے کے کوئی امر مفید نماز مثل بات وغیرہ کے سرزد نہ ہو تو وہ نیت بھی معتبر ہوگی۔

☆ اور اگر قیل تکبیر تحریر نہ وقت تکبیر تحریر مطلقاً کچھ بھی نیت نہ ہو اور بعد تکبیر تحریر میں قصد کیا جائے کہ میں تکبیر کے فرض پڑھتا ہوں یا سنت بقول قوی و مفتی یہ معتبر نہ ہوگی۔ اور بعد اس نیت کے اگر تکبیر تحریر دوبارہ نہ کی جائے گی تو نماز نہ ہوگی۔ کو بقول علامہ کرنی بعد تکبیر تحریر بعد رکوع تک بھی نیت کر لی جائے گریہ غیر مفتی ہے۔

☆ اور زبان سے نیت کرنا بغرض صحت عزم قلبی مستحب و مستحسن ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۳۶ ہدایہ مبلوہ معرر الشروح الامارہ میں ہے:

والمعتمد على التكبير كالقائم عنده اذا لم يوجد ما يقطع و هو عمل لا بليق بالصلاة ولا محبر بالمناخلة حها عنه لان ما مضى لا يقع عبادة لعدم الثبة وفي الصوم جواز للضرورة والثبة هي الارادة والشرط ان يعلم بقلبه اى صلاة يصلى اما الذكر باللسان فلا معتبر به و بحسن ذلك

لا جتماع عزمته ثم ان كانت الصلوة فلا يكتفيه مطلق التوبة وكلنا ان كانت متفقى الصحيح و
ان كانت فرضا فلا بد من تعيين الفرض كالظهور مثلا لا اختلاف الفروض^۱

(ترجمہ: تکبیر تحریر سے پہلے نمازی کا کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اس کے پاس کھڑا ہو جب تک اس کو
قطع کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے اس کا صرف کھڑا ہونا نماز میں شمار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک ایسا عمل ہے جو
نماز کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اور تکبیر تحریر کے بعد نیت کا اعتبار نہیں ہے کیوں کہ نیت سے پہلے جو نماز کا حصہ
ادا ہوا وہ عبادت نہیں ہوا کیوں کہ اس میں نیت شامل نہیں ہے۔ اور روزے کی صورت میں جواز ضرورت کی بنا پر
ہے۔ اور نیت کے لیے شرط یہ ہے کہ اپنے دل سے جانے کہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے۔ صرف زبان کے
ساتھ اس کا ذکر کرنے کا اعتبار نہیں ہے اور دلی ارادہ کے ساتھ اس کا جمع ہونا مستحسن ہے۔ پھر اگر نماز نفل ہو تو
مطلق نماز کی نیت کافی ہے صحیح قول کی رو سے سنت میں بھی حکم یہی ہے۔ اور اگر نماز فرض ہو تو فرض کو متعین
کرنا مثلاً ظہر کی نماز ادا کرنا ہوں لازم ہے کیوں کہ فرض نمازیں مختلف ہیں)

اور تعداد رکعات میں اگر خطا ہو جائے مثلاً فرض ظہر میں دو کی نیت کرے اور فجر میں چار کی نیت کرے
تو اس سے نماز میں کچھ نہیں ہوتا۔ جب ظہر کی پوری چار ادا کر لے اور فجر کی خطا دو رکعت پڑھے۔ چنانچہ ۳۰۹ اور
عنا مطلبہ مصرع الثانی میں ہے:

ولا بد من التعيين عند التوبة لفرض و لو قضاء و واجب دون تعيين عدد ركعاته

لحصولها ضمنا فلا يضر الخطأ في عددها^۲ مختصرا بقدر الحاجة

(ترجمہ: نیت کے وقت فرض اگر چہ قضا ہو اور اسی طرح واجب نماز کی تعیین ضروری ہے۔ ان کی رکعتوں کو
متعین کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ ان کی نیت اس کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص ان کی تعداد
میں غلطی کر دے تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا)

حروہ: العبد الرائي رمت ربه بالحق

ابو محمد محمد بن ابراہیم الرضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر — 33﴾

سوال

کیا وجہ ہے کہ جب حدیث صحیح لا صلوة الا بفتحہ الکتاب موجود ہے تو اس کے سائل کو احناف خانی کہتے ہیں۔ حدیث جو درجہ صحت کو پہنچ گئی اس کا سائل کس طرح خانی ہوگا۔ جواب مختصاً نہ صحیحاً نہ مرقوم ہو۔
سائل: عزیز اللہ خان بہاول

۲۶ مارچ ۱۹۱۶ء

الجواب

هو المصوب

حدیث کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے معنی یا مطلب بھی صحیح ہوئے۔ خصوصاً جب کہ ترکیب ثخوی اور اسلوب اہل عرب مختلف ہو۔ یہاں پر طرف فائزہ الکتاب کا محذوف ہے اور ہر جگہ طرف کا محذوف ہونا واجب ہے۔ پس عبارت یہ ہوئی کہ ☆ لا صلوة کاملة الا بفتحہ الکتاب ر
☆ (ترجمہ: فاتحہ الکتاب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی)
☆ جس طرح لا وضو الا بالسواک ر
(ترجمہ: سواک کے بغیر نماز نہیں)

☆ لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد ر

۱۔ اسنن الترمذی جلد اول صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت

شیران الفاہ سے یہ حدیث مروی ہے لا صلوة لمن لم یقرأ بفتحہ الکتاب

اسنن ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

شیران الفاہ سے مروی ہے۔ لا صلوة لمن لم یقرأ فیہا بفتحہ الکتاب

۲۔

۳۔ الجامع الصغیر مع شرحہ فیض القلیب جلد ۶ صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

(ترجمہ: مسجد کے پڑوسی کی غماز سوائے مسجد کے نہیں ہے)

اور یہ خیال غلط ہے کہ حامل حدیث صحیح نامی ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کے معنی نہ معلوم ہوں اور عمل کرے گا تو بے شک نامی ہوگا۔ قریب مہلغ اوعی من سامع را حدیث موجود ہے یعنی سننے والے سے زیادہ نہ سننے والا سمجھنے والا ہوتا ہے اگر معنوں میں حصر لیا جائے گا تو اول اس کی سند چاہئے اور اگر عموم کیا جائے تو سینکڑوں احادیث کے معنی بگڑ جائیں گے۔

☆ چنانچہ لا مہدی الاعبسی ۲

(ترجمہ: یعنی علیہ السلام کے بغیر کوئی مہدی نہیں)

☆ لا فنی الاعلیٰ ۳

(ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی جواں نہیں)

وغیرہ پس احادیث جو عدم جواز میں وارد ہیں ان کو اور اس حدیث کو مطابقت کیا جائے گا۔ پس یا تو یہی تعارض دونوں کو چھوڑ دیں گے اور کتاب اللہ پر عمل کریں گے اور کتاب اللہ دوبارہ عدم قرأت مطلق ہے۔

اذا خرج القرآن فاستمعوا له وانصتوا ۴

(ترجمہ: جب قرآن مجید پڑھا جائے سنو اور خاموش رہو)

یا کثرت مالمین اصحاب پر جن میں مجتہدین خصوصاً خلفائے اربعہ کا فعل الاتق حجت علی بغیر ہوگا اور وہاں بھی عدم قرأت مرجع ہے لہذا اصل استاف مطلقاً بالکل صحیح ہے اور اس کے خلاف خطا ہے۔

والله اعلم و حکمہ احکم هكذا فهم من المیزان للشعرانی فلیفطر الیہ۔

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی

۱۔

۲۔

۳۔

۴۔ القرآن الحکیم۔ سورہ الاعراف آیت: ۲۰۳

﴿فتویٰ نمبر — 34﴾

سوال

قرآن مجید کو تجویہ سے پڑھنا کیسا ہے۔ اصل عرب گج پڑھتے ہیں باطل ہند۔ حرکات زیر و پیش معروف پڑھنا چاہیے یا مجہول۔ زیر حرکات کو معروف مثل علمائے عرب کے پڑھتا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں اور غلط بتاتے ہیں۔ طریقہ تعلیم و تلاوت میں قراء عرب کی تقلید جائز ہے یا حفاظ ہند۔

سائل: حافظہ رحمت اللہ

مدرسہ اسلامیہ کھارآگرہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

قرآن شریف کو اس قدر (تجویہ کے ساتھ) پڑھنا کہ جس میں وہ غلطی جس سے معنی کا تضاد لازم آئے اس سے محفوظ رہے واجب ہے۔ ہند اور بقیہ ایشیائی ممالک و اسیام و ہندوستان کا جانا افضل و مستحب ہے۔ اور قرآن شریف مطابق لغت عرب و تفسیر مجاہد کے پڑھے۔

حدیث میں وارد ہے :

☆ تعلموا اللحن فی القرآن کما تتعلمونہ ۱

(ترجمہ: قرآن مجید میں لحن کو سیکھو جس طرح کہ خود اس کو سیکھتے ہو)

☆ واللحن اللغة والنحو وایضا الخطاء فی الاعراب فهو من الاضداد مجمع البحار ۲

☆ (ترجمہ: لحن کا معنی لغت اور نحو ہے نیز یہ لفظ اعراب میں غلطی کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے یہ لفظ اضداد

سے ہے)

قراء و القراء بلحون العرب وأصواتها وإياکم ولحون أهل العشق ولحون أهل

۱۔ مجمع بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۴۸ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ

۲۔ مجمع بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۴۸ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ

الکتابین هو والإلحان جمع لحن هو التطريب وتر جبع الصوت وتحسين القراءة والشعر والخاء ۱

(ترجمہ: قرآن مجید کو عربی خوش آواز اور عربوں کی آوازوں کے ساتھ پڑھنا پہلے عشق اور پہلے کتاب کی سروں سے پرہیز کرو۔ لحن اور الحان دونوں لحن کی جمع ہیں اس کا معنی ہے نثر کا انا آواز کو سنانا، گانے، شعر اور قراءت کو اچھی طرح سے ادا کرنا)

ملا علی قاری شرح منظومة الجزری رحمه الله عليه میں لکھتے ہیں

الواجب علی القاری ان یعلم من علم النحو للقران المعجد مقدار ما یمتنع عن اللحن الجلی المخل للمعنی واما ما زاد علی ذلک من الترقیق والتفخیم والمدود و الادغام فهو امر مستحب انھی (حذیقہ) ۲

(ترجمہ: قاری پر واجب ہے کہ قرآن مجید کے لیے نخواستی مقدار میں یککھے جس سے وہ لحن جلی سے بچ سکے جو معنی میں خلل انداز دیتا ہے اور اس سے جو امور زائد ہیں جیسے باریک پڑھنا، پڑھنا، پڑھنا، پڑھنا اور تمام یہ مستحب امور ہیں)

اعراب کا معروف پڑھنا عموماً مکروہ ہوگا کیوں کہ اکثر جگہ (لبا بالسنہم ۳) کا حکم لازم آئے گا۔ مثلاً واعنا ۴ واعنا ۵ پڑھنا تو غلط ہوگا اور حروف عدو لین کا فرق دشوار ہوگا۔ اور تقلید ان پہلے عرب کی ہوگی جو صحت و لحن جانتے ہیں والافلا ۶ حکذا فی کتب القراء ۷ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (علمائے قراءت رحمۃ اللہ علیہم کی کتابوں میں اسی طرح ہے)

کتبہ: المکتبۃ الشیخ محمد اعظم شاہ علی عنہ

۱	مجمع بحار الانوار	جلد ۴	صفحہ ۴۸	مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ
۲	المح الفکرۃ شرح المغلۃ الجزویۃ	صفحہ	مطبوعہ قراءت اکبلمی لاہور	
۳	الفرآن الحکم	سورۃ النساء:	آیت: ۳۶	
۴	الفرآن الحکم	سورۃ البقرۃ:	آیت: ۱۰۳	

﴿فتویٰ نمبر — 35﴾

سوال

ضواد پڑھیں یا نعواد؟ قول فیصل کیا ہے۔

سائل: مولوی علاء الدین شجاع کھیری اورادھ

۱۱۵ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

دراصل نہ ضواد ہے نہ نعواد بلکہ ضواض پڑھا جائے۔ زبان کی جڑ کو داڑھ میں لگا کر پڑھو تو نہ دوا نہ ہونہ

نعواد۔ یہ ہے قول فیصل۔

اور رسالہٴ مرسلہ میں نے دیکھا اس میں صرف اس قدر ہے کہ جو مشتبہ الصوت حروف ہیں ان کو ایک

دوسرے کی جگہ پڑھنے سے نماز قاسد نہیں ہوتی۔ باقی یہ نہیں ہے کہ ض کو ظ اور ص کو س قصد نہ پڑھا کرو۔

واللہ اعلم و حکمہ احکم

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 36﴾

سوال

ضوادلفظ عربی میں کس طرح ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فارسی ہندی لوگوں کو غلط چھٹا جائز ہے۔ افسوس اس مسئلہ کا ایک فیصلہ نہیں ہوا متصل جواب دیا جائے۔
ایک رسالہ اوشا دفی سلسلۃ الضاد بھی ارسال کروں گا۔

سائل: مولوی علاء الدین شاہ حسن

پرگنہ کچیری موضع رنگھ

۲۳ فروری ۱۹۱۶ء

الجواب

اس مسئلہ میں اصل حرف اس قدر ہے کہ ضوادمشابہ دال ہے یا ظ کے ہے۔ بس سب کے نزدیک مشابہت کا ہے۔

اس کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ ظ کے لچہ سے پڑھا جائے یہ بالکل غلط ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ڈڑظ مض مں ش سب ایک ہی آواز ہو جائیں۔ کیوں کہ ڈڑٹ ظض خرن ڈٹ اور ظض کاس مں کا الگ ہے یا قریب قریب ہے۔ بس معلوم ہوا کہ قرب مخارج کو اتحاداً آواز لازم نہیں۔ بلکہ ہر ایک حرف اپنی اصلی صفت سے علیحدہ دوسرے حرف سے ہے۔

ض کا ادا کرنا زبان کی جڑ کو دانتوں سے گز کر ہے جس میں آواز دال اور ظ کے درمیان رمتی ہے اور جو اس پر قادر نہ ہوں جیسے فارسی میں تو ان لوگوں کو جس لچہ میں پڑھیں جائز ہے۔ اور اب ہند کو خواص میں یہ کہا جاتا ہے کہ ضواد یعنی آواز صو۔ جو ملائے قدیم کا دستور ہے اور یہ خیال مغل ہے کہ لفظ ضاد دراصل ظ یا ڈ ہے تو ایک حرف قرآن سے حذف ہو گیا۔ جس کی بابت ارشاد ہے:

☆ انا افصح من نطق بالضاد۔

(ترجمہ: میں ضاد کا نطق کرنے والوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں)

دوسرے قاری یا ہندی میں 'ح'، 'ث'، 'ض'، 'ط'، 'ع'، 'ق'، 'ذ' نہیں آتے تو مناسب ہے کہ یہ لفظ پڑھانے سے نکال دیئے جائیں اور اکثر غیر مقلدین دھوکہ دیتے ہیں اور دھوکہ کھاتے ہیں۔

صرف ضاد میں اس قدر طوالت ہی کیا اور حرفوں میں یہ حکم نہیں ہے کہ اگر بدل کر پڑھے گا تو نماز نہ ہو گی؟

اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ طلب بات نہیں ہے۔ ربی علماء کی تحقیق تو وہ قیامت تک جاری رہے گی۔ عوام کو اس میں الجھی لینا غیر مناسب ہے۔ ان کو مفتی پہ مسئلہ پر عمل کافی ہے۔ خیر اس میں ہے کہ اس حرف کو نہ تو دال پر حاء جائے اور نہ ظ بلکہ درمیانی حرف زبان کی جڑ کو داڑھوں میں رگڑ کر ٹکا لو تو صاف ٹکنا ہے۔ ذرا سی توجہ درکار ہے۔ افسوس کہ اپنے کام کی تحقیق میں دنیا بھر کی تکلیف کو ادا ہو اور ایک حرف کا پڑھنا اور مشق کرنا ایسا دشوار ہو کہ قرآن سے ٹکا لے کر راضی ہو جائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

هذا ما استبح لي عند التحقيق والعلم بجميع المعلومات عند الله ما يليق
كتبه: المفتي السيد محمد اعظم شاه غفر له



﴿فتویٰ نمبر..... 37﴾

سوال

اگر بجائے چار رکعت کے پانچ پڑھ لیں تو کیا کرنا چاہیے؟ یعنی چوتھی رکعت کے بعد بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو جائے اور پڑھنا شروع کر دے اور پھر یاد آئے کہ یہ پانچ ہیں رکعت ہے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ چار رکعت والی نماز میں بقدر اہتیاات آخر میں جیسا فرض ہے۔ اور اس میں اہتیاات کا پڑھنا واجب ہے۔ ☆ جیسے سچ کا قعدہ واجب ہے اور اس میں اہتیاات کا پڑھنا سنت ہے۔ ۱۔

۱۔ پہلے قعدہ میں اہتیاات کے پڑھنے کی شرعی حیثیت کے بارے میں مولوی الفلاح دوح نور الابشاح علی ہامش الطحاوی صفحہ نمبر ۱۳۶ میں ہے۔

ووجب قراءة الشہدۃ فی الاول وقوله فی الصحيح متعلق بكل من القعود وشہدہ وهو احتراز عن القول بشہدۃ او یستحبہا او یستحبہا وحکمہ
(ترجمہ) پہلے قعدہ میں شہدہ کا پڑھنا واجب ہے بنی الصحیح کا تعلق قعدہ اور شہدہ دونوں کے ساتھ ہے۔ یعنی صحیح قول یہ ہے کہ پہلا قعدہ واجب ہے اور اس میں شہدہ کا پڑھنا بھی واجب ہے اس سے دونوں کے سنت ہونے کے قول کا صرف شہدہ کے سنت ہونے کے قول سے انحراف ہے۔

اور الحدیث المحتار علی ہامش رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی میں ہے۔

(ہی ای من واجبات الصلاۃ) الشہدۃ (دونوں قعدوں میں شہدہ پڑھنا واجب ہے)

رواجحاً رہیں اس کی وجہ یہ ہیں فرمائی۔

ای الشہدۃ الفعدۃ الاولى وشہدۃ الاخیرۃ.

(یعنی پہلے قعدہ کا شہدہ اور دوسرے قعدہ کا شہدہ پڑھنا واجب ہے) محمد علیہ السلام میں تفسیر علی من

☆ لہذا اگر اخیر کا قعدہ کر کے پانچویں رکعت کو کھڑا ہوا ہے تو جب تک پانچویں رکعت کا قعدہ نہیں کیا ہے اگر یاد آ جائے فوراً بیٹھ کر درود دے گا پڑھ کر اگر نہ پڑھی ہو سلام پھیر کر قعدہ ہو کر لے۔

اور اگر پانچویں رکعت کا قعدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو چھٹی رکعت پڑھ کر بعد انقیات اور درود دے گا سلام پھیر کر قعدہ ہو کر لے چار فرض ہو جائیں گے اور یہ در رکعت زائد نفل ہو جائے گی۔

☆ اور اگر بغیر قعدہ اخیرہ پانچویں کو کھڑا ہو گیا تو پانچویں کے قعدہ سے پہلے اگر یاد آ جائے فوراً بیٹھ کر انقیات درود دے گا پڑھ کر سلام پھیر کر قعدہ ہو کر لے۔ چاروں فرض کامل ہو جائیں گے۔

اور اگر پانچویں کا قعدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو چھٹی رکعت پڑھ کر قعدہ ہو کر لے یہ ساری نماز نفل ہو جائے گی اور فرض دو بارہ پڑھے۔ فقط

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد بن ابراہیم الرضویؒ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....38﴾

سوال

اگر صرف اتنیات پر چھ کر سلام پھیرے اور دروشریف بھول گئے تو کیا نماز ہوگی؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

آخر قعدہ میں بعد اتنیات درود پر صنا سجدہ موکدہ ہے۔ اور اس کے بعد اربعہ ماثورہ سے کوئی بھی دعا
پر صنا مستحب ہے۔ ☆ اور رکعت یا مستحب سے چونکہ عمدہ ہو نہیں آتا لہذا کلیہ مقرر کیا گیا ہے ☆ کہ مستحب
کے ترک سے نماز کا پھیرنا مستحب ہوتا ہے۔ اور رکعت سنت سے نماز کا پھیرنا سنت اور ترک واجب سے اگر عمدہ
ہو بھی ترک ہو جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ فقہ

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتقوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 39﴾

سوال

اگر الحمد شریف کے بعد کوئی اور سورت پڑھنا بھول گئے اور رکوت میں چلے گئے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً.

بعد الحمد سورت ملا نا بھول کر رکوت میں چلا جائے مضا فقہ نہیں۔ اس واسطے کہ سورت ملا نا واجب ہے۔

☆ اور تکب واجب سے بعد ہو کر واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا آخر میں بعد ہو بھی بھول جائے تو اس نماز کا دہرنا واجب ہے۔ اگر دہرا رہ نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا۔

☆ اور ایسی صورت اگر امام سے واقع ہو اور پوچھ کر نہ کرنے میں ضم سورت کے اور نہ کرنے بعد ہو کے اس نماز کو امام دوبارہ پڑھے تو اس نماز میں وہی نماز شریک ہو سکتے ہیں جو اصل نماز میں شریک تھے۔ ☆ دوسرے سنے نماز میں اس جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے کہ جو نماز امام نے اول پڑھی تھی فرض نماز تو وہی تھی۔ اب جو دوبارہ پڑھی جاتی ہے واجب ہے نہ کہ فرض۔ ☆ اور سنے نمازیوں نے ابھی جو نماز فرض تھی وہی ادا نہیں کی۔ تو اس رفع نقصان کی نماز میں کس طرح شریک ہو سکتے ہیں۔

اور اگر رکوت سے وقت یاد آنے کے سورت ملا نے کی غرض سے کھڑا ہو گیا تو اب بعد سورت ملا نے کے دوبارہ رکوت کرے۔ اور آخر میں بعد ہو کرے اور اگر بعد ہو نہ کیا تو اس نماز کا امام دوبارہ واجب ہوگا۔ فقط

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ التّوی

ابو محمد محمد علی رضوی لکھی

جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 40﴾

سوال

تومر اور جلسہ کا کیا حکم ہے۔ اگر تومر ترک ہو جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۷۱ دسمبر ۱۵

الجواب

تومر اور جلسہ التہیات کا ایک ہی حکم ہے۔ جن کے نہ کرنے سے نماز کا مادہ کرے گا۔ اگر تہجد نہ ہو نہ کیا ہو۔

ذخیرہ میں ہے۔

انما الفیام بینہما و القعود بین المسجدین فرض عند ابی یوسف فترکہ بطل
الصلوۃ عندہ و عندہما الواجب و هو الاصح المعذکور فی شرح البخاری فیجب ہنرکہ
سجود السہو۔

(ترجمہ: رکعت اور تہجد کے درمیان قیام اور دونوں تہجدوں کے درمیان قعود حضرات امام ابو یوسف علیہ
الرحمہ کے نزدیک فرض ہے لہذا اس کا ترک آپ کے نزدیک نماز کو باطل کر دے گا اور امام اعظم اور امام محمد رحمہما
اللہ کے نزدیک واجب ہے اور یحییٰ زیادہ صحیح ہے جو کہ شرح بخاری میں مذکور ہے۔ لہذا اس کے ترک سے تہجد سہو
واجب ہوگا)

کھدافتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 41﴾

سوال

جب ایک شخص کو امام مسجد متولی نے مقرر کیا اور نمازی دوسرے امام سے راضی ہیں اور اول کے پیچھے نماز پڑھنے سے منکر ہیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟

از محلہ میوہ کڑہ

۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

اگر اہل محلہ نمازیوں کا امام مقرر کر دھا تشییس شدہ افضل ہے تو متولی کا تقرر نہ مانا جائے گا اور اگر برعکس ہے تو اس کا تقرر صحیح ہے۔ غیۃ المستملیٰ میں ہے۔

وان نشازع البانی فی نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة فان كان من اختاره اهل المحلة اولی من الذی اختاره البانی فاخبار اهل المحلة اولی لان ضرره و نفعه عائد الیهم و ان كانا سواء فاخبار البانی اولی۔ کذا فی البیازیة والخلاصة (ترجمہ: اگر امام اور مؤذن کے مقرر کر نے میں مسجد کے بانی اور اہل محلہ میں اختلاف ہو جائے تو جس کو اہل محلہ نے پسند کیا ہے وہ بانی کے پسندیدہ امام و مؤذن سے بہتر ہو تو اہل محلہ کا پسند کر دھا امام و مؤذن مقرر کرنا بہتر ہے کیونکہ اس کا فایز اور نقصان اہل محلہ کی جانب راجع ہوتا ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو بانی کے پسندیدہ کو مقرر کرنا اولیٰ ہے۔ فتاویٰ ہز ازبیا اور خلاصہ میں اسی طرح درج ہے)

والله اعلم بالصواب

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی

﴿فتویٰ نمبر — 42﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کہ دو مرد و عورت اگر برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو دونوں کی نماز ہو جائے گی یا مرد کی ٹوٹ جائے گی؟ اور اگر میاں بی بی نماز پڑھیں اور میاں امام ہو تو عورت کس طرح کھڑی ہو؟

۲۲ شوال ۱۴۲۶ھ ازکلاں پٹن عرف کالی پٹن

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اگر مختلف مرد اور عورت مشابہت رکھنے والے دونوں ایک نماز میں ایک امام کے مقتدی ہوں خواہ ایک عورت کسی مرد کی اقتداء کرے اور امام نے امامت عورتوں کی یا ایک عورت کی نیت بھی کی ہو اور اس طرح بیچ حیثیات سے ایک نماز میں شریک ہوں یہ بھی شرط ہے کہ باعتبار جہت کے بھی شریک ہوں۔ پھر اس طرح ایک رکن کی مقدار برابر کھڑے ہوں کہ مرد کے بعض اعضا عورت کے بعض اعضا سے بلا سائل برابر ہو جائیں تو بلاشبہ اس مرد کی نماز جو عورت کے برابر ہوگا خواہ اپنی طرف ہو یا آپ کی طرف فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر امور مذکورہ سے ایک بھی شرط منقود ہو جائے گی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر اگر امام نے وقت تکبیر تحریر میں امامت عورتوں کی نہ کی تھی تو مرد کی نماز مطلقاً فاسد نہ ہوگی۔ بلکہ عورتوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

چنانچہ صفحہ ۵۶۹، ۵۷۰ کبیری میں ہے

اما (الترتیب) بیہم (أی بین الرجال و بین النساء) قهرض عندنا حتی لو حاذت امرأة اوصیة مشبهة تعقل الصلوة رجلا أو تقدمت علیه قدر ركن و صلوتهما مطلقه مشتركة تحریمه و اداء و اتحد المکان و الوجهة بلا حائل و توبت امامتها فسدت صلوة الرجل

فشرط المحاذاة المفسدة عشرة الاول كونها بالغة او صبية مشتهدة والثاني كونها تعقل الصلوة والثالث ان يكون المحاذاة قدر ركن الرابع ان يكون الصلوة مطلقة اى ذات ركوع وسجود الخامس كون الصلوة مشتركة من حيث التحريم بان بنى المرافة تحريمها على تحريم الرجل او بنى تحريمها على تحريمه ثالث فلا تفسد المحاذاة اذا صلبا متفردين السادس كون الصلوة مشتركة من حيث الأداء السابع اتحاد المكان الثامن اتحاد الجهة التاسع عدم الحائل بينهما العاشر ان ينوى الامام امامة النساء انتهى مختصرا بقدر الحاجة

☆ (ترجمہ: مردوں اور عورتوں کے درمیان معنوں میں ترحیب ہمارے نزدیک فرض ہے۔ حتی کہ اگر کوئی عورت باثبوت والی بچی جسے نماز کی سمجھ ہو کسی مرد کے برابر ایک رکن ادا کی گئی کے برابر یا اس سے آگے رہے اور دونوں کی نماز تحریر ہو اور ادا کی گئی کے اعتبار سے مشترک ہو نیز مکان اور دونوں نماز ادا کرنے کی جہت ایک ہو، دونوں کے درمیان کوئی چیز مائل نہ ہو اور امام نے عورت کے امامت کی نیت بھی کی ہو تو اس صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو فاسد کرنے والی محاذات کی شرطیں دس ہیں۔ (۱) برابر کھڑی ہونے والی عورت باقی ہو یا ثبوت والی نابالغ لڑکی ہو۔ (۲) وہ عورت نماز کو سمجھتی ہو۔ (۳) محاذات ایک رکن کی ادا کی گئی کے برابر ہو (۴) نماز مطلق ہو یعنی نماز رکوع اور سجود والی ہو (۵) نماز تحریر کے لحاظ سے مشترک ہو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنے تحریر کی بنا مرد کے تحریر پر کرے یا دونوں معنی مرد اور عورت کسی تیسرے شخص کے تحریر پر بنا کریں۔ لہذا ان دونوں میں سے ہر ایک اگر اپنی منفرد نماز ادا کر رہا ہو یہ محاذات نماز کو فاسد نہیں کرتی (۶) نماز ادا کے اعتبار سے مشترک ہو (۷) دونوں ایک جگہ کھڑے ہوں (۸) دونوں کے درمیان کوئی چیز مائل نہ ہو (۹) دونوں کا رخ ایک سمت میں ہو (۱۰) امام عورتوں کی امامت کی نیت کرے)

و فی صفحہ ۲۳۳ من الجزء الاول من الدر المختار المطبوعہ فی المصر علی

حامش ردالمحتار

واذا حادثته امرأة مشتهدة ولا حائل بينهما اقله قدر ذراع فی غلط اصبح او فرجة
تسع رجلا فی صلوة مطلقة خرج الجنازة مشتركة فمحاذاة المصلية لمصل ليس فی
صلاتها مكروهة لا مفسد تحریمة و ان سبقت ببعضها و اداء و لو حکما کلاحقین
و اتحدت الجهة فلو اختلفت كما فی جوف الکعبة و ليلة مظلمة فلا فساد فسدت صلواته
لو مکلفا والا لا ان نوى الامام وقت شروعه لا بعدها امامتها و ان لم تکن حاضرة و ان لم
ینوها فسدت صلواتها انتهى مختصرا

(ترجمہ: اور صرف میں جب کسی مرد کے محاذات میں شیوت والی عورت کھڑی ہو جائے اور دونوں کے درمیان
کوئی چیز مائل نہ ہو۔ اور اس مائل کی کم از کم مقدار ایک گز اونچائی اور انگلی کے برابر موٹائی ہونی چاہیے۔ با
دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جس میں ایک مرد کے کھڑا ہونے کی گنجائش ہو۔ اور نماز مطلق ہو۔ اس سے نماز
جنازہ خارج ہوگی۔ اور وہ نماز دونوں کی مشترک ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والی ایسی عورت کی کسی
مرد کے ساتھ محاذات کہ مرد وہ نماز ادا نہ کر رہا ہو جو عورت ادا کر رہی ہو کر وہ تو ہے لیکن اس سے مرد کی نماز کی
فاسد نہیں ہوتی۔ دونوں کی نمازوں کا اشتراک تحریر اور انگلی میں ہو۔ اگرچہ عورت نے نماز کا کچھ حصہ پہلے
ادا کر لیا ہو۔ اور انگلی میں اشتراک اگرچہ حکمی ہو۔ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دونوں لاحق ہوں۔ اور
دونوں کارش ایک جانب ہوا۔ اگر دونوں کارش ایک جانب نہ ہو جیسے کہ کعبہ معظمہ کے اندر دونوں نماز ادا کر رہے
ہوں یا تاریک رات میں دونوں نماز ادا کر رہے ہوں اور دونوں کارش ایک سمت میں نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی
نماز کے فاسد ہونے کی شرط یہ ہے کہ مرد بھی متکف ہو۔ اگر مرد متکف نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ نماز کے فاسد
ہونے کی شرط یہ بھی ہے کہ امام نے عورت کی امامت کی نیت نماز کے آغاز میں کی ہو۔ اگرچہ عورت اس وقت

حاضر نہ ہو اگر نماز شروع کر چکے کے بعد عورت کی امامت کی نیت کی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ عورت کی نماز فاسد ہوگی)

☆ اگر ایک عورت پھر مقتدی ہو تو اس کو لازم ہے کہ تمنا امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ اور اگر دوسرے مقتدی ہوں تو عورت پھر بھی تہا دونوں مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ چنانچہ صفحہ ۴۱۹ جلد اول در مختار ذکر میں ہے

بقول الواحد ولو صببا اما الواحدة فتاخر محاذبا أي مساويا لبمين امامه علي المذهب!

ترجمہ: مقتدی صرف ایک مرد ہوا اگرچہ وہ بچہ ہو تو امام کے محاذات میں یعنی اس کے برابر دائیں طرف کھڑا ہو یہی مختار مذہب ہے۔ اور اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہوگی)

قال الشامي رحمه الله

(قوله فتاخر) فلو كان معه رجل ايضا بقبمته عن يمينه والمرأة خلفهما ولو رجلا بقبمتهما خلفهما والمرأة خلفهما بحر وتاخر الواحدة محله اذا اقتدت برجل لا بامرأة مثلها عن البرجندی!

(ترجمہ: اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہو تو امام مرد کو اپنے دائیں جانب اور عورت کو اپنے پیچھے کھڑا کرے۔ اور اگر دوسرے مرد اور ایک عورت ہو تو مردوں کو اپنے پیچھے اور عورت کو ان دونوں کے پیچھے کھڑا کرے۔ ایک مقتدی عورت ہو تو امام کی جگہ سے پیچھے کھڑی ہو جب کہ وہ مرد کی اقتداء کر رہی ہو۔ اور اگر وہ عورت دوسری عورت کی اقتداء کرے تو اس کے ساتھ کھڑی ہو پیچھے نہ کھڑی ہو)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اربلی الرضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المحتار : جلد اول صفحہ ۳۲۳ تا ۳۲۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار : جلد ۱ صفحہ ۴۱۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر 43﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسجد واقع محلہ بلوچ پورہ آگرہ میں اس کے دروں کے آگے ایک چپترہ جس کی اونچائی ایک باشت کی بے بنا ہوا ہے اور چپترہ پر محن کا سائبان پڑا ہوا ہے۔ چپترہ کے آگے مسجد کا محن ہے۔ بعض اوقات بیہ زیا دتی آدمیوں کے امام اس چپترہ پر اندر سائبان کے کھڑا ہو جاتا ہے اور مقتدی اس کے پیچھے مسجد کے محن میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ یعنی امام اونچائی پر کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی نیچے اس طرح سے نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

۲۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

انجاء الدین خان بلوچ پورہ کلاں آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدنی علما

بعض فقہاء متاخرین کا فتویٰ اس امر پر ہے کہ اگر قیادہ امام اونچا کھڑا ہو گا تو نماز مکروہ ہوگی ورنہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض فقہاء متاخرین کا اس امر پر فتویٰ ہے کہ بقدر زیا دت شرعی جو ایک ہاتھ نواٹلی کا تقریباً ہوتا ہے مقتدیوں سے امام کا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اور اگر اس مقدار سے کم اونچائی پر امام کھڑا ہو تو بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔ اور بعض کے نزدیک اتنی اونچائی پر بھی کھڑا ہونا امام کو مقتدیوں سے مکروہ ہے کہ جس سے امام اور مقتدیوں کے درمیان اونچائی نیچائی کی تمیز ہو جائے۔ خواہ وہ اونچا ایک انگل کے ہو یا اس سے کم یا زیادہ خواہ بہت زیادہ بقدر آدھ چٹا نیچے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملاطی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

قبل مقدار قامۃ و قبل ما یقع بہ الامتیاز و قبل مقدار قراع و علیہ الاعتماد و کذا

والاولی العمل بظاهر الروایة و اطلاق الحديث و کذا رجحه فی الحلیة!

☆ (ترجمہ: یہ ظاہر روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ البحر الرائق میں فرمایا کہ خلاصہ یہ ہے کہ حجج میں اختلاف ہے۔ پھر یہ ہے کہ ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل کیا جائے)

☆ یعنی صحت کے تینوں قولوں میں اختلاف ہے بعض قول اول کو صحیح فرماتے ہیں بعض قول دوم کو اور بعض قول سوم کو ایسی صورت میں صلابہ بحر اور اشباہ و انظار علامہ زین الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ظاہر روایت یعنی قول سوم پر جو اطلاق حدیث کے مطابق ہے عمل کرنا اولیٰ ہے۔ اور علامہ شامی رحمہ اللہ صفحہ ۵۳ جلد اول رد المحتار مطبوع مصر مع الدر المختار کے باب رسم المفتی میں تحریر فرماتے ہیں۔

و کذا (ای برجیح احد القولین المصححین) لو کان احدهما ظاهر الروایة و به صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاهر الروایة و فیہ من باب المصروف اذا اختلف التصحیح و جب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیہا!

(ترجمہ: اسی طرح صحیح قرار دادہ دونوں میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی اگر ان دونوں میں ایک ظاہر الروایہ ہو، البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ وہاں فرمایا توئی جب مختلف ہو جائے تو ظاہر الروایہ کو ترجیح دی جائے گی اور اسی کتاب کے باب مصروف میں ہے جب حجج کے درمیان اختلاف ہو تو ظاہر روایت کی تلاش اور اس کی جانب رجوع کرنا واجب ہے) غلط

حورہ: العبد الرائق رحمۃ رب الفتوی

ابو محمد عبد ارحی المفتی فی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔	رد المحتار :	جلد ۲ صفحہ ۳۵۸	مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت
۲۔	رد المحتار :	جلد ۱ صفحہ ۱۵۹/۱۶۰	مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر..... 44﴾

سوال

اکثر جولاہوں میں عورتیں لہنگ پہنتی ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ اور جن کی عورتیں باہر پھرتی ہیں اور لہنگ پہنتی ہیں بوجہ مغلیں کے تو اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب

☆ لہنگ خاص طریقہ نہ ہوگا ہے۔ ☆ بے ضرورت اس کا پہننا مکروہ ہے۔ اگر غریب ہو اور کوئی لباس پر قادر نہ ہو تو کچھ مضاائقہ نہیں۔ البتہ الرائق میں ہے۔

انما الممنوع فیما له بداء -

(ترجمہ: منع اس کے لیے ہے جس کا بس چلتا ہو)

اور جن کی عورتیں (ضرورت کی بنا پر ۲) باہر پھرتی ہیں اور باعصمت ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ اسی طرح عورت کی نماز کا حکم ہے۔

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 45﴾

سوال

پیش امام اگر بازو ٹوٹا ہوا ہو اور بکیر تحریمہ کے وقت وہ پورے طور پر کانوں تک ہاتھ نہ لے جاسکے اور کھانا بھی پائیں ہاتھ سے تناول کرے اس کو امام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام پیچھے نماز فاسد یا مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر دوسرا اس سے علم و عمل میں بہتر نہ ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

کما فی الدر المختار

و بکرہ خلف امرود و سفیہ و مفلوج و ابرص شاع برصہ ۱

(ترجمہ: نماز مرد بے خوف، قائل زہد اور برص کے ایسے مریض کی اقتداء میں مکروہ ہے جس کا برص ظاہر ہو)

قال الشامی تحت عبارة المذكورة فی صفحه ۳۱۶

و کذا لک اصحرج بقوم ببعض قدمه فالأفتاء بغيره اولی تأثر خائبة و کذا اجزم

بہر جندی و محبوب و حاقن و من له بد و احدة فناوی الصوفیہ؟۔

(ترجمہ: یونہی انگڑا، جو قدم کے ایک حصہ پر کھڑا ہو، اس کے علاوہ کسی اور صیغ کی اقتداء میں نماز اولیٰ ہے۔

تا۵۲ خانیہ یہی حکم جذای کی امامت میں نماز ادا کرنے کا ہے بہر جندی۔ یہی حکم اس کے پیچھے نماز ادا کرنے کا

ہے جس کا آلہ تامل کٹا ہوا ہو جس نے پیشاب روکا ہوا ہو اور جس کا صرف ایک ہاتھ ہوتا ہو (موفیہ)

حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر علی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر.....46﴾

سوال

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو اسی وقت آمادہ کرے یا گھر پر جا کر یا نہیں۔

جناب مولوی غلام محی الدین نان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۱۵ دسمبر ۱۴۱۵ھ

الجواب

بدعتی کے پیچھے نماز کرو تو حرامی ہے۔

من و قر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام را

(ترجمہ: جس نے کسی بدعتی کی عزت تو قیصر کی اس نے اسلام کو گرانے پر امانت کی)

حدیث موجود ہے۔

نماز کو اسی وقت آمادہ کرے اور اگر خوف نسا کا ہو تو گھر پر آمادہ کرے۔

☆ اتقوا مواضع النہمۃ

(ترجمہ: قیامتوں کے مقامات سے بچو)

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 47﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص تعویہ داری اور تعویہ پرستی کو روافی اسلام جانے اور اس بدعت ضالہ میں دامے درمے قدمے غنے کوٹاں اور شریک ہو کر ترقی دے اور نماز کے فرائض و واجبات و سنن و مستحبات سے نا بلد ہو۔ علم دینی میں بجز قرآن شریف کے اور کچھ پڑھا ہو نہ ہو۔ صرف بیچ و وقتہ نماز پڑھتا ہو۔ امام مسلمانوں کی غیبت کرتا ہو اور سب کی تحقیر کرتا اس کا معمول ہو تو ایسے شخص کا امام بنانا نماز فرائض میں از روئے شریعت غرائے محمد رسول اللہ ﷺ کیسا ہے؟۔ **بیٹو! وتوجروا!**

الجواب

هو الموفق للصواب بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ ایسا شخص بدعتی ہے اور فاسق ہے۔ اور بدعتی کو امام بنانا سخت گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جس کا دوبارہ پھیر لینا واجب ہے۔
كما في الكبير ص ۷۹۷:

وبكره تقديم المبتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من

حيث العمل!

(ترجمہ: بدعتی کو امامت کے لیے آگے کھڑا کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے اعتبار سے فاسق ہے اور یہ عمل کے لحاظ سے فسق سے زیادہ سخت ہے)

حورہ: العبد العاصی ابو محمد محمد دیر اعلیٰ الرضوی

المفتی جامع مسجد اکبر آباد غفر الله له ولوالديه

﴿فتویٰ نمبر.....48﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شرکی جامع مسجد میں نماز تراویح پڑھانے کے لیے کئی ایک واڑھی منڈا حافظ مقرر کیا گیا ہے وحب تقریر ”زیہ“ سے پائیں عبارت فتویٰ طلب کیا گیا کہ ایک حافظ بہت ملازمت واڑھی منڈاواتے ہیں آیا ایسے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا شرما جائز ہے یا نہیں؟ ”زیہ“ نے حسب ذیل عبارت میں جواز کا فتویٰ دے کر خود اس حافظ کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کی اور دھروں کو بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔

عبارت جواب استفتاء

واڑھی منڈا وانا حرام ہے۔ اور مرتکب حرام قاسق ہے۔ اور قاسق کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔

بکروہ تنزیہا امامہ عبد اعرابی فاسق اعمیٰ مبدع!

(ترجمہ: غلام دیہاتی قاسق اندھے اور بدعتی کی امامت مکروہ تنزیہیہ ہے)

اور حدیث ابوداؤد میں ہے

لا یقبل اللہ صلوة من تقدم قوم اھم لھا کاذھون؟

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتا نماز اس امام کی کہ مقتدی اس سے کراہت کرتے ہیں)

اب جناب مالی کی خدمت میں حسب ذیل سوالات کے جواب بروئے شرع ارقام فرمائے جانے کی استدعا ہے۔

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱، صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، مختصر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۲۔ سنن ابی داؤد: جلد ۱، صفحہ ۵۹، مکتبہ امجاد، ملتان

- ۱۔ آیا صورتِ مسئلہ میں جواب جو زیہ نے دیا صحیح ہے یا کیا؟
- ۲۔ فاسق و مبتدع کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوتی ہے یا مکروہ تنزیہی؟
- ۳۔ اگر سوال مذکور کا جواب زیہ کی جانب سے ٹھیک نہیں ہے اور فاسق و مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے تو ایسی حالت میں ایسے غلط فہمی تحریر کرنے کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اصل عبارت تحریر الابصار متن درج ذیل ہے

وبكره امامه عبد و اعرابي و فاسق و اعمى الا ان يكون اعلم القوم فهو اولي!

(ترجمہ: مکروہ ہے امامت غلام اور اعرابی اور فاسق اور اندھے کی لیکن اگر یہ لوگ سب قوم میں سے مسائلِ دین زیادہ جانتے ہوں تو ان کے پیچھے بالکل باکراہت جائز بلکہ اولیٰ ہے)

لیکن چونکہ عبارتِ متن ساکت تھی اس امر سے کہ آیا ان سب کی امامت مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور فی الواقع بعض ان میں وہ لوگ ہیں جن کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور ان میں فاسق کی امامت مکروہ تحریمہ۔ علامہ صفحی رحمہ اللہ نے اپنی شرح درمختار میں وبکروہ کی شرح میں تحریر فرمایا دیا کہ اس مقام پر مراد کراہت سے کراہت تنزیہی ہے۔ اور اس تفسیر سے چونکہ یہ امر متوہم ہوتا تھا کہ فاسق کی امامت بھی مکروہ تنزیہی ہے اس کی بابت اس سے آگے اخیر میں تحریر فرمادیا کہ جن کی امامت مکروہ تنزیہی ہے چونکہ علو کراہت ان لوگوں میں جہالت تھی مسائلِ دینیہ سے اس واسطے کہ غلام کو بوجہ خدمت ہونے کا بافروضہ تحصیل نہیں ہوتی اور اعرابی یعنی

۱۔ تدویر الابصار مع الدرر المختار و رد المحتار: جلد اول، صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

نوٹ: فقہو اولیٰ کے ساتھ جن تحریر الابصار کے نہیں بلکہ اس کی شرح درمختار کے ہیں

کاؤں والے اکثر مسائل سے جا مل جاتے ہیں۔ اور اندھا بوجہ معذور ہونے کے اکثر پاپ کی تباہی میں استیسا بہت کم کر سکتا ہے۔ اور تحصیلِ علم دین سے بھی معذور رہ جاتا ہے لہذا اگر یہ لوگ علمِ القوم ہوں یعنی سب میں زیادہ جانتے والے مسائلِ دینیہ کے تو پھر بوجہ رفع ہو جائے نہ علتِ کراہت ان کی امامت پر بہت اوروں کے اولی ہوگی۔ مگر فاسق کی امامت چونکہ مکروہ تحریمی اور علتِ کراہت اس کی بے پرواہی ہے امورِ دینیہ سے بوجہ فاسق ہونے سے یعنی داڑھی منڈوانے یا ایک شست داڑھی نہ رکھنے اور کتروانے کے علیٰ غیر التیاس تحریر فرما دیا کہ مکروہ تحریمی ہوا علمِ القوم ہونے کے اس کی امامت کا اولی ہو جانا مخصوص ہے بظاہر ان لوگوں کے ساتھ جو فاسق نہ ہوں۔ مگر ورنہ فاسق تو اگر علم بھی ہو جب بھی اس کی امامت مطلقاً مکروہ رہے گی یعنی مکروہ تحریمی نہ کہ مکروہ تحریمی۔

چنانچہ صفحہ ۶۷۲ شامی مطبوعہ دہلی میں علامہ شامی رحمہ اللہ ماتحت قولہ غیر الفاسق کے تحریر فرماتے ہیں۔

ولعل وجهه ان تنفير الجماعة بتفديمه يزول اذا كان الفضل من غيره بل التنفير يكون في تفديم غيره و اما الفاسق فقد عللوا كراهة تفديمه بانه لا يهتم لا مردية و بان في تفديمه للامامة تعظيمه و قد وجب عليهم اهانتهم شرعا و لا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يزول ان يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع نكرو امامته بكل حال بل مشى في شرح المعية على ان كراهة تفديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال و لذا لم تنجز الصلوة خلفه اصلا عند مالک و رواية عن احمد فلذا حاول الشارح في عبارة المصنف دخول الامتلاء على غير الفاسق! والله اعلم!

(رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۶۰ مطبوعہ مصر)

(ترجمہ: یہ جو صلابہ درجی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ علمِ القوم ہوں تو پھر فاسق کے علاوہ ان کی امامت مکروہ نہ رہے گی بلکہ اولی ہوگی غالباً اس کی یہی وجہ ہے کہ جب وہ لوگ عالم ہوں گے لوگ ان سے نفرت نہ

کریں گے مگر فاسق اگر عالم بھی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے اس واسطے کہ جب وہ دین سے بے پرواہ ہے تو خوف ہے کہ بے وضو ہی نماز پڑھادے پسند اشل بدعتی کی امامت کے پر حال میں اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔ خواہ وہ عالم ہو یا جاہل۔ بلکہ شرح منیہ میں اس کے واسطے نص کر دی کہ امامت فاسق مکروہ تحریر ہے۔ اور اسی قصد سے صاحب درمختار شارح تحریر نے استثنائاً کو کلاماً باتن میں غیر فاسق پر محمول کر کے ظاہر کر دیا کہ صاحب تحریر کے نزدیک بھی فاسق کی امامت مکروہ تحریر ہے۔ اور اوروں کی مکروہ تحریری

ہاں البتہ اگر ایسا امام فاسق ہو کہ اس کو دور نہ کر سکیں اور کسی دوسری جگہ بھی نماز باجماعت صالح امام کے پیچھے نہ مل سکے تو ترک جماعت سے فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لےنا بہتر ہے۔ اور ترک جماعت کا نگاہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لینے سے زائد ہے۔ اسی واسطے جب باجماعت نماز بجز اقتداء امام فاسق کے کہیں میسر نہ آئے بالاتفاق تحریر فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے مگر چونکہ بالاتفاق جائز مع انکراست ہے ☆ جمہور فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اس نماز کو دوبارہ پھیر لیا جائے۔ ☆ اور جو شخص دوبارہ نہ پھیرے گا فاسق اور گنہگار ہوگا۔ چنانچہ صفحہ ۳۰۶ درمختار مطبوعہ دہلی علی باشی ردا المحتار میں مطلب واجبات الصلوۃ میں ہے:

ولہا واجبات لا تفسد بتركها و تعاد وجوبا في العمد والسهو ان لم يسجد له و ان لم بعدها بكون فاسقا اثما و كذا حکم کل صلوۃ ادبت مع کراہۃ التحريم نجس اعادتها!

(ترجمہ: نماز کے کچھ واجبات ہیں جن کے ترک کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن ان کے جان بوجھ کر ترک کر دینے اور بھول کر چھوڑنے سے بشرطیکہ اس صورت میں تہجد نہ ہو نہ کیا ہو مادہ واجب ہے۔ اگر مادہ نہ کرے گا تو کراہت گار اور فاسق نمبر ۷ کا یہی حکم ہر اس نماز کا ہے جسے کراہت تحریر کے ساتھ دیا گیا ہو کہ اس کا مادہ واجب ہے)

اور بصورتِ تحریر یہی بھی نماز کا دوبارہ پھیرنا مستحب ہے صفحہ ۳۰۷ ردا المحتار میں ہے

والحق التفصیل بین کون تلک الکراہۃ کراہۃ تحریم فتجب الاعادۃ او تنزیہۃ

فمنسحب!

(ترجمہ: حق یہ ہے کہ اس کراہت میں تفصیل ہے اگر وہ کراہت تحریمی ہے تو نماز کا مادہ واجب ہے اور اگر کراہت تنزیہی ہے تو مادہ مستحب ہے)

البتہ انکاشہ بعض عبارات کتب فقہ اور عقائد سے پیدا ہوتا ہے کہ ان میں ملامت فاسق کو بلا قید تحریم و تنزیہ مطلقاً مکروہ لکھا ہے۔ پھر بلا وہ اس کو کراہت تحریمیہ پر کیوں محمول کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں کراہت مطلقاً بلا قید تحریم و تنزیہ بیان کی جائے اس سے مراد کراہت تحریمیہ ہوتی ہے اور کراہت تحریمیہ کا ارتکاب حرام کے برابر ہوتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۱۴ در مختار مذکور میں ہے

کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام امی کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد رحمہ اللہ وعندہما الی الحرام القرب ۲

(ترجمہ: ہر مکروہ یعنی مکروہ تحریمی حرام ہے یعنی دوزخ میں عذاب کے اعتبار سے حرام کی مانند ہے یہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں حرام کے زیادہ قریب ہے)

قال الشارح

قوله کراہۃ تحریم و ہی المراد عند الاطلاق کما فی الشرح ۳

(ترجمہ: قولہ: کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ۔ جب تک مکروہ مطلق ہو تو اس سے مراد یہی مکروہ ہوتا ہے)

علاوہ ازیں جن فقہانے تصریح کراہت تحریمی کی کردی ہے وہ مفسر بیان روایات کی جن میں کراہت

- ۱۔ رد المحتار : جلد اول ' صفحہ ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ و شبانہ کونندہ
 ۲۔ الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۹ ' صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ دار الفرائد العربیہ بیروت
 ۳۔ رد المحتار : جلد اول ' صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ دار الفرائد العربیہ بیروت

مطلق ہے جس کا ذکر بحوالہ شرح منیہ عبارت مذکورہ رد المحتار میں گزر چکا۔ لہذا زید فتویٰ دہندہ بھی بوجہ تقسیم و تریج
ہل فسخ فاسق ہو گیا اور زید اگر ایسے لوگوں کے پیچھے گاہے گاہے نماز پڑھ لیتا ہے تو مرکب گناہ و سفیرہ ہے۔ اور
اگر ایسے فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اور وہ کوتر غیب دیتا ہے اور خود بھی بلا ضرورت ہمیشہ پڑھتا ہے تو اس
کی عدالت بھی ساتھ ہو جائے گی اور رفتہ بہت ہال تک میں اس کی شہادت غیر معتبر ہوگی چہ جائے کہ دوسرے
معاملات دینی میں اس کا اعتبار کیا جائے۔ صغیراً ۳۰ ثانی میں ہے

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالہ المولفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ

تحریم من الصفات و صرح ایضاً بانہم شرطوا لاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان علیہا

(ترجمہ: علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے گناہوں کے بیان میں تالیف فرمودہ اپنے رسالہ میں اس امر کی صراحت
فرمائی ہے کہ ہر مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ و سفیرہ ہے۔ نیز علماء نے سفیرہ گناہ کے ارتکاب کے باعث عدالت
کے اسقاط کے لیے اس پر مامور کو شرط قرار دیا ہے کہ اللہ اعلم و علمہ احکم

حورہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ التقوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....49﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

- 1- ایک شخص نے جان بوجھ کے قصداً بسبب دنیاوی رغبت کے فعلی حال کو حرام کر دیا۔
 - 2- غیر مقلدوں کو امداد دی۔
 - 3- شرعی معاملہ میں مختلف جموں کی شہادت دے
 - 4- چار مسلمان اہل سنت و جماعت سے شرعی فعلی حال کو حق اور سچا تسلیم کر کے مخرف ہو گیا۔
- اور یہ شخص پیش امام ہے۔ ایسے شخص کے واسطے شرع شریف نے کیا حکم دیا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب تحریر کریں اور اپنی مہر ثبت کریں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم رب زدنی علماً

ایسے شخص کے پیچھے نماز کرو تھر یہ ہوتی ہے۔ لہذا ایسے شخص کا امام بننا قلعاً جائز ہے اور مودب گناہ ہے۔ اس واسطے کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز کرو تھر یہ ہوتی ہے۔ چنانچہ کبیری میں ہے۔

ولو انھم قلعوا فاسقا بالعمون بناء علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم لعدم

اعتنائه بامور دینہ۔

(ترجمہ: اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امامت کے لیے آگے کر دیا تو وہ گناہ گار ہوں گے۔ کیونکہ اسے امامت کے

لیے آگے کرنا مکرو تھر جی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے دین کے معاملات میں اوجہ نہیں دیتا)

اور اگر حرام قطعی کو طال یا طال قطعی کو اس نے حرام کر دیا ہے تو اس سے تو یہ کرا کر اس کی بیوی سے اس کا دوا رو نکاح پر عادی ضروری ہے۔ ☆ اس واسطے کہ حرام قطعی کو طال اور طال قطعی کو حرام کہہ دیئے سے کافر ہو جاتا ہے۔

کافی شرح المختار:

والاستحلال کفر ۱۱

(ترجمہ: حرام کو طال قرار دینا کفر ہے)

حورہ:

محمد دینار علی حنفی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 50﴾

سوال

شریعت کے مطابق بیان فرمائیں کہ کوئی شخص صبح کی نماز ہمیشہ قضا پڑھتا ہو مگر وضو کے بعد والے نفل بھی نہ پڑھتا ہو آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز کسی وقت کی ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز صبح بلا غدر شرعی ہمیشہ قضا پڑھنا فرض ہے بلکہ صبح اور عشاء کی نماز کی یہ نسبت تو صریح حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ یہ دونوں نماز پڑھنا منافقوں پر بہت ہی بھاری ہے اور یہ اس وقت ادا کرنا واجب نہیں انکشاف کو بعد نماز صبح جماعت میں نہ پایا چنانچہ صفحہ ۹۲ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

☆ عن ابی ابن کعب قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ یوما الصبح فلما سلم قال اشاهد فلان قالوا لا قال اشاهد فلان قالوا لا قال ان ہاتین الصلوتین اثنفل الصلوات علی المنافقین (۱)

☆ (ترجمہ: حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز صبح پڑھائی جب سلام پھیرا فرمایا کیا نکلاں موجود ہے صحابہ نے عرض کیا نہیں فرمایا کیا نکلاں موجود ہے صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں فرمایا یہ دو نمازیں منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری ہیں)

اور صفحہ ۹۲ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن سلیمان بنی صحابی کو جو ہمیشہ شب بیدار مشغول عبادت پروردگار رہتے تھے صبح کی نماز میں بوجہ مکان شب بیداری حاضر نہ پایا ہے لیکن ہو گئے اور فرمایا کہ اگر وہ واقف ہوتے

اس فضیلت جماعت صبح سے جس کو میں جانتا ہوں تو راست پھر سوچتے نماز کی جماعت تھا نہ کرتے (۱)
اور تیسری حدیث مسلم شریف میں وارد ہے کہ جو سوتا رہ جاتا ہے اور نماز کو نہیں اٹھتا۔ اس کے دونوں
کانوں میں شیطان پیٹا ب کر دیتا ہے (۲)

☆ پھر ایسے شخص کے جو ہمیشہ نماز صبح تھا کر کے پڑھتا ہو فاقی ہونے میں کیا کام ہے۔ لہذا جب تک وہ
توبہ نہ کر لے اور صبح کی نماز مثل دیگر نمازوں کے جماعت سے پڑھنا شروع نہ کر دے ہرگز اس کو تمام ملتا جائز
نہیں ملے اور اس کو امام بنائی دیا گیا تو جماعت کا ثواب مل جاوے گا مگر اس نماز کا دوبارہ پھیرنا بوجہ مکروہ ہو جانے
نماز کے بلاشبہ واجب ہے کما هو من الشامي وغبة المسلمي وغيرهما من كتب الفقہ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح مع شرح مرآۃ العناجیح، جلد اول صفحہ ۹۷ مطبوعہ عہدہ القرآن لاہور
نوٹ حدیث پاک کے الفاظ ہیں

☆ عن ابی بکر بن سلیمان بن ابی حمزۃ قال بن عمر بن الخطاب قد سلبان بن ابی حمزۃ فی صلوۃ
الصبح وان عمر غدا إلى السوق ومسكن سلیمان بین المسجد والسوق فمر علی الشفاعة سلیمان فقال لها
لم أر سلیمان فی الصبح فقلت إنه بات بصلی فقلتہ عنہا فقال عمر لأن أشهد صلوۃ الصبح فی جماعة أحب
إلی من أن أوم لبقة. رواه مالک. مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۷ مطبوعہ دار اویس لکھنؤ
(ترجمہ حضرت ابو بکر بن سلیمان بن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلیمان
بن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کو نماز صبح میں نہ پایا۔ حضرت قاری رحمۃ اللہ علیہ کے وقت گزار گئے۔ حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا مکان
مجاہد بازار کے درمیان تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام شفا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے
گزرے نہیں کہیں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا عرض کرنے لگیں اس نے ماری دیا تھا نماز (صل) ادا کرتے گزاردی تو
(صبح کے وقت) ان کی آنکھ لگی حضرت قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے صبح کی نماز کے وقت جماعت میں ماضی رہا ہے
کے قیام سے نہ دیکھ سکا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے)

(۲) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۱ کتاب ۱۹ باب ۱۴

نوٹ حدیث پاک کے اصل الفاظ ہیں۔

ذكر عند النبي ﷺ رجل قبل ما زال نالما حتى أصبح ما قام إلى الصلاة فقال بال الشيطان في ذننه

اور دینے لُٹل کو بے وقت کچھ کر کسی وقت بھی نہیں پڑتا یا لُٹل جو سنت رسول اللہ ﷺ ہے اس کو ہلکا اور بے وقت کچھ کر نہیں پڑتا ہے تو خوفِ کفر ہے۔ اس واسطے کہ چھوٹی سنت رسول اللہ ﷺ کو بھی ہلکا سمجھنا کفر ہے:

چنانچہ الرائق میں

من تخفف سنة من سن المرسلين فقد كفر^(۱)

☆ (ترجمہ: جس شخص نے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے کسی سنت کو ہلکا بنا دیا وہ کافر ہو گیا) اور صفحہ ۲۹ خاتمہ مسامرۃ میں ہے

قد حکموا بالكفر بالمواظبة على ترك السنة استخفافا بها^(۲)

(ترجمہ: علماء کرام نے سنت کو ہلکا جان کر ہمیشہ ترک کرنے پر کفر کا حکم صادر فرمایا ہے) مختص

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ مفتی جامع مسجد



(۱) البحر الرائق شرح کتب الملائق جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

زیر نظر نسخہ میں اتھاڑ ہیں (وبکفر) بالمتخافہ بسنة من السن

(۲) المسامرۃ صفحہ

﴿فتویٰ نمبر..... 51﴾

سوال

جناب مفتی صاحب السلام علیکم !

عرض یہ ہے کہ سود خورا اور سود دینے والے اور تعزیر میں چندہ دینے والے کے پیچھے جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں۔

بینوا تو جہووا

۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم رب زدنی علما

☆ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے کما فی الہدایہ

و بکروہ العبد لانه لا یفرغ للتعلیم والأعرابی لأن الغالب فیہم الجہل والفاسق

لانه لا یہتم لامردجہ (۱)

(ترجمہ: غلام کو امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے اس کو فراغت نہیں ہوتی۔ دیہاتی کو بھی

امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ ان میں زیادہ تر جہالت ہوتی ہے۔ اسی طرح فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ وہ

اپنے دین کے معاملہ کا اہتمام نہیں کرتا)

و فی الشرح الوقایہ:

فان ام عبد او اعرابی او فاسق او اعجمی او مہندع او ولد الزنا کرہ (۲)

(۱) الہدایہ: جلد اول جزء ۱ صفحہ ۶۳ ۶۴ ۶۵ مطبوعہ دار الفکر والعلوم الاسلامیہ کراچی۔

(۲) شرح الوقایہ جلد اول صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ شیخ غلام علی امینداسز لاہور

(ترجمہ: اگر غلام یا بدوی یا فاسق یا بدعتی یا دلدار لڑکا نے امامت کرائی تو وہ مکروہ ہے)

و فی صفحہ ۴۷۹ من الکبیری :

لو قدموا فاسقا بائعنا علی ان کراهة تقديمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه
بامور دینہ و نساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد متہ الاخلال ببعض شروط الصلوة و فعل
ما یستألفها بل هو الغالب بالنظر الی فسفه و لذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالک
رحمہ اللہ و رواية عن أحمد إلا أنه جوزناها مع الکراهة لقوله عليه الصلوة والسلام صلوا
خلف کل ہر وفاجو (۱)

(ترجمہ: اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امام بنالیا تو وہ گنہگار ہوں گے اس لیے کہ اس کو امام بننا کر آگے کرنا مکروہ
تحریمی ہے کیوں کہ وہ اپنے دینی امور میں توجہ نہیں دیتا اور اس کے لوازمات کو ادا کرنے میں سستی کرتا ہے تو اس
سے کوئی بعید نہیں کہ نماز کی بعض شرطوں میں مثل ذوال دسے اور ایسے کام کرے جو اس کے متانی ہوں اس کے
فسق کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی گمان غالب ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے پیچھے نماز اصلا جائز
نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی یہی ہے لیکن ہم نے کراہت کے ساتھ اس کی امامت کو جائز رکھا
ہے کیوں کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز ادا کرو)

☆ علاوہ بری تقریر میں چند دینے والا اگر ثواب سمجھ کر چند دیتا ہے بدعتی ہے اور بدعتی کا امام بننا سخت
ترکروہ ہے سو اس واسطے کہ بدعت محل فسق و فجور سے بہت ہی بدتر ہے کما فی الکبیری

بکروہ تقديم المبتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حيث

العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف بانه فاسق و بخلاف المبتدع بخلاف المبتدع (۲)

(۱) إغنية المستعملي شرح منية المعصلي صفحہ ۴۷۹ مطبوعہ دیوبند

II إغنية المستعملي شرح منية المعصلي صفحہ ۱۳۵۱۳ مطبوعہ سہیل اکیلمی لاہور.

(۲) إغنية المستعملي شرح منية المعصلي صفحہ ۴۷۹ مطبوعہ دیوبند

II إغنية المستعملي شرح منية المعصلي صفحہ ۱۳۵۱۳ مطبوعہ سہیل اکیلمی لاہور.

(ترجمہ: بدعتی کو امامت کے لیے آگے گھڑنا کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے اعتبار سے فاسق ہے اور یہ عمل کے اعتبار سے فسق سے زیادہ سخت ہے کیونکہ عمل کے لحاظ سے فاسق اپنے فاسق ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ استغفار کرے جب کہ بدعتی کا مال اس کے خلاف ہے)

اور درختار مطبوعہ مصر فی صفحہ ۲۳۷ جلد اول میں ہے

کل صلوۃ ادبت مع کراهۃ التحريم نجب اعادتها والمختار انه جابر للاول لان الفرض لا ینکدر (۱)

(ترجمہ: ہر نماز جسے کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیا جائے اس کا امام وہاں جب ہے اور بخاری ہے کہ وہاں چڑھی گئی نماز پہلی کے نقصان کا ازالہ کرتی ہے کیوں کہ فرض نماز کا ٹکرا نہیں)

یعنی جو نماز کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی جاوے اس کا پھیرنا واجب ہے چنانچہ شامی کے اسی صفحہ مذکور درختار میں ہے:

والحق التفصیل بین کون نلک الکراہۃ نحریمۃ فیجب الاعادۃ او تریبۃ

فتنستحب (۲)

(ترجمہ: حق یہ ہے کہ اس بارے میں تفصیل ہے اگر کراہت تحریمی ہے تو امام وہاں جب ہے اور اگر محض یہی ہے تو مستحب۔)

نَحْمَدُكَ يَا اللَّهُ تَعَالَى اعْلَمَ بِالصَّوَابِ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ اللہ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۲۸ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ



(۱) الذر المختار مع رد المختار جلد اول صفحہ ۴۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(۲) رد المختار جلد اول صفحہ ۴۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر ۵۲﴾

سوال

میں نے مسل متعلقہ آٹا فریہ صاحب کو حسب الارشاد ڈپٹی صاحب سلمہ من اولہ الی آخرہ دیکھا۔
 روئے اور مسلسل سے ظاہر ہے کہ عید عداالت مہد حضرت سلطان عالم گیر مآزی رحمۃ اللہ علیہ میں بعض خدمت
 خطابت و امامت عید گاہ حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم کا ایک روپیہ روز مقرر ہوا تھا اور پھر وہ وکیلہ کچھ کی کے
 ساتھ ان کی اولاد میں مرزا حیدر صاحب تک منتقل ہوا چلا آیا اور بدستور اب تک ان کو اور ان کی اولاد کو بلا
 لحاظ دادائے خدمت مذکور مل رہا اور مل رہا ہے اور یوں جاہل رہ جانے والے حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم اور
 باوصف تنبیہات مکررہ نہ کوشش کرنے مرزا حیدر صاحب ان کے صاحبزادہ آٹا فریہ صاحب تحصیل علوم شریعہ
 دینی میں اور مافوق ہونے مآزیوں کے جن میں علماء بھی ہوتے ہیں ان کو خطابت اور امامت یعنی خدمت
 خطابت و امامت سے باوصف جاری رکھنے وکیلہ معینہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ پھر جب ان کی درخواست امامت
 و خطابت پر مولانا رمضان صاحب مرحوم کو حکم امتحان دیا گیا اور حسب درخواست مرزا صاحب موصوف
 مرزا صاحب کو امتحان دینے کے بھی آٹھ سات دن کی مہلت بھی دی گئی۔ مگر بایں ہمہ بعد امتحان مرزا صاحب
 مواجہہ مولانا سعادۃ اللہ صاحب و امام صاحب مد اللہ علیہا مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

”کچھ مسائل دریافت کیے تھے جن میں سے فرائض و واجبات پورے نہیں بیان کیے تھے کہ پ نماز عید
 بھی کامل نہیں بتائی قرآن مجید کی صحت قرأت بھی قابل اطمینان نہیں خارج سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں“

اندریں صورت حکم مورخہ نمبر ۱۷۷۱ ڈپٹی صاحب سلمہ اللہ عن حج آفات الدینیہ والدینیہ کا یہ معلوم
 ہوا ہے کہ مجھ سے فتویٰ اس امر کے بارے میں مطلوب ہے کہ ایسے خطیب کی امامت و خطابت جائز ہے یا
 نہیں؟

الجواب

صفحہ ۴۱۳ درختار میں ہے۔

و لو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه ولا نهم احق بالامامة منه كره
له ذلك تحريما لحدث ابى داؤد رحمہ اللہ ولا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون و
ان هو احق لا والكراهة عليهم رحمہم اللہ۔

(ترجمہ: اگر کسی نے ایسے لوگوں کی امامت کرائی جو اسے ناپسند کرتے ہیں اگر ان لوگوں کی ناپسند یہی اس میں
کسی بگاڑ کے باعث ہے یا اس لیے ہے کہ وہ خود اس سے امامت کے زیادہ مستحق ہیں تو اس کے لیے امام بننا
مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ سنن ابی داؤد میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو ان لوگوں
کے آگے ہو کر امامت کرائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں۔ اور اگر وہ خود امامت کا زیادہ مستحق بنے تو کراہت نہیں
پھر ان کی کراہت ان پر لوٹ جائے گی)

قال الشامي رحمه الله

قوله لحدث هكذا رواه في النهر بالمعنى و عزاه الى الحلبي صاحب الحلبه مع

انه في الحلبه ذكره مطولا و نقله في البحر عتھا رحمہم اللہ۔

(ترجمہ: قولہ: حدیث کی وجہ سے الجہر میں ہے اسی طرح بالسنی روایت ہے۔ علامہ مطہری رحمہم اللہ نے اسے
صاحب حلبہ کی طرف منسوب فرمایا ہے حالانکہ علیہ میں یہ طوالت کے ساتھ ہے اور الجہر میں اسی سے نقل فرمایا
ہے)

یعنی اگر کوئی شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس کی امامت سے کراہت کریں اگر ان کی

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۴۵۴ مطبوعہ دار اسماۃ التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۴۵۴ مطبوعہ دار اسماۃ التراث العربی بیروت

کراہت بوجہ کسی فساد دینی کے ہو یا اس وجہ سے ہو کہ وہ یہ نسبت اس کے امامت کے زیادہ حق دار ہیں تو اس کو امامت کرنا مکروہ تحریمہ ہے اس واسطے کہ ابو داؤد میں ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نہیں قبول کرتا نماز اس شخص کی جو کسی قوم کا امام بن جائے اور وہ لوگ اس سے کراہت کرتے ہوں۔
علامہ شامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

یہی مضمون نہر میں ہے اور ایسا ہی علیہ میں ہے اور صاحب علیہ علی کی طرف اس روایت کو نسبت کرتے ہیں اور ایسا ہی البحر الرائق میں۔

اور صورت مسئلہ میں ظاہر ہے کہ کراہت لوگوں کی شخص مذکور کی امامت و خطابت میں بوجہ فساد دینی کے ہے (جس کا شرعاً اعتبار ہے) نہ کہ نفسانیت سے کہ جو ہرگز قائل اعتبار نہیں۔ یا اس وجہ سے ہے کہ یہ نسبت شخص مذکور زیادہ حق دار امامت و خطابت یا اعتبار علم و فضل کے جماعت میں موجود ہوتے ہیں اور تاہا اسی وجہ سے ان کو ان کے عہدہ سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ مختار

حورہ: العبد المقتدر الی رحمۃ ربہ الغنی

ابو محمد محمد دین ارطغرلی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد

۱۳ نومبر ۱۷ء



﴿فتویٰ نمبر..... 53﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ بیس یا بیس سال سے ایک شخص مسجد لال کرتی میں امامت کرتا تھا۔ چونکہ عرصہ چار سال سے اس کی حرکات ناشائستہ مثل قمار بازی وغیرہ کے متواتر اس کی دیکھنے میں آئیں۔ لہذا اس کو چند مرتبہ اس فعلی قبیح سے متنبہ بھی کیا گیا۔ لیکن باوجود فہمائش کمال کے وہ حرکات ناشائستہ سے باز نہ آیا۔ اور چند مرتبہ معافی تقصیرات کی دی گئی۔ اب اس امام کو بدل محلہ نے عرصہ ایک ماہ سے مسجد سے علیحدہ کر دیا۔ اس نے چند آدمیوں کو اپنا مشیر بنا کر ماحاطہ مسجد سے باہر لوگوں کو علیحدہ نماز پر حانا شروع کر دیا۔ جس وقت مسجد کے اندر جمعہ کا خطبہ پڑھا اور اذان نماز ہوتی ہے اس وقت وہ دوسرا امام بھی مسجد کے باہر یہی کام کرتا ہے اور مسجد کی آواز باہر اور باہر کی آواز اندر دن مسجد آتی ہے اس صورت میں مسجد کے اندر اور باہر نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

سائل: حافظ رحمت اللہ۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

هو اعلم للحق والصواب

ایسا امام شرعاً لائق امامت نہیں تمام کتب میں ہے۔

تکرہ اعامة الفاسق ما۔

(ترجمہ: فاسق کی امامت مکروہ ہے)

ما فتویٰ مع شرح الباب جلد اول صفحہ ۹۰ مطبوعہ بیروت میں ہے

ویکروہ تغفیم العبد والاعرابی والفاسق

(ترجمہ: تلافی دی اور فاسق کو امامت کے لیے آگے نہ کرنا مکروہ ہے)

☆ اور جن لوگوں نے اُس کی امانت کی ہے اور ایک نئی جماعت مسجد سے علیحدہ قریب مسجد قائم کی ہے وہ سب گنہگار ہیں اور توبہ کے الٹ ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَارْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلُقُنَّ اللَّهُ الْحَسَنَى وَاللَّهُ بِشَهِدٍ أَنْهُمْ لَكَذِبُونَ ۝﴾

(یعنی جنہوں نے ایک نئی مسجد ضد اور کفر پر بنائی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے واسطے اور جو خدا اور رسول سے لڑ رہا ہے یعنی بدکار ہے اس کی حمایتی (سراغ رساں) بنے اور قسم کھائی جائے گی کہ یہ کام ہم نے اچھا سمجھ کر کیا تھا۔ پس اللہ کو اسی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں) ان لوگوں کو توبہ کرنا چاہئے اور خدا کے عذاب اور حکم شریعت کے خلاف کرنے سے بچیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو مسجد کے برابر دوسری جماعت نہ کرنے دیں۔ مسجد والوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں۔ فقط

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصِّرَاطِ وَعِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ.

عاجز محمد رمضان علی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۵ دسمبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر..... 54﴾

سوال

اقتداء حنفی کی نا اہلی مذہب کے پیچھے جو آمین بالجہر نہ کرتا ہو جائز ہے؟ اور جمعہ کے سوا اور وقت نماز میں جماعت کا مادی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

سائل: سلامت علی متولی مسجد فتح آباد ضلع آگرہ
نیم جولائی ۱۹۶۶ء

الجواب

هو الصواب

اقتداء ساہلی مذہب کے پیچھے درست ہے جب تک کسی مختلف فیہ مسئلہ پر اعتقاد کرتا ہو۔ کذا فی الشامی

ذہب عامة مشائخنا إلى الجواز إذا كان بحفاظ في موضع الخلاف وإلا فلا!

(ترجمہ: ہمارے امام مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ حنفی مذہب نہ رکھنے والے امام کی اقتداء جائز ہے جب کہ اختلاف کے مواقع میں اعتقاد کرتا ہو اور نہ جائز نہیں ہے)

☆ جو شخص بلا وجہ ترک جماعت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

لو تركها اهل مصر يومرون بها فان قبلوا والا يقاتلون عليها لانها من شعائر الاسلام! نقل

☆ (ترجمہ: اگر کسی شہر والوں نے اسے (نماز یا جماعت کو) ترک کر دیا تو ان کو اس کا حکم دیا جائے گا۔ اگر قبل

کریں تو نہیں۔ ورنہ اس وجہ سے ان سے جنگ کی جائے گی، کیونکہ یہ اسلام کے شعائر سے ہے) واللہ اعلم

وحکمہ احکم

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی

رد المحتار:	جلد اول صفحہ ۵۶۳	مطبوعہ مصر
الاختیار لتعلیل المغتار	جلد اول صفحہ ۸۰	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

﴿فتویٰ نمبر..... 55﴾

سوال

پیش امام حنفی مذہب کا اگر شافعی مذہب کے طریقہ پر نماز فجر میں دماۓ قنوت اور دماۓ رکعتیں پڑھتے ہوں مقتدیوں کی نماز جائز ہوگی یا نہیں۔ اسی حالت میں جبکہ وہ امام دماۓ قنوت پڑھنے میں مشغول اور دماۓ کرنے میں مصروف ہو بعض مقتدی رکعت میں اور بعض سجود میں جوتے ہیں اور پریشان۔ ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟۔

الجواب

اگر امام شافعی مذہب ہے اور امام مقتدی یا اکثر حنفیوں اور حنفیوں میں قابل امامت و دھرا شخص موجود بھی ہے بلاشبہ حنفیوں کا شافعی کو امام بنانا بہتر نہیں۔ افضل یہی ہے کہ حنفی اپنا امام حنفی ہی کو بنائیں۔ اور اگر حنفیوں میں کوئی قابل امامت نہیں ہے، اور امام شافعی جو امور حنفیوں کے نزدیک مفید نماز ہیں اور اس کے نزدیک مفید نہیں ہیں جیسے چوتھائی سر کا مسح کرنا یا خون بہہ نکلنے اور قے سے وضو نہ کرنا اور نماز میں ایک رکن کے اندر تین حرکت کرنا وغیرہ کہ ان سب صورت میں مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی، اور اگر وہ ایسے امور میں حنفیوں کی رعایت سے قے اور خون سے وضو کر لیا کرے چوتھائی سر کا مسح ترک نہ کرے۔ علیٰ ہذا جمیع مضادات عند الحنفیہ سے محترز رہے، چہاں پڑھنے سے اس کے ساتھ شرکت جماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔

کما فی صفحہ ۴۱۷ من رد المحتار المصری

لا جدال بعد اتفاق عالمی المذہبین و ہما رملی الحنفیہ و رملی الشافعیۃ رحمہما اللہ تعالیٰ فیحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذا لم یجد غیرہ والا فالاقضاء بالموافق افضل ۱۔

۲۔ (ترجمہ: حنفی اور شافعی ہر دو مذاہب کے دونوں عالموں یعنی علامہ رملی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رملی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس امر پر اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا باقی نہ رہا کہ مذہب مخالف کا امام جو فرائض میں مقتدی کے

مذہب کی رسایت کرتا ہو اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا کیلئے نماز پڑھنے سے بہتر ہے جب کہ اس امام کے بغیر کوئی اور امام مہسر نہ آئے ورنہ موافق مذہب کے امام کی افضل ہے)

☆ اور اگر وہ غیر مقلد ہے یعنی باوصف ضعیف ہونے کے وہ امور (جو) خفیوں کے نزدیک مکروہ ہیں جیسے باضرورت، نازلہ اور قحط، مصیبت سخت کے انفرادی سے جماعت، قبل اسلام پر قحوت صبح کا پڑھنا، رفع یدین کرنا، آمین بالجبر کہنا، کبھی ایک بال کا مسح کرنا، کبھی سارے سر کا مسح کرنا، کبھی مس ذکر سے وضو کرنا، کبھی نہ کرنا، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ☆ اس واسطے کہ وہ بیحد متخالف جمہور بالی سنت اور ترکہ تقلید، فاسق اور بدعتی ہے۔ اور بدعتی اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ واجب الامارہ ہوتی ہے جس کا پھیرنا واجب ہوتا ہے۔

کما فی صفحہ ۳۷۹ من الکبیری

ویکبرہ تغذیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف بانہ فاسق و يخاف و يستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من يعتد شينا على خلاف بعقده اهل السنة والجماعة! (ترجمہ: امامت کے لیے بدعتی کو آگے کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہوتا ہے یہ عمل کے اعتبار سے فاسق سے زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ عملی فاسق اعتراف کرتا ہے کہ وہ فاسق ہے۔ وہ خوف زدہ ہوتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔ جب کہ بدعتی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ بدعتی سے مراد ایسا شخص ہے جو کسی چیز کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھے جو عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہو)

اور غیر مقلدین کا مخالف عقائد اہل سنت والجماعت مقلد سنی مذہب پر اربعہ ظاہری ہے اور اگر ان کے عقائد کی زیادہ ضرورت منکور ہو، جماع الشواہد فی اخراج الوہا بین عن المساجد اور ”کشف النجائب“ مولانا القاری عبدالرحمن پانی پت ملاحظہ ہو۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر.....56﴾

سوال

جس شخص نے رمضان کا روزہ قضا نہیں رکھا کیا وہ جمعہ کی امامت کر سکتا ہے؟ اور وہ عید کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ مقتدی روزہ دار اور پادشہ ہیں۔

۱۰ رمضان ۱۴۰۶ھ

دفعہ دار محمد شاہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

بغیر مرض اور سفر کے رمضان کے روزہ قضا ترک کرنے والا اعلیٰ درجہ ایک دو وقت قضا نماز نہ پڑھنے والا یا ہمیشہ قضا کر کے نماز پڑھنے والا قاسم ہے۔ کھانا اور قاسم کے چھپے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پڑھ لی جائے تو دوبارہ دہرائے واجب ہے۔ حکذا فی الشامی والکبریٰ و جمیع الفقہ

حضور: عبدالرہمان رحمۃ ربہ التوفی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 57﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں جو ذیل میں لکھے ہیں۔ جو شخص نماز میں خیانت کرے۔ جو شخص کبھی نماز پڑھے کبھی نماز نہ پڑھے۔ جو شخص خدا اور رسول کو رومیان میں دے کر کسی کا مال مار بیٹھے۔ جو شخص لڑکا لڑکی پر منت مان کر کھرا بکری ذبح کرے۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نادرست؟ جواب دیجئے خدا جانتا ہے۔

وزیر خان بلوچ پورہ آگرہ

۲۰ شعبان ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

ان میں سے اکثر امور فحش و فجور ہیں اور مرتکب ان کا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ جس کا دوبارہ پھیرنا واجب ہے۔ لہذا جب تک دوسرا امام کے پیچھے جو فاسق نہ ہو نماز باجماعت ممکن ہو اور جماعت مل سکے فاسق کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے چنانچہ شرح عبارت در مختار و بکروہ امامہ فاسق اس میں علامہ ثامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

وفي المعراج قال اصحابنا لا ينبغي ان يفندى بالفاسق الا في الجمعة لانه في

غيرها بجد اماما غيره قال في الفتح و عليه فيكروه في الجمعة اذا تعددت اقامتها في

المصر على قول محمد المصنف به لانه يسبيل الى التحول۔

(ترجمہ: معراج میں ہمارے علمائے کرام نے فرمایا جبکہ کسی اور نماز میں فاسق کی اقتداء نہ کرنی چاہئے)

کیوں کہ جمعہ کے علاوہ اور نمازوں میں اس کے بغیر اور امام پاسکتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا اس صورت میں اگر جمعہ شہر میں متحد مقامات پر قائم ہوتا ہو تو پھر فاسق امام کی اقتداء نہ کر وہ ہے۔ یہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فضیلتی بقول ہے کیوں کہ وہ فاسق امام سے بغیر فاسق امام کی طرف بھڑک رہا ہے۔

☆ بناء علیہ اگر فاسق کے پیچھے نماز پڑھ بھی لے تو واجب ہے کہ اس کو دوبارہ بھیجے۔

چنانچہ صفحہ ۳۳۳ در مختار مطبوعہ رد المحتار مصری میں ہے:

کل صلوة اذیت مع کراهة التحريم تجب اعادتها!

(ترجمہ: ہر وہ نماز جسے کر لیتے ہیں کہ اس کے ساتھ ادا کیا گیا ہو اس کا مادہ واجب ہے)

اور فقیہ و فقہاء امور مذکور ان آیات و احادیث معتبرہ سے ظاہر ہے۔ صفحہ ۱۲۱ پر یہ مطبوعہ مصر

معتقد ہو کہی رحمہ اللہ میں ہے۔

☆ عن انس رضي الله عنه انه قال خطبنا رسول الله ﷺ انه قال لا ايمان لمن لا امانة

له ولا دين لمن لا عهد له ونجى الامانة والخيانة في القول ايضا (د) عن ابی هريرة

رضي الله عنه انه قال قال رسول الله ﷺ المستشار موثمن ومن افترى بغير علم كان اثمه

على من افناه ومن اشار على اخيه بامر يعلم ان الرشذ في غيره فقد خانته قال الله تبارك و

تعالى يا ايها الذين امنوا لم تقولون ما لا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (م)

عن ابی هريرة رضي الله عنه انه قال قال رسول الله ﷺ آية المنافق ثلاث وان صام و

صلى و زعم انه مسلم اذا حدث كذب و اذا وعد اخلف و اذا اتهمن خان (خ م) عن عمرو

بن العاص اربع من كن فيه كان منافقا خالصا و من كانت فيه خصلة منها كان فيه خصلة

من النفاق حتى يدعها اذا اتهمن خان و اذا حدث كذب و اذا عاهد غدر و اذا خاصم

فجر فالوعد بنیہ الخلف کذب عمدۃ حرام و اما بنیہ الوفاء فجانز ثم انه لا یجب عند اکثر العلماء رحمہم بل یسحب فیکون خلفہ مکروہا تنزیہا بدلیل قوله علیہ السلام اذا وعد الرجل و نوى ان یفی له فلم یف به فلا جناح علیہ و فی رواية فلا یم علیہ رواہ (ت ۵) عن زید بن ارقم و عند الامام احمد و من تبعہ الوفاء واجب و الخلف حرام مطلقا فنبہہ شبهة الخلاف و آية التفاق و شان السالک الاجتناب من الخلاف و الاخذ بالتوافق!

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک روز ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا ”جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس میں وعدہ کا پاس نہیں اس کا دین نہیں“ امانت اور خیانت گفتگو میں ہوتی ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس سے مشورہ طلب کیا جائے امانت اس کے سپرد کی جاتی۔ اور جسے فتویٰ دیا گیا بغیر علم کے تو اس کا غلط فعل کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔ اور اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دینے والے جس شخص کو ظلم ہو کہ بھلائی اس کے علاوہ اور کام میں ہے تو یقیناً اس نے اس سے خیانت کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے غضب کی بات ہے کہ تم وہ کہو جس پر خود عمل نہ کرو۔“ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ روزے رکھے اور نمازیں ادا کرے جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے اس کا خلاف کرتا ہے اور جب اس کو امانت سپرد کی جائے خیانت کرتا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن ماس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جس شخص میں چار مائیں ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس میں ان میں ایک مادت ہو اس میں نفاق کی ایک نشانیاں ہوتی ہے جب تک وہ اسے ترک نہ کر دے جب اسے امانت سپرد کی جائے خیانت کرتا ہے جب

بات کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، جب معاہدہ کرتا ہے، دھوکہ دیتا ہے اور جب جھگڑا کرتا ہے حق سے تجاوز کرتا ہے۔ پس توڑ دینے کی نیت سے وعدہ کرنا جان بوجھ کر جھوٹ بولنا اور حرام ہے۔ لیکن ایذا کی نیت سے وعدہ کرنا جائز ہے۔ پھر اکثر علماء کے نزدیک اس کا ایذا مستحب ہے لہذا اس کا خلاف مکروہ تہزیبی ہے۔ اس کی دلیل نبی پاک ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے جب کوئی شخص وعدہ کرے نیت اس کی پورا کرنے کی ہو پھر وہ پورا نہ کرے تو اس کے ذمہ کوئی معصیت نہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ علیہما نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور ان کے اتباع کے نزدیک وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اس کا خلاف مطلقاً حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی میں ائمہ کے درمیان اختلاف کا شہد ہے اور یہ متافق کی نکتہ فی بھی ہے اور سالک کی شان اختلاف سے بچنا اور اتفاق امور پر کاربند ہونا ہے۔

اور صفحہ ۵۸، ۵۹ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مجتہائی دہلی میں ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن عاص عن النبی ﷺ انه ذکر الصلوة يوم اقبال من حافظ علیہا کانت له نورا و برہانا و نجاته يوم القیمة و من لم یحافظ علیہا لم یکن له نوراً ولا برہانا ولا نجاته و کان يوم القیمة مع قارون و هامان و ابی بن خلف رواہ احمد والدارمی و البیہقی فی شعب الایمان!

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا جو اس کی حفاظت کرے قیامت کے دن یہ اس کے لیے نور، برہان اور نجات ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نہ نور ہوگا اور نہ برہان اور نہ ہی نجات۔ وہ قیامت کے دن قارون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ احمد دارمی، شعب الایمان، بیہقی

و فیہ فی صفحہ ۵۸

☆ عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ خمس صلوات افترضہن اللہ تعالیٰ من احسن و حسنہن و صلاہن یوقنہن و اتم رکوعہن و خشوعہن کان لہ علی اللہ عہدا ان یغفر لہ و من لم یفعل فلیس لہ عہد ان شاء غفر لہ و ان شاء عذبه رواہ احمد و ابوداؤد و روی مالک و النسائی نحوہ۔ ۱۰

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کیں۔ جس نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا انہیں ہر وقت ادا کیا ان کے رکوع اور خشوع کو پوری طرح ادا کیا اللہ تعالیٰ کے ثمرہ رحمت پر اس کے لیے وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے اور جس نے ایسا نہ کیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وعدہ نہیں اگر وہ چاہے تو محاف فرمادے اور اگر چاہے تو اسے عذاب میں مبتلا فرمادے احمد ابوداؤد ترمذی امام مالک اور امام نسائی نے اسی کی مانند روایت کیا

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....58﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک امام نے ایک عورت بدکار سے جس نے علی الاطلاق حرام کاری ایک مدت تک کر کے زنا کے پیرے سے جائیداد تقریباً چھ ہزار کی جس کی آمدنی تقریباً پچاس یا ساٹھ روپیہ ماہوار ہے غریب کی قسمی اس کے لالچ میں آ کر نکاح کر لیا اور نکاح میں اس کے بجز مولوی دین محمد کے اور کوئی نہ تھا۔ اور وہ امام ایک مدت تک پوشیدہ اس عورت کے ساتھ رہتا تھا۔ اور اس کا حرام مال اور اس جائیداد حرام کی آمدنی کھاتا تھا۔ اور جب یہ امر ظاہر ہوا اور ایک شخص نے اشتہار پھپھو کر اس امر کے متعلق ٹوی پوچھا تو اس نے اس ٹوی پوچھنے کو اپنی ہنک سمجھ کر ہنک کی نافش کر دی۔ لہذا گزارش ہے کہ ایسے امام کا کیا حکم ہے۔ اور جو مولوی اس طرح نکاح کرے یا جائز مال حرام دے دے یا اس طرح مال حرام کے کمانے کی تدبیر کر دے اور منع نہ کرے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

وہو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

ایسا امام فاسق ہے۔ اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ دوبارہ پڑھنا اور پھیرنا واجب ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۱۴ رد المحتار میں علامہ شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

واما الفاسق فقد عللوا كراهة تغديمه باته لا بهتم لامردنه و بان في تغديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا ولا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لا نزول العلة فاته لا بومن ان يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمعتد نكرو امامته بكل حال

بل مشی فی شرح العنبة إن کراهة تقدیمہ تحریم لما ذکرنا

(ترجمہ: فاسق کو امامت کے لیے آگے کرنے کی کراہت کی وجہ علمائے کرام نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے دینی معاملات کی نگہبانی کرتا نہیں اس کو آگے کرنے میں اس کی قنیم ہوتی ہے حالانکہ شرکاء اس کی اہانت واجب ہے یہ امر حقیقی نہیں ہے کہ اگر وہ دوسروں سے زیادہ عالم ہو تو کراہت کی یہ وجہ زائل نہیں ہوتی کیونکہ اس پر اعتقاد نہیں ممکن ہے انہیں بغیر طہارت کے نماز پڑھادے تو اس کا حکم بدعتی کی مانند ہے جس کی امامت ہر مال میں مکروہ ہے بلکہ منیہ کی شرح یہ روش اختیار کی کہ ایسے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس کی وجہ وی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے)

پھر اگر یہ یہ فقہی حرام خوری یا شبہ حرام خوری یا زنا وغیرہ کے لوگ اس کی امامت سے کراہت کرتے ہیں یا اس وجہ سے کراہت کرتے ہوں کہ اس امام سے افضل دوسرا شخص قابل امامت ان میں موجود ہے اور وہ جبر امامت کرتے تو اس کو امام بنانا بھی مکروہ تحریمی ہے بلکہ جو جب ظاہر روایت معنی حدیث اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی اور جب امام کی نماز مقبول نہیں ہوتی تو مقتدی کی نماز کس طرح کمال ہو سکتی ہے۔ حالانکہ باخلاق مقتدی کی نماز جواز و عدم جواز میں تابع ہوتی ہے نماز امام کے چنانچہ سنہ ۳۵۰ ہجری میں ہے۔

و یکرہ للامام ان یوم قوما و ہم لہ کارہون بخصلة ای بسبب خصلة توجب الکراهة اولان فیہم من ہو اولی منہ بالامامة لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلاث لا تجاوز صلاتہم اذانہم العبد الا بقی حتی یرجع و امرأة باتت وزوجها علیہا ساعط و امام قوم و ہم لہ کارہون و فی حدیث آخر ثلثة ۱ لا تقبل لہم صلوٰۃ من تقدم قوما و ہم لہ کارہون الخ ۲۔

۱ (ترجمہ: امام کے لیے مکروہ ہے کہ لوگوں کی اس حالت میں امامت کرائے کہ وہ اسے کسی ایسی خصلت

۱۔ رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۱۳ مکتبہ و شبہہ کوئٹہ

۲۔ غنیۃ المستملی صفحہ ۸۵۰ مطبوعہ کتب خانہ رحیمہ دیوبند

کے باعث ناپسند کرتے ہوں جو کراہت کا باعث بنے۔ کیوں کہ اس صورت میں مقتدیوں میں ایسے لوگ موجود ہوں گے جو اس سے امامت کے زیادہ حقدار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے تمہیں اشتکام ایسے ہیں جن کی نماز ان کے کانوں سے اوپر تجاوز نہیں کرتی۔ ۱۔ بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آجائے۔ ۲۔ عورت جس نے رات گزاری اس حالت میں کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ ۳۔ لوگوں کا امام جس کی امامت کو لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تمہیں افراد ایسے ہیں جن کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ۱۔ جو لوگوں سے آگے امامت کے لیے بڑھ گیا جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں (الحج) ☆ اور اگر امام یا کوئی اور مولوی بلکہ جو کوئی بھی مسلمان حرام قطعی کو حلال سمجھ لے اور اس کو حلال سمجھ کر کھائے یا کھانے کی اجازت دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

کما هو مصرح من جمیع کتب الفقہ والعقائد

لہذا اس امام اور مولوی پر لازم ہے کہ اس کے حلال سمجھنے اور کھانے سے قہر کرے اور نو مسلمان ہو کر دوبارہ اپنی بیوی سے نکاح کرے ورنہ کفار اور مومن کے درمیان نکاح قائم نہیں رہتا۔ اور جب نکاح قائم نہیں رہا تو اولاد حلال سے نہیں ہو سکتی۔

حورہ: العبد العاصی
ابو محمد محمد دیوبند علی لکھنوی لکھنوی
نی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 59﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایسی صورت میں کہ امام کو قنطہ پہ لگنے پر یا بھول سے قراءت سے رکا مقتدی نے لقمہ دیدیا امام نے لقمہ لے لیا آیا اس صورت میں دونوں کی نماز قاسد ہوگی یا خطہ مقتدی کی یا خطہ امام کی؟ بینوا نو جو رو!

۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

مولانا بخش ربیعہ منڈی

الجواب

اللھم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں نہ امام کی نماز قاسد ہوئی نہ مقتدی کی۔ مقتدی کے لقمہ دینے اور امام کے لقمہ لینے سے نماز قاسد نہیں ہوتی۔ البتہ مقتدی کو لقمہ دیتے ہوئے جلدی کر دینا اور امام کو بعد تین آیت پڑھنے کے انتظار لقمہ کرنا جائز نہیں ہے مگر اگر بلا انتظار آیت کو بغرض یاد آ جانے کے لوٹا رہا تھا اور مقتدی نے بتا دیا تو دونوں کی نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ کچھ حرج نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار

بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفتح و اخذ بکل حال را

(ترجمہ: نمازی اپنے امام کے علاوہ کسی اور نمازی کو لقمہ دے گا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی) بخلاف اس کے اگر اس نے اپنے امام کو لقمہ دیا تو نماز مطلقاً قاسد نہ ہوگی۔ یعنی ہر حال میں نہ لقمہ دینے والے کی اور نہ ہی قبول کرنے والے کی نماز قاسد ہوگی)

حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد دین محمد دین اعلیٰ الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 60﴾

سوال

جن اوقات میں نماز وجہہ مکروہ ہے اور ان میں کس قسم کے جہدے منع ہیں اور کس قسم کی نماز؟
جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۷۷ دسمبر ۱۴۱۵ھ

الجواب

اوقات منہیہ میں نفل واجب فخریہ تینوں جہدہ مکروہ ہیں۔ مراۃ الفلاح میں ہے۔

وبصح اداء ما وجب فيها اى الاوقات الثلاثة لكن مع الكراهة فى ظاهر الرواية

كجنازة اذا حضرت و سجدة آية تلبت فيها و نافلة شرع فيها او نذر ان يصلى فيها الخ۔

ہذا (ترجمہ: جو نماز ان تین مکروہ اوقات میں واجب ہو جائے اس کی ادا نیکی ظاہر روایت کی رو سے کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ مثلاً جنازہ جب ان اوقات میں آجائے آیت جہدہ کی تلاوت جو ان اوقات میں کی جائے نفل نماز جو ان اوقات میں شروع کر دی جائے یا ان اوقات میں نماز نفل پڑھنے کی نذر مان لے)

پس علاوہ فرض نماز جنازہ وجہدہ تلاوت بھی مکروہ ہے۔

کتابہ المفنی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱۔ فحکامی تاثیر مراۃ الفلاح میں ہے

☆ وفى البحر عن النخبة الأفضل أن يصلى على جنازة حضرت فى تلك الاوقات ولا يؤخرها بل فى الإيضاح والتهبیین التاخير مکروہ۔

ترجمہ: البحر الرائق میں تحذیر الفقہاء سے ہے کہ اگر ان اوقات میں جنازہ آجائے تو نماز جنازہ پڑھنے سے تاخیر کر دوت تک مؤخر نہ کرے۔ الايضاح، تہبیس میں ہے کہ ان اوقات میں آجائے ہوئے جنازہ کی نماز کو مؤخر کرنا مکروہ ہے۔

حاشیہ الطحاوی علی هامش 'مراۃ الفلاح' صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ نور محمد کاز غنائہ نجارت کتب کراچی محمد علیہ الدین تھیکندری علی مرتبہ

﴿فتویٰ نمبر..... 61﴾

سوال

تجیر و تحمین جنازہ بوقت زوال درست ہے کہ نہیں؟

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

تکلیف آفتاب کی نمودار ہونے سے اس وقت تک جب آفتاب کی شعاعوں سے آنکھ نہ چھپے اور غروب کے وقت سوائے اس دن کی عمر کے ۵۰ علیٰ ہذا نصف نماز شرعی سے یعنی کچھ صادق سے غروب آفتاب تک جتنے گھنٹے دن ہو اس کے نصف دن ۵۰ آفتاب کے کھٹنے سے پہلے تک نہ بعدہ تلاوت جائز نہ نماز جنازہ جائز علیٰ ہذا نہ قضا نماز جائز نہ ادا نماز جائز نہ نفل نماز جائز نہ واجب نماز جائز نہ سنت جائز۔

چنانچہ ۳۴۳ جلد اول درمناظر مصری مطبوعہ مع رد المحتار میں ہے

و كره تحريما و كل ما لا يجوز مكره و صلوٰة مطلقا و لو قضاء او واجبة او نفلا او
على جنازة و مسجدة تلاوة و سهو مع شروق و استواء و غروب الا عصر بوجه (انہی
مختصراً)

(ترجمہ: مطلقاً ہر نماز اگرچہ وہ قضا ہو یا واجب ہو یا نفل ہو یا بعدہ تلاوت ہو یا بعدہ کہو ہو)

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول صفحہ ۴۷۴ ۴۷۳ ۴۷۲ ۴۷۱ مطبوعہ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

۲۔ الدر المختار جلد ۱/ اول صفحہ ۴۷۵ علیٰ هامش رد المحتار میں ہے

فلو وجبت لہا لم یکرہ فعلہا ای تحریما و فی النہیة الأفضل أن لا تضر الجنائز.

۵۰ (ترجمہ: اگر بعدہ تلاوت واجب ہو یا نماز مکروہ ہو یا واجب ہو۔ لیکن ان اوقات میں آیت بعدہ کی تلاوت کی جائز نہ ان اوقات میں آیت ان کی تلاوت کی جائز نہیں ہے اور واقعہ میں ہے کہ نفل یہ ہے کہ نماز جنازہ کو ذکر نہ کیا جائے)

سورج کی نگیہ چمکنے سر پر آنے اور غروب ہونے وقت سوا اس دن کی عصر کے ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز وہ نمازیں جو ان اوقات میں جائز نہیں ان کا ادا کرنا بھی مکروہ ہے)

☆ پھر نصف النہار ائمہ ماوراء النہر کے نزدیک نصف النہار عرفی ہے کہ اس سے مراد ٹھیک دوپہر اور سایہ کے ٹھہرنے کا وقت ہے اور ائمہ خوارزم کے نزدیک مراد نصف النہار شرعی ہے۔

مثلاً صحیح صادق چار بجے ہوا اور غروب آفتاب ساڑھے سات بجے اس حساب سے دن ساڑھے چھ رہے گھنٹہ کا ہوا جس کا نصف پونے آٹھ گھنٹہ ہوئے لہذا مشائخ خوارزم کے نزدیک پونے بارہ بجے سے زوال تک وقت کراہیت جمع نمازوں اور کعبہ تلاوت کا ہوگا چنانچہ صفحہ ۴۰۳ جلد اول رد المحتار میں ہے۔

و عزا فی القہستان فی القول بان المراد انتصاف النهار العرفی الی ائمة ماوراء النہر
و بان المراد انتصاف النهار الشرعی وهو الضحوة الکبری الی الزوال الی ائمة خوارزم۔
(ترجمہ: تہمتانی میں یہ قول کہ نصف النہار سے مراد عرفی دن کا نصف ہے، ماوراء النہر کے علماء کی جانب منسوب ہے اور یہ قول کہ اس سے مراد شرعی دن کا نصف ہے، جو کہ نحوی کبریٰ ہے، خوارزم کے ائمہ کرام کی طرف منسوب ہے)

☆ ائمہ خوارزم اور علمائے خوارزم کی تحقیق پر فتویٰ دینے میں احتیاطاً معلوم ہوتی ہے اور چونکہ نصف النہار عرفی کے جو سایہ گشت کر رہے ہوں اور وقت ہے اتنا قلیل وقت ہے کہ جس میں قنوت بھی نہیں ادا ہو سکتی بلکہ چھتیا ایک رکعت ادا کرنے کی بھی اس وقت میں گنجائش نہیں ہوتی اور اس کی عموماً ہر شخص تحقیق بھی نہیں کر سکتا پھر ایسے قلیل غیر معلوم وقت میں ممانعت کے کیا معنی؟ لہذا قول اہل خوارزم ہی قوی معلوم ہوتا ہے کہ مراد نصف النہار سے زوال تک حدیث ممانعت نماز میں نصف النہار شرعی ہی ہے۔ چنانچہ اسی کے صفحہ ۴۰۳ میں علامہ دمشقی تحریر فرماتے ہیں:

قد وقع فی عبارات الفقهاء ان الوقت المعكروه هو انصاف النهار الى ان تزول الشمس ولا يخفى ان زوال الشمس انما هو عقب انصاف النهار بلا فصل وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن اداء صلاة فلعل المراد انه لا تجوز الصلوة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان او المراد بالنهار هو النهار الشرعي و هو من اول طلوع الصبح الى غروب الشمس و على هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان بعده اسماعيل ونوح وحموى وفى القبة واختلف فى وقت الكراهة عند الزوال فقبل من نصف النهار الى الزوال لرواية أبى سعيد عن النبي ﷺ انه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس قال ركن الدين الصباغى وما أحسن هذا لأن النهى عن الصلاة فيه بعند تصورها فيه ۱

(ترجمہ: فقہائے کرام کی عبارات میں ہے کہ مکروہ وقت نصف النہار سے لے کر سورج کے زوال تک ہے۔) اور یہ بھی نہیں ہے کہ سورج کا زوال نصف النہار کے متصل بعد ہوتا ہے۔ (اور اگر مردہ کی دن کا نصف ہو) وقت کی اتنی قلیل مقدار میں کوئی سی نماز بھی ادا کرنا بھی ممکن نہیں۔ تو شاید اس سے مراد اس وقت میں نماز پاز نہیں ہے یہ ہے کہ نماز کا کوئی حصہ اس وقت میں نہ پایا جانا چاہئے یا پھر دن سے مراد شرعی دن ہے جو کہ صبح صادق کے طلوع سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں نصف النہار زوال سے اتنے پہلے وقت میں ہوگا جس کو شمار کیا جاسکتا ہے۔ اسماعیل، نوح، حموی اور قریہ میں ہے کہ زوال کے وقت کی مقدار میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ وقت نصف النہار سے لے کر زوال تک ہے کیوں کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے نصف النہار سے لے کر سورج کے زوال ہونے تک نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام رکن الدین صباغی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ وضاحت کتنی خوب ہے کیوں کہ ایسے وقت میں نماز سے منع کیا گیا ہے جس کی مقدار میں نماز کی ادائیگی کا تصور

کیا جاسکتا ہے)

اور جمعہ کے دن جواز نماز کا قول پوتچہ زوال اور مکہ مکرمہ میں جواز نماز رکعات طواف کا قول جمعہ اوقات مکروہ میں ضعیف ہے چنانچہ صفحہ ۱۵۹ جلد اول میں علامہ سرخسی نے تصحیف اس قول کی بہت تفصیل سے بیان کی ہے۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی الارضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....62﴾

سوال

اگر تیسری رکعت میں بیڑ کر انتہیات پر سے گئے اور پھر یاد آئے تو کیا کرے؟
اگر بجائے دو کے تیسری رکعت پر صحنی شروع کر دے اور پھر یاد آ گیا تو کیا کرے فجر کی نماز میں ایسا ہو
تو کیا کرے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

دو رکعت والی نماز میں تیسری رکعت کو بجائے پانچویں رکعت سمجھ لینا چاہئے مگر چونکہ طلوع صبح صادق سے طلوع کامل تک مطلقاً بجز دو سنت فجر کے قبل ادا یا فرض نفل۔ سنت پر صحت مکروہ ہے اور ناجائز فقہاً جب تیسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو کیا کرے اس واسطے کہ اس صورت میں اگر قصد اخیرہ کر کے کھڑا ہوا تھا تو دو رکعت نفل بعد فرض پر ہے جائیں گے اور اگر قبل قصد اخیرہ کھڑا ہوا تھا اور بعد سجدہ کر لینے تیسری رکعت کے یاد آیا اور چار پوری کر کے سجدہ ہو کر لیا تو ساری چاروں رکعت نفل ہو جائے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح صادق سے طلوع آفتاب تک قصد انوافل پر صحت مکروہ ہے۔ اور بلا قصد ہو اگر پرہیز کو کچھ حرج نہیں۔ اللہ جل شانہ اس کو ثواب نوافل بلاشبہ عطا فرمائے گا۔ اس واسطے ان اوقات میں اگر قصد بھی نفل پر نہ لے گا ثواب نفل کا ضرور مستحق ہوگا۔ علیٰ ہذا التماس اگر طلوع اور غروب اور ٹھیک دو پہر بلکہ ضحیٰ کبریٰ شنی نصف اشہاد شرعی سے جو طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کا قصد ہوتا ہے ٹھیک دو پہر تک جن اوقات میں خواہ نفل مسجدہ تلاوت ہو یا نماز جنازہ یا یہ اوقات میں بھی اگر نماز پر ہے گا نماز ہو جائے گی مگر گنہگار فرمائی ممانعت کا بہر صورت رہے گا۔ چنانچہ صفحہ ۴۰۴ پر ایہ مصرع مع الشرح ۱۱۱۲ کے شرح کنایہ میں ہے۔

(قوله لا تجوز الصلوة عند طلوع الشمس) هذا ابا طلاقه لا نكاد نستطيع وبحتم

انہ اراد بقولہ لا تجوز الکراہۃ فی تناول الفرائض والنوافل لان الکراہۃ اذا كانت لمعنی فی الوقت نوجب نقصاناً فی الصلوۃ وانما لا يجوز الفرائض فیہا لانہا وجبت کاملۃ فلا تنادی بالنقصان حتی يجوز عصر یومہ لانہ وجب ناقصاً والنقصان سببہ فاذا لا منافا ذبین الکراہۃ و عدم جواز الفرائض و یحتمل انہ اراد بہ قضاء الفرائض والواجبات کالوتر و سجدة التلاوة و جبت بتلاوة فی وقت غیر مکروہ فاما لو تلا آية السجدة فیہا و سجدها او حضرت جنازۃ فیہا فصلی علیہا نجوز مع الکراہۃ لانہا وجبت ناقصۃ فادھا کما وجبت و فی شرح الطحاوی و لوا وجب علی نفسہ صلوۃ فی ہذہ الاوقات فالافضل ان یصلی فی وقت مباح و لو صلی فی ہذا الوقت یسقط عنہ و کذا الک اداء التطوعات فی ہذا الوقت يجوز مع الکراہۃ !

(ترجمہ: قولہ: سورج کے طلوع ہونے کے وقت نماز جائز نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اپنے اطلاق کے ساتھ درستی کے قریب نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ عنہ نے لا تجوز سے مراد مکروہ ہونا لیا ہے۔ تو اس صورت میں یہ کلمہ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہو جائے گا کیوں کہ اس وقت میں نماز ادا کرنے کی کراہت کا باعث وقت میں پایا جاتا ہے جو نماز کو ناقص بنا رہی ہے۔ فرض نمازوں کی ادائیگی ان اوقات میں اس لیے جائز نہیں ہے کہ یہ کمال واجب ہیں۔ اور نقصان کے ساتھ ادا کرنے سے ادا نہ ہوں گے حتیٰ کہ اس دن کی عصر اس وقت جائز ہے کیوں کہ یہ واجب ہی ناقص ہوئی ہے اس کے نقصان کا سبب یعنی وقت ہے۔ اس بنا پر میل سے کراہت اور فرائض کے عدم جواز میں منافات نہ رہی۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد فرائض کی قضا اور واجبات مثلاً وتر، سجدۃ تلاوت ہو جو غیر مکروہ وقت میں تلاوت کے باعث واجب ہوا ہو۔ لیکن اگر ان اوقات میں کسی نے آیت بقرہ کی تلاوت کی اور سجدہ کر لیا یا ان اوقات میں جنازہ آیا اس کی نماز ادا کر لی تو

کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ یہ عہدہ اور نماز جنازہ ناقص ہی واجب ہوئی تھیں۔ لہذا اسے اسی طرح ادا کر لیا جس طرح کی واجب ہوئی تھیں۔ شرح المصنوع میں ہے اگر کسی شخص نے ان اوقات میں نماز اپنے اوپر واجب کر لی تو افضل یہ ہے کہ مباح وقت میں ادا کرے۔ اور اگر اس وقت ادا کر لی تو اس کی ادائیگی سے عہدہ آہو جائے گا۔ اور اسی طرح اس وقت میں فوافل کی ادائیگی بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النجفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 63﴾

سوال

نماز فجر پلنے کا نکلن کمال نہ ہو تو سنت موکدہ مقتدی کو ترک کرنا واجب ہوگا کہ جماعت میں (ملنا) لازمی ہوگا۔ بعض بتلاتے ہیں کہ جب فرض نہ پلنے کا یقین ہو تو سنت ترک کے شامل جماعت ہو جانا چاہئے۔ سنت بعد طلوع آفتاب ادا کرے۔ اگر خالی نیت یا عمدہ کر بلا رکوع و سجود سلام پھر کر شامل فرض ہو جائے ایسی شکل میں قبل طلوع سنت ادا ہو سکتی ہے۔ اور یہ مسئلہ شرح وقایہ کے حاشیہ کا بتلایا جاتا ہے۔ لہذا ان سب باتوں میں کونسا مسلک صحیح ہے؟

الجواب

☆ جب خوف، جماعت سے فرض نہ پلنے کا ہو، سنت ضرور ترک کر دی جائے۔ اور سنت قضا نہیں کی جاتی لہذا بعد طلوع آفتاب اس جرمانہ میں دو چار چوبی چاہئے نفلیں پڑھے۔ اور اسی واسطے بعد نماز فرض تا طلوع آفتاب چوتھہ نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ ان سنتوں کے عوض اگر پڑھنا چاہے قبل طلوع نہیں پڑھ سکتا۔ اور یہ بعض فقہانے لکھا کہ سنت کی نیت کر کے توڑ دینا کراہت کا اور واجب ہو جائے بوجہ توڑ دینے کے یہ سنت واجب ہو جائے گی۔ بعد ادا کے فرض قبل طلوع ان کا ادا کرنا بھی جائز ہو جائے گا مگر یہ قول مردود ہے اور ناقابل عمل بوجہ برائی شروع کرنے عبادت کے توڑ دینے کی نیت سے چنانچہ صفحہ ۳۱۴ ہدایہ مع الشرح ۱۱۱۷ میں ہے۔

و من انہی الی الامام فی صلوٰۃ الفجر و هو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان یفوتہ رکعتہ و بدرك الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم بدخل لانه امکنه الجمع بین اللفظین و ان خشی فوئهما دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم والوعید بالترک الزم۔

(ترجمہ: جو شخص نماز فجر میں امام کے پاس پہنچا لیکن اس نے ابھی فجر کی دو رکعت سنت ادا نہیں کی۔ اگر اسے خوف ہو کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت امام کے ساتھ پالے گا تو مسجد کے دروازے کے پاس فجر کی دو رکعت سنت ادا کرے پھر اُحد آئے۔ کیوں کہ اس کے لیے دونوں فضیلتوں یعنی سنت کی ادائیگی اور باجماعت نماز کو جمع کرنا ممکن ہے۔ اور اگر اسے خوف ہو کہ دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں گے تو امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے کیوں کہ جماعت کا ثواب بڑا ہے اور اسے ترک کرنے کی وعید زیادہ سخت ہے۔)

قال ابن کمال رحمہ اللہ فی شرحہ المسمی یفتح القدر:

الحاصل انه اذا أمکن الجمع بین القطیلتین ارتکب و الارجح و فضیلة القرض
بجماعة اعظم من قطیلة رکعتی الفجر و لو کان برجو ادراکه فی الشہد قبل هو
کادراک الركعة عندهما و علی قول محمد لا اعتبار به کما فی الجمعة و الوجه اتفاقهم
علی صلوٰۃ الركعتین هذا بما سذکر و ما عن القفیه اسماعیل التراحد انه ینبغی ان یشرع
فی رکعتی الفجر ثم یقطعها فیجب القضاء فیتمکن من القضاء بعد الصلوٰۃ و دفعه الامام
السرعسی بان ما وجب بالشرع لیس یا قوی مما وجب بالشرع و تص محمد ان المنذور
لا یودی بعد الفجر قبل الطلوع و ایضا شروع فی العبادة بقصد الاقصاد! انتهى
مختصراً۔

(ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ جب اس کے لیے دونوں فضیلتوں کو جمع کرنا ممکن ہو تو کرے ورنہ ترجیح دے دے اور
فرض کو باجماعت ادا کرنے کی فضیلت فجر کی دو سنتوں سے بڑھ کر ہے اور اگر اسے امید ہو کہ امام کو تشہد میں
پالے گا تو بعض علماء نے فرمایا کہ یہ ایک رکعت پالنے کی مانند ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی رو سے تشہد

کو پانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے جس طرح کہ جمعہ میں ہے۔ مختصراً وکلام یہ ہے کہ اس موقع پر ادا یا قضا کے طور پر دو رکعت ادا کرنے پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ ہم غریب ذکر کریں گے اور امام فقہ اسامیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ فجر کی دو رکعت سنتوں کو شروع کر کے تھوڑا لے اس طرح ان کی قضا واجب ہو جائے گی تو اسے وقت کے فرض نماز کے بعد ادا کرنے کے قدرت حاصل ہو جائے گی لیکن امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید یوں کی ہے کہ شروع کرنے کے بعد جو نفل یا سنت نماز واجب ہوتی ہے وہ نماز مانی ہوئی نماز سے زیادتی نہیں ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نص فرمادی ہے کہ نماز مانی ہوئی نماز فجر کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ادا نہ کی جائے۔ نیز اس صورت میں عبادت کو فاسد کرنے کی نیت سے شروع کرنے کی خرابی بھی لازم آتی ہے۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المفتی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 64﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص تراویح نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے یا نہیں۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مئے خان ٹیکونیہ بازار آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

تراویح سبب موکدہ ہے لہذا جس طرح فجر کی دو سنتیں اور ظہر کی چھ سنتوں کا چھوڑنا جائز نہیں اسی طرح تراویح کا چھوڑنا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۳۵ جلد دوم مبسوط امام شمس المآثر سرخسی رحمہ اللہ میں ہے

فی بیان کون التراویح سنة متواترة أم تطوعاً مطلقة مبداءة اخلفوا فیہا و بتقطع الخلاف بروایة الحسن عن ابی حنيفة رحمہما اللہ ان التراویح سنة لا يجوز ترکہا لان النبی ﷺ اقامہا ثم بین العذر فی ترک المواظبة علی ادائها بالجماعة فی المسجد وهو خشية أن تکذب علیہا وواظب علیہا الخلفاء الراشدون رضی اللہ عنہم و قد قال النبی ﷺ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی و ان عمر رضی اللہ عنہ صلاہا بالجماعة مع اجلاء الصحابة فرضی بہ علی رضی اللہ عنہ حتی دعا لہ بالخیر بعد موته کما ورد و امر بہ فی عہدہ ۔^۱

(ترجمہ: تراویح کے حواث سنت یا نئے سرے سے مطلقاً نفل نماز ہونے کے بارے میں علماء نے اختلاف فرمایا ہے حضرت امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کے ساتھ یہ اختلاف منقطع ہو جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا تراویح سنت ہے۔ اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے قائم فرمایا زماں بعد اس کی مسجد میں جماعت کے ساتھ ادائیگی پر مواظبت کرنے کے بارے میں غدر بیان فرمایا کہ خوف تھا کہ وہ ہم پر کبھی فرض نہ ہو جائیں۔ حضرات خائف راشدین رضی اللہ عنہم نے ان کی ادائیگی پر مواظبت فرمائی۔ اور نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم میری اور میرے بعد خائف راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جلیل القدر صحابہ کرام کے ساتھ جماعت کے ساتھ ادا فرمایا ہے تو اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راضی ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کے لیے دمائے خیر فرمائی جس طرح کہ وارد ہے اور اپنے زمانہ خلافت میں اسے قائم رکھنے کا حکم دیا)۔
 لہذا تراویح کو سنت قرار دینا گناہ گار ہے جتنا تراویح سنت گناہ گار ہے۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 65﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر کوئی مصلیٰ امام کے ساتھ فجر کی نماز میں شریک ہو جائے پوجہ نہ پانے وقت کے سنت چھوڑ جائے تو اس کو بعد از فرضوں کے سنت کی قضا ہے یا نہیں؟ اگر ہے کسی ترتیب اور ترکیب کے ساتھ ہے؟ اس میں اپنے مذہب کے مسائل اور مذہب جو کہ ادا کرنے کے قائل ہیں مسائل لکھنا چاہئے موعظت اور دلیل کے۔

۱۸ شوال ۱۳۶ھ

خان ملا ٹیٹن امام مسجد رنگ ریزان ریلوے منڈی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما

صبح کی سنتیں اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو ان کی قضا نہ قبل طلوع آفتاب کے جائز ہے اور نہ بعد طلوع۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد طلوع آفتاب قبل زوال اگر قضا کر لی جائے تو ثواب سنت ہی کمال جائے گا۔ اور شیخین کے نزدیک چون کہ حضور ﷺ سے ممانعت قضاے سنت فجر حدیث مسلم سے ثابت ہے لہذا ان کے نزدیک بعد طلوع آفتاب کوئی اگر پڑھے تو نفل ہو جائیں گے نہ کہ سنت۔ البتہ اگر مع فرض فجر کے سنت بھی قضا ہو گئی ہوں تو بالاتفاق بعد طلوع آفتاب فرض سنت دونوں قضا کئے جائیں گے۔

چنانچہ صفحہ ۱۶۱ جلد اول مہر طالعہ شمس السنہ ۱۳۶۵ خری رحمہ اللہ میں ہے:

ولو صلى الرجل الفجر لم يذكر انه لم يصل ركعتي الفجر لم يقضيهما في قول ابی

حنيفة و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و قال محمد رحمہ اللہ احب الی ان يقضيهما اذا

اُرتفعت الشمس۔ اما سائر السنن اذا فاتت عن موضعها لم تقض عندنا خلافاً للشافعی
رضی اللہ عنہ و دلیلنا حدیث ام سلمة رضی اللہ عنہا حین قالت لرسول اللہ ﷺ انقضیہا
نحن فقال لا و لان السنة عبارة عن الاقتداء برسول اللہ ﷺ فی ما نطوع به وهذا
المفصود لا يحصل بالقضاء بعد الفوات و هی مشروعة للفصل بین الاذان والاقامة فلا
يحصل هذا بالقضاء بعد الفراغ من المکتوبة فاما سنة الفجر فلو فاتت مع الفجر قضاها
معه استحساناً لحديث لبلة النعیرس ؓ فان النبی ﷺ صلی رکعتی الفجر ثم صلی الفجر
و لان هذه السنة من القوة ما لبس لغيرها ؓ قال ﷺ صلوا فان فیهما الرغائب و ان
انفردت بالفوات لم تقض عند ابی حنیفة و ابی یوسف رحمهما اللہ تعالیٰ لان موضعها بین
الاذان والاقامة و قد فات ذلك بالفراغ من الغرض و عند محمد رحمه اللہ تعالیٰ بغضیہا
اذا اُرتفعت الشمس قبل الزوال هكذا روى عن ابن عمر رضی اللہ عنہما و لان ما قبل
الزوال فی حکم اول النهار و عند الشافعی رحمه اللہ بغضیہا قبل طلوع الشمس بناء علی
اصله فی الصلوات لها سبب و اللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم ۱

ترجمہ: اگر کسی شخص نے فجر کی نماز ادا کی۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس نے فجر کی دو رکعت سنتیں ادا نہیں کیں۔ تو امام
اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دونوں رکعتوں کی قضا نہ کرے۔ اور
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے پسند یہ ہے کہ جب سورج بلند ہو جائے تو ان کو قضا کرے۔ لیکن اس کے
علاوہ باقی سنتیں جب اپنے موقع پر رہ جائیں تو ان کو قضا نہیں کیا جائے گا۔ اس میں حضرت امام شافعی
رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ ہمارے دلیل امام ابوحنیفہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ جب
آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت فرمایا کیا ہم ان کی قضا کریں تو فرمایا نہیں۔ نیز (اس

کی عقلی دلیل یہ ہے کہ) سنت سے مراد تو اقل میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء ہے۔ اور یہ مقصد سنتوں کے فوت ہونے کے بعد قضاء سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اذان اور اقامت کے مابین فصل کے لیے مشروع ہیں لہذا یہ مقصد فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حاصل نہیں ہو سکتا۔ فجر کی سنتیں جب فجر کے فرضوں سمیت فوت ہو جائیں تو ان کو فرضوں سمیت احتساباً قضا کرے کیوں کہ حدیث لیڈہ اتر لیں میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے فجر کی دو رکعت سنتیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد فجر کے فرض ادا فرمائے۔ نیز ان سنتوں میں اتنی قوت ہے جو دوسری سنتوں میں نہیں ہے۔ ☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سنتوں کو پڑھو کیوں کہ ان میں عطیات ہیں۔ اور اگر صرف یہ سنتیں فوت ہوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی قضاء نہ کرے۔ کیوں کہ ان کی ادائیگی کا مقام اذان اور اقامت کے درمیان ہوتا ہے۔ اور جب فرض سے فارغ ہو چکا تو وہ موقع فوت ہو گیا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب سورج بلند ہو جائے تو ان کو قضا کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ کیوں کہ زوال سے پہلے وقت کا حکم دن کے آغاز کا ہوتا ہے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورج کے طلوع ہونے سے قبل ان کی قضاء کرنا ان کا یہ حکم یعنی ہے اس اصل پر کہ نمازوں کے اسباب ہیں (اور جب سبب موجود ہوں ان کو ادا کیا جا سکتا ہے) علاوہ یہی دلیل شیخین رحمہما اللہ غالباً یہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ و شریف مطبوعہ مطبع اسلامی لاہور کے صفحہ ۳۹۹ باب اوقات نبی میں بروایت بخاری و مسلم مروی ہے۔

☆ عن ابی سعید الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا صلوة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتى تغيب الشمس و (ترمذی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صبح کے بعد سورج کے بلند ہونے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز (نفل) درست نہیں ہے)

اور یہ جزو مذی شریف مطبعت چٹائی دہلی کے صفحہ ۵۵ جلد اول حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

☆ قال خرج رسول الله ﷺ فاقيمت الصلوة فصلبت معه الصبح ثم انصرف النبي ﷺ فوجدني اصلي فقال مهلا يا قيس اصلتان معا فقلت يا رسول الله ﷺ اني لم اكن ركعت ركعتي الفجر قال فلا اذن!

ترجمہ: حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ باہر تشریف لائے۔ صبح کی گئی۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ پھر نبی اکرم ﷺ واپس آئے اور مجھے نماز پڑھتے دیکھا۔ فرمایا اے قیس رک جاؤ کیا دو نمازیں اکٹھی ادا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی میں نے فجر کی دو رکعت سنت ادا نہیں کی تھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اب نہیں!

اول تو یہ حدیث مرسل ہے اور علامہ قاری رحمہ اللہ مرقات میں تحریر فرماتے ہیں

سبالی ان الحديث لم يثبت فلا يكون حجة على ابي حنيفة رحمه الله!

ترجمہ: مختصر یہ بات آ رہی ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے لہذا یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت نہیں بن سکتی!

و قال ابو عيسى الرمذی و استاد هذا الحديث ليس بمصطلحاً

ترجمہ: حضرت امام ابو عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے!

علاوہ ازیں ظاہر معنی ”فلا اذن“ کے یہی ہوتے ہیں کہ حضور و عالم ﷺ نے میری یہ عرض سن کر کہ میں نے دو سنت فجر کی نہیں پڑھی تھی اور شریک جماعت ہو گیا تھا فرمایا ”فلا اذن“۔ یعنی پس اس وقت نہ۔

۱۔ جامع الرمذی . صفحہ ۱۱۳ . حدیث رقم ۳۴۲ . مطبوعہ دار السلام للنشر والتوزيع الرباض .

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح : صفحہ ۹۵ . حاشیہ نمبر ۳ . مطبوعہ مکتبہ امداہیہ ملتان

۳۔ ا۔ جامع الرمذی : صفحہ ۱۳۳ . دار السلام للنشر والتوزيع الرباض

ب۔ مشکوٰۃ المصابیح : صفحہ ۹۵ . حاشیہ نمبر ۳ . مطبوعہ مکتبہ امداہیہ ملتان

یعنی اگر ان ستوں کو پڑھنا ہی ہے تو اس وقت نہ پڑھو بلکہ بعد طلوع آفتاب کے پڑھنا۔

چنانچہ اس کی مصرع دوسری حدیث ترمذی مذکورہ کے اسی صفحہ میں ہے

☆ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصل رکعتی الفجر فلصلھما بعد ما تطلع الشمس!

☆ (ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو اسے چاہئے کہ سورج طلوع ہو چکے کے بعد انہیں پڑھ لے) بنا علیہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

واحب ان یقضیہما بعد طلوع الشمس!۱

(ترجمہ: مجھے پسند ہے کہ فجر کی ستوں کو سورج کے طلوع ہونے کے بعد قضا کرے)

ورنہ یہ حدیث بھی بمقابلہ اس حدیث کے جس کی بنا پر شیخین فرماتے ہیں کہ فجر و صبح فجر قبل طلوع شمس قضا کی جائیں نہ بعد طلوع ضعیف ہے۔ کما ہو ظاہر من کلام الترمذی رحمہ اللہ حث قال ولا یعلم احد روٰی هذا الحدیث عن ہمام بهذا الاستاد نحو هذا الا عمرو بن عاصم الکلابی!۲

(ترجمہ: حضرت عمر بن ماسم کلابی کے سوا کسی ایسے شخص کے بارے میں علم نہیں جس نے اس حدیث کو حضرت ہمام رحمۃ اللہ علیہ سے اس سند کے ساتھ اس طرح روایت کیا ہو) مختصراً

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النجفی مسجد جامع اکبر آباد

۱۔ جامع الترمذی: صفحہ ۱۱۳، حدیث رقم ۳۴۳، مطبوعہ دار السلام للنشر والتوزیع الرباض.

۲۔ المبسوط، جلد ۱، صفحہ ۱۶۱، دار المعرفہ بیروت

۳۔ جامع الترمذی: صفحہ ۱۱۳، ۱۱۵، مطبوعہ دار السلام للنشر والتوزیع الرباض.

﴿فتویٰ نمبر.....66﴾

سوال

وَرَجَبِ رَمَضَانَ میں اول رکعت میں اِنَّا انزلناه پڑھا اور دوسری میں نیت پدا پڑھا اور تیسری میں قل هو اللہ پڑھا وَرَجَبِ دوسری رکعت میں بجائے قل یا ایہا الکافرون کے نیت پدا پڑھنے سے نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَرَجَبِ میں اکثر آنحضرت ﷺ کا قول رکعت میں سبح اسم دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ لہذا ان سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔ اور اگر کوئی اِنَّا انزلنا اور نیت پدا اور قل هو اللہ سے یا کسی اور سورت سے پڑھ لے جب بھی (نماز) پورا کر اہمیت ہو جائے گی کوئی حرج نہیں۔ ﷺ

حضور: العبد الراہی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی (رضوی) لکھنؤ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 67﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام نے تیسری رکعت میں ایک آیت الحمد شریف کی جہ سے پڑھی اور مقتدی کے لقمہ دینے سے آہستہ شروع کی۔ آیا سجدہ سہولاً مآیا یا نہیں؟۔ **بیضاؤ وتوجروا الجواب**

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

سجدہ سہولاً ترک کر دینے کی واجب کے واجبات نماز سے یا تاخیر واجب یا تاخیر فرض سے واجب ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸ اور مختار مطبوعہ علی ہاشم راولپنڈی مصری میں ہے

سجود السہو بسبب بعد سلام واحد عن بعبثہ فقط مسجد نان و نشہد و سلام بنرک واجب مما فی صفۃ الصلوۃ سہوا و ان تکرر کر کو ع قبل قرأۃ الخ مختصراً (ترجمہ: سجدہ سہو صفت صلوٰۃ میں مذکور واجبات میں کسی واجب کے سہو کے ساتھ ترک ہو جانے سے واجب ہے۔ اگرچہ وہ تکرار کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ قرأت سے پہلے کر کو کرنا سجدہ سہو صرف دائیں جانب ایک سلام کے ساتھ دو سجدوں، تشهد اور سلام کے ساتھ (۵۴۵) ہے)

اور ظاہر ہے ہر آداب الحمد بقول احوط واجب مستقل ہے۔ لہذا اگر ایک آیت الحمد بھی سہو چھوڑ دی سجدہ سہو واجب ہوگا۔

چنانچہ صفحہ ۳۳۸ اور مختار مذکور میں ہے

و فی المجنبی بسجد بنرک آیۃ منها (ای الفاتحہ) و هو ولی قلت علیہ فکل آۃ

واجبۃ

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول، صفحہ ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول، صفحہ ۳۳۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: سورۃ فاتحہ کی ایک آیت کے ترک سے مجدد ہو کر رہے۔ یہی اولیٰ قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ اس کی ہر آیت ایک صلہ واجب ہے یا التجبیٰ میں ہے)

☆ اور جب جہری نماز میں امام پر واجب ہے الاحوالہ ہر آیت الحمد کا جہر واجب ہوگا۔ اور اگر ایک آیت کا جہر ترک ہو جائے گا لازم آئے گا کیا کل الحمد کا۔ لہذا اگر آیت الحمد سے سری میں جہر اُچھڑا دیا جائے گی علیٰ حدیث اگر امام جہری میں سر اُچھڑے گا ضرور اس پر بھی واجب ہوگا۔

حورہ: العبد الراجی ابو محمد محمد دیر علیؒ

المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....68﴾

سوال

اگر چار رکعت پڑھنے ہوں اور دوسری رکعت میں اتنیات معدودہ پڑھ لیا تو کیا کرنا چاہئے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ یہ کلیہ ہے کہ ترک واجب اور تاخیر فرض اور واجب سے تجدہ ہو واجب ہوتا ہے۔ اور تجدہ ہو کر لینے سے نقصان ترک واجب یا تاخیر فرض پورا ہوتا ہے۔ اسی واسطے بصورت ترک تجدہ ہو اس نقصان کے پورا کرنے کے واسطے اس نماز کا مادہ واجب ہوتا ہے۔ ہذا چار رکعت والی نماز میں چونکہ بعد اتنیات کھڑا ہو جانا فرض ہے اور تجدہ پڑھنے درود پاک کے بقدر اللهم صل بھی فرض میں تاخیر ہو جاتی ہے تجدہ ہو واجب ہو جاتا ہے خواہ درود پڑھنے خواہ اللهم صل! ہی کہہ کر یاد آتے ہی کھڑا ہو جائے۔ مختار

حور ذہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



☆ صاحب دارالافتار نے علامہ زلی کے حوالہ سے فرمایا کہ یہ ہے کہ اللهم صل علی محمد سے تجدہ ہو واجب ہوگا۔

اس کی مہارت میں ہے۔

وناشہر قیام ای الذالفة ہز بامضة علی النشہد بقلو وکن وقیل یعرف وفی الزویلی الاصح وسویہ
باللہم علی محمد. المور المعتار مع رد المعتار جلد اول صفحہ ۸۳۵ طبعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ بہار شریعت میں بھی صاحب در
مختار کا رد شامل کیا گیا ہے۔

محمد طہ الدین انتھونی علی مد

﴿فتویٰ نمبر..... 69﴾

سوال

اگر پہلی یا تیسری رکعت میں پوری اتھتیا پڑھ لی یا نہ پڑھ لی؟ اگر تیسری یا پہلی رکعت میں سلام پھیر دے تو کیا کرے؟ اور اچھی طرح یاد نہ ہو یعنی شبہ ہو تو کیا کرے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدني علما

☆ اگر پہلی یا تیسری رکعت میں پوری اتھتیا یا ایک دو تک پڑھ لیا یا بھول کر سلام پھیر دیا تو بیحد تاخیر فرض بعد پوری کرنے نماز کے کعبہ سے واجب ہوگا۔ اور اگر اس امر میں شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری علیٰ ہذا تیسری ہے یا چوتھی تو اس کو چاہئے کہ سوچے اور جس امر کا ظن غالب ہو اسی پر بنا کرے۔ اور اگر دونوں جانب سے کسی طرف ظن غالب نہ ہو بلکہ دو طرفہ برابر شک ہے کہ نہیں معلوم پہلی ہے یا دوسری علیٰ ہذا تیسری ہے یا چوتھی تو پہلی ہی رکھے۔ علیٰ ہذا تیسری ہی سمجھے مگر اس پہلی میں بیحد کرا اتھتیا پڑھے اور اسی طرح تیسری میں بھی بیحد کرا اتھتیا پڑھے پھر دوسری علیٰ ہذا چوتھی رکعت اتھتیا درود دعا پڑھ کر سلام پھیر کر کعبہ سے ہو کر کے پھر اتھتیا درود دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اس واسطے کہ اگر فی الواقع وہ دوسری تھی تو حج کا قعدہ جو واجب ہے ادا ہو گیا۔ اور اگر چوتھی تھی تو قعدہ فرض ادا ہو گیا۔ اور ایک رکعت زائد پڑھنے سے جو خروج عن المصلوٰۃ میں۔ یعنی سلام پھیرنے میں جو تاخیر ہوئی تھی اس کا نقصان کعبہ سے ہو جاتا۔ رہا علیٰ ہذا بصورت ہونے اس پہلی رکعت کے دوسری حقیقتاً۔ اگر یہ تیسری میں اس کو دوسری سمجھ کر بیٹھا اور پھر ضرور ہے کہ تیسری میں بیٹھے اس واسطے کہ وہ فی الواقع چوتھی ہوگی۔ اور قعدہ اخیر فرض ہے۔ تو پھر چوتھی پڑھے گا اور فی الواقع وہ پانچویں ہوگی کعبہ سے آخر میں کرنے سے یہ سارے نقصان سے نکل جائیں گے اور نماز کامل ہو جائے گی۔ حفظ

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی اٹھنی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر.....70﴾

سوال

پانچامیائے بندختوں کو چھپانا ہوا جائز ہے اور نماز ہو جائے گی یا مکروہ؟ مرد کو اس کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پانچامیائے بندختوں تک ہتھو جائز ہے مگر تختوں سے نیچے مکروہ ہے اور نماز بھی مکروہ۔ اللہ بیٹ ابو داؤد میں ہے۔

ان الله جل ذكره لا يقبل صلوة رجل مسبل ازاره را

☆ (ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتا جو اپنا بند لٹکائے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظمی دہلوی



﴿فتویٰ نمبر.....71﴾

سوال

بعد نماز کوشہ جا نماز کو لوٹ دینا دیکھا گیا ہے اس کی شرع میں کہاں تک اصل ہے۔

الجواب

بعد نماز کوشہ جا نماز کو لوٹ دینا کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہ گزرا۔

کھجہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 72﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان نکلے کوہل سنت و جماعت تو مشن پیشہ ناک روہی کرتے ہیں۔ آیا یہ لوگ مسجد میں نماز جماعت سے یا علیحدہ چہہ سکتے ہیں یا نہیں اور مسجد نما کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں یا نہیں۔ شرع شریف کیا حکم دیتا ہے؟

سائل: علیم الدین گمزی سازکناری ہزارا گرہ

۱۰ ستمبر ۱۹۶۶ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

ہر مسلمان مئی حق پر ایک مسجد میں استحقاق نماز پڑھنے کا اور مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ خواہ وہ ناک روہی پیشہ کرے خواہ پانناندا ٹھائے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جب مسجد میں آئے پاک صاف ہو کر آئے۔ اور نامی چیز کھا کر جس کی بو سے مسلمانوں کو ایذا پہنچے جیسے عیازہ بن۔ اگر گندہ (بدبو) ہے مسجد میں آئے مکر وہ ہے۔ حضور و عالم شہداء فرماتے ہیں۔

من أكل من هذه الشجرة فلا يقرب من مسجدنا.

۱. (الف) صحیح البخاری	جلد ۱ صفحہ ۲۱۶	مطبوعہ دار الفکر
(ب) صحیح مسلم	المساجد ۱/۱	مطبوعہ عیسیٰ الحلبي
(ج) سنن ابی داؤد	کتاب الاطعمه	حدیث رقم ۳۱
و غیر ہا کتب الاحادیث متصل کے لیے لاکھ ۸۰	موسوعة اطراف العلیت النبوی	
جلد ۸ صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۳	مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت	

☆ یعنی وہ شخص جو اس درخت یعنی پیاڑہن سے کھائے بلاشبہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔

علیٰؑ نہ اس کے بغل گندہ یا موند کی بدبو یا کوڑہ یا گتھ وغیرہ سے لوگوں کو تکلیف ہو اگر وہ سب (بدبو) سے ہو لوگ پریشان ہوتے ہوں اس کی جماعت اور ماضری مسجد معاف ہے۔ اور جب کچھ نہیں تو بجنگلی چمار مسلمان سنی حنفی کو مسجد میں وضو کرنے پانی پینے نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔ جو ایسے مسلمان کو خطا ہو نہ ناک روہی کے نماز پڑھنے سے منع کرے سخت گناہگار ہے اور بیہ وطن کنارہ ناپکار۔

حورہ

ابو محمد محمد دین ارحم الہی

مفتی مسجد جامع آگرہ



﴿فتویٰ نمبر.....73﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بھرت پور میں بروز جمعہ اکثر سائل اپنے کو غریب الوطن نادار مسافر اور ایسے الفاظ سے ملقب کر کے نمازیوں کی صف کے آگے پیچھے گشت لگا کر پتا واپس ملنے سوال اپنی امداد کا زلفظ سے کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں کوئی نمازی ادا کے سنت میں کوئی اپنے دماغ کار میں مشغول ہوتے ہیں۔ آپ از روئے شریعت اطلاع بخشیں کہ ایسے وقت ان سلطان کو سوال کرنے سے باز رکھا جائے تو خلاف سنت ہوگا؟ بینوا تو جبروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

فقہائے کرام کے نزدیک تو مسجد میں سوال کرنا حاجت مند ہو یا غیر حاجت مند دونوں کو حرام ہے ☆ اور مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۸۸ جلد اول رد المحتار مطبوعہ مصر علی ہاشم رد المحتار میں ہے:

و يحرم فيه السؤال و يكره الاعطاء مطلقاً و قيل ان تخطى!

☆ (ترجمہ: مسجد میں مانگنا حرام ہے اور دینا مطلق مکروہ ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اگر سائل لوگوں کی گردنوں کو پھلاتے تو دینا مکروہ ہے)

یعنی بعض فرماتے ہیں کہ اگر سائل مسجد میں منوں پر کودتا اور منوں کو چرتا پھرتا اور نماز پڑھنے والوں کو اور مسجد میں انتظار نماز میں بیٹھے ہوئے کو تکلیف دے تو اس طرح سوال کرنا بھی حرام ہے اور ایسے سائل کو دینا

بھی مکروہ ہے ورنہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس واسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے واجب نماز میں سائل کو انگوٹھی نکال کر دے دی اس پر اللہ نے ان کی تعریف فرمائی حبث قال اللہ

و یوتون الزکوۃ و ہم را کعون۔^۱

(ترجمہ: اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس حال میں جب کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں)

چنانچہ در مختار مذکورہ میں صفحہ 296 جلد شامس کتاب الظہر والاہلۃ میں ہے

ویکبرہ اعطاء مسائل المسجد الا اذا لم یخط رقاب الناس فی المختار کما فی

الاختیار ومن مواہب الرحمن لان علیا رضی اللہ عنہ تصدق بختامہ فی الصلوۃ فمدحہ

اللہ بقولہ و یوتون الزکوۃ و ہم را کعون۔^۲

(ترجمہ: مختار قول کی رو سے مسجد میں مانگنے والے کو دیا مکروہ ہے ہاں اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلائے گا تو مکروہ نہیں ہے جیسا کہ الاختیار اور مواہب الرحمن کے متن میں ہے۔ کیوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوران نماز اپنی انگشتی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف یوں فرمائی کہ یہ لوگ رکوع کی حالت میں صدقہ ادا کرتے ہیں)

قال الشامی رحمہ اللہ :

قولہ (الا اذا لم یخط) ای ولم یمر بین بدی المصلین قال فی الاختیار فان کان

بمر بین بدی المصلین و یخطی رقاب الناس بکبرہ لانه اعانة علی اذی الناس حتی قبل

هذا فلس لا یکفرہ مبعون فلس۔^۳

(ترجمہ: جواب: ہاں اگر لوگوں کی گردنیں نہ پھلائے گا تو مسجد کے سائل کو دیا مکروہ نہیں۔ یعنی نہ ہی وہ نمازیوں کے

۱۔ الفرقان المجید: سورۃ المائدہ : آیت ۵۵

۲۔ الدر المختار مع رد المختار: جلد ۵ صفحہ ۲۹۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۳۔ رد المختار: جلد ۵ صفحہ ۲۹۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

آگے سے گزروے الاختیار میں ہے کہ اگر سوال کرنے والا نماز ادا کرنے والوں کے آگے سے گزروے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگے تو اسے دینا مکروہ ہے کیوں کہ یہ لوگوں کو تکلیف پہنچانے پر امانت ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اس طرح دیئے ہوئے ایک پیڑ کے گناہ کا کنارہ ستر پیسے بھی نہیں ہو سکتے)

یعنی اگر مسائل نمازیوں کے آگے سے ٹکل یا صفوں کو چیرنا اور ایچا دینا پھرے تو اس کو ایک پیڑ دینے کے گناہ کا کنارہ اگر ستر پیڑ اللہ واسطے دے دے جب بھی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال جو مسائل فی الواقع حاجت مند ہو اور قرینہ سے معلوم ہو کہ مجبور پریشان ہو کر سوال کرتا ہے یا قرینہ سے معلوم ہو کہ یہ مسائل جو کرایہ ریل یا سواری مانگ رہا ہے بوجہ شدت و مشقت سفر مانگتا ہے اگر چہ پیدل چلنے پر قادر ہے یا جاڑوں میں بغیر سرمائی کے گزر کر سکتا ہے مگر بوجہ مشقت شاق سردی کے سوال کرتا ہے تو چونکہ اس کو سوال کرنا جائز ہے اگر مسجد میں سوال نہ کرے یا مسجد ہی میں کرے مگر اس طرح نہ کرے کہ صفوں کو چیرنا پھرے اور نمازیوں کو اس کے سوال سے ایذا پہنچے اور لوگوں کے ورد و وظائف اور نماز میں خلل انداز نہ ہو تو اس کو دینا بھی جائز ہے۔ بلکہ موجب ثواب ہے کما حققہ الغزالی رحمہ اللہ فی کتاب الفقر و الزهد من الجزء التاسع لا حياء العلوم فی صفحه 306-307-308 من احباء المطبوعة علی هامش التحاف السادۃ اور ایسی صورت پر محمول ہیں یہ حدیثیں۔

☆ قال النبی ﷺ للسائل حق و لو جاء علی فرس!

(ترجمہ: ناکھنے والے کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے)

و قال النبی ﷺ لا بمشعن احدکم السائل ان يعطيه و ان كان فی بدۃ قلبا من

ذهب!

i. احباء علوم الدین: جلد ۳ صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ دار الوری حلب

ii. احباء علوم الدین مع التحاف السادۃ المعظین جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

iii. التحاف السادۃ المعظین جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

(ترجمہ: ہم میں کوئی بھی سائل کو پرگز نہ روکے کہ اس کو کچھ دینا چاہے گا اگرچہ اس کے ہاتھ میں خالص سونا موجود ہو)

و قال ﷺ لو صدق السائل ما افلح من ردوا

(ترجمہ: سائل اگر سوال میں چاہے پتو جس نے اس کو خالی ہوتا دیا اس نے قلاع نہ پائی)

حالانکہ صفحہ ۳۰۴ جلد ۱۰۴۱ اتحاف السادة المتقين شرح احیاء علوم الدین میں یہ نہایت حدیث اول منقول ہے کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ حیث قال صاحب الاتحاف رحمه الله

عن احمد بن حنبل انه قال اربعة احاديث تدور في الاسواق ليس لها اصل منها

للسائل حق الخ

(ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار احادیث بازاروں میں کثرت سے بولی جاتی ہیں لیکن ان کی کوئی اصل نہیں ہے ان میں پہلی ہے للسائل حق الخ۔)

اور حدیث ثانی کی نسبت تحریر فرماتے ہیں اس کی سند میں عثمان بن قانہ ضعیف ہیں۔

اور حدیث سوم کو بھی اگرچہ علامہ ابن المدینی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

چوتھا ہم یہ حدیث مفسر ہے پہلی دونوں حدیثوں کی خبر کی۔

خلاصہ مضمون دونوں احادیث مذکور اور نیز آریہ کریمہ

اما السائل فلا تنهر (سوالی کو مت جھڑکو)

۱۔ اتحاف السادة المتقين جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ اتحاف السادة المتقين جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ اتحاف السادة المتقين جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت میں ہے کہ :

وفيه عثمان بن قانہ وهو ضعيف

۴۔ ایسا میں ہے۔ قال ابن المعینی ثلاثة اشياء لا يصح عن النبي ﷺ منها لو صدق السائل

یہی ہے کہ اگر مسائل فی الواقع حاجت مند معلوم ہو کہ اس کے ہاتھ میں سونا بھی ہو یا گھوڑے پر سوار ہو اور پیچہ زیا دست مقدار ادا کے وجہ از مہ وغیرہ مثلاً وہ حاجت مند اور سچا معلوم ہو تو اللہ فرماتا ہے اس کو مت بھڑک اور اگر اس کو پاؤں صفت طاقت خالی ہاتھ کوئی پھیر دے گا وہ غلام یا ب نہ ہوگا۔ اور ایسے ہی حاجت مند سائل کے پھیر دینے کی نسبت بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن اللہ فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھ کو کھانا نہیں کھلایا۔ میں بچا سا تھا تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا۔ میں تنگ تھا تو نے مجھ کو کپڑا نہیں پہنایا۔ جب بندہ عرض کرے گا تو ان سب امور سے پاک ہے تو ارشاد ہوگا ہمارا غلام بندہ بھوکا تھا بچا سا تھا تنگ تھا اس نے تجھ سے کھانا اگر تو اس کو دینا کوئی ہم کو دینا یعنی جب وہ فی الواقع حاجت مند تھا اور سچا اور تو اس کی حاجت روانی پر قادر تھا تو تو نے اس کو نہ کھلایا کوئی ہم کو ہی نہ کھلایا علی بن ابی القیس۔

☆ اگر غریب خستہ حال کے واسطے سوال کرے تو وہ بھی جائز اور داخل امانت غریب و فقراء خستہ مال ہے۔ اور جن سے بے تکلفی ہو جیسے اپنے بزرگ یا حکام یا دوست جو بلا سوال بھی دیتے رہتے ہوں اور اس کے سوال سے ناراض نہ ہوں بلکہ خوش ہو کر دیں نہ کہ شرمناک تو ان سے بھی مانگ لینے کا مضائقہ نہیں چنانچہ صفحہ ۳۰۰ اتحاف السادة شرح احیاء العلوم کی جلد نم میں علامہ زبیدی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله (انه قد وردت منه كثيرة في السؤال ونشدیدات) عظيمة ندل علی تحریمه والمراد بالسؤال ههنا سؤال الناس عامة ويكون ذلك لنفسه وخرج بذلك إذا كان يسأل لغيره فهذا غير داخل في تلك التشديدات بل هو معترف بخرج بذلك أيضا ما إذا كان لنفسه ولكنه سال الاقارب والاصدقاء فهو طريق القوم وعليه العمل لأن الاصدقاء يفرحون بذلك وبرون الفضل والعنة للصدیق الفاسد واليه يشير قوله وورد فيه أيضا ما يدل علی الرخصة إذا قال ﷺ للسائل حق انتهى!

(ترجمہ نکلنے کے بارے میں بہت سی ممانعتیں اور عظیم وعیدیں وارد ہیں جو اس کی حرمت پر دالالت کرتی ہیں

یہاں پر سوال ہے مراد مام لوگوں سے مانگتا ہے اور وہ بھی اپنی ذات کے لیے۔ ان ممانعتوں سے وہ صورت خارج ہے جب کہ کسی دوسرے کے لیے مانگا جائے تو وہ ان وعیدوں میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ تو کسی کی مدد کرنا ہے اور اس سے وہ صورت بھی خارج ہے جب کہ اپنے لیے مانگے لیکن رشتہ داروں اور دوستوں سے سوال کرے یہ صوفیہ کرام کا طریقہ ہے اور اسی پر دور حاضر میں عمل ہے کیوں کہ دوست اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور قصد کرنے والے دوست کا اسے احسان اور مہربانی شمار کرتے ہیں۔ نئی اکرم شہید کا ارشاد اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نیز آپ سے وارد ارشاد میں اس طرح سوال کرنے کی رخصت پر دلائل پائی جاتی ہے کیوں کہ آپ کا ارشاد بابرک ہے للسانل حق الخ

☆ ورنہ بلا ضرورت سوال کرنے والوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درزوں سے پڑنا اور زیادہ حاجت سے جو اس نے جمع کر رکھا تھا اس کا ختماء حاجت مندوں کو دلوانا رولہ بہت صحیح سے ثابت ہے۔
چنانچہ صفحہ ۳۰۵ جلد پنجم احیاء العلوم میں مذکور ہے:-

و سمع عمر رضی اللہ عنہ سائلا بسال بعد المغرب فقال لواحد من قومه عش الرجل فعشاه ثم سمعه ثانيا بسال فقال الم اقل لك عش الرجل قال عشبته فظفر عمر فاذا نحت بدہ مخالفة مملوءة فغیرا فقال لست سائلا و لكك ناجر ثم اخذ المخلافة و نشرها بین یدی اهل الصلقة و ضربه بالدرہ قال لا تعد!

پھر ترجمہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو مغرب کے بعد مانگتے سنا آپ نے اپنے خاندان کے ایک فرد کو فرمایا اس شخص کو رات کا کھانا کھلا دو اس نے اس کو کھانا کھلادیا۔ آپ نے دہرایا سے مانگتے ہوئے سنا تو پوچھا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اس شخص کو کھانا کھلا دو۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو اس نے ہاتھ کے نیچے ٹپک تو ہزاروں سے سہڑ تھا تو آپ نے فرمایا تم مانگتے نہیں ہو تم تو ناجر ہو۔ پھر وہ پوچھا لے لیا اور صدقہ کے مستحق افراد کے سامنے سے پھیلادیا اور اسے سڈڑ سے سڑادی اور فرمایا آگندہ یا مست کرو!

اور اتحاف مذکورہ کی جلد پنجم ص ۳۰ میں ہے:

قال النبی ﷺ :

☆ ”من سال عن غنی فانما يستکثر من جمر جهنم و من سال و له ما یغنیه جاء يوم

القیمة و وجهه عظم یتقعقع لیس علیه لحم“

قال العراقی رواه ابو داؤد و ابن حبان

و لمسلم من حدیث ابی هريرة

”من سال الناس اسوالهم تکثرا فانما یسال جمرا“

و للبخاری و الطبرانی من حدیث ابن مسعود و ابن عمر

”لا یزال العبد یسال و هو غنی حتی یخلق وجهه“

و فی اسناده لیں

و للشیخین من حدیث ابن عمر

”ما یزال الرجل یسال الناس حتی یائی يوم القیامة لیس فی وجهه مزغة لحم“

و ایضا فیہ و روی عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند من حدیث علی

”من سال مسئلة عن ظهر غنی استکثر بها من رصف جهنم“

و روی ابن حبان و ابن شاہین و تمام و الضیاء من حدیث عمر

”من سال لیسری ماله فانما هو رصف من النار یلقمه من شاء فلیقل و من شاء

فلیکثر“

و ایضا فیہ و فی روایة للطبرانی فكان یلقم الرضفة الخ۔

(ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”مغزش دہی کے باوجود جو شخص سوال کرتا ہے وہ دوزخ کے انگڑوں کو زیادہ

کر رہا ہے۔ اور جس شخص نے ماکہ حاکمہ اس کے پاس اتنا تھا جو اس کے لیے کافی تھا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف بڑی ہوگا جو حرکت کر رہی ہوگی)

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اے امام ابو داؤد نے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے“

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

”جس نے اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کیا وہ لاکھوں سال تک رہا ہوتا ہے“

امام بزار اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

”آدی امیر ہونے کے باوجود سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا چہرہ پلو سیدہ ہو جاتا ہے“

اس حدیث کی سند میں کچھ خرابی ہے

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی

”آدی لوگوں سے اکتار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکرا بھی نہ ہوگا“

امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہما نے زوائد منہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

”جو شخص باوجود فراخ دہی کے سوال کرتا ہے وہ صرف دوزخ کے گرم پتھر زیادہ کر رہا ہوتا ہے“

امام ابن حبان، امام ابن شاکین، امام تمام اور امام ضیاء رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

”جو شخص مال دار ہونے کے لیے سوال کرتا ہے ماکہ ہو وہ مال دوزخ کے گرم پتھر ہوتے ہیں جنہیں وہ

ٹنگے کا پتھر چا بھگے جو چاہے کم مانگے جو چاہے زیادہ سوال کرے“

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

”وہ گرم پتھر نکلے گا۔ الخ“

پھر اس مال کی مقدار جس کے بعد سوال کرنا حرام ہے بحسب اختلاف حالات لوگوں کے اور اختلاف اوقات حاجت کے بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ صبح اور شام کا کھانا ہے اس کا یا اس کے کھانے اور اس کے اہل و عیال کے کھانے کا اور زیادہ سے زیادہ اس کی مقدار پچاس درہم ہے جو قدر یا چند روپیہ کے قریب ہوتے ہیں یا اس قیمت کا سامان بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۴۰۹ھ یا ماہ الطوم مذکورہ میں ہے۔

و قد ورد فی الحدیث

”استنخوا بغنی اللہ تعالیٰ عن غیرہ قالوا و ما هو قال غداء یوم و عشاء“

و فی حدیث آخر

”من مال و له خمسون درہم او عدلہا من الذہب فقد مال الحافا“

و فی لفظ آخر

”اربعون درہما“

(ترجمہ: حدیث پاک میں آیا ہے

”اللہ تعالیٰ کی خفا کے ساتھ اس کے ماسوا سے غنی ہو جاؤ۔ صحابہ نے عرض کی وہ کیا ہے؟ فرمایا ایک دن کے صبح اور رات کھانا“

دوسری حدیث میں آیا ہے

”جس کے پاس پچاس درہم یا ان کے برابر رقم ہو اور وہ مانگے تو اس نے لوگوں سے لپٹ کر ماکھ ہے“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

”اس کے پاس چالیس درہم ہوں۔ الخ“

قال الزبيدي رحمه الله في شرح في بيان حديث الاول

وفي حديث سهل بن الحنظلية قالوا و ما يخبه يا رسول الله قال قدوما بغدبه وعشبه
رواه احمد وابو داؤد وابن خزيمة وابن حبان وابن جرير والطبراني والحاكم
في حديث علي قالوا و ما ظهر غني قال عشاء ليلة
رواه عبد الله بن احمد و اسناده حسن

وهذا هو المختار من مذهب ابي حنيفة رضي الله عنه!

(ترجمہ: علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث کی شرح میں فرمایا: حضرت سهل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کی کوئی چیز آدمی کے لیے کافی ہوتی ہے فرمایا اتنی مقدار جس سے صبح اور شام کا کھانا ہو سکے۔ اسے امام ابو داؤد، امام ابن خزيمة، امام ابن حبان، امام ابن جریر، امام طبرانی، امام حاکم نے روایت کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے فراخ دقت کیا ہے؟ فرمایا ایک رات کا کھانا۔

اسے امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے
امام عظیم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ عنہ کا مختار مذہب یہی ہے)

یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد وغیرہ ائمہ حدیث نے سهل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے سند حسن دوسری روایت میں اس غنا کی مقدار جس کے بعد سوال حرام ہے غلط شام کے وقت کا کھانا آیا ہے۔ اور یہی مقدار مذہب امام عظیم سے مقدار مختار ہے۔

☆ اور ظاہر ہے کہ علاوہ حاجت مند پر جو ختم فقر، مساکین اور مسافریں کا جس کا قرآن سے فی الواقع ایسا ہی حاجت مند ہونا ثابت ہو جائے ان کو دینا بھی حرام ہے اور امانت ہے ان کے فعل حرام پر خصوصاً جب صفوں کو چیرے اور نمازیوں کو کٹتی، سوال سے سنا تے پھریں۔ جیسے عید و بقرعید کو بھیک کا پیشہ کرنے والے فقیر

مہجوں میں مضمون کو چیرتے اور مہجوں میں نمازیوں کے آگے گھوڑ دوڑ کرتے پھرتے ہیں۔ ایسوں ہی کے دینے کی نسبت علامہ شاہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کو ایک پیسہ دینے کا گناہ آتا ہوتا ہے کہ اگر اس کے کفارہ میں ستر پیسہ اللہ واسطے دیئے جائیں جب بھی دینے والا اس گناہ سے بری نہیں ہوتا۔ چنانچہ اول فتویٰ حذا میں یہ مضمون مع عبارت مذکور ہو چکا ہے۔

حورہ العبد الراعی ابو محمد محمد دینار علی

المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 74﴾

سوال

ہم کو کس وقت خریہ فروخت نہ چاہئے۔ اذان اول یا اذان دوم سے۔

الجواب

هو المصوب

☆ احتیاط یہ ہے کہ وقت ہمد یعنی بعد زوال سے جس وقت تک جامع مسجد میں نماز نہ ہو جائے "خریہ فروخت نہ کرو" تحریمی ہے اور اذان اول جو منار پر اول وقت دی جاتی ہے اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ رد المحتار میں ہے۔

الاصح انه الاول باعتبار الوقت و هو الذى يكون على المنارة بعد الزوال۔
(ترجمہ: سبھی کا وجوب اور بیخ کا ترک جس اذان سے لازم ہو جاتے ہیں اس سے مراد صحیح قول کے مطابق وہ ہے جو وقت کے اعتبار سے پہلی ہوتی ہے اور وہ زوال کے بعد منار پر پڑھی جاتی ہے)
اور مطلب بیخ شراہ کے نہ کروہ کا یہ ہے کہ بیخ تو جائے گی مگر یہ فعل گناہ ہوگا۔

والله اعلم بالصواب و عنده ام الكتاب

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ

عفی عنہ و کفاه



﴿فتویٰ نمبر.....75﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اول یہ کہ خطبہ علمی یوم جمعہ یا عیدین میں محدث اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

دوم یہ کہ خیال جمیدگی عوام خطبہ محدث اشعار پڑھنا جائے تو اس کی نسبت علماء حقانی کیا حکم صادر فرماتے

ہیں؟

سوم یہ کہ اگر خطبہ علمی کا محدث اشعار پڑھنا جائز تصور کیا جائے تو بعد انتقام خطبہ اول وقت شہادت

منبر قبل آواز خطبہ دہائی بھی اشعار خطبہ علمی و دوسرے مسائل کا ذکر کیا جائے تو یہ طریق نزد علماء درست ہے یا نہیں؟

سائل: شجر خان پیش امام

الجواب

جلد اول فتاویٰ مالگیریہ صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

و بحرم فی الخطبة ما يحرم فی الصلوة ۱

(ترجمہ: دوران خطبہ وہ اعمال حرام ہیں جو نماز میں حرام ہیں)

اور یہ اس واسطے کہ ظہر کے فرض جمعہ کے دن بوجہ فرضیت جمعہ دو رکعت ہیں۔ اس کی وجہ تحقیق فقہاء

کرام سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ خطبہ قائم مقام دو رکعتوں کے کر دیا گیا۔ لہذا اذان اول نماز جمعہ سننے ہی

سعی الی الخطبة بموجب سیاق اور دلالت آیت کریمہ:

يا ايها الذين امنوا اذا نودى للصلاة فمن يوم الجمعة فاسعوا الي ذكر الله ۲

۱۔ الفتاویٰ العالم گجوبہ مع ترجمہ اردو: جلد ۴ صفحہ ۸۱۴ المکملہ پریس لاہور

۲۔ القرآن الکریم: سورہ الجمعة آیت ۹

(ترجمہ: اے ایمان والو! جمعہ کے روز جب نماز کے لیے ندا دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو) فرض کر دی گئی اور نماز جمعہ کی اذان کے ساتھ سنی ذکر اللہ کی طرف جس سے مراد باحق وہ خطبہ ہے واجب ہوگی

کما فی الکبریٰ فی صفحہ ۵۱۵

فہی (ای الخطبة) من جملة الخصوصيات التي لم يرد اسقاط الركعتين الا مع مراعاتها فكانت شرطاً و شرط الخطبة كونها في الوقت لا تنصح قبله لانه من جملة الخصوصيات المفيدية بها و ان تكون بحضور الجماعة للتوارث فلو عطف وحده لم حضرت الجماعة فصلی بهم لا تجوز للتوارث و لقوله فاسعوا الى ذكر الله و هو يشمل الصلوة و الخطبة ۱

(ترجمہ: خطبان خصوصیات میں سے ہے جن کی رسالت کے بغیر دو رکعتوں کا ساتھ ہونا وارد نہیں ہے۔ لہذا یہ خطبہ جمعہ کے لیے شرط ہے۔ اور خطبہ کی شرائط یہ ہیں) ☆ (۱) خطبہ وقت کے اندر ہو۔ وقت سے پہلے یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ ان خصوصیات میں سے ایک ہے جن کے ساتھ نماز جمعہ مقید ہے۔

(۲) یہ جماعت کی موجودگی میں دیا جائے۔ اگر خطیب نے اکیلے خطبہ پڑھ دیا پھر جماعت آگئی اور ان کے ساتھ اس نے نماز جمعہ ادا کی تو جائز نہیں۔ کیونکہ قوارث اسی طرح جاری ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے فاسعوا الى ذكر الله (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگ کر آؤ) اس لفظ کے مفہوم میں نماز اور خطبہ دونوں شامل ہیں۔

چنانچہ روایت مذکور سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ مقصود خطبہ سے مجرد وعظ نہیں ہے بلکہ من وجہ یہ خطبہ حکماً مکرم نماز میں ہے۔ اس واسطے صاحب مائتبیہ یہ فرماتے ہیں کہ جو امور نماز میں حرام ہیں خطبہ میں بھی

حرام ہیں۔

اور نماز کے حلق علامہ حنفی درمیان مصری کے صفحہ ۳۵ میں تحریر فرماتے ہیں

و صح شر وعده ايضا مع كراهة التحريم بنسب و نهليل و نحميد — كما صح

لو شرع بغیر عربیة ای لسان کان و شرطاً عجزه۔

یعنی تکبیر تحریر میں اللہ اکبر کی جگہ سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کے ساتھ نماز شروع کر دی نماز ہو جائے گی تحریر کردہ تحریر ہوگی۔ جیسا کہ فارسی یا کسی دوسری زبان میں مثلاً ”اللہ بہت بڑا ہے“ کے ساتھ مکروہ تحریر ہوگی اور صاحبین کے نزدیک شرط صحت بخیر مصلیٰ ہے۔

یعنی بکر اہد تحریری بھی جب نماز ہوگی جب مصلیٰ عربی میں اللہ اکبر ادا نہ کر سکے اور مجبوراً اردو میں یا کسی دوسری زبان میں ادا کرے۔

پھر بعد مہارت مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

و علی هذا الخلاف الخطبة و جميع اذکار الصلوة۔

(ترجمہ: خطبہ اور نماز کے تمام ارکان کے بارے میں بھی ایسا اختلاف موجود ہے)

یعنی جو حکم تکبیر تحریر کا ہے وہی حکم ہو وہی اختلاف اقوال امام و صاحبین رحمہما اللہ خطبہ کا ہے۔ لہذا بلاشبہ خطبہ کا علاوہ عربی کسی غیر زبان میں کو جائز ہے تحریر کردہ تحریر ہے۔

غراب کلام اس امر میں ہے کہ آیا دونوں خطبہ شرط جواز نماز ہیں یا مجرد ذکر اللہ بقدر الحمد للہ سبحان اللہ بھی کافی ہے۔ اور پھر دونوں خطبوں کے بعد درمیان دونوں خطبوں کے کلام کرنا یا صحت آمیز نظم یا نثر طویل یا مختصر یا مطلقاً جائز ہے یا ناجائز۔ اور جائز ہے تو جائز مع الکرہات ہے یا بلا کرہات۔ لہذا اولاً

۱۔ الفتاویٰ العالم گیریہ مع ترجمہ اردو جلد ۲ صفحہ ۸۱۴ المکملہ پریس لاہور

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ تا ۱۶۱ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ دار احیاء التراث العربی بیروت

تفصیل ان امور کی بیان کی جاتی ہے۔ پھر معلق خطبہ علی جواب دیا جائے گا۔

امام عظیم رحمۃ اللہ کے نزدیک شرط جواز نماز جو خطبہ ذکر اللہ بقدر الحمد للہ یا بحمد لا الہ الا اللہ ہے۔ نیت خطبہ ہے۔ جس کا زبان عربی میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر سوا عربی کے بھی شروع کر دی تو جواز نماز کو کافی ہوگا۔ سر یہ فعل کردہ تحریر ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک شرط صحت نماز کم از کم خطبہ کا زبان عربی میں اور عند المجر جب عربی میں نہ پڑھ سکے بقدر اہتیاات پڑھنا ضروری ہے۔

کما فی الدر المختار صفحہ ۸۴

و کفت تحمیدۃ او نہلبلة او نسبیحة للخطبة المفروضة مع الکراهة و قال لا

بدمن ذکر طویل و اقله قدر الشہد الواجب بتبہا ۱

(ترجمہ: خطبہ کی فرضیت کی ادائیگی کے لیے ایک بار الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہنا کافی ہے لیکن صرف اسی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ صیفا فرماتے ہیں کہ خطبہ کی فرضیت کی ادائیگی کے لیے طویل ذکر ضروری ہے جس کی کم از کم مقدار تشہید ہے اور یہ خطبہ کی نیت سے پڑھا جانا ضروری ہے۔

☆ اور سنت موکدہ کا اتفاق دو خطبہ ہیں جو بہت دراز نہ ہوں اس واسطے کہ خطبوں کا بہت دراز پڑھنا مکروہ ہے۔ کما فی الدر المختار :

و یسن عطفان خفیفان و نکرہ زیادتهما علی قدر سورۃ من طوال المفضل ۲

☆ (ترجمہ: دو ہلکے خطبہ پڑھنا سنت ہے اور ان کا الحوال مفصل کی ایک سورت سے زیادہ ہونا مکروہ ہے)

اور بقدر تین آیت کے درمیان میں بیٹنا بھی سنت ہے۔

کما فی الدر المختار :

بجلسۃ بنبہما بقدر ثلث آیات ۳

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔

۳۔

(ترجمہ: دو خطبوں کے درمیان تین آیات کی مقدار چلے کرے)

☆ ہر خطبہ کے اول میں حمد وثنا اور شہادتین اور صلوة وسلام اور کچھ مضامین حفظ ساتھ تلاوت آج کلام اللہ کے مسنون ہے۔ چنانچہ خطبہ میں کبھی سورہ والعصر کبھی رکوع لا یستوی أصحاب النہار الآئینہ کا پڑھنا حضور سرور عالم ﷺ سے منقول ہے۔ اس واسطے تارک کسی بھی امر کا امور مذکور سے گنہگار ہوتا ہے۔ اور بعد چلے خفیہ خطبہ ثانی میں بعد امداد حمد وثنا و صلوة وسلام اور مؤمن مرد اور عورتوں کے واسطے دعا مروی واثور۔

کما فی البحر الرائق

وہی (ای الخطبۃ) تشتمل علی عشرة احدها البداء بحمد اللہ و ثانیہا النشاء علیہ بما هو اہلہ و ثانیہا الشہادتان و رابعہا الصلوۃ علی النبی ﷺ و خامسہا العظۃ والتذکیر و سادسہا قراءۃ القرآن و تارکھا مسمیٰ روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فیہا سورۃ العصر و مرۃ اخری لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة اصحاب الجنة هم الفائزون و اخری و ناد و ایا مالک و سابعہا الجلوس بین الخطبتین و ثامنہا ان یبعد فی الخطبۃ الثانیۃ الحمد للہ و النشاء و الصلوۃ علی النبی ﷺ و تاسعہا ان یزید فیہا الدعاء للمؤمنین و المؤمنات و عاشرہا تخفیف الخطبتین بقدر سورۃ من طوال المفصل و بکثرہ التطویل!

☆ (ترجمہ: خطبہ میں امور پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۱) الحمد للہ سے آواز کیا جائے (۲) اس پاک ذات کی ثناء ایسی کہی جائے جس کا وہ اہل ہے۔ (۳) توحید و رسالت کی شہادت (۴) نبی پاک ﷺ پر درود (۵) حفظ و نصیحت (۶) قرآن مجید کی قراءت۔ اس کو ترک کرنے والا ایک برا کام کرنے والا ہے۔ مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ خطبہ میں سورہ عصر کی تلاوت فرماتے اور کبھی لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة

أصحاب اللجنة هو الغنائون : (ترجمہ: جتنی اور روز فخری برائیں جتنی لوگ سی کامیاب ہیں) اور کبھی نادوا با مالک پر حا کر تے تھے (۷) دو خطبہ کے درمیان جیسا (۸) دوسرے خطبہ میں الحمد للہ اللہ تعالیٰ کی شان اور نبی اکرم ﷺ پر درود پاک کا مادہ کرنا۔ (۹) اس خطبہ میں دل ایمان مردوں اور عورتوں کے لیے دیا کا اضافہ کرنا (۱۰) طوالت مفصل کی ایک سورت کے برابر خطبہ میں تخفیف کرنا ان کو طویل کرنا مکروہ ہے) ☆ اور اخیر میں ذکر خلافا راشدین اور عین کریمین اور دل بیت کرام متحسن ہے:

كما في صفحة ۱۳۸ من البحر المصري

ذكر الخلفاء الراشدين مستحسن بذلك جرى النوارث و بذكر العمين
(ترجمہ: خلافا راشدین کا ذکر متحسن ہے۔ تو ارث اسی طرح جاری ہے اور نبی پاک ﷺ کے چچاؤں کا ذکر بھی کرے)

☆ اور دیا کرنا سلطان اسلام کے لئے اور جائز اور اس کو مستحب سمجھا دیت۔

كما في اخر الصفحة المذكورة من البحر

وفي السراج الوهاج واما الدعاء للسلطان في الخطبة فلا يستحب روى ان عطاء
سئل عن ذلك فقال انه محدث و انما كانت الخطبة تذكرا
☆ (ترجمہ: سراج و ہاج میں ہے کہ خطبہ میں بادشاہ اسلام کے لئے دیا کرنا مستحب نہیں ہے۔ حضرت عطاء
رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ نوا ایجاد امر ہے خطبہ تو صرف فصیح
ہے) ☆

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ دوسلاطین اسلام کے واسطے امر زائد ہے خطبہ سے اس کو کوئی علاقہ نہیں
کسی سے اس پر انکا دھتول نہیں۔ بلکہ ظالم بادشاہوں کی تعریج ہے جا پر یہاں تک انکا رفقہا مقتول ہے کہ اس
وقت اگر سامعین باتیں کرنے لگیں اور نہ سئل تو بہتر ہے۔

کما فی البحر

ان الخطيب مادام في الحمد والموعظة فعليهم الاستماع فاذا اخذ في مدح

الظلمة والثناء عليهم فلا بأس بالكلام حيث شأ.

(ترجمہ: خطیب جب تک وعظ و نصیحت میں مشغول رہے حاضرین پر واجب ہے کہ اسے سنیں اور جب ظالم حکمرانوں کی مدح و ثناء شروع کرے تو اس وقت باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

☆ گمراہی میں ہم نقصان پہنچنے والے خطیب یا ارکان جمعہ کی روایت نہیں پائی جاتی۔ ہندو میں صورت خطبہ علی میں تو بعد اختتام مضامین مذکورہ خطبہ زبان عربی میں بارود میں مضامین وعظی تا نابا مسطور ہیں جن کا اول ہی سے اگر خطبہ میں پڑھنا شروع کر دیا جائے جائز ہے کوئی انکراعت جائز ہے۔ پھر بعد اختتام تمام مضمون خطبہ کے زبان عربی میں جو طریق مضمون ہے اگر ان مضامین اردو کو بغرض نفع عوام پڑھ دیا جائے بلا حرجہ جائز معلوم ہے۔ جب دماغ ملاطین اسلام کے واسطے جائز ہے تو یہ مضامین با وصف ہونے ان مضامین کے مضامین وعظ بغرض صحیح اگر پڑھے جائیں کیا حرج ہے۔ البتہ ابتدا ہی سے قصداً خطبہ اردو میں پڑھا جائے تو بلاشبہ عند الامام مکرمہ تحریر یعنی جائز مع انکراعت ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک بلا عجز مطلقاً جائز ہے۔ جیسے بحیرہ کو ملاوہ زبان عربی کے کسی زبان میں ادا کرنا جائز مع انکراعت تحریر اور نزدیک صاحبین بلا عجز مطلقاً جائز ہے۔ کما مر فقط

حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد دیوبند اعلیٰ الرضوی لکھی المتعبدی القادری

المفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 76﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شریعت اس مسئلہ میں کہ ہندوستان میں جمعہ کے بعد جو چار رکعت اعتیاضی فرض پڑھے جاتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے۔ اگر ہندوستان میں جمعہ کی جماعت ہو جاتی ہے تو اعتیاضی کے کیا معنی؟ اور اگر نہیں ہوتی تو وہ دو رکعت جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کیا مکمل رکعتی ہیں؟ فرض ہیں یا نفل اگر نفل ہیں تو نفلوں کے جماعت کا ثبوت کیا ہے؟ دلائل سے جواب یا صواب تحریر فرما کر مصلح فرمائیں۔

سائل: انتظام اللہ انوار حسین، فیاض خان، میاقت حسین، صاحبان

چٹھیا راولپنڈی، ۲۷ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و هو الموفق للصواب

صورتِ مسئلہ میں چونکہ فرضیہ جمعہ قطعی الثبوت ہے اور شرطِ جمعہ قطعی الثبوت لہذا یہی قطعی الثبوت ہونے کے باوجود فقہانِ بعض شرطِ مثل شرطِ سلطان وغیرہ کے جمعہ کو تنقیدِ فرض سمجھ کر ضرور ادا کیا جائے اور چونکہ فقہانِ بعض شرط اور نیز عدمِ جوازِ جمعہ متعدد مسجدوں میں قبولِ مرجع مورثہ پر عدمِ حاجتِ جمعہ ہے اور شبہات سے بچنا مومن کو ضروری لہذا بعد اداءِ جمعہ چار فرض کا پڑھنا بدعتِ ادراکت و قہ و لم يؤذ بعد یا اس نیت سے کرا کر تہا ہوں میں وہ چار فرض اس آخِ ظہر کے جو میرے مذمہ ضروری ہے۔ کما فی الشامی

و نقل المقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصر یا بغی لہم ان يصلوا بعد الجمعة اربعاً بنیة الظہر احباطاً حتی انه لو لم تقع الجمعة موقعها بخرجون عن عہدۃ فرض الوقت باداء الظہر و مثله فی الکافی و فی القتبۃ لما ابلی اہل مرو باقامۃ

الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جواز ہما امر ائمتہم بالاربع بعدہا حتما احتیاطا و نقلہ کثیر من شراح الہدایۃ و غیرہا و تداولہ و فی الظہیریۃ و اکثر مشائخ بخاری علیہ لیخرج عن العہدۃ بیقین ثم نقل المقدسی عن الفتح انه یبغی ان یصلی اربعۃ یوی بہا آخر فرض اخر کت وفتہ و لم اژدہ ان تردد فی کونہ مصر او تعددت الجمعة ۱ الخ

(ترجمہ: علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے محیط سے یوں نقل فرمایا کہ ہر مقام جہاں اس کے مصر (شہر) ہونے میں شک ہو وہاں کے رہنے والوں کو چاہئے کہ جمعہ کی جماعت کے بعد احتیاطاً چار رکعتیں ظہر کی نیت سے ادا کریں تاکہ اگر جو اپنے مقام (مصر) میں داخل ہوں تو وقت میں فرض نماز سے ظہر کی ادائیگی کے ساتھ یقینی طور پر عہدہ برآں ہو جائیں۔ کافئی میں ایسی طرح ہے۔ اور فتہ میں ہے کہ جب مصر کو رہنے والے دو جگہ جمعہ قائم کرنے کی آزمائش میں جٹا ہوئے اور ساتھ ہی ان دو مقامات میں جمعہ کے جواز میں اختلاف بھی تھا تو ان لوگوں کے ائمہ نے ان کو احتیاط کے لیے چار رکعت ضروری طور پر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ہدایہ کے شارحین اور دیگر بہت سے علماء نے اس کا ذکر کیا ہے اور رواج دیا ہے۔ ظہیر یہ میں ہے کہ بخاری کے اکثر علماء کا یہی موقف ہے تاکہ ضروری سے یقینی طور پر عہدہ برآ ہو سکیں۔ اس کے بعد علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر سے نقل فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ چار رکعت ادا کرے اور نیت یہ کرے کہ آخری دو فرض نماز ادا کرتا ہوں جس کا وقت میں نے پایا اور ابھی ادا نہیں کی۔ جب کہ اس جگہ کے شہر ہونے کا شک ہو یا متحد مقامات پر جہاد کیا جاتا ہو۔ ۲۔

حروہ : ابو محمد محمد بن اریط الرضوی

۳ رمضان ۱۳۳۳ھ

-
- ۱۔ رد المحتار علی التو المعنات جلد ۲ صفحہ ۱۴۶ مطبوعہ مصر
- ۲۔ امام الفقہاء والحدیثین حضرت مولانا سیف محمد بن اریط ثناء اللہ علیہ کا شاہ جامع مسجد اکبر آباد (آگرہ) میں ہمیشہ مفتی و خطیب تقرر کے بعد یہ پڑھائی ہے۔ فتویٰ کے تراجم تاریخ ۳ رمضان ۱۳۳۳ھ ہے۔ دفتر پٹنلی سے سال کئے گئے تاریخ ۴ شوال ۱۳۳۳ھ ہو گئی ہے۔ آپ کے پوتے حضرت سید محمد احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اس مسجد میں ہمیشہ مفتی و خطیب تفریق تاریخ ۳ رمضان ۱۳۳۳ھ لکھی ہے۔ (لاحظہ ہو کتاب سیوی اہل بیت کا تذکرہ ای کوثر ج ۱ مائل ہے۔

﴿فتویٰ نمبر.....77﴾

سوال

بعض مسلمان ایک مفتی امام کے پیچھے عید اور جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور بعض لوگ کسی ضد کی وجہ سے امام فاسق کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں اور ایک شہر میں دو جگہ عید اور جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

۹ فروری ۱۴۳۵ھ

سائل حسام الدین بنو اہلاق ریاست الہور

الجواب

نماز عیدین اور نماز جمعہ دو جگہ جائز ہے ہذا مفتی امام کے ہوتے ہوئے فاسق امام کے پیچھے نماز جمعہ وعیدین پڑھنا بلاشبہ کفر و کفر محض ہے۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربی اعلیٰ

ابو محمد محمد دینار علی دالوری الشی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 78﴾

سوال

دستیاب نہیں ہو سکا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدنی علماً

عید کی نماز واجب ہے ساتھ چھ بکیروں واجب کئے علاوہ بکیر تحریمہ کے۔ لہذا بعد بکیر تحریمہ سبحانک اللہم پڑھ کر امام مقتدی سب دفعہ پانچ کے ساتھ بکیر کہہ کر ہاتھ نہاں نہ کریں۔ تیسری بکیر کہہ کر ہاتھ نہاں نہ کریں پھر امام اعوذ بسم اللہ الحمد، سورت پڑھ کے رکوع کرے اور دوسری رکعت میں بعد الحمد اور مسودت کے تین بکیر ای طرح کیے اور ہاتھ نہاں نہ کریں اور ہاتھ چھوڑے ہوئے ہی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کریں اور زیادہ تصریح بتا رہے سالہ فضائل رمضان میں ہے۔ بطریق نمونہ ایک رسالہ ارسال ہے۔ جتنے مطلوب ہوں ڈیزھ آذنی رسالہ سے آپ طلب کر سکتے ہیں۔

حورہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ العفی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 79﴾

سوال

جناب مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں بعد انتقال زوجہ کے شوہر اس کو کاندھا دے سکتا ہے اور متاس کا دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بموجب شرع شریف کے کیا حکم ہے؟ مع نام کتاب و صفحہ سے آگاہی فرمائیں۔

سائل: غلام نبی بازاراً گروہ ۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

یہ امر تو ظاہری ہے کہ جب غیر کاندھا دے سکتے ہیں تو شوہر کے کاندھا دینے میں کیا حرج ہے؟ حالانکہ غیر بعد موت بھی عورت کی طرف دیکھنے سے منع کئے گئے ہیں اور شوہر کو بعد موت اپنی زوجہ کا منہ جگہ باز نہ کر دیکھنا بالکلیت جائز ہے۔ کما فی الدر المختار

و بمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الاصح^۱
(ترجمہ: خاوند کو اپنی مردہ بیوی کو غسل دینے اور ہاتھ لگانے سے روکا جائے گا لیکن اس کی طرف دیکھنے سے اسح
قول کے مطابق نہ روکا جائے گا)

قال الشامي رحمه الله في صفحه ۶۳ من شرح الدر المختار
قوله من النظر إليها عزاه في المنع الى التقية و نقل عن الخانية انه اذا كان للمرأة
محرم بمسها بده و اما الاجنى فيخرقة على بده و بغض بصره عن ذراعها و كذا الرجل

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

فی امر أنه الا فی غض البصر۔

(ترجمہ: قولہ: اس کی طرف دیکھنے سے نہ روکا جائے گا۔ منہ الخغار میں اس قول کو تہیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور علماء فتاویٰ ثانیہ سے نقل کیا ہے کہ جب عورت کا کوئی محرم موجود ہو اور کوئی عورت موجود نہ ہو تو اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ وہ محرم اپنے ہاتھ سے اسے جنم کرا دے۔ لیکن انجسی اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنم کرائے اور جنم کے وقت اس کے ہاتھ نہ دیکھے۔ ناوذا اگر اپنی مردہ بیوی کو جنم کرائے تو اس کا حکم بھی انجسی مرد کی مانند ہے۔ لیکن ہاتھوں کو دیکھنے کی اسے اجازت ہے۔

حردہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اربلی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 80﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زلیہ اپنی زوجہ کا جنازہ اٹھا کر گوارہ اور قبر میں رکھ سکتا ہے

یا نہیں؟

۷ مارچ ۱۹۸۵ء

علامہ نئی گڑھ گاریاں آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صفحہ ۶۳۳ جلد اول درختار میں ہے۔

و يمنع الزوج من غسلها و مسحها لا من النظر اليها على الارحاح!

یعنی شوہر کو منع کیا جائے اپنی بیوی کے غسل دینے سے اور اس کو ہاتھ لگانے سے نہ کہ اپنی بیوی کو دیکھنے سے بعد موت کے بروایت اصح۔

لہذا اولیٰ اور افضل یہی ہے کہ قبر میں بھی عورت کو وی لوگ تاریں جن پر وہ حرام تھی یعنی اس کے رشتہ داری رحمہم نہ کہ شوہر۔

صفحہ ۵۵۳ من الکبیری

و ذو الرحم المحرم اولی بوضع المرأة فان لم یکن فاهل الصلاح من الاجانب

ذکرہ فی المحیط!

۱۔ الدر المختار علی ہدایۃ رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۶۳۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ غنیۃ المستعملی شرح منبہ المصلی صفحہ ۵۵۴ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند

(ترجمہ: اولیٰ یہ ہے کہ جو موت کوئی دھرم رشتہ دار قبر میں رکھیں۔ اگر کوئی ایسا رشتہ دار موجود نہ ہو تو انجمنی جو اہل صلاح ہوں یہ کام سزا انجام دیں۔ محیط)

☆ اور جو قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا اول تو اس پر انکار صحابہ مقول ہے۔ علاوہ بریں یہ امر مخصوص ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بوجہ باقی رہنے علاقہ زوجیت کے درمیان سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے قیامت تک بخلاف دوسرے لوگوں کے علاوہ حضور ﷺ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے کہ مرنے کے بعد زوجہ کے سب کا علاقہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے۔

کما هو ظاهر من رواية المتفولة في الدر المختار في صفحة ۲۳۳ حيث قال:

وقالت الائمة الثلاثة يجوز لأن عليا رضي الله عنه غسل فاطمة رضي الله عنها قلنا هذا محمول على بقاء الزوجية لقوله ﷺ كل سبب و نسب يتقطع بالموت الاسبي و نسبي مع ان بعض الصحابة انكر عليه شرح المجمع للعيني!

(ترجمہ: حضرات ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ٹائید کے لیے اپنی مردہ بیوی کو غسل دینا جائز ہے کیوں کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ غسل دینے پر روایت ان دونوں حضرات کے درمیان وفات حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے باوجود زوجیت کا تعلق باقی رہنے کے باعث ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا موت کے ساتھ ہر تعلق اور نسب ختم ہو جاتا ہے لیکن میرا تعلق اور نسب باقی رہتا ہے۔ علاوہ از میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر انکار بھی فرمایا تھا۔ شرح المجمع للعینی)

حورہ: العبد الراہی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ لکھنی لکھنی فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 81﴾

سوال دستیاب نہیں ہوا۔

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

عمار پر یا کفن میت پر یا پیشانی یا سینہ میت پر عہد نامہ بسم اللہ یا کلمہ طیبہ لکھنے کو بعض فقہا نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کی برکت سے میت کو بخش دے چنانچہ صفحہ ۲۶۸ درختار میں ہے۔

کتاب علی جبهة الميت او عمامته او كفنه عهدنامه برجی ان بغفر الله للميت و او صاه بعضهم ان يكتب في جبهته و صدره بسم الله الرحمن الرحيم ففعل ثم رؤى في المنام فسل فقال لما وضعت في القبر جاء تنى ملائكة العذاب فلما رأوا مكتوبا على جبهتي بسم الله الرحمن الرحيم قالوا اعنت من عذاب الله !

(ترجمہ: میت کی پیشانی، اس کے عمامہ اور کفن پر عہد نامہ لکھے تو امید ہے کہ میت کو بخش دیا جائے گا۔ بعض لوگوں نے وصیت کی کہ اس کی پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ خواب میں اسے دیکھا گیا اور پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے جب قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آ گئے جب انہوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا دیکھا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن میں رہا)

ابنہ سر روشانی وغیرہ سے لکھنے میں چونکہ خوفِ کموت و قوتِ کلام الہی ہے بعض فقہا روشانی سے لکھنے کو منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بلا روشانی وغیرہ کلمہ کی انگلی سے بسم اللہ پیشانی اور کلمہ طیبہ سینہ پر لکھ دیا جائے چنانچہ صفحہ ۲۶۹ شاہی میں ہے۔

نقل بعض المحققين عن فوائد الشرحي ان مما يكتب على جبهة الميت بغير
مداد بالاصبع الممسوحة بسم الله الرحمن الرحيم وعلى الصدر لا اله الا الله محمد
رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التكفين.

(ترجمہ: جنس حاشیہ نگاروں نے فوائد شرحی سے نقل کیا کہ میت کی پیشانی پر سیاهی کے بغیر شہادت کی انگشت
کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا جائے اور اس کے سینہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ
کام میت کو غسل دینے کے بعد اور کفن پہنانے سے پہلے کیا جائے)

حورہ: العید الراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیب اعلیٰ المنفی فی جامع اکبر آباد

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر — 82﴾

سوال

اگر پارچہ پر کلر لکھ کر میت کے سر پر لپیٹ دیتے ہیں یہ عمل ناجائز تو نہیں ہے؟

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

عمامہ میت کے سر پر لپیٹنا مختلف فیر ہے۔ حقدین فقہاء مکروہ فرماتے ہیں اور متاخرین فقہاء غلط علماء و مشائخ کے واسطے ناجائز فرض الظہار تعلیم علم مستحب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۹۳۶ درمختار میں ہے
وتكره العمامة للميت في الأصح مجتبی و استحسناها المتأخرون للعلماء
والإشراف!

(ترجمہ: صحیح تر قول کی رو سے میت کو عمامہ پہنانا مکروہ ہے۔ لیکن متاخرین فقہاء نے علماء اور بزرگ لوگوں کے لیے اسے مستحسن قرار دیا ہے)

حضور: العبد الرائی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر علی الرضوی المفتی فی جامع اکبر آباد

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر — 83﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ: ذیل میں کہ جنازہ کو کورستان لے جاتے وقت کون سی رفتار مناسب ہے؟ آہستہ یا تیز یا اپنی معمولی رفتار سے جانا چاہئے؟ اگر تیز رفتاری سے کچھ ضعیف لوگ میت کو کاندھ عائدہ سے نکلے اور پیچھے رہ جائیں تو کیسا ہے؟

الجواب

هو للموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم. اللهم رب زدني علما

جنازہ کو تیز کام حالت سے لے جانا سنت ہے۔ مگر مثل بنو رہا گئے ہوئے لے جانا درست نہیں ہے۔

كما في الدر المختار: ويسرع بها بلا عيب اي عدو سريعاً

(ترجمہ: جنازہ کو اٹھا کر جلدی جلدی چلیں تیز نہ دوڑیں)

قال الشامي رحمة الله عليه حد التعجيل المستون ان يسرع به بحيث لا

بضطرب الميت على الجنائز للحدیث اسرعوا بالجنائز

(ترجمہ: جلدی چلنے کی مسنون حد یہ ہے کہ آہستہ چلیں کہ پاگلی میں میت ہچکولے نہ کھانے لگے۔ کیونکہ کہ

حدیث پاک میں ہے جنازہ کو اٹھا کر جلدی چلو)

البتہ بلحاظ ضعیف لوگوں کے اگر آہستہ کچھ دور تک چلیں کچھ نقصان نہیں معلوم ہوتا۔ مگر طریق سنت

وہی ہے جو نقل کر دیا گیا۔ منتظر

حورہ: عبدالعاصی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر..... 84﴾

سوال

نماز جنازہ کی جو نیت ہوتی ہے اس کو امام کامل طور پر نہ کہے اور مظلوا الدعاء لہذہ المیت پڑھنا چھوڑ دے وہ نماز جائز ہوئی یا نہیں؟ جینے والے تو حرام

الجواب

☆ شرعاً نماز جنازہ چھامور ہیں۔

(اول) میت کا مسلمان ہونا۔ اور جب تک میت دفن نہ کی جائے میت کا غسل مسنون کے ساتھ پاک ہونا۔ ہاں البتہ اگر میت مسلم ہے بلا غسل و نماز جنازہ دفن کر دی گئی ہو تو تین دن تک اس کی قبر پر بھی نماز ہو سکتی ہے بلکہ ضرور ہے۔ اس واسطے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے

شرط دوم 'سوم' چہارم 'مصلیٰ کے بدن اور کپڑے اور جاہ نماز کا پاک ہونا۔ لہذا اگر ناپاک جوتے پہنے ہوئے یا اس جوتے پر جس کا طائفا پاک ہے گواہ پر سے پاک ہو نماز پڑھی جائے جائز نہ ہوگی۔

شرط پنجم میت کا امام کے سامنے رکھا جانا۔

اور رکین نماز جنازہ اول چار تکبیریں ہیں اور رکین دوم قیام ہے اگر والدعاء لہذہ المیت زبان سے نہ کہا کچھ نقصان نہیں۔ البتہ دل میں نیت نماز جنازہ کی بوقت تکبیر تحریمہ ہونا ضروری ہے۔ مطلقاً بالذیہ مستحب ہے نہ شرعاً نماز سے ہے اور نہ ارکان سے۔ مطلقاً

حضورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....85﴾

سوال

کیا بیچ جنازہ میں مرد و عورت کی ضمیر میں فرق ہے جیسا کہ ذیل میں نیت درج ہے یا دونوں کی ایک نیت ہے اگر ایک ہے تو کیا نیت ہے۔ نیت نماز جنازہ، بوجہ تحریر یا لا درج کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

نویسٹ ان اودی اربع تکبیرات صلوة الجنازة للثناء لله تعالى والصلوة على النبي والدعاء لهذا الميت متوجها الى الكعبة الشريفة الله اكبر
سائل: غلام نیک کڑھار بیان آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

کتبہ فقہ میں بعد تیری بحیر کے بھی دما تاثر ہے

اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم
من احينه منا فاحبه على الاسلام ومن توفيه منا فتوفه على الایمان۔

(ترجمہ: اے اللہ! ہم میں سے زندہ مردہ، موجود و غائب، چھوٹے بڑے مرد و عورت کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اے اسلام پر زندگی نصیب فرما اور ہم میں سے جسے تو موت دے اے ایمان پر موت نصیب فرما)

چونکہ احببہ و توفیہ کی ضمیر من کی طرف مہجرتی ہے جو عام ہے اور شامل ہے مردگان اسلام کو مرد ہوں خواہ عورت۔ لہذا نماز مرد کی ہو خواہ عورت کی یہی ایک ضمیر مذکور رہے گی۔ البتہ اگر اس سے پہلے اگر یہ دما

پڑھے جس کو عامہ شامی صفحہ ۶۳۴ جلد اول شامی میں نقل فرماتے ہیں۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهله خيرا من اهله وزوجا خيرا من وزوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار! متع

(ترجمہ: اے اللہ! اسے بخش دے۔ اس پر رحم فرما۔ اس کو مافیت عطا فرما۔ اس کو معاف فرما۔ عزت کے ساتھ اس کی ہمبانی فرما۔ اس کی قبر کو وسیع فرما۔ اس کو پانی برف اور اولوں سے غسل دے۔ اسے گناہوں سے اس طرح صاف فرما جس طرح کہ سفید پتھر سے کوئیل پتھیل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اس کو اس کی دنیا والے گھر سے بھر گھر اور دنیا کے اہل سے بھر اہل دنیا کے جوڑا سے بھر جوڑا بد لے میں عطا فرما۔ اسے جنت میں داخل فرما۔ اسے عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے پناہ میں رکھ)۔

تو ضرور مرد کی نماز میں اس طرح پڑھے اور عورت کی نماز میں ”اے“ کی جگہ ”یا“ پڑھتا چاہیے جیسے طفل نابالغ کی نماز میں اللھم اجعلہ پڑھتے ہیں اور نابالغ لڑکی نماز میں اللھم اجعلہا پڑھتے ہیں اور نیت اول تو قصد دل کو کہتے ہیں ”مرربی میں نیت کرے تو مرد کی نماز میں کہے لھذا المیت اور عورت کی نماز میں لھذا المیت

حورہ: العبد الراجی
ابو محمد محمد دیر علی النجفی
فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....86﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ کی صغوف میں درمیانی فرق (فصل) کتنا ہونا چاہئے؟ اگر نمازی زیادہ ہوں اور جگہ تک ہو تو اس صورت میں کم از کم کتنا کتنا فصل رکھا جائے؟

سائل: حبیب احمد آگرہ

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما.

نماز جنازہ میں ہمد و تو ہوتا نہیں۔ لہذا زیادہ فصل کی ضرورت نہیں۔ بقدر گنجائش اور وسعت و تنگی جگہ کے اختیار ہے۔ بحسب ضرورت بتنا فصل ممکن ہو رکھیں۔ اس واسطے اس کے معلق فقہاء سے تصریح نہیں پائی جاتی۔ فتا

حضور: العبد العاصی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمۃ اللہ علیہ

جامع مسجد اکبر آباد

عمر اللہ لہ ولو اللہ



﴿فتویٰ نمبر..... 87﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ صغیر نماز جنازہ کی بعد و طاق
 رچیں گی یا نہیں؟ یعنی ایک اور تین کے بعد نمازیوں کی کثرت پر یہی عمل رہے گا پانچ اور سات وغیرہ یا زیادتی پر
 اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا؟

الجواب

هو للموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صغیر جنازہ بحالتِ قنوت و کثرتِ رجال برمال میں طاق رکنا مستحب ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے
 عن مالک بن حبیبرہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ما من مسلم بموت
 فبصلى عليه ثلاثة صفوف من المسلمين اوجب! ﴿ترجمہ: حضرت مالک بن حبیبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ
 جو مسلمان مرے اس پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز جنازہ ادا کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب
 فرمادیتا ہے﴾

حورہ: العاصی

ابو محمد دیوبندى اعلیٰ الرضوی المفتی جامع مسجد اکبر آباد

غفر الله له ولوالديه



﴿فتویٰ نمبر.....88﴾

سوال

کیا مرد و عورت کے دو چار جنازے ہوں تو ان کی ایک ہی نماز جائز ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

سائل: غلام نیا کڑوا کارپان آگرہ

۱۷ مارچ ۱۹۸۸ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اگر کئی جنازے مرد اور عورت کے اکٹھے ہوں تو اولیٰ اور افضل یہی ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علیحدہ پڑھائی

جائے۔ کما فی صفحہ ۲۳۸ من الدر المختار المطبوعہ مع الشامی

و اذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوة علی کل واحدة اولیٰ من الجمع۔^۱

(ترجمہ: اگر کئی جنازے اکٹھے ہو جائیں تو ہر جنازہ پر الگ نماز ادا کرنا تمام پر اکٹھی نماز ادا کرنے سے اولیٰ ہے)

اور جو ان میں افضل ہو باعتبار دین و دنیا انت میں اس کی نماز اول پڑھائی جائے۔

کما فی الدر المختار فی صفحہ المعذکوة

تقدیم الافضل افضل۔^۲

(ترجمہ: افضل کی نماز جنازہ پہلے ادا کرنا افضل ہے)

اور اگر سب کی اکٹھی پڑھائی جائے تب بھی جائز ہے۔ اور اندریں صورت اگرچہ جنازوں کا اس طرح

رکھنا بھی کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف رہے جائز ہے مگر امام افضل کے پاس ہو۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ سب

۱۔ الدر المختار علی هامش رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۲۳۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۔ ایضاً

قبلہ کی طرف آگے پیچھے اس طرح رکھے جائیں کہ سب کا سینہ امام کے سامنے رہے تاکہ نماز علیٰ وجہ السنۃ ادا ہو۔
چنانچہ صفحہ ۶۳۸ درمکار میں ہے

و ان جمع جواز ثم ان شاء جعل الجائز صفا واحدا و قام عند الفضلهم و ان شاء جعلها صفا مما يلي القبلة واحدا خلف واحد بحيث يكون صدر كل جنازة معا يلي الامام^۱ (ترجمہ: اگر سب کی نماز جنازہ اکٹھی پڑھنے کا جواز ہے پھر اگر چاہے تو تمام جنازوں کو ایک صف میں رکھ دے اور ان سے افضل کے پاس کھڑا ہو اور اگر چاہے تو قبلہ کی جانب ان جنازوں کی صف بنالے یوں کہ ایک جنازے کے پیچھے دوسرا ہو۔ اور ہر جنازے کا سینہ امام کی سمت میں ہو)

قال الشامي

(ترجمہ: علامہ شامی نے فرمایا:)

هذا جواب ظاهر الرواية و روى عن ابى حنيفة غير رواية الاصول ان الثاني اولى لان السنة هي قيام الامام بخداء الميت^۲

(ترجمہ: ظاہر روایت کی رو سے یہ جواب ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اصول کی روایت کے علاوہ اور روایت میں یوں منقول ہے کہ دوسرا طریقہ بہتر ہے کیوں کہ سنت یہ ہے کہ امام میت کے سامنے کھڑا ہو)

مگر مرد کا جنازہ امام کے قریب رہے بعدہ جن کا پھر عورت کا کسما ہو مذکور فی صفحہ ۶۳۹

من الدر المختار

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

محمد دین علی النجفی المفتی فی جامع اکبر آباد



۱۔ الدر المختار علی هامش رد المختار جلد ۱ صفحہ ۶۳۸ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

۲۔ رد المختار جلد ۱ صفحہ ۶۳۸ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر.....89﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ امام کو جنازہ سے کتنے فاصلہ پر کھڑا ہونا مناسب ہے؟

حبیب احمد آگرہ

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ البتہ میت کا بجانب قبلہ اور امام کے آگے ہونا ضرور ہے۔

كما في الدر المختار

و شرطها ايضا حضوره و وضعه و كونه هو او اكثره امام المصلی و كونه للقبلة ،

(ترجمہ: نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے میت کا موجود ہونا، اس کا پورا یا کچھ جسم نمازی کے سامنے ہونا اور اس کا قبلہ کی جانب ہونا شرط ہے)

حرره: العاصی

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ المفتی جامع مسجد کبریا باد

غفر الله له ولوالديه



﴿فتویٰ نمبر..... 90﴾

سوال

بعد نماز جمعہ جنازہ چھیڑ و پھین کی کراہت کیوں ہے بلکہ بنظر ثواب و کثرت جماعت بعد نماز جمعہ

مناسب ہے۔

الجواب

تجلیل نماز جنازہ واسطے اجتماع نماز جمعہ ہے۔ اگر تجلیل ناممکن ہو بعد نماز دفن کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس غرض سے متاثر کرنا کہ جماعت کثیر نماز پڑھے گی غیر مناسب ہے۔ اس کو مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ لکھا ہے۔ کذا فی الطحطاوی !

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



(۱) فلو جهز «العبث صبيحة يوم الجمعة بكرة» تأخير الصلوة عليه لبسلى عليه الجمع العظيم بعد صلوة

الجمعة ولو سافر! فوت الجمعة بسبب دفعه بوجوه اللعن

(ترجمہ) اگر میت کو جمعہ کے دن صبح کے وقت غسل اور کفن دے کر تیار کر دیا گیا تو اس کی نماز جنازہ کو اس لیے ہدف کرنا مکروہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد بہت بڑی جماعت اس کی نماز جنازہ ادا کرے گی اگر دفن کے باعث نماز جمعہ کے فوت ہوئے گا خوف ہو تو دفن کو ہدف کر دیا جائے

الطحطاوی علی مراقی الفلاح : صفحہ ۲۴۴ / مطبوعہ نور محمد کازمانہ نجارت کتب کو اہبی

﴿فتویٰ نمبر ۹۱﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردہ کو اندر مسجد یا محن میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھ سکے ہیں یا نہیں؟

۲۷ شعبان ۱۴۳۶ھ

اسٹنٹ پرنسڈنٹ عکلمہ عیسیٰ شامیانس
بریلی مسکون تاج گنج آگرہ کڑہ عرفان

الجواب

وهو الموفق.

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

محن مسجد اور بنا مسجد یعنی اتنی مسجد جو پٹی ہوئی ہو چو نکر عرف عام پہل اسلام پائی مسجد کے نزدیک مسجد ہی ہوتی ہے۔ اور عموماً ہندوستان وغیرہ میں یہی عادت ہے کہ کچھ حصہ مسجد پٹوادیتے ہیں اور اکثر کہیں کم حصہ کھلا ہوا محن رکھتے ہیں۔ محض جگہ مسجد کے نیچے جگہ خالی پختہ رکھ کر پانی سے بھر کے اوپر سے پٹوادیتے ہیں اور دوطرف کناروں کی طرف سے کھلا رکھ کر وضو کرنے کی جگہ وضو کے لیے بنادیتے ہیں اور اس کو خارج مسجد سمجھتے ہیں۔ اس واسطے کہ مسجد کے اندر وضو کرنا بالاتفاق ممنوع ہے اور محض جگہ مسجد کا سامان رکھنے کی غرض سے مسجد یا مسجد کے نیچے سر داہر رکھ دیتے ہیں کہ جو بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ اس کی اس زمین کے اندر بخشی زمین مسجد بھی جاتی ہے اور پانی مسجد نے اس کو پیشہ مسجد وقف کیا ہو خواہ اس کے نیچے سامان مسجد کے لیے جگہ خالی ہو یا معارف مسجد کے پانی کے لیے جگہ ہو علیٰ غرہ خواہ وہ پٹی ہو یا بصورت محن۔ نماز جنازہ بلا عذر پڑھنا محض کے نزدیک مکروہ تنزیہی اور محض فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی اور قوی روایت یہی ہے کہ مکروہ تحریمی ہے چنانچہ آخر

صفحہ ۶۵۲ جلد اول رد المحتار مطبوعہ مصر مع رد المحتار میں ہے

و کرهت تحریمًا و قبل تنزیہا فی مسجد جماعة ہو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم و اختلف فی الخارجة عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقًا خلاصة بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبة و نوابعها کثافلة و ذکر و ندریس علم و هو الموافق لا طلاق حدیث ابی داؤد من صلی (علی) میت فی المسجد فلا صلوٰة له!

ترجمہ: نماز جنازہ بیچ گانہ جماعت والی نماز مسجد میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور بعض علماء کے ہاں مکروہ تحریمی ہے اس صورت میں جب کہ صرف میت مسجد میں ہو یا لوگوں سمیت میت مسجد میں ہو اس صورت میں اختلاف ہے جب کہ صرف میت مسجد سے باہر ہو یا کچھ نمازیوں سمیت وہ باہر ہو۔ مختار یہ ہے کہ ہر صورت میں کراہت ہے۔

خلاصہ: اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ مسجد صرف بیچ گانہ نماز اور اس کے قوالی مثلاً نقل نماز و کرہ علوم کی تدلیس کے لیے بنائی جاتی ہے اور یہی سنن ابوداؤد کے حدیث کے اطلاق کے موافق ہے وہ حدیث یوں ہے۔ من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوٰة له

(یعنی جو مسجد میں کسی آدمی کی نماز جنازہ ادا کرنا اس کی نماز نہیں ہے)

اور چونکہ کراہت تحریمہ ظاہر الروایۃ ہے لہذا یہی روایت مختار ہے اور فتویٰ کے قائل۔ چنانچہ آخر صفحہ ۶۵۳ رد المحتار مذکور میں ہے

و بهذا التفریر ظهر ان الحدیث موید للقول المختار من اطلاق الکراهة الذی هو ظاهر الروایۃ!

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱ صفحہ ۶۵۲*۶۵۳*۶۵۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار: جلد ۱ صفحہ ۶۵۳*۶۵۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث پاک جتنا قول کی تائید کرتی ہے کہ کراہت مطلق ہے اور یہی ظاہر روایت ہے)

☆ لہذا اگر عذرینہ وغیرہ کا ہو تو بصورت عذر صحیح مسجد کے اندر بھی بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ ۶۵۳ شای مذکورہ میں ہے

اتما تکرہ فی المسجد بلا عذر فان کان فلا!

(ترجمہ: جنازہ کی نماز مسجد میں صرف بغیر عذر کے مکروہ ہے اور اگر عذر ہو تو کوئی کراہت نہیں)

حورہ العبداء لراحمی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد بن اربلی الجعفی الحنفی شہر آگرہ واعظ

فی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 92﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ایک شخص کا انتقال اس کے وطن سے چالیس کوس کے فاصلے پر ہوا اس کے رشتہ دار اس جنازہ کو دو روز میں وطن میں لائے اس عرصہ میں میت کے بدن سے بو آنے لگی تھی اور جنازہ پھول گیا تھا۔ مگر کسی مقام سے پھٹا نہ تھا۔ چنانچہ اس کو غسل بھی دیا گیا۔ لیکن اس کے جسم سے کسی مقام پر زخم تک ظاہر نہ ہوا۔ مگر یہو جب فرمانے وہاں کے قاضی کے بغیر نماز جنازہ کس اس میت کو دوسرے دن اس کی موت سے دفن کر دیا گیا۔ جب یہ خبر ایک دوسرے عالم کو ہوئی تو انہوں نے قاضی صاحب کی عظمیٰ ظاہر کر کے تیسرے دن قبر پر نماز جنازہ ادا کی اس پر قاضی صاحب معترض ہیں کہ بوجہ پڑھنے نماز جنازہ کے تیسرے دن قبر پر مولوی صاحب پر کچھ حیرمانہ ہونا چاہئے۔ لہذا مفصل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جائے آیا نماز جنازہ تیسرے دن قبر پر پڑھنا جائز تھا یا نہیں؟ اور قاضی صاحب کا فرمان بجائے یا غلط؟ ببناؤ و نو جو را

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں نماز جنازہ میت پر اس وقت تک پڑھنا ضروری ہے جب تک اس کے اعضا نہ بکھریں اور سالم رہیں اور بدن اس کا پھٹا نہ ہو۔ اور اگر میت کو دفن کر دیا ہو بغیر اداء نماز جنازہ کے اور ظن غالب ہو کہ ابھی تک بدن میت کا پھٹا نہیں ہوگا بلکہ سالم ہوگا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا کر لی جائے۔

كما في الهداية

و ان دفن الميت و لم يصل عليه صلى على قبره لان النبي ﷺ صلى على قبر امرأ
ذ من الانصار و صلى عليه قبل ان ينسخ والمعبر في معرفة ذلك اكبر الراي هو

الصحيح لاختلاف الحال و الزمان و المكان ۱

(ترجمہ: اگر میت کو دفن کر دیا گیا اور اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انصار کی ایک عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ میت کے پھنسے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی پہچان میں غالب رائے کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے کیوں کہ یہ مدت حالت وقت اور جگہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے)

اور میت کے سالم رہنے کا اندازہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن کا لکھ کر اگر چہ اپنی کتاب المالی وغیرہ میں فرمادیا ہے کہ بعد تین دن کے اگر میت کو بلا نماز جنازہ دفن کر دیا ہو تو تین دن کے بعد نماز جنازہ قبر پر پڑھی جائے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے اگر بعد تین دن کے بھی غالب ظن ہو کہ مومن مرایا دلا ہوئے میت کے بھی ہو کہ جسم میت پٹا نہ ہوگا بلکہ سالم ہوگا تو بعد تین دن کے بھی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر قبل تین دن کے ہو کہ میت پٹا نہ ہوئے جسم میت کے اور شدت مومن برسات با اگر ما کے غالب ظن سب کا یہی ہو کہ اب جسم میت پھٹ گیا ہوگا تو جب بھی نماز جنازہ تین دن کے اندر ہی پڑھی جائے۔

كما في العناية تحت عبارة الهداية "هو الصحيح"

قوله هو الصحيح احتراز عما روى عن ابی یوسف رحمه الله عليه في الامالي انه يصلى على الميت في القبر الى الثلثة يام و بعده لا يصلى عليه و هكذا ذكر ابن رستم في نوادره عن محمد رحمه الله عليه عن ابی حنيفة رحمه الله عليه و الصحيح ان ذلك ليس بتفسير لازم لان تفريق الاجزاء يختلف باختلاف حال الميت من السمن و الهزال و باختلاف الزمان من الحر و البرد و اختلاف المكان من الصلاة و الرخاء ۲۔

(ترجمہ: قولہ یہی صحیح ہے نیا اس روایت سے استرا از ہے جو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مالی میں ہے)

۱۔ الهدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ ۱۳۵۰ مطبوعہ دار الفکر و العلوم الاسلامیہ کراچی

۲۔ العناية شرح الهداية بهامش فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۵۹، المطبعة الكبرى الاميرية مصر

کہ دفن شدہ میت پر نماز جنازہ تین دن تک پڑھی جائے گی اور اس کے بعد نہ پڑھی جائی گی۔ امام ابن رستم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نوادر میں حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے یہی روایت نقل کی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اعزاز لازم نہیں ہے کیونکہ اعصا کے پھٹنے کی مدت میت کی حالت کے اختلاف یعنی غریب ہونے اور دلا ہونے وقت کے اختلاف یعنی گرمی اور سردی اور جگہ کے اختلاف یعنی قبر کی جگہ کا سخت اور نرم ہونے سے مختلف ہوتی ہے)

اور صورتِ مسئلہ میں تو نماز جنازہ تیسرے دن پڑھی گئی ہے لہذا قول و فعل مولوی صاحب بلا تکلف صحیح ہے اور قاضی صاحب سے جو خطا ہوئی اس سے لازم ہے کہ وہ یہ کریں نہ کہ اپنی بات سے مولوی صاحب کو مستحقِ جرمانہ بتادیں اور اگر وہ اپنی شد سے باز نہ آئیں تو ایسا ضدی قاضی ہرگز قابلِ تصادق و توثیق نہیں۔

واللہ اعلم وعلیہ الاحکام

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد عرف آگرہ



﴿فتویٰ نمبر..... 93﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میت کو دہنی طرف سے قبر میں اتارنا کتاب میں تحریر نہیں ہے لیکن اکثر صاحب ایسا کہتے ہیں کہ بعد دوپہر کے بائیں طرف سے میت کو قبر میں اتارنا چاہئے تاکہ سایہ قبر میں اول نوافل ہووے۔ ہمزاد سایہ کے حوالہ دینا ہوتا یا کیا؟
برائے توجہ و احسان جواب جلد مرحمت ہوتا کہ اطمینان ہو فقط

مستفتی احمد نصیر خان۔

امام مسجد گیلانہ

الجواب

جمع کرب فقہ میں تمام فقہاء ہی تحریر فرماتے ہیں کہ جنازہ کو قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا چاہئے اور قبلہ ہی کی طرف سے اٹھا کر قبر میں رکھا جائے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

ویدخل الميت الخ یعنی توضع الجنازة في جانب القبلة من القبر و يحمل

منه الميت فيوضع في اللحد (۱)

(ترجمہ: میت کو قبلہ کی جانب کنارہ قبر سے داخل کیا جائے۔ یعنی جنازہ کو قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے وہاں سے میت کو اٹھایا جائے پھر قبر کے اندر رکھا جائے)

۱۔ الہدایہ مع حاشیہ مولانا عبدالحمید لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، جز ۲، صفحہ ۱۵۱

مطوعہ دار القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی

مضامین ویدخل الميت تک چھاپی کی عبارت ہے اس سے آگے مولانا عبدالحمید لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ کی عبارت ہے۔

لہذا یہ عقیدہ خلاف سنت رکھتا ہے کہ بعد دو پہر بائیں طرف سے اتاریں اور قبل دو پہر دہشتی طرف سے بالکل ٹھوٹکے بدعت ہے اور بی اصل۔ ایسے عقائد باطلہ سے مسلمانوں کو بچنا اور دوسروں کو بچانا ضروری امر ہے۔

حودہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوی
 ابو محمد محمد دینار علی الرضوی المہدی لکھی
 المفتی فی جامع اکبر آباد
 مورخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ



﴿فتویٰ نمبر — 94﴾

سوال

گزارش ہے کہ عرصہ پانچ یا چھ روز گزرے دھوپ ایک عورت کا جنازہ لے کر صبح کی نماز سے پہلے مسجد اکبری میں نماز جنازہ پڑھانے کے واسطے آئے۔ جماعت نماز صبح ہونے کے بعد امام صاحب مسجد اکبری نیچے مسجد کے تشریف لائے۔ اور دھوپوں سے دریافت فرمایا کہ یہ عورت نماز پڑھتی تھی یا نہیں؟ اس مجمع دھوپوں میں سے کسی نے یہ کہا کہ یہ نماز نہیں پڑھتی تھی۔ امام صاحب نے سنا ہر فرمایا کہ ہم نماز نہیں پڑھائیں گے نہیں پڑھائی۔ اور مکان کو چلے گئے۔ چلے جانے کے بعد احمد خان مودن مسجد اکبری نے جنازہ کی نماز پڑھادی۔ لہذا رپورٹ اطلاع ارسال ضرور ہے۔

نواب علی منصب دارو صاحب

جناب مال

مفتی صاحب براہمہر پانی مطلع فرمائیں کہ جب امام صاحب کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ متوفیہ مسلمان ہے تو ان کو زیادہ تحقیقات کرنے کی ضرورت تھی یا نہیں؟ اور نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنا جائز تھا یا نہیں؟

۲۳ جولائی ۱۹۱۸ء محمد عبدالغفار علی عتہ

الجواب

اللھم رب زدنی علما اونا الحق حقاً والباطل باطلا

صفحہ ۶۳ جلد اول در مختار مطبوعہ علی ہامش ردالمحتار میں ہے

وحی فرض علی کل مسلم خلا اربعة بغاة و قطاع الطريق اذا قتلوا فی الحرب ولو بعده صلی علیہم لانه حد او قصاص و کذا اهل عصبة و مکابر فی مصر لبلاب سلاح و خاف غیر مرة فحکمهم کالبغاة و من قتل نفسه و لو عمدا بغسل و بصلی علیہ و بہ بغنی و ان کان اعظم و زرا من قاتل غیرہ و رجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انه علیہ

السلام اتی برجل قتل نفسه فلم یصل و لا یصلی علی قاتل احد ابویه اهانۃ له والحقہ فی النہر بالغار۱

☆ (ترجمہ: چار قسم کے لوگوں کے سوا ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) باغی (۲) ڈاکو جب یہ کہ دونوں قسم کے لوگ جنگ میں قتل کر دیے جائیں۔ اور جنگ کے بعد اگر انہیں قتل کیا جائے تو ان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی کیوں کہ ان کا یہ قتل حد یا قصاص کے طور پر ہوگا (۳) شہر میں رات کو اسلحہ کے ساتھ بے گناہ لوگوں سے تعرض کرنے والا (چٹانیں پھینک کر مارنے والا) (۴) لوگوں کو گلا دیا کر مارنے والا جب کہ یہ بار بار ایسا کرے۔ ان کا حکم باغی افراد کا سا ہے۔ اور جس نے خودکشی کی اگرچہ عموماً ہوا ہے غسل دیا جائے گا۔ اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھا جائے گی۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ اگرچہ اس کا گناہ دوسروں کو قتل کرنے سے زیادہ ہے۔ علامہ کمال رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے خودکشی کی تھی۔ اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کو قتل کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ یہ حکم اس کی اہانت کے لیے ہے۔ اور انہم میں اسے باغیوں کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔

اور صفحہ ۱۷۷ جلد اول فتاویٰ عالمگیری میں ہے

الصلوة علی الجنائزۃ فرض کفایۃ اذا قام بہ البعض واحدا کان او جماعة ذکرنا کان او اتی سقط عن الباقيین واذا ترک الكل المواہکذا فی التارخانیۃ والصلوة علی الجنائزۃ تنادی بأداء الامام وحده لان الجماعة لبست بشرط الصلوة علی الجنائزۃ کذا فی التہابۃ وشرطها اسلام المیت وطہارۃ مادام الغسل ممکناً۲

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول * صفحہ ۶۴۴ ۶۴۳ مکتبہ وشبیہہ کوئٹہ

۲۔ الفتاویٰ العالمگیریہ مع اردو ترجمہ * جلد ۲، صفحہ ۸۹۳ * مطبوعہ فضل ربی پریس راولپنڈی

ماحصل ان تمام عبادتوں کا یہ ہے کہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جو لوگ موجود ہوں ان میں سے اگر ایک آدمی تنہا بھی نماز جنازہ ادا کرے گا سب گناہ سے مری الذمہ ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی بھی نہ پڑھے اور بلا نماز جنازہ میت دفن کر دی جائے سب گنہگار ہوں گے۔

اور شرط نماز جنازہ یہ ہے کہ میت مسلمان ہو۔ اگر میت مسلمان امام وقت سے باغی ہو کہ صاحب بنات میں ماری گئی ہو یا ڈاکو ڈکیتی کی حالت میں مارا گیا ہو یا جو شخص اپنی ماں کو باپ کو قتل کر ڈالے اور ان کے قصاص میں مارا جائے اور مردہ راج جو شخص خودکشی کرے ان کی نماز جنازہ فرض ان کی ذلت ظاہر کرنے اور لوگوں کے زجر و حبیہ فرمانے کے نہ پڑھی جائے۔ علاوہ بریں جو شخص قرض دار مر جائے یا فرض زجر فرمانے لوگوں کے قرض نہ ادا کرنے سے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ میت کا مال آنحضرت ﷺ لوگوں سے دریافت فرما کر اگر قرض دار مر جائے خود اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائے اور دوسروں کو فرمائے کہ تم پڑھا دو۔ پھر سبیل ادا یا قرض ہو جائی تو خود آپ ﷺ نفس نفس علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھا دیتے ورنہ خود نہ پڑھاتے چنانچہ صفحہ ۲۱۲ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ نظامی دہلی میں ہے۔

عن سلمہ بن الأكوع قال كنا جلوسا عند النبی ﷺ اذ اتی یجنازة فقالوا صل علیہا فقال هل علیہ دین قالوا لا فصلی علیہا ثم اتی یجنازة اخری فقال هل علیہ دین قبل نعم قال هل ترک شیئا قالوا لثلاثة دناتیر فصلی علیہا ثم اتی بالثالثة فقال هل علیہ دین قالوا ثلاثة دناتیر قال هل ترک شیئا قالوا لا قال صلوا علی صاحبکم قال ابو قتادہ هل یارسول اللہ علیک و علی آلک واصحابک و علی دینہ رواہ البخاری

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ آیا گیا لوگوں نے آپ سے عرض کی اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا اس کے ذمہ کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ

پڑھادی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا اس کے منہ کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کی تین دینار ترکہ چھوڑا ہے۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھادی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا تین دینار قرض ہے۔ پوچھا کیا کچھ چیز چھوڑی ہے؟۔ لوگوں نے عرض کی نہیں تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرو۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ آپ کی آل صحابہ اور مجھ پر قرض نہیں ہے؟

بہرِ نفع یا وجود جانے اس امر کے کہ یہ مسلمان ہے ضرور اختصار فرمایا لیے کہ یہ قرضدار تو نہیں؟ تاکہ آپ کے بذاتِ خاص نماز نہ پڑھانے سے لوگ ادا نہ قرض کی کوشش کریں۔ اور قرض دار نہ مریں۔ اور شاید آپ کے نماز نہ پڑھانے سے کسی کو رحم آ جائے اور وہ اس کا قرض ادا کر دے۔ لہذا اگر میت اور میت کے لائے والے تمام افراد بے نمازی ہوں اور اسے ترک نماز سے بے خوف ہوں کہ خود بھی کوئی نماز نہ پڑھے اور مثل مزدوروں کے میت کو رکھ کے طمّہ جائیں۔ اور وقتِ دریافت بے خوف خدا ہے دھڑک کہہ دیں کہ اس نے بھی کبھی نماز نہ پڑھی۔ اور کوئی بزرگ یا عالم ایسے ہوں کہ ان کی نماز نہ پڑھانے سے وہ مب لوگ یا بعض لوگ نماز پڑھنے لگیں۔ اور تباہ خود نہ پڑھائے اور دوسروں کو کہہ دے یا اشارہ کر دے کہ تم پڑھا دو۔ تو یہ امر بلاشبہ موافق حدیث مذکور معلوم ہوتا ہے۔ کھسرج روایت پر نسبت نماز نہ پڑھانے ایسے بے نمازی کے جنازہ کی اب تک نہیں ملی۔ اور تالباہ نہ ملنے ایسی روایت کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ بلکہ صحابہ تابعین میں کوئی مسلمان بے نمازی نہ تھا۔ اس واسطے کہ نماز نہ پڑھنے کا گناہ تمام دنیا بھر کے گناہوں سے اتنا زیادہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے۔

☆ قال النبی ﷺ من ترک الصلوۃ معصداً فقد کفر!

یعنی جو قصداً نماز چھوڑ دے وہ بلاشبہ کافر ہو گیا۔

چنانچہ بعض ائمہ دین بموجب ظاہر حدیث یہی فرماتے ہیں۔ مگر ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منعہدا کے معنی لمحاظ دئے اعاذت مستحلا کے ہیں۔ یعنی جو کوئی نماز پھوڑنے کو حال مجھ لے وہ بالانفاق کافر ہو جاتا ہے ورنہ فاسق ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اور مسلم شریف میں ہے

☆ قال ﷺ بین العبد و بین الکفر ترک الصلوة!

(ترجمہ: بندہ اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز ترک کرنے کا ہے)

واللہ اعلم و علمہ احکم اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو توفیق اتباع شریعت اور اجتناب بدعت اور ملازمت نماز پنجگانہ بخوف و خشیت عطا فرمائے آمین ثم آمین

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دیوبند اعلیٰ المصنفی

فی جامع اکبر آباد



۱۔ صحیح مسلم: صفحہ ۵۱۰ حدیث رقم ۲۳۷۷ دار السلام للنشر والتوزیع الرباض

نوٹ: مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں

بین الرجل و بین الشوک و الکفر ترک الصلاۃ.

ترجمہ: آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز ترک کرنے کا ہے۔

زكوة

.....

﴿فتویٰ نمبر 95﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ اگر عشر زکوٰۃ کو ظالم بادشاہ جبراً وصول کر لیں اور ان کے صرف کرنے کی جگہ صرف نہ کریں تو اصحاب زکوٰۃ و عشر و خراج پر اس کے مصارف پر دوبارہ عشر و زکوٰۃ وغیرہ نکال کر خرچ کرنا لازم ہے؟

۹ رجب المرجب ۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

شر ما دوبارہ نکال کر اس کے مصارف پر خرچ کرنا لازم تو نہیں مگر دیکھئے دوبارہ نکال دے اور مصارف پر خرچ کرے تو افضل ہے تا آنکہ عند البعض خراج بھی دوبارہ نکال کر اس کے مصارف پر خرچ کر دے تو افضل ہے۔
کما فی الدر المختار المطبوعہ علی هامش رد المحتار فی صفحہ ۲۶ من الجزء الثاني
أخذ البغاة والسلاطين الجائرة زکوٰۃ الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج
لإعادة علی اربابها ان صرف المأخوذ فی محله الآتی ذکره والایصرف فيه فعليهم فيما
بينهم و بين الله إعادة غیر الخراج لانهم مصارفه!

(ترجمہ: باغی اور ظالم بادشاہ اموال ظاہرہ مثلاً چوپایوں کی زکوٰۃ عشر اور خراج وصول کر لیں تو نصاب کے مالگوں پر ان کا دوبارہ نکال کرنا لازم نہیں ہے بشرطیکہ وصول کردہ زکوٰۃ وغیرہ اپنے مصارف پر خرچ کر دیں جن کا ذکر آئے گا۔ اور اگر وہ مال ان مصارف پر خرچ نہ ہو، تو نصاب کے مالگوں پر ان کا دوبارہ نکال کرنا ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان لازم ہے۔ خراج کی دوبارہ داغی لازم نہیں ہے کیونکہ وہ باغی وغیرہ بھی اس کے مصارف ہیں)

مگر اس زمانہ میں چونکہ خراج بھی اپنے موقع پر خرچ نہیں کیا جاتا تھا اس کا دوبارہ مثال کر اس کے مصارف پر خرچ کرنا احتیاط ہے۔

کما هو ظاهر من قول الشامي في صفحة ۲۶ من الجزء الثاني

اما الخراج فلا يفتون باعادته لانهم مصارفه اذ اهل البغى يقتاتلون اهل الحرب والخراج حق المقاتلة شرح الملتقى ۱

(ترجمہ: خراج کی صورت میں علمائے کرام اس کے مادہ کاشتوی نہیں دیتے کیونکہ وہ باغی اور ظالم بادشاہ خود بھی ان کے مصارف ہیں کیونکہ باغی لوگ پہلے حرب سے جنگ کرتے ہیں۔ اور خراج جنگ کرنے والوں کا حق ہے۔ شرح الملتقى)

اسی واسطے عدم اخراج خراج کو دوبارہ دینا علامہ زبلی نے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔

حيث قال الشامي رحمه الله في الصفحة المذكورة

و ذكر الزبلي ما يفيد ضعفه حيث قال و قيل لا نفتيهم باعادة الخراج ۲

(ترجمہ: علامہ زبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی عبارت ذکر فرمائی ہے جو خراج کے دوبارہ ادا نہ کرنے کے قول کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کہا گیا ہے کہ ہم خراج کے مادہ کاشتوی نہیں دیتے)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العزیز

ابو محمد محمد دینار علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



۱۔	رد المحتار :	جلد ۲ * صفحہ ۲۶ *	مطبوعہ مکتبہ وشبہہ کوئٹہ
۲۔	رد المحتار :	جلد ۲ * صفحہ ۲۶ *	مطبوعہ مکتبہ وشبہہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر 96﴾

سوال

مکرمی معظمی مولانا مفتی سید دیار علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہی میں عید بقرعید کے دن مسجد میں یو توجہ نماز جس طرح فقیر جن کا پیشہ ہے بھیک ہے اور سوال کرنے کو عیب نہیں بلکہ ضرر سمجھتے ہیں اور نمازیوں کے آگے سو سو پچاس پچاس بھاگتے پھرتے ہیں اور خلیفہ پنہنے والوں کو جو با نظار بیٹھے ہوتے یا بعد نماز وطن و تفتیح کرتے ہیں۔ ان کو دینا اور ان کو جو منع کرنے پر قادر ہو مولیٰ با اہل محلہ ان کا منع نہ کرنا اور اس کو نیک کام سمجھنا کیا ہے؟

۱۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

مولوی عبدالحلیم امام مسجد جالی محلہ بھی

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللہم رب زدنی علما

☆ جس کے شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو یا بالقوہ یعنی وہ شخص جو تندرست اور مزدوری کر کے ایک دن کا کھانا حاصل کر سکتا ہے وہ کھانا اسی شخص کے حکم میں ہے جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو۔ ایسے شخص کو کھانے کے واسطے سوال کرنا حرام ہے۔ البتہ اگر ایک دن کے کھانے کے لائق موجود ہو مگر کپڑے قدر ضرورت نہ رکھتا ہو یا مکان سکونت بقدر گزر نہ رکھتا ہو یا نہ اسافر گھر تک پہنچنے کا سامان نہ رکھتا ہو بقدر دفع ضرورت اس کو سوال جائز ہے۔ ضرورت سے زائد اس کو بھی سوال حرام ہے۔ اور ایسے سائل کو دینا بھی حرام بسبب مدد کرنے کے فعل حرام پر جو سوال ہے۔

چنانچہ جلد دوم باب المصروف صفحہ ۷۵ در مختار میں ہے:-

ولا يحل ان يسأل شيئا من القوت من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كالصحيح

المكسب و يائمه معطيه ان علم بحاله لاعاته على المحرم ۱

☆ (ترجمہ: جس شخص کے پاس بالقتل ایک دن کی خوراک موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا حلال نہیں اور اس شخص کے لیے بھی سوال حلال نہیں جس کے پاس بالحوہ ایک دن کی غذا موجود ہو جس طرح کہ وہ شخص جو تندرست اور کمانے والا ہو۔ اگر ایسے سائل کو دینے والے شخص کو اس کا مال معلوم ہو تو وہ گناہ گار ہوگا کیوں کہ اس نے حرام پر امداد کی ہے)

قال الشامي رحمه الله :

قوله ولا يحل قيد بالسؤال لان الاتخذ يدونه لا يحرم بحر و قيد بقوله شيئا من الفوت لان له السؤال ما هو محتاج اليه غير الفوت كتوب شر تبالية و اذا كان له دار يسكنها ولا يقدر على الكسب قال ظهير الدين لا يحل له السؤال اذا كان يكتفيه مادونه
معراج ۲

(ترجمہ: قولہ لا محلل یعنی اس کے لیے جائز نہیں مصنف علیہ الرحمہ نے اسے سوال کے ساتھ مقید فرمایا کیوں کہ سوال کے بغیر کسی سے کچھ لینا حرام نہیں ہے۔ بحر۔ نیز حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے کچھ خوراک کی قید لگائی۔ کیوں کہ جس کے پاس خوراک موجود ہے اسے اس کے علاوہ اور ضرورت کی چیز مثلاً کپڑے کا سوال کرنا جائز ہے۔ شریعہ علیہ۔ اور جب اس کے پاس گھر ہو جس میں رہ رہا ہو اور وہ کھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب سوال کے بغیر اس کی کفایت ہو سکتی ہے اسے سوال کرنا جائز نہیں ہے)

☆ اور ظاہر ہے کہ بمبئی کے سائل جو عیدین میں نمازیوں کو تکلف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بے نمازی ناپاک ہے چل اس طرح منوں کے آگے منوں کو چیرتے ہوئے پھرتے ہیں کہ بالکل حرامت مسجد نہیں رہتی۔

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۷۵۷ ۷۶ مکتبہ رضیعیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۷۵۷ ۷۶ مطبوعہ مکتبہ رضیعیہ کوئٹہ

لہذا ان کو دینا اور منع نہ کرنا جب حرمت مسجد کرنا یہ جو قلعہ حرام ہے۔ اور جو لوگ پاؤ صلب قدرت ان کو منع نہیں کرتے وہ مرتکب حرام اور سخت گناہگار ہیں۔ اور جو ان کو دیتے ہیں وہ بھی بسبب مد کرنے والے فعل حرام کے سخت گناہگار ہیں۔ اور جو ایسے ساکون کو مسجد سے نکال دیں مستحق ثواب ہیں۔

چنانچہ صفحہ ۶۰۹ جلد اول شامی میں ہے

قال فی النہر والمختار ان السائل ان کان لا یمر بین بدی المصلی ولا ینخطی للرقاب ولا یسأل الحافا بل لا یمر لا بد منه فلا یاس بالسؤال والاعطاء اذ وہ مغلہ فی البزازیة وفيہا فلا یجوز الاعطاء اذا لم یکنوا علی نلک الصفۃ المذكورۃ قال الامام ابو نصر العباسی ارجو ان یغفر اللہ تعالیٰ لمن ینخرجہم من المسجد وعن الامام خلف بن ابوب لو کنت قاضیا لم اقبل شہادۃ من یصدق علیہم!

(ترجمہ: انہم میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ مانگنے والا اگر نمازی کے آگے سے نہ گزرے اور نہ ہی لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور امر اور کر کے نہ مانگے بلکہ کسی ایسی چیز کے لیے مانگے جس کے بغیر اسے چارہ نہ ہو اس مانگنے اور دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاویٰ برازیہ میں اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب سائل اس طرح مذکورہ کیفیت پر نہ ہوں تو ان کو دینا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابو نصر عیاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف فرما دے گا جو انہیں مسجد سے نکال دے۔ اور امام غفث بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر میں قاضی ہوتا تو ان لوگوں کی شہادت قبول نہ کرتا جو ان کو دیتے ہیں)

یعنی امام غفث بن ایوب فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا ایسے ساکون کو صمد ق دینے والوں کی شہادت کبھی نہ قبول کرتا بناء علیہ صفحہ ۲۹۶ جلد خاص کتاب الکراہیۃ ودر مختار میں علامہ صفحہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا فَلَسْ لَا يَكْفُرُهُ سِعُونَ قَلَسًا

یعنی ایسے سوال پیش مسجد میں سوال کرنے والے سائلوں کو ایک جیسے دینے کا اتنا گناہ ہے کہ اگر اس کے عوض ستر جیسے اللہ واسطہ دیے جائیں تو وہ اس ایک جیسے دینے کے گناہ کا کفار نہیں ہو سکتا۔
لہذا متوہان مسجد اور دلیل غلطہ پر لازم ہے کہ شرور اس طوفان بے تیزی کا علاج کریں اور عیدین کی صفوں میں گشت کرنے سے ان ظالموں کو منع کر کے مستحق اجر عظیم ہوں۔ حفظہ

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دیہ اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



۱

رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

وضاحت: حضرت مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے غلطی سے اس حوالہ کو روایت کی طرف منسوب فرمایا لیکن درحقیقت یہ حوالہ اس پر غلط ثابتی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ والی کتاب کا ہے۔

محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

﴿فتویٰ نمبر..... 97﴾

سوال

جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اشتہار انجمن اسلامیہ بہرت پور میں جو سیکرٹری صاحب نے صدقہ فطر کا وزن ہمارے سیر مرچہ سے جوای روپیہ یہ بتا ہے سو ادو سیر لکھا ہے کیا صحیح ہے یا غلط؟
سائل: حافظ رفیق احمد امام مسجد بھرت پور

۱۳ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

ازنا کسار دیار علی بخند مت حافظ محمد رفیق صاحب امام مسجد جامع بھرت پور سلام اللہ علیہم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شرح دقا یہ کی جلد اول صفحہ ۳۰۱ میں ہے کہ صاع عراقی خفیوں کے نزدیک صدقہ فطر میں معتبر ہے اور صاع حجازی شافعیوں کے نزدیک۔ صاع عراقی میں آٹھ رطل عمدہ نئی گیہوں ملاتی ہیں اور حجازی میں ایک ٹکٹ پانچ رطل لہذا امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر نصف صاع حجازی ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ کے نزدیک نصف صاع عراقی۔

اور وہ دو من کا ہوتا ہے اور من چالیس استار کا اور استار ساڑھے چار شقال کا۔ اس حساب سے ایک من ایک سوای (180) شقال کا ہوا۔ اب حساب کر لو کہ شقال ساڑھے چار ماش کا ہوتا ہے اور نصف صاع دو من کا ہوتا ہے۔ جس کے 360 شقال اور ایک ہزار چھ سو پانچس (1622) ماش ہوئے جس کے 135 تولہ ہوتے ہیں اور چونکہ ہمارا سیر مرچہ ای روپیہ بھر کا ہوتا ہے اور روپیہ ساڑھے گیارہ ماش کا لہذا 135 تولہ سے فی تولہ جب چار رتنی نکالی تو 5 روپیہ (تولہ) 10 ماش بھر نکلے اور ان کو جب 135 میں جمع کیا تو 140 روپیہ (تولہ) 10 ماش بھر وزن نصف صاع عراقی کا جو دو من شرعی ہوتا ہے ہوا۔ اور اب ایک سو چالیس (140) تولہ دس ماش بھر وزن کو ای 80 روپیہ پر جو وزن ہمارے سیر مرچہ کا ہے تقسیم کیا تو پونے دو سیر دس

ماشہر ہمارے سیر سے وزن نصف صاع عراقی کا ہوا جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔ لہذا احتیاطاً مناسب ہے کہ آدھ پاؤکم دو سیر صدقہ فطر نکالا جائے اور پونے دو سیر دس ماشہ سیر سے ہرگز کم نہ ہو۔

نہیں معلوم محمد شرف الدین خان صاحب سیکرٹری انجمن اسلامیہ بہرت پور نے جو فقہائے محققین حنفیہ کی طرف فہمت کر کے نصف صاع کا وزن تقریباً سوا (دو) سیر مرہجہ لکھا ہے کس حساب سے بلا حوالہ کتاب اس وثوق سے کیا لکھا ہے۔ درالحنا زور حنا و شرح وقایہ سے جو ثابت ہوتا ہے وہ مفصلاً خدمت مالی میں عرض کر دیا گیا۔ لہذا سیکرٹری صاحب کی خدمت میں بعد ابلان سلام مسنون میری طرف سے عرض کر دینا کہ اگر اس تحقیق سے خاکسار کو بھی مع حوالہ کتب مفصلاً مطلع فرمایا جائے (تو) مشکور ہوں گا۔ ورنہ آئندہ جہتیں ایسی جرات نہ فرمائیں۔ اس واسطے کہ جو جب صاع تجاویز بھی جو حنا رام شافعی رحمۃ اللہ ہے تقریباً صاع اڑھائی سیر مرہجہ ہے (قولہ) اور نصف صاع سوا سیر ساڑھے چھ روپے (قولہ) بھر کا ہوتا ہے۔^۱

والسلام

حردہ: العبد الراجی رحمۃ رب العوی

ابو محمد محمد دیواری
مفتی جامع مسجد آگرہ
۱۳ شوال ۱۳۳۳ھ



☆ امام القیامی صاحب دہلی نے اپنی تحقیق سے رجوع فرمایا تھا چنانچہ اٹھارہ سوای
قانون کی کتاب القیامی سنہ ۱۳۵۹ھ/نوی نمبر ۱۰۹/میں حکم دے کر اسے میں فرمایا "اگر بوجہ بڑھاپے یا مرض کے مطلقاً روزہ رکھنے کی
طاقت نہ رکھے ساتھ مسکنوں کو روزہ پختہ کاری سے نہ بھرکھا نکلا جائے یا ساتھ مسکنوں کوئی مسکن سوا مین چٹاکہ "سیر کیجوں دے
دے۔"

محمد علیہ الدین تھکیدی علی منہ

روزه

۱۰. در صورتی که در یک شرکت ۱۰۰ نفر کارکن داشته باشیم و ۱۰ نفر از آن‌ها را به عنوان مدیران و ۹۰ نفر را به عنوان کارکنان در نظر بگیریم. اگر فرض کنیم که هر مدیر ۱۰ نفر کارکن را مدیریت می‌کند، این ساختار سازمانی را می‌توانیم به صورت زیر نمایش دهیم:

﴿فتویٰ نمبر..... 98﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شہر میں انتیس ذیقعدہ کو پیر کے روز منگل کی شب کو رویت ہلال و الحاجہ ہوئی۔ ایسی حالت میں کہ مطلع صاف نہ تھا۔ بلکہ ہر غلیظ عیقاہ تھا دیکھنے والوں میں سے دو آدمیوں نے آ کر ایک جماعت معززین شہر کے سامنے شہادۂ چاند دیکھنے کی دی۔ اور ان کی شہادۂ کی تائید میں اور بھی شہر کے مختلف محلوں سے خبریں آئیں کہ پیر کے روز فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا جو کہ بعض شہد اور بعض مستور الحال ہیں۔ مفتی صاحب نے ایسی حالت میں کہ علت فی السما رویت کے وقت میں موجود تھی ان دو شہادتوں کو کافی اور قابل اعتبار تسلیم کر کے اعلان کر دیا کہ عید الفصحی حسب الشہادۂ پنجشنبہ کو ہوگی۔ اس شہادت کی تاکید میں بذریعہ خطوط کے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ کن حیدر آباد اور گ آباد مکہ معظمہ میں بھی عید الفصحی جمعرات کو تھی حسب اعلان بنا پر شہادۂ کل شہر میں جمعرات کو عید ہوئی مگر چند آدمیوں نے جن کی تعداد تیس یا چالیس سے زیادہ تھیں اس شہادت کو غیر معتبر سمجھ کر جمعرات کو عید نہیں کی۔ جن میں اکثر جاہل اور محض ذی علم ہیں۔ اور اب وہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے اس شہادت پر عید کر لی نہ ان کی نماز ہوئی اور نہ قربانی۔ بلکہ سب کی نماز عید اور قربانیاں ضائع گئیں اور یہ سارا فقہ ایک دیوبندی مولوی صاحب کا ہے کہ انہوں نے ہمارے مولوی صاحب کے فتویٰ کی مخالفت کر کے ہمارے بعض علماء کو جھوٹا کہہ کر ہم آفرقہ ڈال دیا ہے۔ لہذا جو امر حق ہو اس سے جلد مطلع فرمایا جائے۔

الجواب

اللهم رب زدنی علما.

ہدایۃ مع الشرح ۱۱۱ ربہ مطبوعہ مصر کے سنہ ۱۲۰۲ جلد ۱۱ میں ہے

و اذا كان بالسماء علم لم يقبل في حلال الفطر الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين
لانه تعلق به نفع العبد و هو الفطر فاشبه سائر حقوقه والاضحى كالفطر في هذا في ظاهر
الرواية و هو الاصح خلافا لما روى عن ابى حنيفة رحمه الله انه كهلal رمضان لانه تعلق

به نفع العباد وهو التوسع بلحوم الاضاحیٰ ۱

(ترجمہ: اور جب آسمان پر علت ہو تو عید فطر کے چاند کے لیے امام صرف دھردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کو قبول کرے۔ کیونکہ اس کا تعلق بندوں کے نفع کے ساتھ ہے جو کہ اضحار ہے۔ تو اس کی مشابہت بندوں کے باقی حقوق کے ساتھ ہوگئی۔ اور عید قربانی کا حکم بھی ظاہر روایت کی رو سے عید فطر کی مانند ہے۔ اور یہی اس کے لیے۔ لیکن اس میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ایک روایت مختلف ہے جس کی رو سے عید قربانی کا چاند رمضان المبارک کے چاند کی مانند ہے۔ کیونکہ اس سے بندوں کے منافع کا تعلق ہے اور نفع قربانیوں کے گوشت کے ساتھ فراغ دیتی ہے)

قال ابن حمام رحمه الله في شرحه في صفحه ۲۰۳ من فتح القدير

قوله لانه تعلق به نفع العباد لتعليل لظاهر الرواية وفي التحفة رجع رواية النوادر فقال والصحيح انه يقبل فيه شهادة الواحد لان هذا من باب الخبر فإنه يلزم المخبر اولاً ثم يتعدى الى غيره

وأبسطاً فإنه يتعلق به امر ديني وهو وجوب الاضحية وهو حق الله تعالى فصار كهلال رمضان في تعلق حق الله تعالى به فيقبل في الغيم الواحد العدل ولا يقبل في الصحوا لا التواتر ۲

(ترجمہ: قولہ: کیونکہ اس کے ساتھ بندوں کے نفع کا تعلق ہے۔ یہ ظاہر روایت میں بیان کردہ حکم کی قلیل ہے۔ تحفہ میں نوادر کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔ صاحب تحفہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں ایک شخص کی شہادت کو قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ شہادت خبر کے باب سے ہے تو پہلے یہ خبر دینے والے پر لازم ہوتی ہے پھر اس سے تعدی ہو کر اوروں پر لازم ہوتی ہے۔ نیز اس کے ساتھ ایک دینی معاملہ کا تعلق ہے۔ اور وہ ہے قربانی کا واجب ہونا جو کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ تو یہ چاند بھی رمضان المبارک کے چاند کی مانند ہے کہ اس کا تعلق بھی

۱۔ الہدایہ: جلد اول: جز ۲ صفحہ ۲۵۲ ۲۔ اذکار المعارف والعلوم الاسلامیہ کراچی

۳۔ فتح القدير جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ ۲۲۰ المطبعة الكبرى الامبریہ مصر

اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ہے۔ ہندو مال میں ایک مال کی کوئی قبول کر لی جائے گی۔ لیکن مصلح صاف ہونے کی صورت میں متواتر اخبار کو قبول کیا جائے گا)

و فی صفحہ ۵۴ من الجزء الاول للدر المختار

فی شرح المنیۃ للحلبی عند قوله و لا يجوز من مصحف الا بغلافه اذا تعارض امامان معتبران عبر احدهما بالصحيح والاخر بالاصح فلاخذ بالصحيح اولى لانهما اتفقا على انه صحيح والاخذ بالمتفق او فقه فليحفظ !

(ترجمہ: طبعی کی شرح منیہ میں جہاں مدیہ اصلی میں ہے کہ قرآن مجید کو غلاف کے بغیر چھو جائز نہیں۔ اس پر علامہ طبعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا جب دو معتبر اماموں کا تعارض ہو ایک نے ایک صورت کو صحیح سے تعبیر کیا جب کہ دوسرے نے دوسری کو صحیح سے تعبیر فرمایا تو صحیح والے قول کو اپنانا زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ دونوں اس صورت کے صحیح ہونے پر اتفاق کرتے ہیں تو متفق صورت کو اپنانا اوفیٰ ہے اسے خوب یاد رکھ لو)

ہندو احوال عید الفصحی میں قبول صحیح ایک مرد مسلمان مال کی بھی کو ای عید اور قربانی کر لینے کے واسطے کافی تھی، کو ای صورت مسئلہ میں جو جب رولہٴ ظاہر الروایت تو بعض فقہ اور بعض مستور الحال موجود ہیں۔ اندری صورت صحیح نماز عید اور صحت قربانی میں کسی طرح بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ احوال اس کی مخالفت کرنا اور یہ کہنا کہ نہ نماز ہوئی نہ قربانی فی الواقع یہ ایسے ہی مولوی اور ان کے بھولے بھالے قسمن ہی کا کام ہے جو امکان کذب و جنابواری کی قائل ہیں۔ اور مجلس میاں رسول اللہ ﷺ کو کنیا کے جنم آٹھنی سے تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ کلام مستثنیٰ سے ظاہر ہے۔

اعاذنا الله و جميع المؤمنين من امثال هذه المفسين آمين ثم آمين

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اہل ایمان کو اس قسم کے مفسیوں سے اپنی پناہ میں رکھے آمین ثم آمین)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دراعلیٰ المفتی فی جامع اکبر آباد

دار الفکر المختار مع رد المحتار : جلد ۱ صفحہ ۵۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر..... 99﴾

سوال

عرفہ کے روزہ کا کیا حکم ہے۔

محمد اسلام خان

قصبہ ٹس آباد ضلع آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

تفسیر عزیزی میں تفسیر والفجر میں ہے کہ ذی الحجہ کے نو روزوں کے ایک دن کا روزہ ہمیں دن کے برابر ہے۔ اس میں عرفہ آ گیا۔

حورہ: محمد علی اعظمی اکبر آباد



۱۔ تفسیر عزیزی: پارہ عم: صفحہ: ۱۵۸ مطبوعہ لاہور میں ہے

روزہ ہر روز آں ۱۰ روز برابر یک سال است

ترجمہ: ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں سے ہر دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔

محمد علی اعظمی اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر.....100﴾

سوال

آگرہ میں ایک شاہ صاحب نووارد ہیں جو اپنے کو شاہ بہا مالہ دین کا خلیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ ایک مسماۃ کے گھر جو ان سے تعارف و ارادت رکھتی تھی شریف لائے۔ عورت نے بوجہ نادانستگی اپنے خورد سال بچے کے ہاتھ پاؤں بنا کر ان کے لئے باہر بھیج دیا۔ مگر شاہ صاحب روزہ دار تھے تاہم انہوں نے ٹھیک دس بچے دن کے پاؤں مرسلہ عورت فوش فرما کر اپنا نقل روزہ توڑ دیا یہ کہہ کر کہ اس تختہ پاؤں کو رد کرنا نہیں چاہتا۔ اور پھر دوسرا پاؤں گھر میں سے منکوا کر مسماۃ کے شوہر کو بھیج دیا جو ان سے عقیدت رکھتا تھا نقل روزہ توڑ دیا۔ اس معاملہ کے دس چھ روزہ دن بعد وہی عورت آکر پر سوار ہو کر اپنے ایک رشتہ دار کے گھر جاتی تھی۔ شدت دھوپ کا وقت تھا۔ شاہ صاحب نے براہ کرم بہرہ راہ تمام اس عورت کا نقل روزہ توڑ دیا۔ تب اس کو دھوپ میں اپنی رشتہ داری میں جانے دیا۔ پس کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ یہ فعل شاہ صاحب کا کس حد تک شرما جائز و روا تھا۔ اور اس کا قائل موجب ثواب یا عذاب ہوگا اور اس کا مرتبہ گروہ اسلام میں کیسا سمجھنا چاہئے؟

۲ شعبان ۱۳۶۰ھ ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء

محمد نواب مرزا عیسوی علی آگرہ

الجواب

اللهم رب زدنی علما۔

☆ نقل روزہ رکھ کر کسی کی ناراضگی کے خیال سے یا کسی مسلمان کے خوش کرنے کی نیت سے یا خوف شدت گری یا شدت تنگی سے توڑنا جائز ہے۔ مگر پھر اس روزہ کو قضا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۸۱ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مکتبۃ نبیائی دہلی میں ہے

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت دخل علی النبی ﷺ ذات یوم فقال هل عندکم شیء فقلنا لا قال فانی اذا صائم ثم اتانا یوما آخر فقلنا ہا رسول اللہ ﷺ اهدی لنا حبس

فقال اوتيه قلقد صحيت صائما فاكل رواه مسلم ۱

(ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف فرما ہوئے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر آج میرا روزہ ہے۔ اس کے بعد آپ ایک اور دن تشریف لائے ہم نے عرض کی تارے ہاں جیس یعنی ایک کھانا جو کھجور کھجی اور ستو سے تیار ہوتا ہے ہدیہ کے طور پر آیا ہے تو آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ میں صبح سے روزہ سے ہوں آپ نے وہ کھایا۔ اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا)

و عن ام هاني قالت لما كان يوم الفتح فتح مكة جاء ت فاطمة فجلست على يسار رسول الله ﷺ و ام هاني عن يمينه فجاءت الوليدة بآباء فيه شراب فاولته فشرب منه ثم تاوله ام هاني فشربت منه فقالت يا رسول الله لقد افطرت و كنت صائمة فقال لها ا كنت تقطين شيئا قالت لا قال لا يضرک ان كان تطوعا رواه ابو داؤد والترمذی والدارمی و فی رواية لاحمد والترمذی نحوه و فيه فقالت يا رسول الله اما كنت صائمة فقال الصائم المتطوع امير نفسه ان شاء صام و ان شاء افطر ۲

(ترجمہ: حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب فتح یعنی فتح مکہ کا دن تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا منہر خدمت ہوئیں اور نبی اکرم ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور ام بانی آپ کے دائیں جانب تھیں ایک چھوٹی بچی ایک برتن اٹھائے آئی اس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے نوش فرمایا پھر وہ ام بانی کو دے دیا تو میں نے بھی پیا۔ ام بانی عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ میں روزہ افطار کر دیا حالانکہ میرا روزہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے نہ دیا نہ فرمایا کیا تم تھکا کر رہی تھیں تو اس نے عرض کیا نہیں تو فرمایا اس کا تھ کچھ نقصان نہیں ہے بشرطیکہ تمہارا یہ روزہ نقلی ہو۔ اسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۱ مکبہ امناہیہ ملتان

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۱ مکبہ امناہیہ ملتان

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں بھی اسی طرح ہے اور اس حدیث میں یوں ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا میرا روزہ نہ تھا تو فرمایا نقلی روزہ رکھنے والا اپنے آپ کا حکمران ہے چاہے وہ روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے)

و عن زهري عن عروة عن عائشة قالت كنت اتا و حفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشبهناه فاكلنا منه فقالت حفصة يا رسول الله اتا كنا صائمتين فعرض لنا طعام اشبهناه فاكلنا منه قال افضا يو ما آخر مكانه رواه الترمذی۔

(ترجمہ: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے ام البنو منین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اور حفصہ روزہ سے تھیں ہمارے سامنے کھانا آیا جس کی ہمیں خواہش تھی تو ہم نے اس سے کھالیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے کھانا آیا اس کی ہمیں خواہش تھی تو ہم نے اسے کھالیا تو فرمایا اس کی جگہ ایک دن قضا کر لو اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا)

قال في اللغات والمرقات شرح المشکوۃ!

(ترجمہ: لغات الصحیح اور مرقات الفناجیح دونوں مشکوۃ شریف کی شرحیں ہیں میں ہے)

قوله ﷺ: افضا هذا دليل المحتفية على وجوب قضاء صوم التطوع۔

(ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم دونوں قضا کر لو یہ تناف کی دلیل ہے اس حکم شری پر کہ نقلی روزہ کی قضا واجب ہے)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر علی الصبحی المصنف فی جامع اکبر آباد

۸ شعبان ۱۳۳۶ھ

مکتبہ املائیہ ملتان
مکتبہ املائیہ ملتان

صفحہ ۱۸۱
صفحہ ۱۸۱

مشکوۃ المعاصیح
حاشیہ مشکوۃ المعاصیح

۱
۲

۱۰. در صورتی که در یک شرکت با ۱۰۰ نفر پرسنل، ۲۰ نفر از آنها را به عنوان مدیران و ۸۰ نفر را به عنوان کارکنان در نظر بگیریم، در این صورت نسبت مدیران به کارکنان به صورت زیر خواهد بود:

نزید و فروزہ

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

﴿فتویٰ نمبر 101﴾

سوال

نوٹ پر کیشن کرنسی لے کر فروخت کرنا جائز ہے؟ دوکان پر کوئی خرید کرنے آئے تو دوسرے دوکان سے مال الاکراس کو ذخ پر دینا اور ایک آند لالی لینا جائز ہے؟

سودگران کلونہ تحصیل جامع مسجد آگرہ

۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

نوٹ شرمانگہم سرکار مال ہے جو کم ہو جائے تو ٹی اس کا مل جاتا ہے۔ نذر اصل روپیہ ہے اور نہ سونا ہے۔ پس بھاپاس کی کرنسی رواج اور ضرورت پر ہو جائز ہے جیسے سکے سے چاندی۔ جن کی قیمت زیادہ کم ہو جاتی ہے۔ لہذا جائز سمجھا جائے گا کہ نوٹ کو حسب رواج کم و بیش فروخت کیا جائے اور اگر نوٹ کو روپیہ فرض کیا جائے تو بے شک کرنسی نا جائز ہوگی جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے مگر اصل قول زیادہ محقق ہے۔

اگر شے معیہ بوجہ عیب یا دھوکہ دینے یا بچ کے واپس کرے تو واپس لینا ہوگا۔ من الخالدیہ

ان غرہ ای غرہ المشتری البائع و بالعکس او غرہ الدلال فله الرد والا فلا وہ افنی

صدر الاسلام وغیرہ و تصرفه فی بعض المبیع قبل علمه بالغبن غیر مانع منه فیرد مثل ما

اتفقه و یرجع بکل الثمن علی الصواب علانی علی التوبہ الخ۔

(ترجمہ: اگر خریدار کو فروخت کنندہ نے دھوکا دیا یا معاملہ اس کے برعکس ہو یا دلال نے دھوکا دیا تو اسے اجازت ہے کہ بیع کو لوٹا دے ورنہ نہیں لوٹا سکتا حضرت صدر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے یہی فتویٰ دیا ہے اور نہیں

کے علم سے قلم مٹج کے کسی حصہ میں صرف اس اختیار کے مانع نہیں ہے لہذا جتنا خرچ کیا اس کی مثل واپس کرے اور درست قول یہی ہے کہ پوری ادا کردہ قیمت لوٹا لے یہ چیز سیلابی علی الصغیر سے ماخوذ ہے ایسی صورت میں کہ دلال بائع سے لے کر خود فروخت کر دے تو اس کو دلالی اصل بائع سے لینا چاہئے۔
- فتاویٰ حامیہ میں ہے۔

الدلال اذا باع العین بنفسه ثم اراد ان باعہ من المشتري الدلالة لبس له ذلك
لانه هو العاقد حقيقة و تجب علی البائع الدلالة لانه فعل بامر البائع
(ترجمہ: دلال جب کسی چیز کو خود فروخت کرے پھر خریدار سے دلالی وصول کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو یہ حق حاصل نہیں کیوں کہ حقیقت میں وہ خود معاملہ طے کرنے والا ہے اس کی دلالی فروخت کرنے والے کے ذمہ ہوگی کیوں کہ اس نے فروخت کنندہ کے حکم سے فروخت کی ہے)

والله اعلم بالصواب
مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ وغیرہ



﴿فتویٰ نمبر.....102﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ میرا حصہ مکان جس میں ہم تین بھائی شریک ہیں اگر میں بلا تقسیم کسی اجنبی کو بیچوں تو جائز ہے یا نہیں جائز؟ اور اگر بھائی خرید لیں تو مجھے کون کو کسی قیمت پر جو دھروں سے ملتی ہے دینے میں کچھ غور نہیں ہے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ رب زدنی علما

خواہ اجنبی کو حصہ مذکور بیچا جائے خواہ اپنے دونوں بھائیوں کو یا ایک کو جو اس مکان میں شریک ہیں اگر معزز میں مشترکہ بیچا جائے بلا اختلاف جائز ہے کوئی حرج نہیں۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ

۱۷ ہمدانی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر..... 103﴾

سوال

مالا بد منہ ترہمدار دودھ کر بیع تجارت وغیرہ میں درج ہے کہ ”حضرت رسول اللہ ﷺ جب قرض ادا کرتے تھے تو بجائے ایک وسق کے دو وسق ادا کرتے تھے“ لہذا کتاب مذکور کی عبارت سے ایک خیال یہاں پر یہ پیدا ہو گیا ہے کہ جب صاف کتاب بیع میں ایسی عبارت درج ہے تو مسلمان کو بلا شرط اس طور قرض دینے والے کو لینے والا ضرور کچھ فائدہ پہنچائے۔

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

جو کچھ مالا بد منہ میں لکھا ہے بہت صحیح ہے۔ اور اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ مگر اس وقت تک سی مستحب ہے کہ جب کبھی قرض دار وقت ادا قرض اگر کچھ بھی زیادہ (ندے) تو قرض خواہ کچھ بھی نہ مانگے نہ شکایت کرے۔ ورنہ قرض دہندہ یہ سمجھ کر دے گا کہ یہ ضرور وقت ادا لگی کچھ زیادہ؟! دیتا ہے۔ لہذا اگر کبھی ندے کا تو پھر حسب عرف تھا سا کر کے زیادہ لے لوں گا تو پھر بلا شرط سود ہو جائے گا۔

چنانچہ صفحہ ۳۵ جلد چہارم صوط شمس الاممہ رضی رحمہ اللہ میں ہے یہاں ہے کہ اگر قرض لینے سے بیشتر قرض دہندہ کو کبھی کھانا نہیں کھانا تھا تو اب پوچھ قرض کھانا۔!۔۔۔ حرام ہے۔۔۔!۔۔۔

عن محمد بن سیرین قال اقترض عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عشرہ الاف درہم و کانت لابی رضی اللہ عنہ نخل بعجل فاہدی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وطبا لعمر رضی اللہ عنہ فردہ علیہ فللقبہ ابی فقال اظنت انی اہدیت الیک لاجل مالک ابعت الی مالک فخذہ فقال عمر لابی رضی اللہ عنہما رد علینا

(محمد علیہ السلام میں آتشجہنمی علی غزوہ)

۱۔ اسل خطوط سے عبارت صاف نہیں پڑی پاگی۔

ہدیتاً و بہ ناعخذ فان عمر رضی اللہ عنہ انما رد الہدیۃ مع انہ کان یقبل الہدایا لانہ ظن انہ اہدی الیہ لاجل مالہ فکان ذلک منفعة القرض فلما علمہ ابی رضی اللہ عنہ انہ ما اہدی الیہ لاجل مالہ قبل الہدیۃ منہ وحذا هو الاصل و لہذا قلنا ان المنفعة اذا كانت مشروطۃ فی الاقراض فهو قرض جبر منفعة و ان لم یکن مشروطۃ فلا یاس بہ لحی لو ردالمسقرض اجود مما یقضہ فان کان ذلک عن شرط لم یحل لانہ منفعة القرض و ان لم یکن ذلک عن شرط فلا یاس بہ لانہ احسن فی قضاء الدین و هو مندوب الیہ

ہذا ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دس ہزار درہم قرض دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا غل میں بھجوروں کا باغ تھا تو آپ نے پکی ہوئی تازہ بھجوریں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تحفہ میں ارسال کیں آپ نے وہ ان کو واپس لوٹا دیں۔ پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ اور عرض کیا آپ نے گمان کیا کہ میں نے آپ کو یہ تحفہ آپ کے مال کے باعث بھیجا تھا۔ اپنے مال کی طرف کسی کو بھیج دو اور اسے لے لو۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تارا تحفہ ہمیں واپس بھیج اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تحفہ لوٹا دیا تھا مالا لکھا آپ تحفہ قبول فرمایا کرتے تھے کیوں کہ انہوں نے گمان کیا کہ انہوں نے ان کے مال کی وجہ سے ہدیہ بھیجا تھا۔ تو یہ قرض پر نفع ظہرنا تھا۔ جب حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے مال کی وجہ سے ہدیہ نہ دیا تھا تو آپ نے ہدیہ قبول کر لیا۔ اور یہی قانون ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں جب قرض دینے میں منفعت شرط ہو تو یہ ایسا قرض ہوتا جو نفع کے حصول کا باعث ہوتا ہے۔ اور اگر نفع کی شرط نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ حتیٰ کہ اگر قرض دار نے وصول شدہ مال سے بہرہ مال واپس کیا اگر یہ شرط کے باعث نہ ہو تو حرج نہیں۔ کیوں کہ اس نے قرض کی ادائیگی میں بہرہ طریق اپنایا اور یہ مستحب ہے

حودہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دینار علی الحنفی فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 104﴾

سوال

ایسی شے تجارت کی جس کا نرخ بازار میں ایک قلم نہیں رہتا جیسے پارچہ یا دھڑا اور یہ ہمراہ روپیہ بارشامندی خریدے اور تا کہ قیمت پر بوندہ کسی مدت کے بیچ جائز ہے کہ نہیں؟

۷ ارفضان ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اگر خریدار سے یہ معلوم کر کے ادھار خریدے گا دس روپیہ کی چیز کو گنیا رہا رہے کو بیچے اور یہ کہ بھی دے کہ نقد دس کو بیچ رہا ہوں اور وہ اس امر پر راضی ہو جائے بلا تکلف جائز ہے۔ بوندہ پائے جانے ارکان بیچ کے مع اشروط کہ وہ ہبادہ مال کا ہے قراضی ہائے مشتری۔ البتہ اولیٰ یہی ہے نقد ادھار ایک نرخ سے بیچے۔ البتہ اس طرح بیچنا جائز ہے کہ کسی سے اس طرح بیچ کرے کہ اگر نقد روپیہ دو گلو میں نے تم کو یہ مال دس میں بیچا ورنہ بارہ میں چنانچہ صفحہ ۳۳۸ مشکوٰۃ شریف میں ہے

عن ابی ہریرۃ قال نہی رسول اللہ ﷺ عن بیعین فی بیعة رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی!

☆ (ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک بیچ میں دو بیچوں کو بیچ کرنے سے منع فرمایا۔ مالک ترمذی ابوداؤد و نسائی)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیر علی المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 105﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کمال کی قیمت قیل و ذل کر سکتا ہے یا نہیں؟
اگر کر سکتا ہے تو کتنے دن پہلے؟

محمد اسلام خان قصبہ شمس آباد ضلع آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم رب زدنی علماً

بقول مفتی بہ جو چیز بیدار آئی طور سے دوسری چیز میں ملی ہوئی ہو جیسے کمال اور بال کہ بال کمال سے اور کمال کوشت سے ملی ہوئی ہے اس کو قتل کیا جائے گا نہ کرے اس کا پتہ پانا نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اس طرح سچ کر اچھی طرح ہدا کر کے خرید کر کوئی چیز بھی بیخ فاسد غیر صحیح رہتی ہے خواہ وہ قربانی کی کمال ہو۔
كما في الدر المختار

بيع لبن في طر ع و لو لو في صدف و صوف على ظهر غنم و كذا كل ما اتصالة
خلقي كجلد حيوان كما مر لما انه معدوم عرفا و لو سلم الصوف او اللبن بعد العقد لم
ينقلب صحيحا فقط

☆ (ترجمہ: جنہوں میں موجود دودھ، پٹنی میں موجود موتی اور بھیڑ بکری کی پٹنی پر موجود اون کی بیخ فاسد ہے اور اسی طرح ہر اس شے کی بیخ فاسد ہے جس کا اتصال دوسری چیز کے ساتھ بیدار آئی طور پر ہو جیسے کہ جانور کی کمال جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ عرف میں معدوم شمار ہوتی ہیں اگر بال نے حقد بیخ کے بعد اون اور دودھ خریدے اس کے سرگرد کر دیئے تب بھی یہ بیخ صحیح نہیں ہوگی)

حورہ: العبد المذنب الحاج محمد قاسم

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النجفی

جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 106﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کلمہ کو سیدھی یعنی تاڑی (جو ایک خشکی شے بھڑا شراب کے ہوتی ہے) بیچنے کا سرکار سے اجارہ لیتا اور خود بذاتہ فروخت کرنا یا ملا زلمان سے فروخت کروانا اور فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۹ شعبان ۱۳۶۶ھ

ایک عالم نے اس کی فروخت کی بابت فتویٰ دے دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ گنے کا رس بیچنا اور اس سے فائدہ اٹھانا عوام کا طریقہ ہے۔ اسی طرح درخت سیندی یعنی بھجور کا رس المعروف تاڑی کے بیچنے میں بھی کسی قسم کا حرج نہیں۔ کیوں کہ جس زمین میں یہ درخت ہوتے ہیں وہ زمین تو کی رعیتی ہے اور اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور سرکاری محصول دینا چاہتا ہے۔ اس لئے اس کا بدلہ اس طریق سے حاصل ہو سکتا ہے۔

لہذا اس عالم کا کہنا صحیح ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو ایسا فتویٰ دینے والے اور اس پر عمل کرنے والے کی بابت شریعت میں کیا حکم ہے؟ بحوالہ عبارات کتب مفصل تحریر فرما کر اعزاز فرمائیں اور ہجرہ عظیم کمائیں۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما

☆ سنا جاتا ہے کہ علی الصبح جب جاڑوں میں برتن تاڑی کا درخت سے کھولا جاتا ہے اس میں نشہ نہیں ہوتا اور کچھ دیر بعد اس میں نشہ آتا ہے لہذا جس شخص کو بیچ جائے اگر وہ کافر ہے اور تاڑی میں ابھی نشہ بھی نہیں آیا ہے مگر یہ معلوم ہے کہ یہ نشہ کے واسطے شریعتاً ہے تو جس کے نزدیک اس سے بیچ کر قیمت لینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور مسلمان سے بیچ کی جائے اور یہ علم ہو کہ نشہ کی غرض سے خریدتا ہے یا حقائق مکروہ تحریمہ بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تو حرام ہے۔

چنانچہ صفحہ ۲۷۶ جلد خامس باب الخطر والاباحۃ درمختار میں ہے:

و جاز بیع عصیر عتب معن یعلم انه یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ و قبل بکثرہ لاعانته علی المعصیۃ و نقل المصنف من السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ و مثله فی الجوہرۃ والبقائی وغیرہما وزاد الفہستانی معزیا للخانیۃ انه یکرہ بالاتفاق۔^۱

(ترجمہ: انکوکار اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے جو اسے شراب بنائے گا۔ کیوں کہ گناہ اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہے بلکہ اس میں تبدیلی آ سکتے کے بعد جو شراب حاصل ہوگی اس کے ساتھ گناہ قائم ہوگا۔ بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ ایسا کرنا مکروہ ہے کیوں کہ اس میں گناہ پر امانت ہوتی ہے۔ حضرت مصطفیٰ رحۃ اللہ علیہ نے السراج اور مشکلات سے نقل فرمایا کہ قولہ اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا اس سے مراد کافر ہے۔ مسلمان کے ہاتھ اسے فروخت کرنا مکروہ ہے جو ہر باقائی وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ ہوتا فی غائیہ کی طرف منسوب کر کے یہ اضافہ فرمایا کہ یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔)

و ایضا فی الدر المختار فی صفحہ ۲۳۷

کل مکروہ ای کراۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد و اما المکروہ کراۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا عندہما وهو الصحیح المختار و مثله البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب فالمکروہ تحریمًا نسبتہ الحرام کتسبۃ الواجب الی الغرض فیہیت بما یشبہ بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت و یاتم بارتکابہ کما یا تم بترک الواجب۔^۲

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۳۷۶ تا ۳۷۷ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

(ترجمہ: ہر مکروہ یعنی جس میں کراہت تحریمی پائی جائے حرام ہوتا ہے۔ یعنی وہ دوزخ میں سزا کے اعتبار سے حرام کی مانند ہے۔ یہ حضرات امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ لیکن وہ مکروہ جس میں کراہت تنزیہی پائی جائے وہ بالانفاق حلال کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اور بھی صحیح اور پابند یہ قول ہے اور اس کی مثال بدعت ہے۔ شبہ حرام کے زیادہ قریب ہے۔ مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کے ساتھ اس نسبت کی مانند ہے جو واجب کو فرض سے ہوتی ہے۔ لہذا یہ اسی طرح کی دلیل شرعی سے ثابت ہوگا جس سے واجب ثابت ہوتا ہے۔ یعنی تقنی الثبوت دلیل سے ثابت ہوگا۔ اور اس کے ارتکاب سے آدمی اسی طرح گناہ گار ہوگا جس طرح کے واجب کے ترک کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے)۔

قال الشامي:

قوله أي كراهة نحریم وهي المرادة عند الإطلاق كما في الشرح وقيد بما إذا

كان في باب المحظر والإباحة الخ يبرح!

ترجمہ: قول: مکروہ تحریمی اور جب مکروہ بولا جائے اور اس کے ساتھ کوئی قید نہ ہو تو پھر یہی مراد ہوتا ہے جیسا کہ شرح میں ہے اور اسی میں ہے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ لفظ باب المحظر والا باحہ میں ہو)

اور ظاہر ہے کہ روایت مذکورہ میں کراہت مطلقہ ہے اور روایت مذکورہ روایت باب المحظر والا باحہ کی بھی ہے۔ لہذا روایت مذکورہ میں مراد کراہت سے امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک حرمت مراد ہے۔ اور بقول شیخین کراہت تحریمہ واللہ اعلم و علمہ احکم

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التواقی

ابو محمد محمد دین علی الرشوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 107﴾

سوال

گزارش یہ ہے کہ لوکل انٹیکٹی کا سرمایہ جو بینک بنگال میں بلا سود جمع ہو رہا ہے اس کا زور سود رائیگان جاتا ہے۔ اب بوجہ اشد ضرورت تعلیم انگریزی اطفال مسلمانان آگرہ یہ درخواست ہے کہ وہ رقم سود مسلم بانی اسکول آگرہ کو دے دی جائے جو بمقابلہ ضائع و بیکار ہونے کے اس طور پر صرف میں آ جانا قریبی مصلحت ہے۔ یہ بھی التماس ہے کہ اگر فتویٰ لایا جانا ضروری ہو تو ہم سے طلب کیا جائے۔

حسب استفسار ممبران لوکل کمیٹی خصوصاً میری خان صاحب و ڈپٹی عبدالغفار خان صاحب ساکن قنبر الدین سید محمد علی ممبران کمیٹی بانی سکول اسلامیہ آگرہ ۸ جون ۱۹۶۲ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

☆ بقول مختار ہندوستان دارالحرب نہیں ہے اور نص قرآنی مرعیتا ملحق ہے۔

قال الله تعالى:

احل الله البيع و حرم الربا۔

یعنی: اللہ نے بیع کو حلال کر دیا اور ربا یعنی بایع کو حرام کر دیا

اور ربا کی تعریف صاحب ہدایا اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

ان الربا هو الفضل المستحق لاحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي عن عوض

شرط فيه ولا يعتبر الوصف لانه لا بعد تفاوتا عرفاً۔

۱۔ القرآن الحکیم سورہ: البقرہ آیت ۲۷۵

۲۔ الہدایہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

(ترجمہ: سودہ زیادتی ہوتی ہے جس کا مستحق معاوضہ میں معاملہ کرنے والوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ وہ زیادتی کسی کے عوض میں نہیں ہوتی۔ نیز وہ زیادتی معاملہ میں شرط کی گئی ہوتی ہے۔ اور معاملہ میں بدل قرار دی گئی چیزوں کے وصف کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ وصف یعنی اعلیٰ ادنیٰ ہونے کا عرف عام میں اعتبار نہیں ہوتا) مگر یہ تعریف وزنی اور کیلی چیزوں میں تحقق ہوتی ہے۔ جیسا چاندی 'سونے' مثلاً اگر کسی نے ایک روپیہ کی چاندی خریدی اور بغیر بھاؤ پوچھنے کے یا بعد پوچھنے بھاؤ کے بانک کو دس روپیہ دے دیے۔ اور اس نے بغیر مانگتے مشتری کے بلا شرط کم و بیش گیارہ روپیہ پھر چاندی دیدی تو بھی یہ ایک روپیہ ہر شرعاً حقیقتہً بیاچ ہے۔ اس واسطے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اگر روپیہ کے ساتھ ایک روپیہ کے پیسہ شریک کر کے خریدی جائے تو یہ روپیہ جس بدل جانے کے سبب گیارہ روپیہ پھر چاندی حلال ہو جائے گی۔

مصرورتہ منولہ کی دوصورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ روپیہ تنک میں بلا شرط کی بیشی امانت رکھا جاتا ہے یا بطریقہ قرض دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں قطع نظر اس امر سے کہ وقف کا روپیہ حوالی کہاں کہاں محفوظ رکھ سکتا ہے اور بطور قرض دے بھی سکتا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ بصورت امانت بجز اپنی امانت کے زیادت کا ہرگز استحقاق نہیں۔ اور اگر بصورت قرض دیا جاتا ہے تو اگر مشتری قرض دیا جاتا ہے کہ ہم علاوہ اپنے روپیہ کے وقت ادائیگی تم سے روپیہ پینکڑہ مثلاً اڑانوے لکھ گئے۔ بلاشبہ وہ ایک روپیہ زیادہ لیا حرام ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:

☆ وفي الاشياء كل قرض جبر نفعاً فهو حرام!

(ترجمہ: الاشیاء میں ہے ہر قرض جو نفع لائے وہ حرام ہے)

قال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فی صفحہ ۱۰۳ من الجزء الرابع لرد المحتار

قوله كل قرض ای اذا كان مشروطاً كما علم مما نقله عن البحر و عن الخلاصة ۲۔

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۷ صفحہ ۲۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۷ صفحہ ۲۹۸ دار احیاء التراث العربی بیروت

(ترجمہ: قولہ: ہر قرض یعنی جب کہ نفع قرض لینے دینے میں شرط ہو جس طرح کہ البحر الرائق اور خلاصہ کی نقل کردہ عبارت سے معلوم ہوا ہے)

اور اگر وقت قرض دینے کے نفع کی شرط نہ لفظ تھی نہ عرفاً اور وقت ادا کی جگہ قرضدار بطریق ۱۲۱۷

احسان

کے کچھ نکات دیدے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

كما في الشامي في الصفحة المذكورة :

وفي الذخيرة و ان لم تكن النفع مشروطا في القرض فعلى قول الكرخي لا بأس

يہد!

(ترجمہ: اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر نفع لینے دینے کی شرط قرض میں نہ ہو تو امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس نفع لینے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دینار علی (رضوی) لکھی المجددی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 108﴾

سوال

ایک شخص نے ایک روپیہ ایک ماہ کے وعدہ پر قرض لیا اور وعدہ کیا کہ ایک روپیہ اور دس بابا کے سیر گیہوں زائد دوں گا تو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو دیہات میں روپ کہتے ہیں۔ جاہل لوگ منسوب بہ سود کرتے ہیں۔ اس کا جواب مشرح مع حوالہ کتب مرقوم ہو۔

سائل: مولوی علاء الدین
نگہ پر نگہ حسن شائع کیمپری لاہور
۲۲ فروری ۱۹۶۶ء

الجواب

روپیہ قرض اس شرط پر دیا کہ اس کی واپسی پر اس قدر گیہوں یا پیسے (زائد) ملیں گے شرمناک نہیں۔ کیوں کہ قرض میں شرط منافع کی کرنا سود میں داخل ہے۔

☆ کل قرض جو نفعاً فہور باد

(ترجمہ: ہر قرض جو نفع لائے وہ سود ہے)

درجہ رکھتا ہے:

فلو شری عشرة دراهم فضة لعشر قدر اھم وزادہ دانقا ان وھبہ منہ انعدم الربا و لم

یفسد الشراء

(ترجمہ: اگر دس درہم کے بدلے دس درہم چاندی خریدی اور ایک دانق زائد دیا اگر وہ دانق دینے والے نے

۱۔ الجامع الصغیر مع شرح فیض القلیوب	جلد ۵	صفحہ ۲۸	مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۲۔ الدر المختار علی هامش رد المحتار	جلد ۳	صفحہ ۱۹۶	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

بیہ کر دیا تو رہا تھم ہو گیا اور وہ بیخ فاسد نہ ہوئی)

فلو مشروطاً و جب ردہ۔

(ترجمہ: اگر ایک واقعہ بیخ میں بطور شرط شامل ہو تو اس کا واپس کرنا واجب ہے)

جس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر شرط قرض کی واپسی کے وقت کچھ زائد سلوک کر دے تو ہمارے مقرر قرض
لیتے وقت یہ شرط نہ کرے ورنہ سوز ہوگا۔

کتبہ المفتی السید محمد عظیم غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 109﴾

سوال

ایک مسلمان متوفی پر ایک ہندو سا ہوکار کا لڑیچہ صد روپیہ قرض ہے۔ من جملہ اور اس کے (ایک سو روپیہ) اصلی اور ۵۰ روپے سود کا ہے۔ وارث متوفی کے اصل روپیہ دینا چاہیں تو کیا سود کا مواخذہ قرض دار متوفی پر آخرت میں ہوگا یا وہ شرمانا جائز سمجھا جائے گا؟ کیوں کہ سود لینا دینا کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔

۷ ارمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حتی المقدور سود کا نہ دینا بہتر بلکہ ضروری ہے اس میں کوئی مواخذہ شرعی نہیں ہے۔

حورہ: العبد الراعی ذلتہ ربہ

ابو محمد محمد دین علی المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....110﴾

سوال

بیع سلم یعنی لانے کرنا ایک روپیہ دے کر ایک من گیہوں لینا از روئے شرع جائز ہے اور بیع سلم کس طرح شرع میں جائز ہے۔

سائل: مولوی علاء المالدین ٹنگہ

پرگنہ جگدھن شجاع کھیری اودھ

۲۲ فروری ۱۹۲۶ء

الجواب

بیع سلم جس کو لانے کہتے ہیں اس میں ضرور ہے کہ اول قسم اس چیز کی جس کی قیمت مقرر کرے پھر اس کا نرخ پھر اس کی جگہ پھر اس کا وقت کہ فلاں ماہ۔ پس یہ بیع سلم جائز ہے۔ نرخ کی کمی بیشی بائع مشتری کی رضا مندی پر ہے۔ مگر اس قدر زیادتی شرعاً مکروہ ہوگی۔

کتبہ: السید المصطفیٰ محمد اعظم غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 111﴾

سوال

بجائے ایک من جو خود کے ایک من نلہ ہو بعد کسی مدت کے لینا درست یا نہیں؟

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

باب رہا میں قاعدہ کلیہ یہ ہے جب ثمن اور مبیع ایک جنس ہوں جیسے چاندی چاندی کے ساتھ خریدی جائے یا سونا سونے کے ساتھ خریدے جائے خواہ ایک طرف کھوٹا ہو اور دوسری طرف (کمرا) علیٰ ہذا اسکہ دار بے سکہ کے عوض خریدے جائے یا بے سکہ دار (کے) خواہ دونوں طرف کمرا مال ہو۔ علیٰ ہذا جیسے گیہوں گیہوں کے ساتھ خریدے جائیں تو اس صورت میں برابر برابر خریدنا جائز ہے اور دست بدست۔ اگر ایک چاول کی بھی زیادتی کمی ہوگی بیع حرام ہو جائے گی اور وہ کمی زیادتی داخل (رہا) ہوگی۔ اور اگر قیمت لے کر چاندی دکان کے اندر سے ہی نکال کر دے گا اتنی دہ کرنا بھی حرام ہوگا۔

اور اگر جنس بدل جائے مثلاً جو کے ساتھ چنے خریدے جائیں مثلاً صورت مسئلہ کے تو زیادتی کمی بلاشبہ حلال ہے مثلاً من جو کے عوض دو من چنے خریدنا جائز ہے۔ مگر ادھار خریدنا۔ اگر برابر برابر خریدے سے مطلقاً حرام ہے۔ اس واسطے کہ دونوں ایک طریق سے قول کر لیے دینے جاتے ہیں۔ البتہ اگر قول بھی بدل جائے مثلاً چنے کا عرف پابلی وغیرہ کے پیمانہ کے انداز سے بیچنے کا کہیں عرف ہو اور جوڑا زو سے قول کر دیئے لیے جائیں تو ایسی جگہ من جو دو من اور تین من بھر جنوں کے عوض ادھار بھی بیچنا جائز ہو جائے گا۔ اور اگر چنے کی باجرہ وغیرہ کا انداز قول سے اگر عرف ہو گا وزن سمجھا جائیں گی اور اگر عرفاً کیل یعنی پابلی وغیرہ میں بھر کر بیچنے کا ہوگا کیلی سمجھے۔ مگر جو گیہوں ہمیشہ خواہ عرفاً کیل سے کہیں یا قول سے ہمیشہ کیلی ہی سمجھی جائے گی۔ لہذا اگر کہیں جو قول سے کہتے ہوں اور چنے کیل سے تو چونکہ جو ہمیشہ کیلی ہی سمجھے جاتے ہیں لہذا کیلی کا کیلی کے ساتھ اندر سے صورت ادھار خریدنا مثلاً جنوں کا ایسی جگہ جو کے ساتھ ادھار خریدنا قطعاً ناجائز ہوگا اور اگر دست

حج

.....

﴿فتویٰ نمبر.....112﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

- (۱) سات یا آٹھ برس کی لڑکی کے معاف کرنے سے مرعاف ہو سکتا ہے؟
- (۲) اگر اس کا باپ مرعاف کر دے معاف ہو سکتا ہے یا باپ کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہو سکتا؟
- (۳) اگر نابالغ کا شوہر مر جائے ایام عدت اسے سرال میں شوہر کے گھر ہی پورے کرے یا اپنے میکے میں بھی ایام عدت پورا کر سکتی ہے؟
- (۴) اپنے چیز کی وہ خود مالک ہے یا شوہر موقوفی یا اس کے ماں باپ اگر شوہر مر جائے؟
- (۵) اس نابالغ کے نکاح کا ولی اس کا باپ ہے یا اس لڑکی کے سرال والے؟

عبدالرحمن امام مسجد باغی کوئی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

للالہم رب زدنی علما

☆ نابالغ لڑکی کا مرعاف کر دینا اپنی کسی چیز کا بیہ کر دینا قابل اعتبار نہیں۔ لہذا جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے مرعاف نہیں کر سکتی۔ اور وہ بھی جب معاف ہوگا جب خوشی سے معاف کرے۔ اور اگر مار کے خوف سے معاف کر دے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ☆ اور نابالغ کی طرف سے اس کا ولی جو باپ ہے اگر وہ معاف کر دے جب بھی معاف نہیں ہو سکتا۔ ☆ نابالغ کے مال سے ولی کو بیہ کر دینے اور معافی وغیرہ کا ہرگز اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۶ جلد دوم درمختار مصری مطبوعہ مع روالحکار میں ہے:-

و صح حطھا

(ترجمہ: عورت کے لیے مہر کا ساتھ کرنا درست ہے)

قال الشامي رحمه الله:

(قوله وصح خطها) الحظ الاسقاط كما في المغرب وقيد بخطها لان حظ أبيها

غير صحيح لو صغيرة و لو كبيرة توقف على اجازتها ولا بد من رضاها ففي حبة الخلاصة
خوفها بضرر حنى وحبث مهر لم يصح لو قادر على الضرب! الخ

(ترجمہ: قولہ: عورت کے لیے مہر کو ساتھ کرنا درست ہے۔ ”خط“ کا معنی ساتھ کرنا ہے۔ جیسا کہ مغرب میں
ہے۔ مہر کے ساتھ کرنے کو عورت کے ساتھ خاص رکھا کیوں کہ اس کے باپ کے لیے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہے۔
اگر وہ کم سن ہو۔ اور اگر عورت بڑی (بالغہ) ہو تو ساتھ کرنا عورت کی اجازت پر مقفوف ہوگا۔ مہر کے ساتھ
کرنے میں عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ غلاصہ کی کتاب ابیہ میں ہے اگر مارنے دھمکی دی جاتی کہ عورت
نے مہر میرہ کر دیا اس صورت میں اگر دھمکی دینے والا مارنے پر قادر ہو تو اس کا ساتھ کرنا درست نہیں)
اور دھمکی میرہ باند کی طرف سے نہ باند کا دھمکی اقرب میرہ اس کا دھمکی نکاح ہے وہی کر سکتا ہے۔

باند پر چار مہینہ دس روز تک کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ چار مہینے دس روز عدت بیٹھنا اس پر
بھی لازم ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۵۵ در مختار مذکور میں ہے۔

والعدة للموت اربعة اشهر و عشرة بشرط بقاء النكاح صحبا الى الموت و

لو صغيره؟

(ترجمہ: نافذ کے مرنے کی صورت میں عدت چار ماہ اور دس روز ہے۔ اس عدت کی شرط یہ ہے کہ موت تک
نکاح صحیح رہے۔ اگر چہ عورت کم سن ہو)

مگر صغیرہ پر چار مہینے دس روز کا سوگ کرنا لازم نہیں چنانچہ صفحہ ۱۷۱ جلد دوم در مختار مذکور میں ہے:

۱۔ رد المحتار : جلد ۲ صفحہ ۳۶۶ مکبہ وشبہ کوئٹہ

۲۔ الفرو المحتار مع رد المحتار : جلد ۲ صفحہ ۳۶۷ مکبہ وشبہ کوئٹہ

و لا حداد علی سبعة کافرة و صغیرة و مجنونۃ الخ

☆ (ترجمہ: سات عورتوں پر سوگ ملنا لازم نہیں ہے۔ (۱) کافرہ (۲) مجنونہ (۳) پاگل الخ)

☆ اس واسطے کہ سوگ عبارت ہے ترک زیب و زینت سے جو سر ملگنا خوشبو دار تیل اور مہندی لگانا ہے اور عصرائی کپڑے پہنانا اس واسطے کہ بوجہ عدم بلوغ وہ مخالفہ حقوق اللہ نہیں ہے۔ اور سوگ حق اللہ ہے چنانچہ ہدایہ صفحہ ۳۰۶ مطبوعہ یحییٰ میں ہے:

والحداد ان نترك الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب من عذر وفي جامع الصغیر الامن وجع ولا نخضب بالحناء لما روينا ولا نلبس ثوبا مصبوغا بالعصفر ولا بزعفران ولا حداد علی کافرة ولا علی صغیرة لان الخطاب موضوع عنها۔
ہذا ترجمہ: سوگ یہ ہے کہ خوشبو و زینت سر ملگنا خوشبو دار تیل اور غیر خوشبو دار تیل کے استعمال کو ترک کر دے۔
ہاں نذر کے باعث استعمال کر سکتی ہے۔ جامع صغیر میں درد کے باعث یہ اشیا ماستعمال کر سکتی ہے۔ عورت سوگ کی مدت کے دوران مہندی نہ لگائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث پاک جو ہم نے روایت کر دی ہے۔ نیز عصفر اور زعفران کے ساتھ نہ لگے ہوئے کپڑے بھی نہ پہنے۔ کافر عورت کے ذمہ سوگ نہیں ہے اور نہ ہی کم سن عورت پر سوگ لازم ہے کیوں کہ شرعی احکام کا خطاب اس سے اٹھایا گیا ہے۔

البتہ بوجہ لازم ہونے عدت کے ایام عدت شوہر کے گھر میں پوری کر سکتی ہے چنانچہ صفحہ ۳۰۶ ہدایہ مذکورہ میں ہے:

و علی المعنۃ ان تعد فی المنزل الذی بضاف البہا با لسکنی حال وقوع الفرقۃ والموت و ان کان نصیبها من دار المیت لا یکفیها فآخر جہا الورثة من نصیبهم انتقلت لان هذا انفصال بعذر ثورث فبه الاعذار و صار کما اذا خافت علی مناعها او خافت

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۶۵۵ مکتبہ وشہدہ کوئٹہ

۲۔ الہدایہ، جلد ثانی ج ۳، ثالث صفحہ ۳۶ تا ۳۸ مختصر اذکار القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

سقوط المنزل!

☆ (ترجمہ: عورت پر لازم ہے کہ وہ اس گھر میں عدت گزارے کہ خاوند سے فرقت اور اس کی موت کی حالت میں جس گھر کی طرف اس کی سکونت کی نیت تھی۔ اگر مرنے والے خاوند کی وراثت سے اس کے حصہ میں آنے والا مکان اس کی سکونت کے لیے کافی نہ ہو اور ورثہ نے اس کو اپنے حصہ سے نکال دیا تو وہاں سے نکل آئے کیوں کہ یہ مختل ہونا غدر کے باعث ہے اور غدر اس سلسلہ میں موثر ہیں۔ تو اس کا حکم اس عورت کی مانند ہو گیا جسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا مکان کے گر جانے کا خوف ہو)

قال العینی رحمۃ اللہ: (قوله علی متاعها) ای ذالک المنزل من سرقة او نهب۔^۱ فقط (ترجمہ: قولہ: اسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یعنی اس مکان میں اسے چوری یا کسی کے چھیننے کے باعث اسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو)

صورت مذکورہ میں ولی اقرب نکاح صغیرہ مذکورہ کا اس کا باپ ہے اس کو بعد انتضائے عدت وفات جہاں مناسب سمجھے اس کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے۔ صفحہ ۳۳۲ در مختار مذکورہ میں ہے

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ^۲

(ترجمہ: نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہے)

حروہ: العبد الرأی وعتد ربا القوی
ابو محمد محمد بن علی



-
- ۱۔ الہدایہ: جلد ثانی جزو ثالث 'صفحہ ۳۵۰ تا ۳۵۱' مختصر 'ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی'
 - ۲۔ (۱) حاشیہ الہدایہ: جلد ثانی جزو ثالث 'صفحہ ۳۵۱' مختصر، 'ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی'
 - ۳۔ (۲) البلیہ شرح الہدایہ للعینی جلد ۲ 'صفحہ ۳۴۷' ملک سنز فیصل آباد
 - ۴۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ 'صفحہ ۳۴۷' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

مضاربہ

.....

﴿فتویٰ نمبر.....113﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو کچھ روپیہ چندہ شرائط کے ساتھ دیا جن کی نقل ہم رشتہ سوال پڑا ہے۔ عمر نے اس روپیہ سے تجارت کی۔ روپیہ صرف زید کا اور کاروبار تجارت عمر کے معلق تھا۔ زید نے کچھ عرصہ بعد اپنے روپیہ کی تلاش کر دی۔ اب یہ مقدمہ پنجاب میں منتقل ہو کر آ گیا ہے اور فریقین شرعی فیصلہ پر راضی ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس شرائط نامہ کے بموجب یہ قرض تھا یا شرکت؟ اور شرکت حتیٰ تو کون سی قسم کی؟ اور تجارت کے نفع نقصان میں دونوں بہ حصہ مساوی شریک ہوں گے یا اس کا بار صرف زید پر یا صرف عمر پر پڑے گا؟ اور مال موجود ہوا جو روپیہ قرض میں ہے وہ کس کا خیال کیا جائے گا؟ بدیں صورت اپنے کل روپیہ پانے کا عمر سے مستحق ہے یا بعض کا؟

تقل شرائط نامہ منجملی فریقین مورخہ ۲ جنوری ۱۳۰۷ء

جناب من بعد اراے آداب کے استاس آپ کی خدمت مبارکت میں یہ ہے مجھ کو جناب کے ارشاد کی تعمیل بروقت منکور ہے مگر شرط ذیل

اول یہ کہ بعد ایک سال کے منافع لینا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ کل اخراجات دوکان کے نفع نقصان میں شریک ہونا ہوگا۔

تیسرے یہ کہ اگر جناب کو غلطہ لگی منکور ہو تو چندہ چھ مہینہ کے اطلاع دیجئے گا۔ وہ روپیہ بعد منہائی نفع و نقصان کے جو باقی رہے گا دیا جائے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مال دے دیا جائے وہ نہیں دیا جائے گا۔ روپیہ بتدریج دیا جائے گا۔

چوتھے یہ کہ میری تجارت میں آپ دست انداز نہ ہوں گے۔ مجھ کو اپنی رائے پر کام کرنا ہوگا غلطہ دخل عامر

بینو الوجوہ
سائل: نسیم سید عرفان علی

الجواب

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں حسب شرط ہم رشتہ بہ سوال مقم مضاربہ صحیح ہے۔ اس واسطے کہ بموجب عرف شرط دوم کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ نفع میں شرکت حصہ برابر کے بالمعنی رہے گی۔ اور شرط شرکت نقصان وغیرہ اگرچہ خود باطل ہیں مگر مضاربہ میں ہرگز مارج نہیں۔

کما فی الجزا الخامس فی البحر فی صفحة ۲۶۳

الخامس ان يكون نصب كل منهما معلوما فكل شرط بودى الى جهالة الربح فهي فاسدة و مالا فلا مثل ان بشرط ان يكون الوضعة على المضارب او عليهما فهي صحيحة و هو باطل ۱۔

☆ (ترجمہ: مضاربہ کے صحیح ہونے کی پانچویں شرط یہ ہے کہ مال کے مالک اور کام کرنے والے میں سے ہر ایک کا حصہ نفع سے معلوم ہو۔ ☆ لہذا ہر وہ شرط جس سے نفع کا حصہ مجہول ہو جائے اس سے مضاربہ فاسد ہو جائے گی اور جس شرط سے نفع کا حصہ مجہول نہ ہو مضاربہ صحیح رہے گی۔ ☆ مثلاً یہ شرط لگائی کہ نقصان مضارب پر ہوگا یا دونوں کے ذمہ ہوگا تو مضاربہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے)

و فی العالم گبریہ

كل شرط يوجب جهالة الربح او قطع الشركة في الربح يوجب فساد المضاربة و مالا يوجب شيئا من ذلك لا يوجب فسادها نحو ان بشرط ان يكون الوضعة عليهما كذا في الذخيرة ۲۔

(ترجمہ: ہر وہ شرط جس سے نفع کا مجہول ہونا یا نفع میں دونوں کی شرکت کا خاتمہ لازم آئے وہ مضاربہ کے فساد کا

۱۔ البحر الرائق شرح كز المفتاين: جلد ۷ صفحہ ۲۶۳ دار المعرفہ بیروت

۲۔ الفتاوی العالم گبریہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ مصر

پا عٹ ہوتی ہے اور جس شرط سے یہ لازم نہ آئے وہ مضاربہ کے قساد کا باعث نہیں ہوتی مثلاً یوں شرط لگائی کہ نقصان دونوں پر تقسیم ہوگا)

اور جب شرط بلا اثر ہو مذکورہ مضاربہ صحیح ہے اور یہ وہی عرفہ نام شرط دوم سے آدھے آدھے نفع میں زید و عمر کا شریک ہونا ظاہر ہے اور نیز فتاویٰ مالئیر یہ میں ہے۔

و لو قال رب المال للمضارب علی ان ما زرق اللہ من الربح بیتنا جواز او یکون الربح بینہما سواء ۱۔

(ترجمہ: مضارب میں مال کے مالک نے مضارب (کام کرنے والے) کو کہا کہ ہماری مضاربہ اس شرط پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نفع عطا فرمایا وہ ہمارے درمیان ہوگا یا کہا کہ نفع دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ تو مقدمہ مضاربہ جائز اور درست ہے)

زید اپنے مال کا نفع کے نصف کا مستحق ہے۔ علی خدا عمر کل نفع سے نصف کا حقدار۔ اور اگر نفع کچھ بھی نہیں ہوا تو عمر کو کچھ نہیں ملے گا کما فی العالم گبیرہ

و لو کانت (الی المضاربة) صحیحۃ فلم یربح المضارب لا شیء لہ ۲۔

ہذا (ترجمہ: اگر مضاربہ درست ہو اور مضارب کو کوئی نفع حاصل نہ ہو تو اسے کچھ نہیں ملے گا)

اور اگر زمانہ مضاربہ میں اول نفع ہو اور آخر زمانہ اس المال کچھ کم ہو جائے تو اول نفع سے اس المال پر راکر دیا جائے گا۔ بعدہ جو کچھ زائد اس المال سے بچے گا وہ تقسیم ہو جائے گا۔

اور اگر بعدہ پر راکر دینے کے نفع سے کچھ نہ بچے تو مضارب کو کچھ نہیں ملے گا اور با وصف نفع سے اس المال پر راکر کرنے کے بھی نقصان اس المال پر راندہ ہو تو مضارب سے کچھ نہ لیا جائے گا۔

کما فی الکنز

۱۔	فتاویٰ العالم گبیرہ	جلد ۳ صفحہ ۲۸۸	مطبوعہ مصر
۲۔	فتاویٰ العالم گبیرہ	جلد ۳ صفحہ ۲۸۸	مطبوعہ مصر

و ما حلك من المضاربة فمن الريح فان زاد الهالك على الريح لم يضمن

المضاربؑ

☆ (ترجمہ: مضاربہ کے مفقود کے بعد جو کچھ مال ضائع ہو گا وہ نقص سے پورا کیا جائے گا۔ اور اگر نقصان نقص سے زیادہ ہو گا اس کا ضامن مضارب نہیں بلکہ واصل زر سے پورا کیا جائے گا)

حورہ: العبد الراعی رحمہ ربہ بالقوی

محمد دینار علی الارضوی مشقی

جامع مسجد اکبر آباد



و کا میں

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

﴿فتویٰ نمبر..... 114﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میں ملازم حاجی اکرم الہی محمد انوار الہی صاحب سودا گراہن بھت کے ہاں تقریباً چار سال سے ہوں۔ اور تمام کاروبار کی خرید و فروخت میرے ہاتھ سے ہے۔ اب مالکان نے حکم کیا کہ تم اطراف سے روپیہ وصول کر لاؤ۔ چنانچہ حکم ان کے واسطے روپیہ وصول یابی کے گیا۔ اور ملتے وقت ایک زنجیر دی گئی تھی کہ اس کو لٹکاؤ اور جو روپیہ وصول ہو روانہ کرنا۔ چنانچہ جو روپیہ وصول ہوا گیا یعنی بریلی سے بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا اور مراد آباد سے ایک شخص آنے والا تھا ان کو دے دیا۔ اب گنیز اور نجیب آباد سے قریباً 260 روپیہ کے وصول ہوئے۔ وہاں پر سے سہارن پور پہنچا قریباً 8 بجے شب کے اتفاق سے مالکان کا لڑکا ارشاد الہی صاحب وہاں پر مل گئے۔ اب خیال ہوا کہ یہ بھی روپیہ وصول کرنے کو آئے ہیں۔ اگر یہ ہمراہ چلتے تو روپیہ کم وصول ہوگا۔ اس وجہ سے اس گاڑی سے چلنا خیال کیا۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ جائے گا تو خود کہنے لگے کہ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میں نے بہت اٹکا دیا کہ آپ نہ جائیں۔ اگر آپ جائیں گے تو ہم بھی صبح نہیں گے۔ چونکہ یکہ وغیرہ آگیا تھا اور چلنے کا ارادہ بھی کر چکے تھے اس وجہ سے انہوں نے کہا اب چلو۔ کل مظفر نگر اور میرٹھ ہو کر دہلی پہنچیں گے۔ میں ہمراہ ہو گیا۔ اور کٹ مظفر نگر کا لیا۔ اور ہم دونوں مظفر نگر نہ اتر سکے۔ فتودگی آگئی۔ اور آگے اسٹیشن پر اٹھ کر معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ مظفر نگر اسٹیشن پہنچے رہ گیا۔ آپس میں اب رائے (یہ شمہری) کہ منجھ مرٹھ ہو کر پھر مظفر نگر آ جائیں گے۔ گاڑی میں چل دیئے۔ ہم نے سو جب حکم کے زنجیر سے صندوق کو باندھ رکھا تھا۔ اور با حفاظت اوپر سر کے رکھا تھا سیٹ پر۔ اور اچھی طرح بیٹھ گئے کہ ایسا نہ ہو کہ میرٹھ بھی نکل جائے ہم دونوں سوتے رہ جائیں۔ آخر شہر میں جب پان کھلایا اور تہا کوپان میں زائدہ کھلایا کہ فتودگی نہ آئے۔ مرنڈا کی قدرت کہ چھاؤنی میرٹھ پر ہم نے اٹھ کر صندوق کو دیکھا۔ اور ستر لیٹ لیا کہ آگے اتریں گے۔ کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور بمائی ارشاد الہی جو کہ ہمراہ تھے وہ بھی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ ہم دونوں گفتگو

ہی کر رہے تھے کہ آگے اتریں گے۔ گاڑی چھاؤنی میرٹھ کے چل جانے پر ہم جاگتے رہے۔ اب جب کہ شہر میرٹھ پر گاڑی ٹھہرنے پر میرٹھ شہر کے جب کہ مسافر اترتے تھے ہم غنودگی سے گھبرا کر اٹھے۔ اور بھائی اور شاد الہی صاحب کو اٹھایا۔ اور کیا کہ شہر میرٹھ آگیا۔ اتر و۔ اب اترتے وقت سامان اٹھایا چاہا اور ادھر نظر کی تو اسٹیل بکس نہ پایا جن میں مبلغ 260 روپیہ مالک کے اور کپڑے میرے موجود تھے۔ فوراً کٹ کٹکڑ کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میرا اسٹیل بکس ابھی کوئی لے گیا ہے۔ آپ کٹ نہ لیں جب تک میں نہ دیکھ لوں۔ انہوں نے کہا ایک شخص پیٹ فام کٹ دے کر گیا ہے اور خالی ہاتھ آیا تھا اور ایک اسٹیل بکس ہاتھ پر رکھ کر لے گیا ہے۔ اور ابھی گیا ہے دوڑ کر۔ بہت تلاش کیا۔ اور ایک داروئے صاحب کے ہمراہ بھی ٹرکسی طرح منہ نہ لگا۔ آخرش رپورٹ پولیس میں کی۔ وہ ہمراہ ہے۔ اس کو ملاحظہ کر کے جو قاعدہ شرع ہو میرے؟ مدد و پیرا دیگی ہو مطلع کریں یا اگر نا جائز ہو مطلع کریں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورتہ مسئلہ سے ظاہر ہے کہ مسمی الخاف خان مستحق امین روپیہ وصول شدہ کرم الہی نے بموجب حکم کرم الہی کے اسٹیل بکس کو جس میں روپیہ امانتی وصول شدہ کرم الہی کا اور مستحق کے کپڑے بھی تھے بوقت روانگی ریل زنجیر سے سیٹ کی زنجیر کے ساتھ باندھ دیا تھا اور حکم مالک کے موافق حفاظت میں کسی طرح کی نہیں کی اور بائیں ہمدونہ تک ہو گیا اور قوت قیام ریل کوئی اس کو لے گیا۔ لہذا اب روپیہ کا ۲۵۰ ان مالک مال کو الخاف خان سے شرمائے درست نہیں۔

کما فی الہدایہ

الودیعة امانة فی بد المودع اذا هلكت لم یضمنها!

(ترجمہ: جس شخص کو ودیعت پر دی جائے اس کے قبضہ میں ودیعت لمانت ہوتی ہے۔ جب وہ ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا)

البتہ اگر الخفاف خان اپنے مال کی طرح باحسب تکلیف مالک یعنی کرم الہی حفاظت مال نہ کرتا ضرور ضامن ہوگا۔

کما هو ظاهر من الكتب الفقہیة

(جیسا کہ فقہ کی کتابوں سے ظاہر ہے)

حورہ: ابو محمد محمد دین ادر علی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء



﴿فتویٰ نمبر 115﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیل اپنے ملازم بکر کو بغرض روپیہ وصول یا بی مختلف شہروں میں بھیجتا ہے۔ اور چلتے وقت روپیہ تلف ہو جانے کے خوف سے یہ کہہ دیتا ہے کہ ہر شہر میں سے جس قدر روپیہ وصول ہووے اس سے بھیج دینا۔ اپنے پاس روپیہ رکھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ خرچ کا کچھ خیال نہ کرے اور شب کے وقت سفر نہ کرے۔ ہر شہر میں ایسے وقت ہی روانہ ہونا جو تم دن میں دس گھنٹے میں پہنچو اور ایک زنجیر بھی بکر کو دیے جاتا ہے کہ اگر کوئی وقت شب کو کہیں سے چلتا ہو یا دن کے وقت تمہارا چلنے کا ارادہ ہو تو اس زنجیر کوڑک اور ریل کی تپائی میں ڈال کر قفل لگا دینا تاکہ ٹرک تلف ہونے سے محفوظ رہے۔ لیکن بکر نے کسی بات کی پرواہ نہ کی اور ٹرک راستہ میں کھو گیا۔ چونکہ اس میں کچھ روپیہ بھی تھا وہ بھی تلف ہو گیا۔ لہذا اس صورت میں ان روپوں کا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بکر زیل کا چوکنہ ملازم ہے اور بغرض وصول یا بی مختلف شہروں میں زیل کا بھیجا ہوا ہے۔ لہذا زیل کا رسول یعنی قاصد بغرض قبض مال زیل ہوا اور رسول بغرض وصول قبض شرعاً مبین ہے۔

كما هو ظاهر من رواية الهداية

والو كيبيل بقبض الدين لا يكون و كيبلا بالخصومة لانه امين محض والقبض ليس

بمبادلة فاشبه الرسول !

☆ (ترجمہ: قرض پر قبضہ کے لیے وکیل 'خصومت' کا وکیل نہیں ہوتا کیوں کہ وہ صرف ائمن ہوتا ہے۔ اور قبضہ میں مال کا مال کے ساتھ مبادلہ نہیں ہوتا تو اس کی مشابہت اچلی سے ہوتی) اور جب بکر شرمنا امانت دار زید کا ہے 'امانت کا حکم شرمنا یہ ہے کہ اگر وہ تلف ہو جائے 'ائمن اس کا ضامن نہیں ہوتا۔

کما فی الہدایہ :

الودیعة امانة فی بد المودع اذا هلكت لم یضمنها را

(ترجمہ: جس کو ودیعت کے طور پر کوئی چیز دی جائے تو وہ چیز اس کے قبضہ میں امانت ہوتی ہے 'اگر ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوتا)

مگر اگر امانت دار ہو جب حکم صاحب مال حفاظت نہ کرے یا اپنے مال کی طرح اس کی حفاظت نہ کرے اور اس وجہ سے تلف ہو جائے 'جیسا کہ صورت مسئلہ سے ظاہر ہے ضرور ضامن ہوگا۔ لہذا صورت مسئلہ میں بکر ضرور مال تلف شدہ زید کا ضامن ہوگا۔ اس واسطے کہ ہدایہ میں ہے

واذا نهاه المودع ان یخرج بالودیعة فخرج بها ضمن لان التقبید مفید اذا لحفظ

فی المعصر ابلغ فکان صحیحاً را

(ترجمہ: ودیعت دینے والے نے وصول کرنے والے کو اس ودیعت کے ساتھ سزا کرنے سے منع کیا۔ اس نے اس کے ساتھ سزا کیا تو ضائع ہونے کی صورت میں وہ ضامن ہوگا۔ کیوں کہ ایسی قید لگانے کا قائدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شر میں حفاظت بہتر ہو سکتی ہے تو یہ قید لگانا درست ہے)

حروہ : العبد العاصی

محمد دین اعلیٰ مفتی مسجد جامع اکبر آباد ۲۵ ستمبر ۱۹۱۶ء



۱۔ الہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۲	مطبوعہ شرکت علمہ ملتان
۲۔ الہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۳	مطبوعہ مکتبہ شرکت علمہ ملتان



.....

﴿فتویٰ نمبر..... 116﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائیداد کو مکہ جو بذریعہ مہر اور بطریق میراث کے اپنی والدہ کی طرف سے حاصل کی تھی ان کو اپنی دو لڑکیوں پر جو نابالغ تھیں حصہ کر دیا اور حصہ نامہ بھی لکھ دیا۔ مگر باوجود موجودگی و ملی اقرب کے جو ان کا باپ ہے اور اب تک موجود ہے جس کی مہر و تربیت میں وہ دونوں لڑکیاں پر ورثہ پاری ہیں۔ اور ان کا کفیل مان و نفقہ بجز باپ کے اور کوئی نہ تھا۔ خود ہی ہندہ قابض و متصرف جائیداد مذکورہ پر رہی۔ اور اب تک اس جائیداد پر قابض و متصرف ہے۔ اندریں صورت یہ جائیداد ملک ہندہ ہی رہے گی یا ان لڑکیوں کی ملک قرار دی جائے گی؟ اور بعد مرنے ان لڑکیوں کے یہ جائیداد وارثوں پر تقسیم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سائل: محمد زکریا خان قصہ فرید مگر ضلع میرٹھ

۱۷ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

وہو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة على رسوله و نبيه و آله و صحبه اجمعين اللهم رب

زدني علما۔

رکن بہا بہا بقبول ہے۔ یعنی حصہ کرنے والا ماقبل بالٹہ کہے کہ میں نے یہ مکان یا یہ چیز تم کو بخشا یا حصہ کی۔ پھر موصوبہ یعنی جس کو بخشا جائے کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اور شرط صحیح ہونے حصہ کے یہ ہے کہ جس چیز کو وہ حصہ بہہ کرے وہ غلط اس کی ملک ہو۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور جب وہ حصہ کرے تو اس میں اپنی شرکت نہ رکھے۔ اور اس چیز سے اپنا قبضہ اٹھا لے۔ بلکہ اگر مکان ہے تو اس میں سے اپنا کل مسلمان نکال

لے۔ کما فی الدر المختار

و شرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع معيضا غير مشغول
كما سيتضح و ركنها هو الايجاب و القبول!
(ترجمہ: ہر کے درست ہونے کی شرطوں میں ایک یہ ہے کہ ہر کی جانے والی چیز موهوبہ کے قبضہ میں
آ جائے۔ (اگر وہ تقسیم کو قبول کرتی ہو) غیر منقسم نہ ہو۔ نیز وہ چیز غیر موهوب چیز سے تمیز اور الگ ہو۔ کسی اور
چیز کے ساتھ مشغول نہ ہو جیسا کہ غفریب واضح ہو جائے گا اور اس کا رکن ایجاب و قبول ہے)
و هكذا في العالم مغيره حيث قال :

و منها أى من شرائط الهبة ان يكون الموهوب مقبوضا حتى لا يثبت الملك
للموهوب له قبل القبض و ان يكون الموهوب مقسوما اذا كان مما يحتمل القسمة و ان
يكون الموهوب متميضا عن غير الموهوب و لا يكون متصلا ولا مشغولا بغير الموهوب!
(ترجمہ: ہر کے شرائط میں سے یہ ہے کہ (۱) ہر کے جانے والی شے پر موهوبہ کا قبضہ ہوتی کہ اس پر قبضہ
کرنے سے پہلے اس کی ملکیت ثابت نہ ہوگی (۲) ہر کی جانے والی چیز اگر تقسیم کو قبول کرتی ہو تو وہ تقسیم شدہ
ہو۔ (۳) موهوب چیز غیر موهوب اشیاء سے علیحدہ ہو ان کے ساتھ نہ یہ متصل ہو اور نہ ہی مشغول ہو)

علیٰ هذا جیسے شے موهوبہ میں موهوبہ کا ذکر شرط صحت مہہ ہیں موهوبہ کے شے موهوبہ کا مالک
ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ موهوبہ جس جلسہ میں واجب مہہ کرے یا مہہ بنا مالک کر دے اس جلسہ میں یہ
اذن و اجازت واجب اس کو نکالی کر کے اس پر قبضہ نام کر لے۔ اور اگر اس جلسہ میں قبضہ نہ کر سکے تو دوسرے
وقت اس سے اجازت لے کر اس پر کابل قبضہ حاصل کر لے۔ اور اگر وہ اجازت قبضہ نہ دے اور اپنا ہی قبضہ
رکھے تو اس کا مالک واجب ہی رہے گا اور وہ مہہ بنا موهوبہ کا مالک ہو کر رہے گا۔

۱۔ الدر المختار مع شرحہ و د المختار جلد ۸ صفحہ ۳۴۳ ۳۴۴ مطبوعہ بیروت لبنان

۲۔ الفتاویٰ العالم گجوبہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۳ مطبوعہ مصر

چنانچہ درختار میں ہے۔

و نسّم الهیة بالفیض الکامل و لو الموهوب شاغلا لملک الواهب لا مشغولا به

الاصل ان الموهوب ان مشغولا بملک الواهب منع تمامہا۔

(ترجمہ: بہرہ موجب لہ کے کامل قبضہ سے مکمل ہے۔ اگر بہرہ کی جانے والی چیز، بہرہ کرنے والے کی کسی چیز کو شامل ہو، جیسے پوری میں گندم ہے تو پوری کو بہرہ کرے۔ گندم کو اس کے ساتھ بہرہ نہ کرے) لیکن واہب کی کسی چیز سے مشغول نہ ہو (جیسے گندم کو بہرہ کرے لیکن پوری کو بہرہ نہ کرے اس صورت میں بہرہ درست نہ ہوگا) بہرہ کے درست ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر موهوب سے واہب کی کسی چیز میں مشغول نہ ہو (جیسے گندم پوری کے اندر ہو اور صرف گندم بہرہ کرے) تو یہ صورت بہرہ کے تحکیم میں مانع ہے)

قال الشامی :

قوله منع تمامہا اذا الفیض شرط فصولین۔

(ترجمہ: قولہ: یہ صورت بہرہ کی تحکیم کو مانع ہوگی، کیونکہ موهوب لہ کا قبضہ کننا شرط ہے۔ یہ مسئلہ جامع فصولین میں درج ہے)

اور اگر موهوب لہ ٹاپاٹھ ہے مجھ ہے جیسا کہ صورت منولہ میں دونوں دختر ہیں تو ایسی صورت میں موهوب لہ کے باپ کا قبضہ ضروری ہے۔ خواہ موهوب لہ کی ماں موهوب لہ کو حہ کرے یا بھائی یا کوئی انجینی بشرطیکہ موهوب لہ بہرہ تہذیب باپ میں ہو۔ اور باپ ہی موهوب لہ کے مان و نفقہ اور ضروریات کا کفیل ہو جیسا کہ صورت منولہ سے ظاہر ہے کہ دونوں لڑکیوں کے مان و نفقہ اور ضروریات کا کفیل عند اللہ باپ ہی تھا۔ اور باپ ہی ماموت ایک دختر اور نا بلون و حقہ دختر ٹانی رہا۔ ہاں البتہ اگر ماں واہبہ موهوب لہ کے مان و نفقہ اور ضروریات کی تکفل باوہ صاف موجودگی باپ کے ہوتی اور باپ ان کا خیر گیر نہ ہوتا تو اندریں صورت ماں کا

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۸ صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ بیروت

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۸ صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ بیروت

قبضہ سابقہ ہی بعد حشر قبضہ موجود ہی کے بقول مفتی یہ سمجھا جا تا۔ کما فی العالمگیریہ

و لو كان الصغير في عيال الجد أو الأخ أو الأم أو العم فوجب له حبة قبض الہیة
من كان الصغير في عیالہ والاب حاضر اختلف المشایخ فیہ والصحیح الجواز حکذا فی
فتاوی قاضی خان و بہ فنی حکذا فی الفتاوی الصغری ففط۔

☆ (ترجمہ: اگر چھوٹا بچہ دادا یا بھائی یا ماں یا چچا کی کنالت میں ہو اسے کوئی چیز بیہ کی گئی اس پر اس شخص
نے قبضہ کیا جس کی کنالت میں وہ باپ کا بچہ ہے اور باپ موجود ہے علماء کا اس بیہ کے گچ ہونے اور غیر گچ
ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن گچ یہ ہے کہ ایسا بیہ جائز ہوتا ہے۔ فتاوی قاضی خان میں اسی طرح ہے۔
اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ مغربی میں ہے)

و ايضا فيه :

و حبة الاب لطفله تنم بالعقد ولا فرق في ذلك بينما اذا كان في بدو او في
مودعه و كذا لو وهبته امه و هو في بدو والاب ميت و لبس له وصی و كذا كل من
بعوله كذا في التبيين و حکذا فی الکافی۔

☆ (ترجمہ: باپ کی جانب سے اپنے نابالغ بچے کو کیا گیا بیہ عقد سے کال ہو جاتا ہے۔ بیہ کی گئی چیز اس کے
قبضہ میں ہو یا اس بچے کے قبضہ میں جسے وہ دی گئی دونوں صورتوں میں بیہ کی صحت میں کوئی فرق نہیں آتا۔
(کچھ الفاظ کے بعد) اور اسی طرح اگر اس نابالغ کی ماں نے اسے کوئی چیز بیہ کی وہ چیز ابھی ماں کے قبضہ میں
ہے اس نابالغ کا باپ مر چکا ہے اور اس کا وصی بھی کوئی نہیں تو بیہ کال اور درست ہے اور یہی حکم ہے اس صورت
میں جب کہ نابالغ کا کفیل اسے بیہ کرے۔ تبیین میں ایسے ہے اور کالی میں بھی ایسے ہی ہے)

☆ اور جب باوصف موجود گئی وہی اقرب یعنی باپ لڑکیوں کو موجب ہما کے اور بہنان دونوں لڑکیوں

۱۔	فتاویٰ العالمگیریہ	جلد ۳	صفحہ ۳۹۳	مطبوعہ مصر
۲۔	فتاویٰ العالمگیریہ	جلد ۳	صفحہ ۳۹۱	مطبوعہ مصر

کے عندِ ظہر مہر پرورش باپ میں اور نہ ہونے ماں کے کنیل نان و نفقہ پر دو دختر ان ماں نے جائیدادِ مملوکہ اپنی دونوں لڑکیوں کو عہد کر کے اور عہد نامہ لکھ کر ان کے ولی اقرب اور کنیل نان و نفقہ یعنی باپ کے قبضہ میں بالکل اپنا قبضہ اٹھا کر صورتِ مسئلہ میں نہیں دی تو وہ جائیداد لڑکیوں کے ملک میں نہیں آئی۔ بلکہ بدستور ان کی ماں مسماۃ حنفہ بی کی مملوکہ رہی۔ اس واسطے کہ بعدِ ظہر مہر پرورش روایات مذکورہ کے قبضہ سابقہ یا نیا اس جائیداد موصوبہ پر ان کی ماں مسماۃ حنفہ کا بقول مفتی بہ قائم مقام قضا ان لڑکیوں موصوبہ ہما کے جب وہاں جب باپ ان کا کنیل نہ ہوتا۔ اور ان کی پرورش کی تکفل ان کی ماں مسماۃ حنفہ و عہد ہی ہوتی۔ اور جب باپ ولی اقرب تکفل نان و نفقہ و جملہ ضروریات دختر ان مذکورہ موجود تھا تو اب ضرورت تھا کہ ماں مسماۃ حنفہ بعد عہد اس جائیداد سے اپنا قبضہ اٹھا کر ان لڑکیوں کے باپ کے قبضہ تام دے دیتی تاکہ ملک ہندہ سے وہ جائیداد کل کر ملک دونوں لڑکیوں کی ہو جاتی۔ اور جیسا مسماۃ ہندہ نے بعد عہد اب تک اس جائیداد سے باوصف موجودگی ولی اقرب کنیل نان و نفقہ و جملہ ضروریات دختر ان مذکورہ اس پر سے اپنا قبضہ نہیں اٹھایا وہ جائیداد ان لڑکیوں کی ملک نہیں ہوئی۔ اور جب ان لڑکیوں کی ہی ملک نہیں ہوئی تو بعد موت ان لڑکیوں کے ورثہ پر کسی طرح تقسیم نہیں ہو سکتی۔

كما هو ظاهر من الروايات المذكورة اور دوسری صورت ثناوی مانگیر یہ ہے تو یہ بھی امر ظاہر ہے کہ اگر باپ کنیل نان و نفقہ بھی نہ ہو جب یعنی بغیر قبضہ باپ کے خواہ ماں عہد کرے یا کوئی اور موصوبہ کسی کی بدتر بیت میں ہو سوائے باپ کے اس کا قبضہ موجودگی باپ میں قائم مقام قبضہ موصوبہ نہ صغیر نہیں ہو سکتا۔ اور بلا قبضہ باپ کے عہد نامہ تمام رہتا ہے۔ چنانچہ ثناوی مانگیر یہ میں ہے:

وما غیر الاب والجد نحو الاخ والعم والام و سایر القرابات فی الاستحسان
بملکون قبض الہیة اذا کان الصغیر فی عیالہم و كذلك وصی هؤلاء بملکہ استحسانا
اذا کان فی عیالہ و کذا الاجنبی الذی یعول الیتیم و لیس للیتیم احد سواہ جاز قبض الہیة
استحسانا و یستوی فی ہذہ المسائل اذا کان الصبی یعقل القبض او لا یعقل و ہذا کله اذا
کان الاب میتا او حیا غایبا غیبة منقطعة فاما اذا کان حیا حاضرأ و الصبی فی عیال هؤلاء

هل يصح لم يذكر الفصل في الكتب نصا إلا أنه ذكر في الاجنبى اذا كان يعول اليتيم و ليس لهذا اليتيم احد سواه جاز قبض الهبة عليه و هذا الشرط يقتضى ان لا يصح قبض هؤلاء اذا كان حاضرا و ذكر في الجدة ايضا انه لا يملك القبض على الصغير اذا كان الاب حيا و لم يفصل بينما اذا كان الصغير فى عياله او لم يكن فظاهر ما اطلقه يقتضى ان لا يصح كذا فى الصغير قرا

(ترجمہ: باپ اور دادا کے علاوہ باقی رشتہ داروں بھائی یا چچا یا ماں کی کنالت میں اگر ناپاٹ ہو تو استحسان کی رو سے ان کے قبضہ کی صورت میں میرہ درست ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح ان کے وحی کو بھی ناپاٹ کی طرف سے یہہ کی چیز پر قبضہ کا اختیار ہے جب کہ وہ اس وحی کی کنالت میں ہو۔ ہاں اور اسی طرح وہ اجنبی جس کی کنالت میں وہ ناپاٹ رہتا ہو اور اس کے بغیر اس یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہ ہو تو اس کا قبضہ بھی درست ہے۔ ان صورتوں میں بچہ کو قبضہ کی سمجھ ہو یا نہ ہو حکم ایک ہی ہے۔ یہ سب کچھ اس صورت میں درست ہوگا جب کہ ناپاٹ کا باپ مر چکا ہو یا وہ در دراز علاقہ میں رہتا ہو۔ اور اگر باپ زندہ موجود ہو اور ناپاٹ بچہ ان لوگوں کی کنالت میں ہو تو فقہ کی کتابوں میں اس صورت کا حکم مذکور نہیں ہے۔ ہاں اس قدر موجود ہے کہ اجنبی شخص اگر یتیم کی کنالت کرتا ہو اور اس کے سوا یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہ ہو تو اس اجنبی کا یہہ کی ہوئی چیز پر قبضہ درست ہوتا ہے۔ اس شرط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر باپ موجود ہو تو ان کا قبضہ درست نہیں۔ دادا کی صورت میں بھی مذکور ہے کہ ناپاٹ کی طرف سے اس کا قبضہ باپ کے زندہ ہونے کی صورت میں درست نہیں باپ کے کنیل ہونے یا کنیل نہ ہونے کی صورت میں اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اس اطلاق کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ اس کنیل کے قبضہ سے یہہ کال نہ ہو سکے گا جب تک باپ قبضہ نہ کر لے)

حروہ: العبد الراعی رحمہ ربہ التوی

ابو محمد دین علی الرضوی الحنفی



﴿فتویٰ نمبر..... 117﴾

سوال

خلاصہ سوال: طویل الاطال زلیہ کی بجو ایک بچی کے تمام بیٹیاں آوارہ اور بدعین ہیں۔ فقہ زلیہ اپنی نیک بطن بچی کے نام تمام جائیداد کا وصیت نامہ لکھ کر سب ورثہ کو معاہدہ پٹی پٹی کے محروم الارث کرنا چاہتا ہے۔ عندالشرع یہ امر جائز ہے یا ناجائز؟ بہنو! وتوجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورت مسئلہ میں زلیہ اپنی حیات میں جس بچی سے خوش ہے علیٰ ذہن علاوہ بچی کے جس سے بھی خوش ہو اس کو کل جائیداد یا جس قدر بھی چاہے میر کر کے اگر اپنا بقعہ اٹھا کر اس کو بقعہ نام دیے اور نیز اپنی حیات میں تمام جائیداد کو وقف کر کے اگر کسی متولی کے سپرد کر دے وقف بھی کر سکتا ہے۔ ہاں اگرچہ ورثہ کو محروم کر کے ایک وارث کو ہیر کر دینا کو حرام نہیں مگر وہ اور ظلم ضرور ہے۔ چنانچہ طیبی سے ماشیہ صفحہ 261 مشکوٰۃ میں ہے:-

ولو وهب بعضهم (الى بعض الاولاد) دون بعض فمذهب الشافعي و مالک و ابی حنیفہ رحمہم اللہ انہ مکروہ و لیس بحرام و الہیہ صحیحہ (ترجمہ: اگر کسی نے اپنی اولاد میں کچھ کو نظر انداز کر کے کچھ کو ہیر کیا تو امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور ہیر درست ہے)

دا (الف) حاشیہ مشکوٰۃ المعاصیح صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ المطبعۃ المصنعیۃ دہلی

(ب) شرح الطیبی جلد ۷ صفحہ ۲۴۲۸ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ

☆ البتہ اگر بیمار مرض الموت میں کرے گا جو بالآخر وصیت ہے یا وصیت نامہ بعض اولاد کے نام لکھ کر دے گا تو وہ ناجائز رہے گا۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے:

الا لا وصیۃ لوارث را

(ترجمہ: خیر دار وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے)

اور بموجب اسی حدیث صحیح تمام کتب فقہ میں ہے۔

حروہ: العبد الراعی ذمتہ رہا تقویٰ

ابو محمد محمد دین اربلی (رضوی) لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ جامع الترمذی حدیث رقم ۲۱۲۱'۲۱۲۰

۲۔ سنن نسائی باب ۵ حدیث رقم ۲۷۴۷'۲۷۴۸

۳۔ مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۸۶'۱۸۷'۲۳۸

وغیر ہا کتب الاحادیث تفصیل کے لیے

موسوعہ اطراف المحدث النبوی جلد ۸ صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی طرف رجوع کریں۔

﴿فتویٰ نمبر.....118﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی پہلی زوجہ سے اولاد ہوئی۔ وہ زوجہ اس کی اولاد چھوڑ کر فوت ہوگئی۔ پھر اس نے دوسرا نکاح کیا اس سے بھی اولاد ہوئی۔ وہ شخص بیمار ہوا۔ مہلک بیماری میں ایک بیٹا مد جانم اور غیرہ کا بچہ پہلی اولاد اور زوجہ موجودہ کے نام لکھ کر رجزی کرادی۔ اس وقت پہلی اولاد موجود تھی۔ پھر وہ شخص اسی بیماری میں دس بارہ یوم بعد فوت ہو گیا اب بموجب شرع شریف پہلی اولاد بھی حصہ پانے کی مستحق ہے؟ بیٹو اتو جروا

سائل: محی الدین ساکن جی پور

۵: یقینہ ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله ونبیه وعلی آله وذریته

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں شخص مذکور نے چونکہ مرض الموت میں ورثہ کو حصہ کیا ہے مجہذا یہ حصہ شمار مانا جائز ہے اور جمیع مال متروکہ مع مال مہسوب جمیع ورثہ اولاد ہر دو زوجہ و زوجہ موجودہ و دیگر ورثہ پر اگر ہوں حسب شریعت تقسیم ہوگا۔ اس واسطے کہ حصہ مرض الموت میں اگر چہ ابتداً حصہ ہوتا ہے مگر بعد موت حکم وصیت کا رکھتا ہے اور وصیت وارث کو مانا جائز ہے۔

چنانچہ صفحہ 181 جامع الفصولین میں ہے

و حسب قنا لامرأه فاعتقنه ثم مات المريض فغذ و تضمن القيمة اذا التملك في

الابتداء صح لكن انقلب وصية بعد ذالك و هو المختار ءا

(ترجمہ: اپنی بیوی کو ایک غلام بہہ کیا۔ اس بیوی نے اسے آزاد کر دیا۔ پھر خاندان مرلیض مر گیا تو حق نافذ رہے گا اور عورت اس غلام کی قیمت کی ضمان ہوگی کیوں کہ عورت کو مالک بنانا آغاز میں درست تھا لیکن بعد میں وجہیت میں تبدیل ہو گیا۔ یہی مختار ہے)

حورہ:

ابو محمد محمد ویدار علی ؑ فی اللہ عنہ وعن والد یہ مفتی

مسجد جامع اکبر آباد



وقف

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100

﴿فتویٰ نمبر 119﴾

سوال

ایک زمین زید کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ مالکانہ تصرفات کرتا رہا اور اس کے بعد بھی ورثہ کرتے رہے۔ جس کو زائد مال چالیس برس سے ہوئے اور کوئی مزاحم نہ ہوا۔
اب اس کے ورثہ متصرف ہیں۔ عمر دہوی وقف کر کے اس زمین کو لینا چاہتا ہے اور کاغذ وقف رکھتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

هو المصوب

عمر کا دعویٰ دربارہ وقف بعض دستاویز وقف سے ناجائز ہے جب کہ مدت دراز تک مالکانہ تصرف رہا۔
فتاویٰ مادیہ میں ہے:-

(مسئل) فبما اذا كان بيد زيد عقار معلوم يتصرف فيه هو وابوه من قبله من مدة تزيد على اربعين سنة بلا معارض ثم مات عن ورثة قام عمرو الان يدعى عليهم انه وقف عليه ولم يصدقوه على ذلك ومضت هذه المدة ولم يدع عمر وبذلك ولا منعه مانع شرعي والكل في البلدة فهل لا تسمع دعواه المزبور

(الجواب) نعم قال في المبسوط ترك الدعوى ثلاثا و ثلاثين سنة و لم يكن له مانع من الدعوى ثم ادعى لا تسمع دعواه لان ترك الدعوى مع التمكن بدل على عدم الحق ظاهرا . وقد افسى بمثل ذلك شيخ الاسلام عبد الله آفندي المفتي بالممالك العثمانية وسئل في هذه الصورة عما اذا سمع القاضي تلك الشهادة و حكم بنزع العقار للوقوف من يد الورثة و كتب به حجة فهل يتفد حكمه ام لا و ما يلزم

ذلک القاضی فاجاب لا ینفد حکمہ ولا تعبر حجتہ و بعزلہ۔

(ترجمہ: سوال: زیہ کے قبضہ میں ایک معین باندہ ہے جس میں وہ اور اس سے پہلے اس کا باپ چالیس سال سے زائد عرصہ سے بغیر کسی رکاوٹ کے تصرف کرتے آئے ہیں۔ پھر وہ وارث چھوڑ کر مر گیا عمر واثمہ کھڑا ہوا اور ان کے خلاف دعویٰ کرتا ہے کہ وہ وقف ہے وہ ورثہ اس کی اس معاملہ میں تصدیق نہیں کرتے اتنی مدت گزری لیکن کیا عرو نے اس کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کسی شرعی مانع نے اسے اس سے روکا یہ سب لوگ شہر میں رہتے ہیں کیا مذکورہ دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔

جواب: ہاں (نہیں سنا جائے گا) مبسوط میں ہے کہ ایک شخص نے تینتیس برس تک دعویٰ چھوڑے رکھا اور دعویٰ سے کوئی مانع بھی موجود نہ تھا اس کے بعد اس نے دعویٰ کیا اب دعویٰ نہ سنا جائے گا کیونکہ باوجود قدرت کے دعویٰ کو ترک کرنا بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا حق نہ تھا۔ شیخ الاسلام عبداللہ آخدی مفتی ممالک عثمانیہ نے اسی طرح کا فتویٰ دیا ہے ان سے اس صورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ جب قاضی اس شہادت کی سماعت کرے اور ورثہ کے قبضہ سے باندہ کو وقف کے لیے چھین لینے کا حکم دے اور اس کی حجت تحریر کر دے تو کیا اس کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں اور اس قاضی پر کیا لازم آتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اس کا حکم نافذ نہ ہوگا اس کی حجت کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اسے معزول کر دیا جائے گا)

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 120﴾

سوال

حضرت میران ملک شاہ کی درگاہ کو سر جان ولیم نے ۱۲۱۵ھ میں زمین وقف کر دی۔ حوالیاں نے کچھ دنوں بعد تقسیم نصف نصف کر کے ایک کی زوجہ نے اراضی کو رہن کر دیا۔ ایک نے زوجہ کے نام بیع نامہ لکھ دیا۔ اب اس اراضی کو ایک اس زوجہ کا جس نے اراضی کو رہن کیا ہے بیع نامہ بنام جس وقت رائے اور مسکی بہاری لال کرتی ہے شرعاً کیا حکم ہے؟۔ بینوا نو جو و

سائل: مولیٰ اللہ محمد شاہ کریمندوی سگ شہر آگرہ

۱۸ مارچ ۱۹۱۲ء

الجواب

هو المصوب

قرینہ سوال اور معاملہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس عطیہ سر جان ولیم پر حوالیاں (درگاہ) تصرف کرتے رہے۔ اگرچہ بنام وقف درگاہ کو دی گئی تھی۔ مگر تصرفات مالکانہ حوالیاں کیے بعد دیگرے مدت دراز تک کرتے رہے اور کوئی مزاحم نہ ہوا۔ لہذا اب دعویٰ وقف الیقین ساعت نہیں۔ فتاویٰ مادیہ میں ہے:

(مسئل) فیما إذا كان بيد زيد أرض معلومة بتصرف فيها بطريق الإرث بلا معارض له ولمورثه قبله من مدّة تزيد على سنين سنة والآن قام ناظر وقف اهلى بعارضه فيها مدعيا جربانها فى الوقف المذبور مستندا فى ذلك لمجرد ذكرها فى كتاب وقف بیده منقطع الثبوت ولم يسبق ولا لمن قبل من نظار الوقف وضع يد عليها لجهة الوقف فهل حبت كان الامر كذلك بمنع الناظر من معارضة زيد فيها ويعمل بوضع اليد والتصرف المذبورين ولا عبرة بمجرد ذكر الأرض فى كتاب الوقف المذبور بدون سبق تصرف شرعى لجهة الوقف المذبور

(الجواب) نعم لأن حجج الشرع الشريف ثلاثة البينة والإقرار والتكول وكتاب الوقف إنما هو كإغذا به حط وهو لا يعتمد عليه ولا يعمل به كما صرح به كثير من علمائنا ولا ينزع شيء من يد أحد إلا بحق ثابت معروف.

(ترجمہ) سوال: زید کے قبضہ میں مقرر زمین ہے جس میں وہ وراثت کے طور پر تصرف کرتا ہے۔ ساٹھ سال سے زائد کا عرصہ ہوا کہ اس اور اس کے مورث کے تصرف میں رہی کوئی مقابل نہیں آیا۔ اب مکی وقف کا نگران اس سے معارضہ کرتا ہے اور یہ دھوی کرتا ہے کہ مذکورہ زمین وقف ہے اور دلیل صرف یہ دیتا ہے اس کے پاس وقف کی کتاب میں صرف اس کا ذکر موجود ہے۔ اس کا ثبوت اس کے پاس کچھ نہیں۔ وقف کے اعتبار سے نہ اس نگران کا اس زمین پر کبھی قبضہ رہا اور نہ اس سے پہلے نگرانوں کا قبضہ رہا تو کیا اس صورت حال میں وقف کے نگران کو اس زمین کے بارے میں معارضہ سے روکا جائے گا۔ مذکورہ بالا افراد کے اس زمین پر قبضے اور تصرف پر عمل کیا جائے گا اور مذکورہ بالا زمین پر وقف کے اعتبار سے کبھی کسی تصرف کے بغیر صرف اس وقف کی کتاب میں اس کے ذکر کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

جواب: ہاں (وقف کی کتاب میں صرف اس کے ذکر کا کوئی اعتبار نہیں ہے) شرع شریف میں صرف تین چیزیں ثبوت کی دلیل ہیں (۱) کوئی (۲) اقرار (۳) انکار۔ وقف کی کتاب صرف کاغذات کا مجموعہ ہے جن پر تحریر ہے۔ اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور نہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کی تصریح ہمارے کثیر علماء نے فرمائی ہے۔ معروف طریقہ سے ثابت شدہ حق کے بغیر کسی شخص کے قبضہ سے کوئی چیز چھینی نہیں جاسکتی

نہیں لاکنا نہ تصرف بلا مزا مستحب و غیرہ کرتے رہے اور انتظامات بیع و زمین نافذ ہوتے رہے۔ لہذا اب اس کو وقف قرار دینا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

کتبہ المفتی السيد محمد اعظم شاد غفر له

فائدہ:

ایسی صورت میں اگر مالک وقف بھی قرار دے تو اس کا حکم غلط ہوگا جیسا کہ مسئلہ نمبر ۳۹ میں درج ہے۔

منہ غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 121﴾

سوال

ایک مکان زرخیز ہے۔ اپنے بھائی کے کھلا سے فروخت کیا اور بیع نامہ میں (سوائے اصل الدین مکان متعلقہ مسجد فلاں) لکھا لیکن کوئی وقف نامہ نہ شراکتاً نہ مصارف تحریر کئے۔ مگر ارادہ ہے کہ اگر خدا وسعت دے تو مسجد کی خدمت اپنے پاس سے اور زمین مذکورہ کی آمدنی وغیرہ سے کروں گا اور ولایت خود رکھوں گا۔ اب اہل محلہ اور ممبران مسجد مجبور کرتے ہیں کہ اس کا روپیہ یعنی قیمت موصول ادا کرے تاکہ ہم مسجد میں لگا دیں یا کرایہ نامہ لکھ دے۔ شرعاً ایسے موقع پر کیا حکم ہے جو حیل کی جاوے۔

الجواب

هو المصوب

وقف میں ضرورت تکمیل کی ہے خصوصاً جب کہ زمین کسی مسجد کو وقف کی جائے تو حوالہ متولی جب تک نہ کرے تو کامل نہ ہوگا (سنہ ۲۱۵ جامع الاکدام جلد اول دیکھو)

قال ابو جعفر وعليه الفتوى

(ترجمہ: امام ابو جعفر نے فرمایا اور اسی پر فتویٰ ہے)

اور یہاں وقف نامہ وقف نے وقف نامہ لکھا اور نہ تصریح مصارف اور نہ اقرار کیا ہے، بلکہ آئندہ ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اور زبردستی وقف نہیں ہو سکتا۔

اگر وقف ہی فرض کیا جائے تو مالک خود کو متولی قرار دیتا ہے بعدہ کسی کو حق نہیں ہے کہ اس سے علیحدہ کرے۔

جب تک اس سے خرچ وغیرہ کی تفصیل نہ معلوم ہو کہ اس قدر آمدنی مسجد کے فلاں کام میں اور اس قدر اپنے رشتہ داروں کے واسطے مقرر کیا ہے یا سب مسجد میں اپنے آپ جمع کرتا رہوں گا۔ اور کسی محلہ دار یا

حاکم کو ہرگز حق نہیں ہے کہ صرف آئندہ ارادہ پر وقف جائز کر دیں جب تک کامل نہ ہو جاوے۔

☆ اور محلہ دار سخت لادین ہیں کہ جو وقف بھی قرار دیتے ہیں اور اس کی قیمت وقف سے لے کر مسجد میں حرام مال لگانا چاہتے ہیں۔ ☆ کیونکہ کہ وقف کا بیٹنا اور روپیہ لینا حرام ہے۔ اور مسجد میں اس کا لگانا سخت کبیرہ گناہ ہوگا اور محلہ داروں کو کوئی منصب دست اندازی کا نہیں ہے۔ جب تک تکمیل وقف و وقف کی طرف سے نہ ہو جاوے اور کاغذ پر رجسٹری نہ کراوے۔ اور نکلا و اس کے ابھی اس نے مکانہ وقف کیا اور نہ حدود زمین کے نہ تصریح قبضہ نہ تفصیل خرچہ نہ بیان توثیق۔

غرض کہ یہ زمین وقف نہیں۔ اور مطالبہ لایہ محلہ کا بالکل غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔ ہاں مالک کو فہمائش کریں کہ وعدہ پورا کرے۔ تاکہ عند اللہ ماخوذ نہ ہو۔

واللہ اعلم وحکمہ احکم
کتبہ: المفتی الید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 122﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں میوہیل پورڈ نے ایک زمین پر بیت وقف کرنے کے مسلمانوں پر واسطے قبرستان کے خریدی ہے اور ابھی مسلمانوں کے سپرد نہیں کی۔ آیا بلا اجازت اور سپرد کرنے کے مسلمانوں کو اس میں کسی مسلمان کو مردہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: انوار حسین چڑی مارٹولہ اکبر آباد
۲۰ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

الحمد لله العلی الاعلی والصلوة والسلام علی رسولہ المصطفی وآلہ المجتبی

اللهم رب زدنی علما

وقف بلا قبضہ دینے کے پورا نہیں ہوتا۔ کما فی الدر المختار

ولا یسم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی

المسجد بالافراز۔

(ترجمہ: وقف نام نہیں ہوتا جب تک قبضہ نہ ہو جائے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ نہ فرمایا کہ جب تک متولی قبضہ نہ کر لے کیوں کہ ہر چیز کی ہر دنگی اس کے مال کے مناسب ہوتی ہے مسجد میں اس کی زمین کو جدا کر دینے سے وقف نام ہو جاتا ہے)

قال الشامی رحمۃ اللہ علیہ

قولہ ففی المسجد بالافراز ای والصلوة فیہ وسیاتی و فی المغبرۃ بدفن واحد

قصاعداً باذنه را۔

☆ (ترجمہ) قولہ: مسجد میں اس کی زمین کو الگ کر دینے سے وقف نام ہو جاتا ہے۔ ☆ یعنی اس کے ساتھ ساتھ واقف کی اجازت سے اس میں نماز ادا کرنے سے۔ جس کی تفصیل عقرب آ رہی ہے۔ ☆ قبرستان میں واقف کی اجازت سے ایک یا ایک سے زائد مردوں کے دفن ہونے (سے) وقف کامل ہو جاتا ہے) لہذا جب تک باجائزہ واقف یا وکیل واقف ایک یا کچھ زائد مردوں کے دفن نہ کر دیے جاویں کسی مسلمان کو باجائزہ اس میں دفن کرنا جائز نہیں۔ غلط

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتوی

ابو محمد دینار علی الجعدی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۹ اشوال ۱۳۳۳ھ



۱۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۸۱ مطبوعہ بیروت
۲۔ اسل سووہ میں ای طرح سوال ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ اور جواب ۱۹ اشوال ۱۳۳۳ھ دیتے ہیں۔ ممکن ہے یہ اختلاف مسائل کا حضرت مجیب رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی تھی کی بنا پر ہو۔

محمد علیہ السلام بن علی

﴿فتویٰ نمبر.....123﴾

سوال

ہم مقتدیانِ حبیب اسلام اور علمائے کرام سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ماہرہ نے کچھ روپیہ کی وصیت کی اور زیہ سے کہا کہ اس روپیہ سے ایک مسجد بنوادیتا۔ زیہ نے اس روپیہ سے سب وصیت مسجد تیار کر رکھی لیکن ضروریاتِ تعمیر کے لیے وہ روپیہ کافی ہوا اور کچھ روپیہ زیہ نے اپنے پاس سے لگا کر اس کی تعمیر کو تکمیل تک پہنچا دیا۔ مسجد کے صحن کے ملحق اس نے علیحدہ اپنی زمین پر چند دکانات اپنے ذاتی صرف سے بنوائیں اور ان پر وہ تاجربین حیات قابض و متصرف رہا۔ کرایہ وغیرہ بھی خود وصول کرتا رہا اور انہیں نکلا واسلا کسی صورت میں بھی وقف نہیں کیا تو زیہ کے بعد اس کا لڑکا عمر و رہا ان دکانوں کا حقدار و مالک ہو گیا نہیں۔ اور کیا زیہ کے انتقال کے بعد بغیر کسی وصیت کے وہ جائیدادِ موروثی وقف میں شامل بھی جائے گی؟

سائل حاجی الحافظ حسین

الجواب

ظاہر ہے کہ بغیر وقف کئے ہوئے کسی کا مال کسی طرح وقف نہیں ہو سکتا تو الاحوال بعد انتقال زیہ کے مثل دینے مال جائیداد بعد اقدم علی الارث زیہ کے ورثان دکانات کے بھی بحسب حصص حصصین شریعت مستحق ہوں گے۔ اور اگر بجز ایک بیٹے کی یا چند بیٹوں کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو فقط بیٹے ہی کل مال و جائیداد اور ان دکانات کے شرعا وارث ہوں گے۔ مسجد کے پاس مسجد سے ملحق اپنی ذاتی زمین بنانے سے وہ مکان بغیر وقف کئے ہوئے ہرگز وقف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مسجد بھی بعد بنانے کے جب وقف ہوگی جب باقی مسجد اس کو اپنی ملک سے جدا کر کے عموماً نماز پڑھنے کی مسلمانوں کو اجازت دے دیے اور اس میں نماز پڑھنے لگیں کہ:

فی الدالمختار :

ولا ینم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی

المسجد بالافرازی غیرہ بنصب العنوقی و بتسلیمہ ایاہ ابن کمال ۱
(ترجمہ: وقف کالی نہیں ہوتا جب تک اس پر قبضہ نہ ہو جائے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے یہ فرمایا کہ جب تک متولی
اس پر قبضہ نہ کر لے کیوں کہ ہر چیز کی پردگی اس طرح ہوتی ہے جو اس کے مناسب ہو۔ مسجد میں پردگی اس کو
اپنی دہر ملکیت سے علیحدہ کر دینے سے اور اس کے علاوہ باقی میں متولی مقرر کرنے اور وقف شدہ چیز اس کے
حاصل کرنے سے وقف تام ہوگا)

قال الشامی :

قوله فقی المسجد بالافرازی ای والصلوة فید۲

(ترجمہ: صاحب در مختار نے فرمایا کہ مسجد میں وقف تام اس وقت ہو جاتا ہے جب کہ اس کو اپنی دہر ملکوت کو زمین
سے علیحدہ کر دیا جائے یعنی اس میں نماز بھی ادا کر لی جائے۔)
☆ اور علاوہ مسجد دہر مکانات و دکانات میں وقف صحیح ہوگا جب واقف وقف کر کے کسی کو متولی
مقرر کر کے اس کے سپرد کر دے۔ اور تا وقتیکہ دوسروں کو متولی مقرر کر کے اس کے سپرد نہ کر دے اور خود متصرف
رہے، ہو جب مہارت مذکورہ در مختار وہ مکان یا دوکان کو تحریر یا زبانی وقف کر دی ملک واقف سے نہ نکلے گا۔
اور بوجہ تام تمام رہنے وقف کے مالک مکان ہی اس کا مالک رہے گا۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک خود واقف ہی متولی ہو سکتا ہے۔ لہذا اگر وہ خود متولی رہتا چاہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک بحر وقف کر کے اپنی کل جائداد سے جدا کر کے تخییج تولیت قابض و متصرف رہتا بھی صحیح وقف کو
کافی ہے۔

کما فی الشامی :

ان من شرط التسليم و هو محمد لم يصح تولية الواقف لنفسه و من صحبها و هو

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۲، صفحہ ۳۱۸/۳۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۲، صفحہ ۳۱۸/۳۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

أبو يوسف رحمه الله عليه لم يشترطه تأملًا

(ترجمہ: جس نے سپرد کرنے کو شکر اقرار دیا اور وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کے نزدیک وقف کرنے والے کا خود متولی بننا درست نہیں۔ اور جس نے وقف کرنے والے کا خود متولی درست قرار دیا ہے اور وہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے اس کی شرط نہیں لگائی)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ ارضوی النجفی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 124﴾

سوال

علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کیا فرماتے ہیں ایک پرانا وقف قبرستان ہے۔ جس میں اب صرف چند قبریں نظر آتی ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ کچھ لمبی قبریں ہوں جو مٹی میں دب کر ناپید ہو گئی ہوں۔ اس میں مدت سے مردے دفن نہیں ہوتے۔ چنگی سے وہاں دفن کرنے کی اجازت نہیں۔ اس قبرستان میں طلباء علوم دین کے لیے دارالافتاء یا مدرسہ جوانا جائز ہے یا نہیں؟ نمایاں قبروں کو یا تو چار دیواری کے ذریعہ محفوظ کر دیا جائے گا یا ان پر چھت قائم کر کے اس پر طلبہ کے درس یا قیام کے لیے جگہ عوامی جائے گی۔

۸ شوال ۱۴۳۶ھ

محمد شریف ساکن ملٹھوالہ آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

اس قسم کے قبرستان میں قدیم سے کو اس میں نشان ایک قبر بھی باقی نہ رہے ہو جب روایہ فتاویٰ عالمگیریہ مطلقاً اشعار ناجائزہ علوم دین ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۵۴ جلد ۱۱ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

مسئل هو (ای القاضی الامام شمس الانعمہ الاوزجدی رحمہ اللہ) ابضا عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست و لم یبق فیها اثر الموتی ولا العظم ولا غیرہ حل بجوز زرعہا واستغلا لہا قال لا و لہا حکم المقبرۃ کذا فی المحيط فلو کان فیہا حبش بحش و برسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیہا کذا فی البحر الرائق!

(ترجمہ: حضرت قاضی امام شمس الاعجاز اوزجدی رحمۃ اللہ علیہ سے دیہات کے ایسے قبرستانوں کے بارے میں پو

چھا گیا جب وہ قدیم ہو جائیں ان میں مردوں کی نشانیاں اور بڑیاں وغیرہ نہ رہیں تو کیا ان میں کھیتی باڑی کرنا اور لگا لگانا جائز ہے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ ان کے لیے قبرستان کا حکم ہے۔ محیطی ☆ اگر وہاں گھاس موجود ہو تو اسے کاٹ لیا جائے اور چوپایوں کی طرف بھیج دیا جائے۔ لیکن چوپایوں کو ان میں چرنے کے لیے نہ چھوڑا جائے گا۔ الخ (الرائی)

☆ البتہ ایک دو قبر باغی میں جس کو قبرستان دائرہ یا ماہٹیں کہہ سکتے ہیں تعاملی قدیم پایا جاتا ہے کہ ان کو مثل حجرہ کے چار دیواری یا گنبد میں دے کر اوپر بھی مسجد بنوا دیا گیا ہے یا اتنی اونچی جگہ چار دیواری میں دے کر اس کے گرد اگر دھن مسجد بنوا دیا گیا ہے یا مکان قیام کا و مسافرین و طلبہ بخوادی گئی ہیں چنانچہ یہ امر جامع مسجد آگرہ سے اور مسجد وزیر خان واقع لاہور سے اور درگاہ حضرت سلیم چشتی رحمہ اللہ وغیرہ دیگر مقامات سے ظاہر ہے۔ بلکہ ناباروضہ جناب سرور عالم ﷺ بھی اسی مہن مسجد کے اندر ہے جو بعد حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اصلی پر زائد کیا گیا ہے قبرستان نامہ کا قیاس اس مقبرہ پر نہیں کر سکتے جس میں ایک دو قبر کے بعد لوگوں نے کسی جہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا ہو اس واسطے کہ اس مقبرہ سے حکم قبرستان ہونے کا اثبہ جاتا ہے۔

چنانچہ صفحہ ۲۵۱ جلد ناسم بحر الرائق میں ہے۔

و فی العنابة امرأة جعلت قطعة ارض مقبرة و اخرجنها من يدها و دفن فيها ابنها و هذه الارض غير صالحة للقبر لغلبة الماء عليها قال الفقيه ابو جعفر رحمہ اللہ ان كانت الارض بحال يرغب الناس عن دفن الموتى فيها لفسادها لم تصر مقبرة و كان للمرأة ان تبيعها و اذا باعت كان للمشتري ان يرفع الميت عنها او يامر برفع الميت عنها

☆ (ترجمہ: فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک عورت نے زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنایا۔ اسے اپنے قبضہ سے خارج کر دیا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن کر دیا۔ لیکن یہ زمین پانی کے غلبہ کے باعث قبر کے لیے مناسب نہیں ہے۔ حضرت فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا اگر زمین اس طرح کی ہو کہ لوگ اس کی خرابی کے باعث

مردے دفن کرنے سے اعراض کریں تو وہ قبرستان قرار نہ پائے گی۔ عورت کو حج مائل ہے کہ اسے فروخت کر دے اور جب وہ فروخت کر دے تو خریدار کو اختیار ہے کہ میت کو وہاں سے اٹھا کر کہیں اور منتقل کر دے یا وہاں سے میت کو اٹھا لینے کا حکم دے دے)

مالاں کہ ایک روایت کے دفن ہو جانے کے بعد وقف مقبرہ نام ہو جاتا ہے۔ اور ملک واقف سے نکل جاتا ہے۔ ^۱ ۲۵۳ بکرار اراکتی میں ہے

و عند ابی یوسف رحمہ اللہ یزول ملکہ بالفقول کما هو اصلہ و اذا التسلیم عندہ لیس بشرط و الوقف لازم و فی فتاویٰ قاضی خان و ناعذ فی ذلک بقول ابی یوسف و عن محمد رحمہ اللہ اذا اسفی الناس من السفایة و سکوا الخان و الرباط و دفنوا فی المعفرۃ زال الملک لان التسلیم عندہ شرط و الشرط نسلیم نوعہ و ذلک بما ذکرنا و یکفی بالواحد بتعذر فعل الجنس کله۔

(ترجمہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف زبان سے وقف کہہ دینے سے مالک کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے جس طرح کہ اس کی اصل ہے۔ کیوں کہ سپرداری ان کے نزدیک شرط نہیں اور وقف لازم ہو جاتا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول اختیار کرتے ہیں۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے بتکمل سے پانی بھرا مرائے اور باد میں ٹھہرے اور قبرستان میں مردوں کو دفن کر دیا تو مالک کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔ کیوں کہ سپرداری ان کے نزدیک شرط ہے۔ اور شرط اس کی نوع کی سپرداری ہے۔ اور یہ ان امور سے ہوتی ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک شخص کا فضل یعنی پانی بھرا ٹھہرا اور مردہ دفن کرنا کافی ہے کیوں کہ ساری جنس کا فضل مشکل ہے)

اور مقبرہ دائرہ کی نسبت روایت فتاویٰ عالمگیریہ جو بہت مفصل ہے گزری چکی۔ مگر صاحب بحر بھی اس روایت مذکورہ کے اوپر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

ولا يجوز لاهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها حشيش يحش و
يرسل الى الدواب ولا ترسل الدواب فيها.

☆ (ترجمہ: مئے ہوئے قبرستان سے گاؤں والوں کو قطعاً جائز نہیں ہے۔ اگر وہاں گھاس ہو تو اسے کاٹ لیا
جائے اور چوپایوں کی طرف بھیج دیا جائے لیکن چوپایوں کو اس میں نہ چھوڑا جائے)

حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....125﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قوم ہندو کچھ روپیہ مسجد میں دے اور یہ کہہ کر دے کہ میں اپنی نوکری میں سے دیتا ہوں اس کا روپیہ مسجد میں لایا جائے یا نہیں اور وہ شخص ملازم ہو۔

سائل محمد حسین

پیش امام مسجد راجہ بازار

مادھونگ باندکولی سنا اور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

☆ ہندو کے روپیہ سے جو مسجد بنائی جائے خواہ وہ تجارت یا کسی پیشہ کے ذریعہ سے حاصل کیا ہو یا بذریعہ نوکری اس کو مسجد کا حکم نہیں ہوتا۔

☆ علاوہ یہ اس کے روپیہ سے ہمارا قانون مسکے مسجد کے کوئی یا قلمی وغیرہ میں خرچ کر دیا جائے کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔

حورہ

العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 126﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مسجد عظمہ میں ٹائم نہیں
یعنی گھڑی خورد عند اللہ دی اور سپرد متولی کر دی۔ اس کا استعمال عرصہ تک رہا۔ مہتمم مسجد نے بعد پرانے اور ست
ہونے کے اور خوف اس امر کے کبھی سہا مسجد میں رہ جائے اور چوری چلی جائے اس کو ہمہ جہ مناسب فروخت
کر کے اس میں مزید رقم شامل کر کے ۱۵ روپیہ کا کاکا لکھائی گھڑی نکالاں تاہم استعمال مسجد متذکرہ خریدی ہے
۔ اب وہ شخص جس نے کٹا ٹم نہیں مذکور دی تھی واپس چاہتا ہے۔ لہذا اندریں صورت وہ شخص گھڑی خورد متذکرہ
کی واپسی کا استحقاق بموجب شرع شریف رکھتا ہے یا کیا؟ بینوا نو جو روا

اولاد حسین

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللھم رب زدنی علما

بعد محبت وقف اور سپرد کردینے کسی متوفی کے متولی کو وقف پھر واپس نہیں لے سکتا اس واسطے کہ
وقف بعد التسليم الى المتولی لازم ہوتا ہے اور ملک وقف سے خارج ہوتا ہے۔

فی الدر المختار فی صفحہ ۳۹۹ من الجزء الثالث

ولا ینسب الوقف حسی بقیض ولم یقل للمتولی لا ینسب کل شیء بما یلیق بہ ففی
المسجد بالافراز وفي غیرہ ینصب المتولی ونسلیعہ ایاہ ابن کمالؒ

(ترجمہ: وقف نام اس وقت ہوتا ہے جب وقف قبضہ دے دے۔ صاحب تحویر الابصار نے یہ نہ فرمایا کہ جب
متولی کو قبضہ دے تو وقف نام تب ہوتا ہے کیونکہ ہر شے کی سپردگی اس طرح ہوتی جو اس کے حال کے لائق

ہو۔ مسجد میں پیردگی اپنی جائداد سے الگ کرنے کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ اور اشیاء کے وقف میں وقف اس وقت تام ہوگا جب وقف کنندہ متولی مقرر کرے اور موقوف شے اس کے سپرد کر دے۔ (سپن کمال)

وفی صفحہ ۴۰۲

فاذا تم ولزم لا یملک!

☆ (ترجمہ: جب وقف تام ہو جائے اور لازم ہو جائے تو وقف اس کا مالک نہیں ہے)

قال الشامی :

قوله لا یملک ای لا یكون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یغیر التملیک

لغيره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکہ

(ترجمہ: قولہ: وقف مملوک نہیں ہوتا یعنی نہ تو وہ وقف کنندہ کی ملک میں رہتا ہے اور نہ ہی اسے کسی اور کی ملک میں دیا جاسکتا ہے مثلاً فروخت کر کے یا کسی اور طریقہ سے۔ کیوں کہ جو چیز کسی کی ملکیت سے خارج ہے اس پر کسی اور کو مالک بنانا محال ہے)

☆ مگر عند الضرورت اگر متولی بائین واقف یا خود واقف جب وہ شے موقوفہ پر اپنی ہو جائے اور خراب یا اس کی حاجت نہ رہے اور اس کو کوچ کر اس کی قیمت سے اس سے عمدہ چیز خرید کر بجائے اس شے موقوفہ کے رکھ دے تو باغفاق جائز ہے۔ چنانچہ صفحہ ۷۷۷ اسعاف میں ہے۔

و ان بلیست المحصر کان له (ای للواقف) ان یبعها و یشتري بضمنها حصیرا آخر

وهكذا الحکم لو اشتری قنديلًا ونحوه للمسجد واستغنی عنه ۲

(ترجمہ: اگر پٹائی پر اپنی ہو جائے تو وقف کنندہ کو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اور پٹائی خریدنے کا حق ہے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ مسجد کے لیے قنديل یا اس کی مانند کوئی اور چیز خریدی۔)

اور صفحہ ۲۵۲ جلد ناسخ بحر میں ہے

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۴۲۱ دار التراث العربی بیروت

۲۔ الاسعاف فی حکم الاوقاف صفحہ مطبوعہ

و فی الخاتمة رجل بسط بما له حصيرا للمسجد فخرّب المسجد ووقع الاستثناء عنه فان ذلك يكون له ان كان حيا ولو رثه ان كان ميتا و ان بلى ذلك كان له ان يبيع ويشترى بشفعة حصيرا آخر و كذا لو اشترى حبشيا او قد بلى للمسجد^۱

(ترجمہ: کسی شخص نے مسجد کے لیے اپنے مال سے چٹائی خرید کر بچھائی پھر مسجد ویران ہو گئی اور اس چٹائی کی ضرورت نہ رہی تو یہ چٹائی اس بچھانے والے کی ہو گئی اگر وہ زندہ ہے اور اگر وہ مر چکا ہو تو اس کے ورثہ کی ہے۔ اور اگر وہ چٹائی بوسیدہ ہو جائے تو اسے فروخت کر کے دوسری چٹائی خریدنے کا حق حاصل ہے۔ اور اسی طرح حکم ہے اگر اس نے مسجد کے لیے گھاس یا قندیل خریدی ہو)

چنانچہ سوال مذکور میں ایسی ہی صورت ہے کہ گھنڈ کی ضرورت باقی ہے اور اس سے استفادہ نہیں ہے مگر پورا نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کچ کر دوسرے کے خریدنے کی ضرورت واقع ہوئی ہے۔ لہذا عند التلویح اگر واقف راضی تھا اور اب طلب کرتا ہے۔ باعناق اس کو کچ کر نیا خریدنا جائز تھا اور جائز ہے۔ اور واقف کو اب کسی طرح حق نزاع حاصل نہیں۔ اور اگر واقف اول سے ناراض تھا اور نہ متولی کو عند الوقف بوقت ضرورت مراد نہ عرفا نہ ذالک اختیار تصرف واقف کی طرف سے حاصل تھا اور نہ پھر متولی نے پیو یہ ضرورت اور خوف تلف وقف چ دیا اس کے ساتھ اور قیمت ملا کر اس سے بہتر خرید کر دکھ دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تو صحیح بھی ہے کہ متولی کو حق بھی حاصل تھا چنانچہ صفحہ ۲۵۱ جلد ناسخ بحر میں ہے۔

اما الحصر والقنادر بل فالصحيح من مذهب ابی یوسف انه لا يعود الى ملك

منخذه بل يعود الى مسجد آخر او يبيعه قيم المسجد للمسجد^۲

(ترجمہ: چٹائیاں اور قد لیں کے بارے میں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ وقف کنندہ کی ملکیت میں واپس نہیں آتے بلکہ کسی اور مسجد میں منتقل کر دیا جائے گا یا مسجد کا متولی انہیں اسی مسجد کے لیے فروخت کر دے گا)

۱۔	البحر الرائق شرح كنز الدقائق	جلد ۵ صفحہ ۲۷۳	دار المعرفۃ بیروت
۲۔	البحر الرائق شرح كنز الدقائق	جلد ۵ صفحہ ۲۷۲	دار المعرفۃ بیروت

اور امام محمد رحمہ اللہ سے اگرچہ ایک روایت یہی ہے کہ پرانہ ہو جانے سے پوریہ وغیرہ آلات مسجد ملک واقف ہو جاتی ہیں۔ لہذا یہ دونوں واقفہ آلات و سامان مسجد کو متولی نہیں چھ سکتا۔ دوسری روایت امام محمد رحمہ اللہ سے بھی علاوہ اینٹ، پتھر، سامان، بناؤ مسجد کے دوسرے سامان بندھنے پوریہ کی نسبت مثل قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۰۳ جلد خامس بحر الرائق میں ہے:

فی المخانیۃ اذا وقف جنازۃ او نعشا او مخصلا و هو التور العظیم فی محلۃ خربت
المحلۃ و لم یبق اهلها قالوا لا نرد الی وراثۃ الواقف بل نحول الی محلۃ اخری اقرب الی
ہذہ المحلۃ فرقوا بین ہذا و بین المسجد اذا خرب ما حوله علی قول محمد یصیر میراثا
لان المسجد معا لا ینقل الی مکان آخر و ہذہ الاشیاء معا ینقل!

☆ (ترجمہ: جس نے میت کو اٹھانے کا تاہوت یا مردہ کو نہلانے کا تخت یا غسل دینے کا مقام جو کہ ہذا مرتبہ ہوتا ہے کسی محلہ میں وقف کیا۔ محلہ حیران ہو گیا اور وہاں کے رہنے والے باقی نہ رہے تو علمائے کرام نے فرمایا یہ وقف کردہ اشیاء واقف کے ہوتا و کو وہاں نہ لٹائی جائیں گی بلکہ اس محلہ کے سب سے قریبی محلہ میں منتقل کردی جائیں گی۔ امام محمدؒ کے نزدیک جب مسجد کے ارد گرد آبادی حیران ہو جائے تو مسجد کی وہ جگہ واقف کے ہوتا و کے لیے میراث بن جاتی ہے۔ علمائے کرام نے مسجد کی جگہ اور وقفہ کو دھوا اشیاء کے حکم میں فرق کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ اشیاء یا ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کی جاسکتی ہیں)

اور امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح اللہ میں یہ سننے پوریہ کو بھی اسی حکم میں رکھا ہے اور اس قیاس ابن ہمام کی جو صلابہ بحر نے مخالفت کی ہے علامہ شامی رحمہ اللہ نے بدلیل اس کو رد کر دیا ہے لہذا ابوجب قول عائنی امام محمد رحمہ اللہ بھی فعلی متولی صحیح ہے۔ لیکن بظہر روایت اولی امام محمد رحمہ اللہ علیہ متولی کو مناسب ہے کہ جس طرح ہو سکے واقف کو اپنے فعل پر راضی کرے تاکہ محل اختلاف مطلقاً باقی نہ رہے۔

حرفہ: العبد الراجی رحمہ ربہ

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ النعمیٰ النعمیٰ فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر — 127﴾

سوال

ایک جگہ درخت پھیل تھا اس میں ہندو پرستش کرتے ہیں۔ اس کے نیچے سے مسجد برآمد ہوئی ہم لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں۔ شرعاً کیا نیک ہے؟

سائلین: نمازیں مسجد حرم بخش کجبری

۲۲ اپریل: ۱۹۶۲ء

الجواب

هو المصوب

ان مسلمانوں کو بڑا ثواب ہے جنہوں نے اس مسجد قدیم کو مسجد قائم کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔

اتما بعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر

(ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن (روز قیامت) پر ایمان رکھتے ہیں)

حورہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



﴿فتویٰ نمبر 128﴾

سوال

کیا زیہ زہر مسجد صحیح مسجد میں ایسی کوٹھڑی بنا سکتا ہے کہ جس میں آدمی سکونت کر سکے؟ اگرچہ وہ مسجد کے خاکہ کی غرض سے ہو کہ جس میں یہ احتمال کسی وقت میں ہونا ممکن ہے کہ اوپر نماز ہو رہی ہے اور زہر مسجد شراب خواری، خواہ فعلی زنا وغیرہ ہو۔ پس ایسی دورانہ پیش خیال کر کے شرعاً شریف زہر مسجد کی کوٹھڑی وغیرہ بنانے کا حکم دے سکتی ہے یا نہیں؟ مع نام کتاب و صفحہ سے آگاہی ہر سر سوالات کے فرمائیے۔

الجواب

☆ مسجد یا صحیح مسجد کے نیچے یا اوپر قحبہ بناؤ مسجد اگر خود مسجد بنا کر وقف کرنے والا کوئی حجرہ یا مکان سامان مسجد رکھنے کو یا امام کے رہنے کو بنا دے جائز ہے۔ مگر بعد وقف کر دینے مسجد کے اگر خود وقف بھی مسجد کے یا صحیح مسجد کے نیچے یا اوپر امام کے رہنے کو بھی اگر مکان یا حجرہ بنا دے جائز نہیں۔

کما فی البحر فی صفحہ ۲۵۱

انه لو بنى بيتا على سطح المسجد لسكى الامام فإنه لا يضر فى كونه مسجدا لانه من المصالح فان قلت لو جعل مسجدا ثم اراد ان بنى فوقه بيتا للامام او غيره حل له ذلك قلت قال فى التار حناية اذا بنى مسجدا وبنى غرفة و هو فى يده فله ذلك وان كان يشاء وعلی بينه وبين الناس ثم جاء بعد ذلك يبنى لا يتركه و فى جامع الفتاوى اذا قال عتيت ذالك فإنه لا يصدق فاذا كان هذا فى الواقع فكيف بغيره!

(ترجمہ: بانی مسجد نے اگر مسجد کی چھت پر امام کی رہائش کے لیے گھر بنایا تو اس سے اس کے مسجد ہونے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ مصالح مسجد میں داخل ہے۔ اگر تم چھوچھو کہ بانی نے مسجد کو مسجد قرار دے دیا پھر اس نے چاہا کہ امام کے لیے یا کسی اور غرض کے لیے گھر بنائے کیا اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے؟ میں کہتا ہوں کہ

فتاویٰ تارخانیہ میں ہے کہ جب بانی نے مسجد بنائی ابھی وہ اس کے قبضہ میں تھی کہ اس نے اس کے اوپر کمرہ بنالیا تو اسے اجازت ہے۔ اور جب وہ مسجد بنا چکا اور اپنا قبضہ چھوڑ کر اسے لوگوں کے سپرد کر دیا پھر آباؤ اجداد پر مکان تعمیر کرے تو اسے اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر بانی کہے کہ میرا پہلے سے یہ ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ یہ حکم مسجد کو وقف کرنے والے کا ہے اور اوروں کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔

اور اگر خوفِ بے جا دہی اور اہانتِ مسجد ہو جیسا کہ صورتِ سوال سے ظاہر ہے ہرگز جائز نہیں۔ اس واسطے کہ مسجد کی زمین تحتِ اہری سے آسمان تک باعتبار ادب و تعلیم حکمِ مسجدی کا رکھتی ہے۔ جو امور مسجد میں جائز نہیں ہیں وہ نہ مسجد کے اوپر جائز نہ مسجد کے نیچے جائز۔

کما فی الدر المختار :

و كره نهحرىما الوطوء فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الى عنان السماء ۱

☆ (ترجمہ: مسجد کی چھت پر بھاج کرنا، پیٹنا اور پانا نہ پھرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ یہ زمین سے لے کر آسمانوں تک مسجد ہے۔)

قال الشامي رحمه الله في صفحة ۳۸۵ من الجزء الاول رد المختار المصري

قوله الى عنان السماء وكذا الى تحت الثرى كما في البيروني عن الاسيبهاني ۲

(ترجمہ: قولہ: یہ زمین سے آسمانوں تک مسجد ہے۔ یونہی یہ جگہ تحتِ اہری تک مسجد ہے۔ البیرونی میں استیجابی سے اسی طرح مقول ہے۔)

حورہ: العبد الراجی رحمہ ربہ القوی

محمد دینار علی الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المختار:	جلد ۲ * صفحہ ۳۷۰	دار احیاء العربی بیروت
۲۔ رد المختار:	جلد ۲ * صفحہ ۳۷۰	دار احیاء العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر 129﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد قدیم از سر نو تعمیر کرائی جائے اور بعض حصہ یا کل از سر نو تعمیر ہو سکے پیچھے سرسردکانا ت کرایہ چلائے کو بخوائی جائیں جیسا کہ بالفعل مسجد دولہ شاہ متصل کالامحل آگرہ از سر نو تعمیر کرائی جا رہی ہے جس کا تعلق ممبر صاحبان لوکل انجمنیوں سے ہے۔ آیا یہ حق متولی مسجد کو ہے یا نہیں؟ اور اگر نئی مسجد اس طرح بخوائی جائے تو اس کا سارا نیچہ کا حصہ کرایہ کے مکان یا دوکانوں کا رہے۔ اس کی آمدنی مسجد ہی کے واسطے تعلق کی جائے تو اس مسجد کو مسجد کا حکم ہوگا یا نہیں؟

۲۷ صفر

حاجی الدین دولہ شاہ آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

فتاویٰ عالمگیری ج ۲۹ صفحہ ۴۴۱ جلد ۲۱ میں ہے

قسم المسجد لا يجوز له ان ينسب حوائت في حد المسجد أو في فناءه لان المسجد اذا جعل حائوتا او مسكنا تسقط حرمنه وهذا لا يجوز والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا في المحيط السرخسي ۱.
(ترجمہ: مسجد کے متولی کے لیے مسجد یا اس کے فناء میں دکانیں تعمیر کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ مسجد کو جب دکان یا سکونت کا مکان بنالیا جائے تو اس کی عزت و حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور فناء مسجد مسجد کے تابع ہوتی ہے اس کا حکم بھی وہی ہے جو مسجد کا ہے۔ محیط سرخسی)

یعنی عیدِ سرخی میں ہے کہ ختمِ مسجد کو مسجد اور قباہ مسجد کی حد میں دوکان یا مکان سکونت جو ان پر گز جا رہا نہیں اس واسطے کہ اس سے حرمت مسجد ساقط ہو جائے گی۔

اور اس سے زیادہ صریح صفحہ ۴۴۳ میں مطلقاً باقاعدہ ختمِ مسجد اور باقی دو وقف اس طرح لکھا ہے۔

اذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لعمرة المسجد او فوفه ليس

له ذالك كذا في الذخيرة

(ترجمہ: اگر کوئی شخص مسجد کے نیچے یا اوپر دکانیں بنائے تاکہ مسجد کی حرمت کے لیے آمدنی کا ذریعہ ہو تو اسے ایسا کرنے کا حق نہیں ہے۔ ذخیرہ)

یعنی بغرض انتظامِ مرمتِ مسجد آمدنی مسجد کی واسطے اگر کوئی شخص مسجد کے نیچے یا اوپر دکانیں بنادے یہ حق کسی کو حاصل نہیں ہے اور بایں ہمارے اگر کوئی باقی مسجد مسجد کے نیچے یا اوپر مکان سکونت بغرض کرایہ یا دکانیں بنوادے (اور اس کے اوپر یا نیچے کے مکان کو اپنی ملکیت میں رکھے) اور وقت کر کے اس کا راستہ بھی جدا کر دے اور اس (مسجد) کو اپنی ملک سے جدا بھی کر دے تو اس مسجد کو مکمل مسجد نہیں یہاں تک کہ وہ اس کو بیچ کر سکتا ہے اور اس کے عوض کو بطریقِ وراثت پہنچ سکتی ہے۔

چنانچہ بحوالہ ہدایہ جلد ۳ فی فتاویٰ ماٹگیر یہ کے صفحہ ۴۴۳ میں ہے:

ومن جعل مسجداً تحته سرداب او فوفه بیت وجعل باب المسجد الى الطريق

وعزله فله ان يبيعه وان مات يورثه

(ترجمہ: جس شخص نے مسجد بنائی لیکن اس کے نیچے (اپنی ملکیت پر قرار رکھ کر) تہہ نہ بنایا اس کے اوپر گھر بنایا اور مسجد کا دروازہ (سام) راستہ کی طرف بنادیا اور اس کو علیحدہ بھی کر دیا تو اس کو حق حاصل ہے کہ اس کو بیچ دے اور اگر مر جائے گا تو مسجد کی وہ جگہ اس کی میراث قرار پائے گی)

۱۔	فتاویٰ العالم گجربہ	جلد ثانی صفحہ ۳۵۵	مطبوعہ مصر
۲۔	فتاویٰ العالم گجربہ	جلد ثانی صفحہ ۳۶۲	مطبوعہ مصر

ہاں اگر سردابِ معالج مسجدِ نبویؐ مسجد کے سامان کے واسطے مثل سردابِ بیت المقدس کے بنا کر وقف کیا ہے بلا شک جائز ہے۔

چنانچہ اس صفحہ میں ہے:

و لو كان السرداب لمصالح المسجد جاز كما في مسجد بيت المقدس كذا

فی الہدایۃ ۱۰

(ترجمہ: اگر تہ خانہ مسجد کی مصلحتوں کے لیے، جو جائز ہے جیسا کہ بیت المقدس کی مسجد میں ہے) ۲۰ خط

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیوبند علی نقی

جامع مسجد اکبر آباد



۱۰ الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ثانی صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ مصر

۲۰ واضح رہے کہ تہ خانہ اس جگہ کو مسجد قرار دینے سے پہلے بنایا جاسکتا ہے مسجد قرار دینے کے بعد تہ خانہ بنایا اور گھر بنا جائز نہیں۔ اگرچہ مسجد کے مصالح کے لیے جو زمین مسجد کے نیچے تہ خانہ بنو مسجد بنا یا جاسکتا ہے۔

مرتب علی حق

﴿فتویٰ نمبر 130﴾

سوال

صحبہ استخار جناب حکیم حیات خان صاحب ممبر لیکل کمیٹی اکبر آباد پربت وقف امکنہ منہدم
وقف برائے مسجد ہنڈی صینگ۔

۲۸ توری ۱۹۹۱ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

آگر یہ زمین یا مکان موقوفہ مسجد ہنڈی ہنگ بھینہ وی زمین یا مکان ہے جس کو وقف نے مسجد پر
وقف کیا تھا اور یہ وقف امر اسلامین سے نہیں ہے مثل اوقاف جامع مسجد کے بلکہ اپنے مال مملوکہ سے کسی نے
وقف کیا تھا تو بلاشبہ اس کا چھٹانا جائز ہے۔ ہنڈی اور اگر آمدنی وقف سے کوئی زمین یا مکان خریدا ہوا ہے
ہنڈی یا کچی مکان موقوفہ منہدم ہو گیا ہے اور اس کو آباد کرنا اور بٹانا اس کی زمین کو کرایہ پر چاٹنا محذور وغیرہ ممکن
ہے (تو) بلاشبہ متولین مسجد حکیم قاضی اس کو بیچ کر اس سے دوسری زمین یا مکان کا آرامہ مسجد خریدا جاسکتے ہیں۔
چنانچہ صفحہ ۴۱۸ جلد ۱ لٹ ٹائی میں ہے

قال هشام سمعت محمدا يقول الوقف اذا صار بحيث لا يتنفع به المساكين

فللقاضی ان یبعه ویشری بشئ غیره و لیس ذلک الا للقاضی ۲

(ترجمہ: امام هشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ وہ فرما رہے
تھے کہ جب وقف کی حالت ایسی ہو جائے کہ مسکین اس سے نفع نہ حاصل کر سکیں تو قاضی کو اختیار ہے کہ

۱۔ فتاویٰ کے دفتروں میں سال در فتاویٰ ہے۔

۲۔ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۴۱۸ مکتبہ و شبیہ کوئٹہ

اسے فروخت کر دے اور اسی کی قیمت سے اس کے علاوہ اور خرچہ لے۔ قاضی کے سوا کسی اور کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

و ایضا فیہ فی صفحہ ۴۱۹

واعلم ان عدم جواز بیعہ (ای بیع الوقف) اذا تعذر الانتفاع به انما هو فیما و رد علیہ وقف الواقف اما اذا اشتراه المتولی من مستغلات الوقف فانه يجوز بیعہ بلا هذا الشرط لان فی صبر و رتہ و قفا خلافا و المختار انه لا يكون وقفا فللقیم ان بیعہ متی شاء لمصلحة عرطت و سنائی المسئلة فی الفصل الاتی متا۔

(ترجمہ: وقف کی چیز کو فروخت کرنے کا عدم واز جب کہ اس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ رہے صرف اس صورت میں ہے جب کہ وقف کرنے والے نے اسے وقف کیا ہو۔ لیکن اگر وقف کی آمدنیوں سے اسے خرچہ اتوا اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔ اس میں قاضی کے ہونے وغیرہ کی کوئی شرط نہیں۔ کیونکہ ایسی خرچہ کردہ چیز کے وقف ہونے میں اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ یہ وقف نہیں ہے۔ لہذا متولی جب چاہے مصلحت پیش آنے کی صورت میں فروخت کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ اگلی فصل میں متن کے اندر آ رہا ہے)

حورہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 131﴾

سوال

ایک طوائف کی طرف سے فراہمی نے مسجد بنوادی اور وہ اس کے سامنے مدفون ہے۔ اس مسجد میں نماز نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور فراہمی نے اقباضہ مسلمان دے دی تھی۔ اب تک کی زمین ہندو نے لی ہے مسجد کو بھی وہ کھودے گا لہذا اب حکم شرع شریف کیا ہے۔

سائل: حافظ گلپہ

پتہ: منڈی فروزی ۱۹۱۶ء

الجواب

نماز اس مسجد میں ہو جائے گی مگر ثواب مسجد نہ ہوگا اور جب کہ مسجد کو قبضہ مسلمانوں میں دے دی ہے۔ تو پھر اس کو کھودنے کی اجازت نہیں ہے۔ خود مسلمان انتظام کریں۔ اور اپنے روپیہ سے بنوادیں اور اس کے اثاثہ کفر و نیت کر کے قرض ادا کر دیں تاکہ مسجد کا ثواب بھی ہو جائے۔ واللہ اعلم وحکما حکم۔

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 132﴾

سوال

مہر کی قیمت کے لیے ریزی کچھ دینا چاہتا ہے تو اس کام کو سہارا دینا جائز نہیں؟ بھینٹا تو جبراً
 سائل: دیاست لال ٹرٹھ شعلہ بلاں پور
 ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء

الاجواب

وهو الصواب للحق والصواب

ریزی کا روپیہ مہر میں لگانا جائز نہیں ہے۔

☆ لأن حلوان الكاهن ومهر البغی ليس بطیب ۱

(ترجمہ: کیوں کہ کاهن کی مزدوری اور بدکار زانی عورت کا مہر پاکیزہ نہیں ہے)

واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۶ نومبر ۱۹۸۵ء



۱۔ صحیح المفہاری: حدیث رقم: ۲۲۸۲ صفحہ ۳۳۸ مطبوعہ: مکتبہ دار السلام ریاض میں ہے

☆ ان رسول اللہ ﷺ نہیں ہن ثمن الکلب ومهر البغی وحلوان الکاهن

بکھانا نماز حدیث رقم ۲۲۲۷ کے ہیں اور اس کے قریب نماز حدیث رقم ۵۵۳۲ اور ۵۷۶۱ کے ہیں۔

﴿فتویٰ نمبر.....133﴾

سوال

علمائے دین فقہیان شرع متین درج ذیل صورت حال کے بارہ میں از روئے شرع کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ریاست لال گڑھ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ہندو راجہ بہادر ہیں۔ کال الاختیار ہیں۔ پھانسی وغیرہ کا اختیار بھی حاصل ہے۔ نہایت ظلیق و نئی الصدور ہیں۔ اس ہستی میں ہندو زیادہ مسلمان کم ہیں۔ دو مسجدیں یہاں ہیں۔ ایک پختہ دوسری خام۔ سندھ حال میں خام مسجد کو پختہ بنانے کا اہل اسلام ارادہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پورا کرے۔ اس کام کے واسطے مبلغ آٹھ سو روپیہ جمع ہیں۔ قریب بارہ سو کے تخمینہ کیا گیا ہے۔ اس میں چندہ کیا جائے گا اس چندہ میں اگر مہاراجہ صاحب کچھ امداد کریں تو مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا کیا؟ یا کوئی اور ہندو بھی دینا چاہے تو اس کو لینا چاہیے یا نہیں؟ بہتوا فوجروا

سائل: حاجی عبداللہ سوداگر۔

ریاست لال گڑھ ضلع بلاس پور

۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء

الجواب

وہو الملمہم للحق والصواب

چندہ مسجد میں سوائے اہل اسلام اور کسی کا نہ لگائیں گے۔ ہاں اگر کوئی غیر مذہب مسلمانوں کو روپیہ سید کے طور پر دے دے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں لگا دیں تو جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان علی عنہ مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر ۱۳۴﴾

سوال

مسجد کی تعمیر میں جو سامان لگایا جائے اس کو ہندو لوگ نفی یا کفایت سے دنیا چاہیں تو خرید سکتے ہیں یا بازار بھاؤ جیسا کہ عام لوگ خرید کرتے ہیں۔ بیٹھا و نوجروا

سائل: حاجی عبداللہ

سوداگر ریاست لال گڑھ

ضلع باس پور

۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء

الجواب

وہو الملہم للحق والصوب

ہندو سے خریدنا جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر — 135﴾

سوال

ماقولکم رحمکم اللہ دریں مسئلہ ایک کہنہ مسجد جو بالکل منہدم اور ویران ہے اس کے ایٹھ چتر وغیرہ سے دوسرے شہر یا قصبہ میں دوسری مسجد بنانا یا چتر وہاں سے اس دوسری مسجد کے لئے اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟۔ یہ امر بھی واضح رہے کہ مسجد شکستہ کے قریب ایک اور ایسی مسجد ہے اور وہ بھی نمازیوں سے خالی ہے۔
سائل: واجد علی ساکن محلہ نیکا پور
۸ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

رب زدنی علما

اگر مسجد شہدادپور اس دوسری مسجد غیر آباد کے ایٹھ چتر وغیرہ ویران مسلمان کے تحفہ ہونے کا اور لوگوں نے اس کو ذکر کیا اس کے علاوہ مسلمان ایٹھ چتر وغیرہ کو لے جا کر اپنے مکانوں میں لگانے کا خوف نہ ہو جب تو بقول مفتی یاس کی کسی چیز ایٹھ چتر وغیرہ سے دوسری مسجد میں لگانا اور اس سے دوسری مسجد بنانا جائز نہیں۔
کما فی الدر المختار:

و لو عوب ما حوله و استغنی عنه یبقی عند الامام و النانی ابدا الی قیام الساعة و بہ

یفنی حاوی قدسی را

(ترجمہ: اگر مسجد کے ارد گرد آبادی ویران ہو جائے اور اس کی ضرورت نہ رہے تو بھی وہ جگہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیامت کے پناہ ہونے تک مسجد ہی رہے گی اور فتویٰ اسی پر ہے "حاوی قدسی")

قال الشامي :

قوله (عند الامام والثاني) فلا يعود مبرأ ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أو لا و هو الفتوى حاوی قدسی و اکثر المشايخ عليه مجبى و هو الاوجه فتح ۱

(ترجمہ: صاحب در مختار نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وہ جگہ مسجد ہی رہے گی۔ لہذا وہ جگہ دوبارہ میراث قرار نہیں پائے گی۔ نہ ہی اس مسجد کو وہاں سے منتقل کرنا جائز ہے اور نہ ہی اس کے مال کو دوسرے مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ خواہ لوگ اس میں غماز ادا کرتے ہوں یا نہ۔ یہی فتویٰ ہے ”حاوی قدسی“ اکثر مشائخ کا یہی موقف ہے۔ بختمی یہی وجہ ہے فتح القدیر)

☆ اور اگر خوف اس امر کا کتاب ہو کہ بعض خدا ترس اس کے تمام یا بعض پتروں کو لے کر گروں میں لگا دیں گے اور تمام سامان یوں ہی ضائع ہو رہا ہے اور ہو جائے گا تو اس سے دوسری مسجد بنانا یا دوسری مسجد میں اس کا بعض سامان مانتاج لگا دینا جائز ہے۔

کما فی الفتاوی العالم گبرہ

فی فتاوی النسخی مثل شیخ الاسلام عن اهل قرية الفریقا و نداعی مسجد الفریة الی الخراب و بعض المنغلیة بسنولون علی حشب المسجد و یقلونه الی دبارهم حل لواحده من اهل القرية ان یبع الخشب بامر القاضي و بمسک الثمن لبصره الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال نعم کذا فی المحیط ۲

(ترجمہ: فتاویٰ نسفی میں ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے ایک گاؤں والوں کے بارے میں پوچھا گیا جو تتر ہو گئے اور گاؤں کی مسجد میں ان ہو گئی اور کئی زبردستی قبضہ کرنے والے مسجد کی ٹکڑیوں کے والی بن گئے وہ انہیں اپنے گروں کی طرف لے جانے لگے۔ کیا گاؤں والوں میں سے کسی کو یہ اجازت ہے کہ قاضی کے حکم

- | | | | |
|----|----------------------------------|----------|-----------------|
| ۱۔ | الدر المختار مع رد المحتار جلد ۶ | صفحہ ۳۴۹ | مطبوعہ بیروت |
| ۲۔ | الفتاویٰ العالم گبرہ | جلد ۴ | صفحہ ۳۷۸ تا ۳۷۹ |

سے لکڑیوں کو فروخت کر دے اور ان کی رقم اپنے پاس رکھیں تاکہ اسے کسی مسجد یا اسی مسجد پر خرچ کر دے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا ہاں۔ اسے اجازت ہے۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

و فی رد المحتار :

و عن الشانی ینقل الی مسجد آخر باذن الفاضی جزم بہ فی الاسعاف حیث قال ولو خرب المسجد و ماحوله و تفرق الناس عنه لا یعود الی ملک الواقع عند ابی یوسف فیباع نقضہ باذن الفاضی و یصرف ثمنہ الی بعض المساجد۔

(ترجمہ: اور دوسرے امام یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب مسجد کے ارد گرد سے آبادی ویران ہو جائے تو وہ جگہ بانی کی ملک میں دوبارہ واپس نہیں آتی۔ بلکہ قاضی کے حکم سے اسے دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دیا جائے اسعاف میں اسی حکم پر جزم فرمایا ہے۔ کیونکہ صاحب اسعاف نے فرمایا کہ اگر مسجد اور اس کا ارد گرد ویران ہو جائیں اور لوگ وہاں سے نکھر جائیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ جگہ وقف کرنے والے کی ملکیت کی طرف واپس نہیں آتی۔ لہذا اس کا ملکہ قاضی کے حکم سے فروخت کر دیا جائے گا اور اس کی قیمت کسی مسجد میں خرچ کر دی جائے گی)

اور جو مسجد زیادہ تر اس مسجد خراب شدہ کے قریب ہو وہ اس سامان کی حقدار ہے اگر اس کو حاجت ہو۔

کما فی الدر المختار

حشیش المسجد و حصیرہ مع الاستغناء عنہما و کذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض فی اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض البیدؒ

۱۔ رد المحتار	جلد ۳ صفحہ ۳۵۹	مطبوعہ مصر
۲۔ الدر المختار مع المختار	جلد ۳ صفحہ ۳۵۹	مطبوعہ مصر

☆ (ترجمہ: مسجد کا گھاس اور اس کی پنٹا پٹیاں جب ان کی ضرورت نہ رہے ☆ اور اسی طرح سرائے اور کتواں کا حکم ہے کہ جب ان سے نفع نہ اٹھایا جاتا ہو تو مسجد سرائے کتوئیں اور حوض کی وقف اشیاء اس کے قریب ترین مسجد یا سرائے یا کتوئیں یا حوض پر صرف کر دی جائیں)

حورہ:

المفتی ابو محمد محمد دین ارغلی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 136﴾

سوال

علمائے دین و مفتیان شرعیین صریحاً ذیل سوالات کے بارے میں از روئے شرع شریف کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

- 1- نام مسجد کو شہید کر کے پختہ بنا سکتے ہیں؟
 - 2- نام مسجد کی دیواروں کی مٹی لکڑی وغیرہ فروخت کر کے اس کی قیمت کو پختہ مسجد میں لگا سکتے ہیں؟
- فروخت کرنے میں کیا ہندو مسلمان کا خیال کیا جائے؟ اور سامان مسجد کا خواہ ہندو خریدیں یا مسلمان تو وہ ہر جگہ استعمال میں لا سکتے ہیں۔ جیسا کہ مکان بنانا یا اساطیل کی دیواروں میں یا کوئی نجس جگہ اس مٹی سے دیوار اٹھوائیں تو جائز ہے یا کیا؟۔ بہنو! توجروا

الجواب

هو الملهم للحق والصواب

جدید مسجد بنالیا اور مسجد کو منہدم کر کے اس کی اشیاء بعد فروخت جدید مسجد میں لگانا جائز ہے جیسا کہ فقہ مفتی والساکیؒ فرماتے ہیں۔ پس ضرورت میں بیع جائز ہے۔ مشتری خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان کوئی خاص قوم نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان عفی عنہ مفتی واعظ جامع مسجد انگریز ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء

۱۔ نفع المصلیٰ والسفل مشمولہ مجموعۃ الفقہ کی جلد ۳ صفحہ ۱۸۳ مطبوعہ دار الفکر آن والعلوم الاسلامیہ کراچی میں ہے۔

الاستفسار: مسجد غیر منہدم هل يجوز الخاف ان يهيموا بهنوا احکم من الاول.

الاستفسار: لا يجوز ان يخاف انه يهيموا بهنوا لاهل المحلة لا لغیرهم ان يهيموا بهنوا ومنعوا من مال أنفسهم لا من مال الوقف کذا فی السراج المنیر عن فتاویٰ ابراہیم شاہی.

ترجمہ سوال مسجد غیر منہدم ہے کیا لوگوں کے لیے جائز ہے کہ اس کو منہدم کر کے پہلی مسجد سے زیادہ مضبوط عمارت بنائیں۔

جواب عام لوگوں کے لیے اس کا زبردستی صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اس کو منہدم ہونے کا خوف ہو۔ مضبوطی وغیرہ کے لیے پہلی عمارت کو ہارت ہے کہ اس کو منہدم کریں اور نئے عمارت بنائیں۔ پہلی عمارت کو بھی نئی عمارت بنانے کے بجائے کی اجازت ہے۔ وقت کے حال سے اجازت نہیں۔ عراق حرم۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی۔

﴿فتویٰ نمبر 137﴾

سوال

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ریاست گوالیار میں ایک بیوہ عورت کے دو مکان ہیں۔ اور اس کی ایک مسجد بھی ہے اور ایک مسجد چٹائی ہے۔ لیکن وہ دونوں مسجدیں ویران ہیں اور وہ محلہ بھی ویران ہے۔ بسبب روزگار کے وہ بیوہ عورت اگر وہ کو چلی آئی ہے اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ ایک شخص گوالیار سے آیا ہے اور اس بیوہ عورت سے کہا کہ تیرے مکان کو سرکار ضبط کرنے لگی ہے یا تو تم چل کر مکان کو آباد کر دیا مکان کو مسجد کے نام کر دو تو تمہارے مکان اس ذریعہ سے بچا دیں گے۔ اس بیوہ عورت نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ مکان میں نے مسجد کے نام کئے۔ اس کو عرضہ چار سال کا ہوا۔ لیکن اب وہ بیوہ عورت بہت مفلس و لاچار ہے۔ لہذا وہ چاہتی ہے کہ مکانوں کو فروخت کر کے کچھ روپیہ مسجد کی مرمت میں لگا دے۔ اور کچھ روپیہ سے اپنی اوقات بسر کرے۔

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں مختار اکتا کہہ دینے سے کہ میں نے مکان مسجد کے نام کئے وقف تمام نہیں ہوتا تاوقتیکہ کسی حوالی کے سپرد نہ کر دیا جائے۔

كما في الدر المختار:

ولا ينم الوقف حتى يقبض و لم يقل للمتولى لان تسليم كل شيء بما يلقى به فني

المسجد بالاقرار وفي غيره بنصب المتولى و تسليم اياه ابن كمال ر

(ترجمہ: وقف کامل نہیں ہوتا جب کہ واقف قبضہ نہ دے دے۔ یہ نہ فرمایا کہ جب تک حوالی کو قبضہ نہ دے کیوں کہ ہر شے کی سرحدی اس طرح سے ہوتی ہے جو اسکے مناسب ہو۔ مسجد میں جگہ کو کچھہ کر دینے سے اور اس کے علاوہ باقی چیزوں میں حوالی مقرر کرنے اور اس کو سپرد کرنے سے وقف نام ہوتا ہے۔ ابن کمال)

اور جب وقف تمام نہیں ہوا اور واقف بہت تک دست اور مسجدیں دیر ان بھی ہیں اور محلہ بھی دیر ان ہے اس واقعہ پر وہ کو اس کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا جائز ہے اگر فی الواقع سوال مذکور صحیح ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ بعد الوقف کسی کو حوالی مقرر کر کے اس کے سپرد نہیں کیا تھا۔ فقط واللہ اعلم

حورہ العبد المذنب رستمہ ربہ الحقوی

ابو محمد محمد دیر علی منشی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 138﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ مسجد کس کو کہتے ہیں۔ میرا علم عربی نا کافی ہے اس قدر لیاقت نہیں ہے کہ میں رموز اور نکات زبان عربی کو کامل الطمینان طور پر سمجھ سکوں لیکن بادی النظر میں یہ معلوم ہے کہ الخاظ (حد مسجد) کی صحیح تعبیر ہونا سے مسئلہ متنازعہ فیہ اس مقدمہ کامل ہو جائے گا۔ مسجد اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جس پر مسجد کیا جائے اور حد اس سطح ارضی کو کہتے ہیں جو ہمارے حرکات ظاہری (یعنی بصارت و سماعت وغیرہ) سے محدود ہو سکے۔ میری ناقص رائے میں طبقات تحت سطح ارض حد شرعی میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اگر میری یہ رائے صحیح ہے تو مسجد گاہ کے نیچے اگر دکانیں واسطے مصلح مسجد کے بنائی جائیں کہ ان سے آمدنی واسطے معارف ضروری مسجد کے اور واسطے مرمت و قیام آئندہ عمارت مسجد کے پیدا ہو جائے یعنی وہ مسجد کی حد کے باہر تصور ہوں گی کیونکہ بوقت نماز وہ دکانیں تاری قوت اور حد بصارت کے باہر ہوں گی چونکہ مجھے اکثر اہل اپنی نا قابلیت کا ہے لہذا میری یہ ناچیز رائے واسطے منکوری یا ترمیم و تنسیخ کے خدمت مالی میں جناب مفتی صاحب زادہ اللہ افشاءکم بغرض میری ہدایت آئندہ کے پیش ہو۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما

فی الواقع مسجد کے معنی فتویٰ مسجد گاہ کے ہی ہیں جیسے صلوٰۃ کے فتویٰ مسجد حریک الصلوٰۃ یعنی کوٹھے بنانے کے ہیں مگر جیسا اصطلاح شریعت میں صلوٰۃ ہو وہ بیان شارح علیہ السلام ارکان مخصوصہ کو کہتے ہیں علیٰ نماز مسجد حسب بیان شارح علیہ السلام اس زمین کو کہتے ہیں جس کو مالک زمین اپنے قبضہ سے نکال کر عام مسلمانوں کو ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی کی شرکت کے اللہ واسطے وقف کر دے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمام صفحہ ۴۴۵ جلد خامس فتح القدیر مطبوعہ مصر میں

تحت عبارت ہدایہ :

ومن اتخذ ارضه مسجدا لم یکن له ان یرجع ولا یمیعه ولا یورث عندہ
☆ (ترجمہ: جس شخص نے اپنی زمین کو مسجد بنا دیا اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے دوبارہ اپنی ملکیت میں لوٹا
لے۔ نہ ہی وہ اسے فروخت کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ اس کی میراث بن سکتی ہے)
تحریر فرماتے ہیں:

یعنی بعد صحتہ بشرطہ و فی فتاویٰ قاضی خان رجل له ساحة لا بناء فیها امر قوما
ان یصلوا فیها بجماعة قالوا ان امرهم بالصلوة فیها ابدا و امرهم بالصلوة بجماعة و لم
یذکر الا بد إلا أنه أراد الأبد ثم مات لا یكون میراثا عندہ

(ترجمہ: یہ احکام زمین کے شرائط کے ساتھ صحیح طور پر مسجد بننے کے بعد ہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک
شخص کے پاس کھلا میدان ہے جس میں کوئی عمارت نہیں مالک نے لوگوں کو اس میں باجماعت نماز
ادا کرنے کا حکم دیا تو علماء نے فرمایا اگر مالک نے ان کو اس جگہ ہمیشہ کے لیے نماز ادا کرنے کا حکم دیا یا ان کو
باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نہ کہا لیکن اس کی نیت ہمیشہ کے لیے تھی اس
کے بعد وہ مالک مر گیا تو وہ میدان اس کی میراث قرار نہ پائے گا)

اور ماتحت عبارة هداية

و من جعل مسجدا تحته سرداب او فوقه بیت و جعل باب المسجد الى الطريق و

عزله عن ملكه فله ان یمیعه و ان مات یورث عندہ

☆ (ترجمہ: ہدایہ میں ہے کہ جس شخص نے مسجد یوں بنائی کہ اس کے نیچے (اپنی ملکیت پر قرار رکھ کر) تہ خانہ

۱۔	الہدایہ مع الشروح	جلد ۵	صفحہ ۲۳	المطبعة الکبریٰ مصر
۲۔	فتح القلیب	جلد ۵	صفحہ ۲۳	المطبعة الکبریٰ مصر
۳۔	الہدایہ مع الشروح	جلد ۵	صفحہ ۲۳	المطبعة الکبریٰ مصر

یا اس کے اوپر گھر بنایا اور مسجد کا دروازہ رستے کی طرف بنا دیا نیز اسے اپنی ملکیت سے جدا کر دیا اس کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دے اور اگر مر جائے گا تو یہ اس کی میراث قرار پائے گی۔
ہدایہ کی اس عبارت کے تحت صاحب فتح القدیر نے ارشاد فرمایا کہ:

لأنه لم يخص الله تعالى لبقاء حق العبد فيه ۱۔

(ترجمہ: اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ وہ جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص نہیں ہوئی کیونکہ اس کے اوپر یا نیچے بندے کا حق باقی ہے)

علامہ مکمل الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عنایہ مصری صفحہ ۴۴۳ جلد ناسم ہدایہ مع الشرح میں تحریر فرماتے ہیں:-

قوله فله ان يبيعه اي لا يكون مسجداً و هو ظاهر الراوية لان المسجد ما يكون خالصاً لله تعالى قال الله تعالى و أن المساجد لله اضاف المسجد الى ذاته مع ان جميع الاماكن له فاقضى ذلك خلوص المساجد لله تعالى و مع بقاء حق العباد في اسفله اوفى علاه لا ينحقق الخلو ص ۲

(ترجمہ: صواب ہدایہ نے فرمایا اس مسجد کے باقی کو اسے فروخت کرنے کا حق حاصل ہے یعنی وہ جگہ مسجد قرار نہ

۱۔ فتح القدیر کی اصل عبارت میں ہے

والمسجد خالص لله سبحانه ليس لأحد فيه حق قال الله تعالى وان المساجد لله مع العلم بان كل شيء له فكان فائدة هذه الإضافة اختصاصه به وهو بالقطاع حق كلي من سواه عنه وهو منفق بما ذكر (جلد ۵ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: مسجد خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ اور جو اس کے کہ یہ معلوم ہے کہ ہر شئی اس کی ہے تو اسے اس بات کا قاعدہ یہ ہوا کہ مساجد اس کے ساتھ تقسیمی ہو گئیں۔ اللہ کے ساتھ ان کا تقاسم اس وقت ہوگا جب اس کے حواہر کسی کا حق ان سے منقطع ہو جائے اور مذکورہ صورت میں یہ منقطع ہے۔

۲۔ العبادۃ علی الہدایۃ علی هامش فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر

پائے گی۔ یہی ظاہر روایت ہے کیوں کہ مسجد وہ جگہ ہوتی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور شادی باری تعالیٰ ہے (اور مسجد میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں) اس میں اللہ تعالیٰ نے مساجد کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی جب کہ تمام جگہیں اسی کی ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسجدیں خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور اگر کسی بندے کا حق مسجد کے اوپر یا نیچے باقی ہو تو وہ جگہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہوتی)

اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ روایت عدم جواز مکان یا دوکان کرایہ اور سکونت ظاہر الروایت ہے اور اس کے مقابلہ میں روایات ضعیفہ کا جن کا امام سے مروی ہونا منطوق ہے اور پچھلے بعض فقہاء کے اقوال مروی ہیں وہ ہرگز قائل احتیاج نہیں ہو سکتے خصوصاً ایسے اقوال جو مخالف ہوں سیاق کلام مجید کے (سورہ جن) اللہ جل شانہ اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔

ان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا ۱۷

(ترجمہ: مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں لہذا اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو)

علامہ ابوالدین رحمۃ اللہ علیہ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :

ان المساجد مواضع الصلوة لله فلا تدعوا مع الله احدا بان تشرکوا کما کانت

اليهود والنصارى اذا دخلوا کنائسهم وبيعهم اشرکوا ۱۸

(ترجمہ: مسجدیں یعنی نماز ادا کرنے کے لیے مقامات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو۔ یوں کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤ جس طرح کہ یہودی اور عیسائی اپنے گرجا گھروں اور عبادت خانوں میں جاتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا کرتے تھے)

علامہ ابن نجیم بحر الرائق مطلوبہ مصرعے صفحہ ۲۰۱ جلد خامس میں تحریر فرماتے ہیں

و حاصلہ ان شرط کو نہ مسجد ان بکون سفله و علوه مسجد ابتقطع حق العبد

عنه لقوله تعالى و ان المساجد لله بخلاف ما اذا كان السرداب او العلوم قوفا لمصالح المسجد فانه يجوز اذا لا ملك فيه لاحد بل هو من تنميم مصالح المسجد فهو كسرداب مسجد بيت المقدس هذا هو ظاهر المذهب و هناك روايات ضعيفة مذكورة في الهداية و بما ذكرنا علم ان لو بنى بيتا على سطح المسجد لسكنى الامام فانه لا يضر فى كونه مسجدا لانه من المصالح فان قلت لوجعل مسجد ائم اراد ان يبنى فوقه بيتا للامام او غيره حل له ذلك قلت قال فى التتار خانية اذا بنى مسجد ا و بنى غرفة و هو فى يده فله ذلك و ان كان حين بناءه خلى بينه و بين الناس ثم جاء بعد ذلك يبنى لا يتركه و فى جامع الفتاوى اذا قال عتبت ذلك فانه لا يصدق فاذا كان هذا فى الواقف فكيف لغيره فمن بنى بيتا على جدار المسجد وجب هدمه ولا يجوز اخذ الاجرة و فى البزاية و لا يجوز للغير ان يجعل شيئا من المسجد مستغلا ولا مسكنا۔

(ترجمہ: خاص یہ ہے کہ کسی جگہ کہ مسجد قرار پانے کی شرط یہ ہے کہ اس کے اوپر اور نیچے والا حصہ مسجد ہی ہوتا کہ بندوں کا حق اس سے منتزع ہو جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”مسجد میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں“ اگر اس کے خلاف مسجد کے نیچے کا تہ خانہ یا اس کے اوپر کا مقام مسجد کے مصالح کے لیے ہو تو وہ جائز ہے کیوں کہ اس میں کسی بندے کی ملک باقی نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسجد کے مصالح کی تکمیل کے لیے ہے وہ بیت المقدس کی مسجد کے تہ خانہ کی مانند ہو جائے گا۔ یہ ظاہر مذہب ہے۔ اس مقام پر ضعیف روایات بھی ہیں جو ہدایہ میں مذکور ہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مسجد کی چھت پر امام کی رہائش کے لیے گھر تعمیر کیا جائے تو اس سے اس کے مسجد ہونے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیوں کہ یہ مسجد کے مصالح میں داخل ہے۔ اگر تم کہو اگر کسی نے مسجد بنادی پھر اس کے اوپر امام یا کسی اور کی رہائش کے لیے مکان بنادیا تو کیا مسجد کے باقی کو اس کا اختیار ہے؟ میں کہتا ہوں فتاویٰ تاتاریخانیہ میں فرمایا کہ جب باقی نے مسجد بنائی اور اس پر کمرہ بنایا جب کہ وہ ابھی اس

کے قبضہ میں ہے تو اسے اس کی اجازت ہے۔ اور جب اس نے اسے مسجد قرار دے دیا اور اس جگہ کو لوگوں کے لیے چھوڑ دیا پھر اس کے بعد آیا تا کہ اوپر کمرہ بنائے تو اسے اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ جامع الفتاویٰ میں ہے اگر وہ کہے کہ میرا بیٹا کرنے کا پہلے سے ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی جب حکم وقف کرنے والے کے لیے یہ ہے تو دوسرے کا کیا حال ہوگا۔ لہذا جو شخص مسجد کی دیوار پر گھر بنائے اس کو گرا دینا واجب ہے اور اس کی اجرت لینا درست نہیں۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ متولی کے لیے مسجد کے کسی حصہ کو نہ آمدنی کا ذریعہ بنانا جائز ہے اور نہ ہی سکونت گاہ بنانا۔

حضور:

العباد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیوبند علی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 139﴾

سوال

جس امام اور خطیب کی اولاد جاہل اور ناقابلِ امامت ہو اور تحصیلِ علوم دین اور ضروریاتِ دین میں کوشش نہ کرے وہ مستحقِ وکالتِ معینہ کے با وصف عدمِ اداءِ خدا تو معینہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط

الجواب

صفحہ ۲۱۰ جلد اول تنفیح الفتاویٰ الحامدین

قال مولانا العلامة صاحب الخزائنہ ناقلًا عن مبسوط فخر الاسلام حصص و اذا مات من له وظيفة في بيت المال لحق الشرع واعزاز الاسلام كاجراء الامامة والناذين و غير ذلك مما فيه صلاح الاسلام والمسلمين و للميت ابناء بر اعون و بقيمون حق الشرع و اعزاز الاسلام كما بر اعى او بقيم الاب للامام ان يعطى وظيفة الاب لابناء الميت لا لغیرهم لحصول مقصودنا للشرع وانجبار كسر قلوبهم!

ترجمہ: یعنی علامہ جامع فرائد الروایات مبسوط فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ جس کسی کا وظیفہ بیت المال سے کسی حق شرعی کی وجہ سے مثل اجر امامت اور اذان وغیرہ کے یعنی اس قسم کے امور کی وجہ سے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بہتری ہو (مقرر ہو) اور وہ شخص مر جائے۔ اور میت ایسی اولاد چھوڑے جو اپنے باپ کی طرح حقوقِ شرع ادا کرتی ہو اور خدماتِ دینی بدستور انجام دیتی ہو تو حاکم پر لازم ہے کہ باپ کا وظیفہ اس کی اولاد کو بدستور دیتا رہے۔ اور ان سے چھین کر ان کا وظیفہ کسی غیر کو ہرگز نہ مقرر کرے کہ

۱۔ تنفیح الفتاویٰ الحامدین: جلد اول صفحہ ۲۱۹ المکتبہ الحبیہ کونستہ

نوٹ: تنفیح الفتاویٰ الحامدین میں ”اجراء الامامة“ کے الفاظ ہیں جب کہ روایتیں ”اجراء الامامة“ کے الفاظ ہیں یہ تہذیب و احکام کی عبارت کے مطابق ہے۔

نقیح مرتب علی حد

یہ سب حاصل ہوئے مخصوصِ دشمنی یعنی خطابت و امامت کے اس کی اولاد سے بدستور اور دلداري اس امام کی اولاد
فائزہ دل کی۔

کہ یہ امر بہت ہی کچھ مودب و عظیم ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

☆ ہاں البتہ اگر اولاد اس امام حوثلی یعنی اپنے باپ کے طریق پر نہ چلے اور مشغول ہو و لعب یا امور
دنوی رہ کر باہل رہ جائے تو وہ ہرگز مستحقِ وظائف معین نہیں رہتی۔ امام دین اور حاکمِ شرع کو چاہئے کہ
اس کو موقوف کر کے اس خدمت پر دوسرے شخص کو مقرر کرے اور اس کا وظیفہ خدمت جو حقدارِ خدمت ہو
اس کو دے ورنہ دو گنا ہوں کا بارِ ذمہ حاکم رہے گا۔ ایک غیر حقدار وظیفہ خدمت کو دے کر بے عمل مال
بیت المال کا صرف کرنا دوم حقدارِ خدمت سے اس کا حق روکنا۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۸۰ جلد ۱ لکھتے ہیں: شرح در مختار میں بعد تحریر عبارت مذکورہ صحیح

معدیہ اس طرح فرماتے ہیں۔

قال البیری اقول هذا موبد لما هو عرف الحرمین الشریفین و مصر و الروم من غیر نکیر
من ابقاء ابناء المبت و لو کانوا صغارا علی وظائف آباءہم مطلقا من امامة و خطابة و غیر
ذلك عرفا مرضيا لان فيه احياء خلف العلماء و مساعدتهم عن بذل الجهد فی الاشغال
بالعلم و قد افنی بجواز ذلك طائفة من اکابر الفضلاء الذین بعول علی افانہم ۱۰۰

قلت و منفضاء نخصب ذلک بالذکور دون الانات و انت خیر بان الحکم

بدور مع علنہ فان العلة هی احياء خلف العلماء و مساعدتهم علی تحصیل العلم فاذا تبع
الابن طريقة والده فی الاشغال بالعلم فذلک ظاہر و اما اذا اہمل ذلک و اشغل باللہو
و اللعب او فی امور الدنيا جاہلا غافلا معطلا للوظائف المذكورة او بتب غیرہ من اہل

العلم بشيء قليل و يصرف باقى ذلك فى شهواته فانه لا يجعل لما فيه من اخذ وظائف العلماء و تركهم بلا شيء يستعينون به على العلم كما هو الواقع فى زماننا فان عامة اوقاف المدارس والمساجد والوظائف فى ايدى جهلة اكثرهم لا يعلمون شيئا من فرائض دينهم و ياكلون ذلك بلا مباشرة ولا انابة بسبب تمسكهم بان خبز الاب لابنه فيتوارثون الوظائف ابا عن جد كلهم جهلة كالانعام و يكبرون بذلك فراهم و عمامتهم و يتصدرون فى البلدة حتى ادى الى اندثار المدارس والمساجد و اكثرها صار بيوتا باعوها و بساتين استغلوها فمن اراد ان يطلب العلم لا يجد له ماوى يسكنه ولا شيئا ياكله فيضطر الى ان يترك العلم و يكتسب و وقع فى زماننا ان رجلا من اكابر دمشق مات عن ولد اجهل منه ولا يقرأ ولا يكتب فوجهت من وظائفه تولية مسجد و مدرسة على رجلين من اعلم علماء دمشق فذهب ولده و عزلهما عن ذلك بالرشوة

و فى اواخر القرن الثالث من الاشياء اذا ولي السلطان مدرسا ليس باهل لم تصح توليته و فى البزازية السلطان اذا اعطى غير المستحق فقد ظلم مرتين بمنع المستحق و اعطاء غيره

ففى توجيه هذه الوظائف لانباء هؤلاء الجهلة ضياع العلم والدين و اعانتهم على اضرار المسلمين فيجب على ولاية الامور توجيهها على اهلها و نزعها من ايدى غير الاهل و اذا مات احد من اهلها توجه على ولده فان لم يخرج على طريقة والده يعزل عنها و توجه للاهل اذا لا شك ان غرض الواقف احياء وقفه من ذلك فكل ما كان فيه تضییعه فهو مخالف لغرض الشرع والواقف هذا هو الحق الذى لا محيد عنه ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

(ترجمہ: حضرت علامہ میری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس امر کی تائید حرمین شریفین مصر اور روم کے عرف (زم و رواج) سے ہوتی ہے جس کا کسی نے انکار نہیں کیا کہ مرحوم علماء کی اولاد کو مطلقاً ان کے آباء و اجداد کے وظائف پر برقرار رکھا جاتا ہے۔ خواہ ان کی ملازمت خطابت ہو یا امامت ہو یا اس کے علاوہ اور کچھ ہو۔ یہ ایک پسندیدہ رواج ہے۔ کیونکہ اس میں علماء کرام کی اولاد کی پرورش اور حصولِ علم میں ان کی مشغولیت کی کوشش پر امداد ہوتی ہے۔ اس کے جواز پر اکابر علماء کی ایک ایسی جماعت نے فتویٰ دیا ہے جن کے فتویٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے)

میں کہتا ہوں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان وظائف کو صرف مردوں کے حق میں برقرار رکھا جائے۔ مستورات کو یہ وظائف پر بند کیے جائیں۔ اور جنہیں علم ہے کہ حکمِ اپنی ملت کے ساتھ ساتھ داور ہوتا ہے اس حکم کی ملت علمائے کرام کی اولادوں کی پرورش اور حصولِ علم میں ان کی معاونت ہے۔ لہذا علم کی مشغولیت میں اگر بیٹا باپ کے طریقہ کی اتباع کرے تو اس صورت کا حکم ظاہر ہے۔ لیکن جب وہ اس کو چھوڑ دے اور مذهب اور دنیاوی امور میں مشغول رہے۔ خود جاہل و ناقل اور بے کار ہو لیں۔ پہل علم میں کسی اور کو حقیر معاوضہ پر اپنا نائب بنالے اور باقی آمدنی کو اپنی خواہشات پر صرف کر کے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں علماء کے وظائف پر قبضہ اور انہیں بغیر کسی مقول معاوضہ کو چھوڑ دینا ہے جس سے وہ اپنے علمی اضافہ میں مدد حاصل کر سکیں۔ جس طرح کہ ہمارے زمانہ میں یہ واقع ہے۔ مدارس اور مساجد کے امام اوقاف اور ان کے وظائف جابلوں کے قبضہ میں ہیں۔ وہ اپنے دین کے فرائض یا نکل نہیں جانتے اور بغیر کام کاج کیے اور بغیر کسی اور کو نائب مقرر کیے ان اوقاف کو کھارہے ہیں۔ ان کی دلیل یہ مشہور کہاوت ہے ”باپ کی روٹی بیٹے کے لیے ہوتی ہے“ وہ ان وظائف کے لیے بعد دہرے آباء و اجداد سے وارث چلے آتے ہیں جو سارے کے سارے حیوانوں کی طرح جاہل ہیں۔ اس کے ذریعہ سے وہ بڑی بڑی پوششیں اور دستاریں پہنتے ہیں۔ شہر میں صدارت کے مقام پر برائیاں ہوتے ہیں۔ اور اس کی بدولت مدارس اور مساجد مٹ گئے۔ ان میں اکثر گھر بن چکے جن کو انہوں نے فروخت کرایا ہے یا باغات بنا کر ان کو آمدنی کا ذریعہ بنالیا ہے۔ جو شخص اب علم حاصل کرنا چاہے اس کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں جہاں وہ سکونت اختیار کر سکے اور کوئی چیز کھانے کو نہیں۔

لہذا مجبور ہو کر وہ علم کو خیر باد کہنے اور مکا نے میں لگ جاتا ہے۔

ہمارے زمانہ کا واقعہ ہے کہ دُشمن کے اکابر سے ایک شخص مر گیا۔ اس نے ایک لڑکا چھوڑا جو اس سے زیادہ جاہل تھا۔ نہ لکھتا جانتا تھا نہ پڑھتا۔ لہذا مسجد اور مدرسہ کی تولیت کے فرائض دو ایسے آدمیوں کے سپرد کر دیے گئے جو دُشمن کے علماء میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اس کا لڑکا گیا رشوت دے کر ان دونوں کو اس عہدہ سے معزول کر دیا۔

الاشباہ کے فنِ ثالث کے آخر میں ہے کہ اگر بادشاہ کسی شخص کو تدبیر کی تولیت عطا کرے جو اس کا اہل نہیں تو اس کا متولی بنانا درست نہیں۔

قادی بڑا زیہ میں ہے کہ بادشاہ جب غیر مستحق کو کوئی چیز دیتا ہے تو وہ دوبرا علم کرتا ہے پہلا یہ کہ وہ مستحق کھردم کرتا ہے دوسرا یہ کہ غیر مستحق کو دیتا ہے۔

ان وظائف کو ان جلیلوں کی اولادوں کے سپرد کرنے میں علم اور دین کا نقصان ہے۔ نیز ان کی اس پر امداد کرتا ہے کہ وہ ذیل اسلام کا نقصان پہنچائیں۔ لہذا معاملات کے نگرانی کرنے والے لوگوں پر واجب ہے کہ ان وظائف کو اہل لوگوں کے سپرد کریں اور اہل لوگوں کے ہاتھوں سے ان کو چھین لیں۔ جب ان وظائف کے اہل لوگوں میں کوئی مر جائے تو یہ ذمہ داری اس کے بیٹے کی طرف سپرد کی جائے اگر وہ اپنے والد کے طریقہ پر چلنے والا نہ نکلے اسے معزول کر کے کسی اہل شخص کے سپرد کی جائے۔ کیونکہ بلاشبہ واقف کی غرض اس کے وقف کا بقا کی رہنا ہے۔ اور ہر وہ صورت جس میں وقف کا ضیاع ہو وہ ضائع اور واقف کی غرض کے مخالف ہے۔ یہی سچی بات ہے اس سے اعراض نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ طاقت ہے اور نہ ہی قوت و جبر اور با عظمت ہے۔

حضور:

العبد الراعی رحمۃ ربہ العفی
ابو محمد محمد دہ اعلیٰ الجیمی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 140﴾

سوال

زید ایک مسجد کا متولی تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا متولی ہوا جو مشرع متدین اور احکام اسلام کا سچا حامی اور پورا منتظم ہے وہ قولیت اس کے حصہ میں آئی تو بغیر اس کے کہ اس کی شرعی حالت میں کوئی عینی اختلاف واقع ہو اس سے قولیت کی واپسی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اس واقف کی جانب سے جو متولی ہوا خود واقف متولی ہوا اور امانت دار و پندار ہوا اس کو قولیت سے معزول کرنا ہرگز جائز نہیں اور اگر اس کو پاؤ جو دامن و متدین ہونے کے معزول کر کے دوسروں کو متولی بنادے تو شرعاً دوسرے کی قولیت صحیح نہ ہوگی۔ کما فی الدر المختار

فلو ما مونا لم تصح تولیة غیرہ اشباہا۔

(ترجمہ: واقف نے خود کسی کو متولی بنایا اس متولی نے کسی دوسرے کو متولی بنایا تو اگر وہ دامن ہے تو کسی اور کو متولی بنانا درست نہیں ہے)

قال الشامی

قوله فلو ما مونا لم تصح تولیة غیرہ قال فی شرح الملتقی معزیا الی الاشباہ لا بجوز للقاضی عزل الناظر المشروط له النظر بلا خیانة ولو عزله لا بصبر الثانی متولیا
وبصح عزل الناظر بلا خیانة لو منصوب القاضی ای لا الواقف۔

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۱۸۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نوٹ محمد ابراہیم صاحب کما اتھاذا غلط ہے جس میں ان کی جگہ کر دی گئی ہے

(ترجمہ: اگر وہ امان ہے تو کسی اور کو متولی بتانا درست نہیں۔ شرح الملتقی میں الاشاہ کی طرف منسوب یہ جزیہ درج ہے۔ قاضی کے لیے خیانت کے بغیر اس متولی کو معزول کرنا جائز نہیں جس کی قبولیت کی واقف نے شرط لگائی ہو۔ اگر قاضی اسے معزول بھی کرے گا تو دوسرا قاضی کا مقرر کردہ متولی شرعاً متولی نہ ہوگا اور اگر قاضی نے کسی کو متولی بتایا تو اسے خیانت کے بغیر بھی معزول کرنا درست ہے۔ واقف کے مقرر کردہ متولی کو معزول کرنا درست نہیں ہے) منتظر

حورہ العبد الراجی رحمة ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اربطی الرضوی الحنفی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... ۱۴۱﴾

سوال

ایک مسجد مقدمہ کر کے لی گئی ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ اکثر یہ رائے ہے کہ تولیت لوکل انجمنی کو دی جاوے گا اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ ہم خود انتظام کریں گے۔ غرض کہ یا ہم جنگ چل رہے شرمایا کیا حکم ہے؟۔

سائلین: نمازیں مسجد رحم بخش پجری کباک

۲۲ اپریل ۱۹۶۶م

الجواب

هو الصواب

جو لوگ بانی مسجد یا اہل محلہ ہیں ان کا حق ہے کہ مسجد کی خرید گیری کریں۔ غیر محلہ کو دینا اس وقت جائز ہوگا جب اسے لیاقت انتظام کی ہوگی۔ اور یوں جہالت آپس میں جنگ و جدل کرتے ہوں تو ان کا حق باطل رہے گا۔ اور لوکل انجمنی یا کسی اور محلہ داروں کے سپرد گھرائی کر دی جائے گی اور اکثر رائے پر عمل کیا جائے گا۔ مستثنیٰ میں ہے۔

رجل بنی مسجدا وجعلہ للہ فهو احق بممنہ و عمارتہ و بسط البواری
والحصر و القنادیل والأذان والإقامة والإمامة فہو این کان اہلا للذلک وان لم یکن
فالراى فی ذلک الہ و کذا ولد البانی و عشرتہ من بعدہ اولی من غیرہم وان تنازع
البانی فی نصب الإمام والمؤذن مع اہل المحلۃ فان کان من اختارہ اہل المحلۃ اولی من
الذی اختارہ البانی فاختیار اہل المحلۃ اولی لان ضررہ ونفعہ عائد إلیہم وإن کانوا سواء
فاختیار البانی اولی کذا فی الزاویۃ والخلاصۃ ۱۔

(ترجمہ: جس شخص نے مسجد بنائی اور اسے اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر دیا تو وہی شخص اس کی مرمت، عمارت، چٹائیوں اور صوفوں کے بچھانے، روشنی کے لیے فانوسوں کے مہیا کرنے، اس میں اذان، اقامت پڑھنے اور امامت کرانے کا زیادہ حق دار ہے بشرطیکہ اس کا اہل ہو۔ اگر وہ ان امور کا اہل نہ ہو اس بارے میں اس کی رائے اور اسی طرح بانی کے بعد اس کی اولاد اور خاندان والے دوسروں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اگر مسجد کے بانی کا اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے تقرر کے بارے میں جھگڑا ہو تو اگر جو شخص اہل محلہ نے پسند کیا ہو وہ بانی کے پسندیدہ شخص سے بہتر ہو تو اہل محلہ کا پسندیدہ شخص اولیٰ ہے کیونکہ اس کا نفع یا نقصان ان کو پہنچے گا۔ اور اگر دونوں برابر ہوں تو بانی کا پسندیدہ شخص بہتر ہے۔ یہ ازیہ اور غلامہ میں اسی طرح ہے)

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی



﴿فتویٰ نمبر 142﴾

سوال

دوکان دار مجبوری کو پانی جامع مسجد سے دوکان پر منگائیں۔ استیجاز و ضرورتیں تو جائز ہے؟۔ لے کر فروخت کرنا جائز ہے؟۔

سوداگران کو ہیہ متصل جامع مسجد آگرہ

۱۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

مسجد اور اس کا پانی اور ڈھیلہ اور فرش مخصوص ماضربین جماعت مسجد کے واسطے ہے۔ اس کو دوکان یا مکان پر لے جانا مکروہ ہے۔ کتاب کراہیہ عالمگیری میں ہے۔

ويسكره رفع الحجرة من السقاية و حملها الى منزله لان وضع للشرب لا للحمل
كذا في محيط السرخسي و حمل ماء السقاية الى اهله ان كان ماذونا للحمل يجوز و الا
فلا كذا في الوجيز الكردي في المتفرقات

(ترجمہ: پانی کے حوض سے گڑا اٹھانا اور اسے اپنے گھر لے آنا مکروہ ہے کیوں کہ وہ پانی پینے کے لیے ہے اٹھانے کے لیے نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔ حوض، ٹینکی کا پانی اٹھانا اگر اسے اٹھالے جانے کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ چچو کروری کے متفرقات کے باب میں یوں بھی مذکور ہے)

والله اعلم بالصواب

مکتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 143﴾

سوال

جناب مولانا صاحب قبلہ مدظلہ السلام علیکم مزاج مبارک۔ اس مسئلہ میں علماء دین و شرع متین کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک درخت پھیل کا مسجد میں گڑا ہے اس سے نقصان مسجد کو فرش کو ہے۔ چونکہ تمام جگہ جڑیں پھیل جاتی ہیں۔ اور دہائی طرف کے اماط کی دیوار پھٹ گئی ہے۔ جو عترت بگڑنے کو ہے اور اس کی وجہ سے دہائی طرف کی محراب پھٹ چکی ہے۔ مسجد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کو کٹوانے کے لیے کیا ارشاد ہے؟۔ خط

۲۶ ستمبر ۱۹۶۶ء

وزیر خان و اشرف علی۔

الجواب

مسجد میں درخت لگنا مکروہ ہے مگر جائز ہے جب اس کے لگانے سے زمین ناقص مسجد کی مضبوطی ہو جائے۔ اور اس میں جو پھیل اور تری رہتی ہے وہ کم ہو جائے۔ کما فی الدر المختار
ویکروہ غرم الاشجار فی المسجد الا لرفع کفلیل نزو نکون للمسجد علی هذا۔
(ترجمہ: مسجد میں درخت لگنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر درخت لگانے کا کوئی فائدہ ہو تو کراہت نہیں ہے جیسے کہ مسجد کی فنی کو کم کرنے کے لیے درخت لگائے جائیں)
☆ علیٰ ہذا درخت کو مسجد میں رکنا بھی جائز نہیں اگر اس سے زمین مسجد کو کچھ نفع نہ ہو خصوصاً ایسی صورت میں ہرگز لگا کر کتا بازی نہیں جب اسی مسجد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔
کما فی الشامی عن رسالۃ ابن حجاج :

ولا يجوز ايضاً لقوله عليه الصلوة والسلام ليس لعرق ظالم حق لان الظلم
 وضع الشئ في غير محله وهذا كذا لك الخ ما أطال به ورايت في آخر الرسالة يحظ
 بعض العلماء انه وافقه على ذلك المحقق ابن ابى شريف الشافعي رحمه الله
 عليه راجعاً

(ترجمہ: مسجد میں بغیر ضرورت لگے ہوئے درخت کا باقی رکھنا بھی جائز نہیں ہے کیوں کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد
 ہے جس نے زیادتی کر کے کسی کی زمین میں پودا لگایا تو اسے اس پودے کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ کسی
 چیز کو اپنے مقام میں نہ رکھنے کا نام ظلم ہے اور مسجد میں درخت لگانا بھی ویسا ہی ہے۔ اس پر انہوں نے طویل کلام
 فرمایا ہے پھر رسالہ کے آخر میں میں نے بعض علماء کے قلم سے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ محقق ابن ابی شریف شافعی رحمۃ
 اللہ علیہ نے اس معاملہ میں امیر ابن ماجہ سے موافقت فرمائی ہے)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

محمد دین علی الرضوی مفتی

شہر اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 144﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین دربارہ جواز نماز کے مسجد کی چھت پر آیا جائز ہے یا نا جائز؟ اور جائز ہے تو ضرورت جائز ہے یا بلا ضرورت بھی؟ اور پھر جواز مع انکار اہت ہے یا بلا کراہت؟ اور پھر چھت پر بھی ثواب مسجد کے برابر ہو گا یا کم یا شل دئے مقامات کے؟ بینوا تو جبر و اجزا کم اللہ

سائل: شجاع الدین رشتہ دار ریاست کوٹہ

و مولوی رکن الدین شاہ صاحب مجددی الوری

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی آله و

صحابہ اجمعین اللهم رب زدنی علما

مسجد کی چھت جمع احکام میں نغم مجددی ہے کار کھتی ہے چنانچہ صفحہ 458 در مختار میں ہے۔

و کثرہ تحریر ما الوطی فوقہ والبول والتخوط لانه مسجد الی عنان السماء ءا

☆ (ترجمہ: مسجد کی چھت پر جہاں کرا پیدائش کرنا اور پانخانہ پھرنا مکروہ تحریمی ہے کیوں کہ مسجد آمان تک مسجد ہوتی ہے)

قال الشامی رحمة الله :

قوله الوطی فوقہ ای الجماع خزان اما الوطی فوقہ بالتقدم فغیر مکروہ الا فی

الکعبہ بغیر عذر لقولهم بکراهة الصلوة فوقها ءا

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت
۲۔ رد المحتار	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت.

(ترجمہ: قولہ دہلی اس کا معنی ہے جہاں قرآن لکھنے والوں کے ساتھ مسجد کی چھت پر چلنا مکروہ نہیں ہے۔
 ☆ ہاں کعبہ کی چھت پر بغیر غدر کے چلنا مکروہ ہے کیوں کہ علماء نے فرمایا کہ اس کے اوپر نماز مکروہ ہے)

یعنی چونکہ فقہاء کعبہ شریف کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ فرماتے ہیں۔ لہذا کعبہ شریف پر چلنا پھرنا منع فرماتے ہیں۔ کہ مکروہ اس واسطے کہ جب ملحقہ ادب کعبہ اللہ کعبہ شریف کی چھت پر نماز جو عبادت ہے وہ بھی مکروہ ہے تو چلنا پھرنا کعبہ جائز ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کبیری میں ہے:

و بکروہ ايضا (ای الصلوة) علی سطح الکعبة للحدث والمعنى فيه عدم التعظيم
 و ترک الادب!

(ترجمہ: کعبہ معظمہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیوں کہ اس بارے میں حدیث وارد ہے۔ اور وجہ اس کی عدم تعظیم اور ترک ادب ہے)

اور حدیث یہ ہے جو ترمذی شریف میں بھی ہے اور علامہ امام مسلم رحمہ اللہ علیہ بھی باب مکروہات
 صلوة کبیری تحریر فرماتے ہیں چنانچہ کبیری میں ہے

وتكره الصلوة في طريق العامة لما روى الترمذی و ابن ماجه عن ابی عمر رضی
 اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نہی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزیلة والمجزرة والمقبرة
 وقارعة الطريق وفي الحمام وفي معاطن الابل وفوق ظهر بیت اللہ ۲

☆ (ترجمہ: امام لوگوں کے رستہ پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمہ
 اللہ علیہ نے حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور نبی پاک ﷺ نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے
 سے منع فرمایا۔ (۱) کوڑا کرکٹ کے ڈھیر (۲) جانوروں کے زنج کی جگہ (۳) قبرستان (۴) تھاہراہ (۵) حمام
 (۶) اونٹوں کے پیٹنے کی جگہ (۷) ٹانہ کعبہ کے اوپر)

۱۔ غنیۃ المسئلی	صفحہ ۳۲۳	مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۲۔ غنیۃ المسئلی	صفحہ ۳۲۴	سہیل اکیڈمی لاہور

لہذا اگرچہ کعبہ شریف بھی فرش سے عرش تک حکم کعبہ ہی رکھتا ہے۔ مگر ہاں کعبہ کی تقسیم، تقبیل و اسلام و طواف وغیرہ کے ساتھ چونکہ مقصود بالذات اور مستقیم بالاثان ہے، کعبہ کے اوپر بلا ضرورت چڑھنے بلکہ نماز پڑھنے سے بھی صراحۃً حضور ﷺ نے منع فرمادیا اور داخلی کعبہ کو بھی بصورت ازدحام اور ایذا رسانہ مسلمان یا خود تکلیف پانے کے یا رشوت دے کے بھی اندر جانے کو داخل ارکان حج بلکہ مستحب حج نہ کہا۔

کما فی الدر المختار فی صفحة 277

و یتندب دخول البیت اذا لم یشتعل علی ایذاء نفسه او غیرہ ۱۔
☆ (ترجمہ: خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا مستحب ہے جب کہ اپنے اور دوسروں کو اس کے لیے تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔)

قال الشامی:

و مثله فیما یظهر دفع الرشوة علی دخولہ ۲۔

(ترجمہ: اس کی مثال وہ صورت ہے جس میں نااہل خانہ کعبہ میں داخلہ کے لیے رشوت دینی پڑتی ہو)
☆ اور مسجد کی تقسیم چونکہ بغرض نماز و عبادت ہے۔ مسجد میں اور مسجد کے چھت پر بلا ضرورت ان امور سے مطلقاً منع فرمادیا گیا جو تکلیف عبادت یا اصلاح مسجد میں ہیں چنانچہ بلا قصد عبادت مسجد کی چھت پر چڑھنے کو بھی بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے چنانچہ عبادت مذکورہ عدم کراحت چلنے پھرنے کی مسجد کی چھت پر بنائیت و وثوق علامہ شامی نقل فرما کر اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

ثم رایت القہستانی نقل عن المفید کراهة الصعود علی سطح المسجد ۳۔

☆ (ترجمہ: پھر میں نے علامہ ستانی کو دیکھا کہ انہوں نے ”المفید“ سے مسجد کی چھت پر چڑھنے کی کراہت نقل کی ہے۔)

۱۔	الدر المختار مع رد المختار جلد ۳	صفحة ۳۵	مطبوعہ بیروت
۲۔	رد المختار	جلد ۳	صفحة ۳۵
۳۔	رد المختار	جلد ۲	صفحة ۳۷۰

☆ حالانکہ بغرضِ اذان جو من وجہ عبادت ہے اور من وجہ اعلام صحابہ کرام کا مسجد پر چڑھ کر اذان کہنا ثابت ہے رولہ بہ معتبر ہے۔ چنانچہ باب الاذان شامی میں ہے۔

وقال ابن سعد بالسند الى ام زيد بن ثابت رضى الله عنهم كان بيني اطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من اول ما اذن الى ان بنى رسول الله ﷺ مسجده فكان يؤذن بعد علي ظهر بيت المسجد وقد رفع له شئ فوق ظهره

(ترجمہ: امام ابن سعد نے سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ سے روایت کی کہ میرا اگر مسجد نبوی کے ارد گرد دگرگوں میں سب سے اونچا تھا، نبی اکرم ﷺ کے مسجد تعمیر فرمانے سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے اوپر اذان پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ مسجد کی چھت پر اذان دیا کرتے تھے۔ آپ کے لیے مسجد کی چھت پر کوئی بلند چیز رکھ دی جاتی تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ حنفی اور صاحب مفید کے نزدیک مسجد کی چھت پر چڑھنا جب ہی مکروہ ہے جب بغرضِ عبادت نہ ہو بلکہ محض تفریح یا تماشہ کے واسطے ہو۔ اور اگر بغرضِ اصلاح مسجد ہیچ بلاشبہ جائز ہے۔)

کما فی صفحہ 25 من البرازیہ

وللقبم ان بشري من مال المسجد سلما يصعد به على السطح لكس الثلج وتطيق سطح المسجد

(ترجمہ: مسجد کے حوالی کو اجازت ہے کہ مسجد کے مال سے ایک میڑھی خریدے تاکہ برف کو اتارنے اور مسجد کی چھت کو ٹہنی سے لپٹنے کے لیے چھت پر چڑھ سکا سکے)

علیٰ حد بلاشبہ جائز ہے اگر بغرضِ عبادت ہو جیسے اذان یا تلاوتِ قرآن یا نماز یا درود و طائف کے واسطے تو مسجد کی چھت پر چلنا پھرنا بھی مکروہ نہیں۔

کما فی من الشامی اندریں صورت بحر عبارت مذکورہ تثنائی پر شامی علیہ الرحمۃ کا یہ فرما:

و یلزمہ کراۃ الصلوۃ ایضا فوقہ را

(اس سے لازم آتا ہے کہ مسجد کے اوپر نماز ادا کرنا بھی مکروہ ہے)

☆ جبکہ محل ثانی ہے چنانچہ خود شامی علیہ الرحمۃ نے اپنی یہ رائے تحریر فرما کر فرما دیا ہے قلیتاً مل ۲

(ترجمہ: اس پر خوب غور کرو)

یعنی یہ جبری رائے قابل سوچنے کے ہے۔ اس واسطے ہدایہ بشرح دقایق فتاویٰ عالمگیری یہ فتاویٰ بزازیہ
محمیۃ المستطلی وغیرہا کسی معتبر کتاب میں باوصفہ تجرّیس نام پر نہیں ملتا کہ کسی نے بھی مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے
کو مکروہ و کلمہ ہو۔ بلکہ برخلاف اس کی صحت اقتدا کی مسجد کے چھت پر امام مسجد کے ساتھ جب امام سے آگے نہ
ہو پڑے ہوئے مسجد کی چھت کے حکم مسجد میں باعتبار تمام احکام کے فقہا سب تصریح فرما رہے ہیں چنانچہ درمختار
میں ہے کہ اس عبارت کے تحت میں علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال التزیلعی و لہذا یصح اقتداء من علی سطح المسجد یمن قیہ اذا لم یتقدم علی

الامام ولا یسطل الاعکاف بالصعود الیہ ولا یحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف

علیہ و لو حلف لا بد عمل حدہ الدار فوق قف علی سطحہا بحث ۳

(ترجمہ: علامہ زبیلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اسی لئے مسجد کی چھت پر موجود مقتدی کی اقتداء مسجد کے اندر امام سے
جائز ہے جب کہ وہ امام سے آگے نہ ہو۔ اس پر چڑھنے سے اعکاف باطل نہیں ہوتا۔ جنبی حیض اور نفاس والی کو
چھت پر ٹھہرنا حرام ہے۔ نیز اگر کسی نے قسم اٹھائی اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر اس کی چھت پر باغیر اتو حائض
ہو جائے گا)

۱۔	رد المحتار	جلد ۲	صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت
۲۔	ایضاً			
۳۔	رد المحتار	جلد ۲	صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت

اوس حینہ بھی مضمون صفحہ 127 حدایہ ۱۷ میں ہے وھکذا فی شرح الوقایہ و عمدۃ الرعاۃ البیت لمناظر علیہ ادب و تعظیم کعبہ شریف کے حجت پر کبیری مخطوطی 'مراقی الفلاح' مالکیہ یہ خانہ یز ازیہ وغیرہا ساری ہی کتابوں میں چڑھنے اور نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔

لہذا بلا تکلف مسجد کی حجت پر بلا کراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور جو ثواب مسجد کے اندر ملتا ہے تمام عبادتہ فقہاء سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہی ثواب حجت پر ملے گا۔

☆ حق یہ ہے کہ مسجد کے تمام احکام کو کعبہ شریف کے احکام پر قیاس کرنا ہی خطا ہے۔ مسجد میں نمازی کے آگے سے گزرنہ حرام اور کعبہ کے حرم میں جائز ہے۔ علی ہذا اور بہت امور (میں اختلاف موجود ہے) شاہی معری کے صفحہ 186 میں ہے:

روى المطلب بن ابي وداعة قال رأيت رسول الله ﷺ حين فرغ من معبده جاء حنى اذا حاذى الركن فصلى ركعتين فى حاشية العطف و لبس بنبه و بين الطائفين أحد رواه احمد و ابن ماجه و ابن حبان و قال فى روايته رايت رسول الله ﷺ يصلى حذو الركن الاسود والرجال والنساء يعمرن بين بدبه و ما بينهم و بينه منقرا

(ترجمہ) حضرت مطلب بن ابی وداعہ نے روایت کی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ سنی سے قارخ ہوئے تو پہلے اور حجر اسود کے بائیں قائل آئے مطاف کے کنارہ پر آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ اور طواف کرنے والے صحابہ کے درمیان کوئی نہ تھا۔ اسے امام احمد بن حنبل، امام ابن ماجہ اور

۱۔ ہائیکہ یا حاشا شرح ہے

وبکبره المعجمه فوق المسجد والتحلی لأن سطح المسجد له حکم المسجد حتی یصح الإقضاء منه بمن نحه ولا یطی الا حکاف بالصعود إلیه ولا یحلی للجنب الرفوف علیہ . ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ مکتبہ املاقیہ ملتان

۲۔ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ بیروت

امام ابن حبان نے روایت کیا ہے انہوں نے اپنی روایت میں فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجر اسود کے باقاعدگی نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ مرد اور عورتیں آپ کے سامنے گزورہے تھے اور ان کے اوپر آپ کے درمیان سترہ موجود تھا۔

ثم قال بعد اسطر

ثم رايت في البحر العميق حكي عز الدين بن جماعة عن مشكلات الآثار
للطحاوي ان المرور بين يدي المصلي بحضرة الكعبة بجوزاً

(ترجمہ: پھر میں نے البحر العمیق میں دیکھا کہ اس میں علامہ عز الدین بن جماع نے مشكلات الآثار للطحاوی سے نقل فرمایا کہ کعبہ شریف کے سامنے نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے)

☆ اور ایسی ہی تفسیر بھکے مبارک کا ۲ میں صاحب تفسیر کبیر نے حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے سامنے حرم میں ایک شخص نے جو نمازی کے آگے سے گزرنے کو منع کیا تو آپ نے فرمایا:

هذا مكة بنوك الناس بيك بعضها بعضاً ۳

(ترجمہ: یہ مکہ ہے لوگوں کو ایک دوسرے پر بھیڑ کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے) حفظ

حروہ: العبد الراجی

ابو محمد دیر اعلیٰ النحوی



-
- | | | | | |
|----|----------------|---------------|----------|--------------|
| ۱۔ | رد المحتار | جلد ۳ | صفحہ ۳۵۷ | مطبوعہ بیروت |
| ۲۔ | الفرآن المعبود | آل عمران | ۹۶ | |
| ۳۔ | التفسیر الکبیر | الإمام الرازی | جلد ۸ | صفحہ ۱۵ |
- مطبوعہ مصر میں ماریت میں ہے
- لأنها سميت مكة لأنه بيك بعضهم بعضاً

﴿فتویٰ نمبر—145﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بادشاہ یا کسی امیر نے ایک جاکد امجد کو وقف چھوڑی اور کوئی شرائط وقف کے مصارف پر نہیں اور آمدنی خرچ سے بدرجہا زاد جمع ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ ضرورت پر کار میں سے اس کا روپیہ بطور قرض دیا جاتا ہے۔ پس ایسا آمدنی سے علماء کا تکلیف یا اون کی اولاد کا واسطے پر دوش کے مقرر کیا جائے یا مسجد میں خرچا امراروزہ داروغہ کے کھانے کو اخطاری تیار کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ مفصل جواب عنایت ہو۔

بینوا نو جو روا

سائل۔ عبداللہ ثانی مندی

۵ فروری ۱۹۱۶ء ۱۰ رجب الثانی ۱۳۳۳ھ

الجواب

هو المصوب

☆ شرعاً ایسے اوقاف میں پابندی شرائط کی نہیں۔ بالقرض اگر شرائط ہوں تو بھی ختم کیں کو اس پابندی لازم نہیں۔ بلکہ وہ حق طلباء اور علماء اور فقراء وغیرہ کا ہے اور امام و مفتی و مدرس وغیرہ کی اولاد کا تکلیف مقرر کرنا لاریب جائز ہے۔ علماء کی متبیین بھی دے سکتے ہیں۔ اخطاری اور کھانا بھی ختم کیں سے کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ کو دین اوقاف پر قیاس کر کے غلطی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مفصل فتاویٰ حادیہ کتاب الوقت صفحہ ۲۱ میں ہے۔

افقی علامة الوجود المولی ابو السعود مفتی السلطنة السلیمانية بان اوقاف المملوک والامراء لا یراعی شرطها لأتھا من بیت المال او ترجع الیه من حاشیة الاشیاء قبیل قاعدة ۱۵ اذا اجتمع الحلال والحرام و ذکر السیوطی فی رسالة النفل المستور فی جواز قبض المعلوم من غیر حضور۔ یاتھ افقی جمیع علماء ذلک العصر

كالبسكي و ولدبه والزمكاني و ابن عدلان و ابن المرجل و ابن جماعة والاوزاعي
والزرزكسي والبلقيني والاسنوي وغيرهم بان هذه ارسادات لا اوقاف حقيقة للعلماء
المنزليين ان ياكلوها منها و ان لم يباشروا وظائفهم الخ و في شرح الوهانية ما باخذه
الفقهاء من المدارس لا اجرة لعدم شروط الاجارة و لا صدقة لان الغني باخذها بل
اعانة لهم على حبس انفسهم للاشتغال حتى لو لم يحضروا الدرس بسبب اشتغال او
تعليق جاز اخذهم الجامكة معين المبنى من آخر كتاب الوقف و قد ذكر علماء نأ ان
من له حق في ديوان الخراج كالمقاتلة والعلماء و طلبتهم والمغنين والفقهاء بفرض
اولادهم تبعاً ولا يسقط بموت الاصل ترغيباً و ذكر في مآل الفناوى ان لكل قارى في
كل سنة في بيت المال مائتي درهم او المئ درهم لان اخذها في الدنيا والا باخذ في
الآخرة من رسالة السيد الحموى فيها رتب وارصد باوامر الورزاء المصريين قال
مولانا العلامة صاحب الخزانة ناقلاً عن مبسوط فخر الاسلام بنص و اذا مات من له
وظيفة من بيت المال لحق الشرع واعزاز الاسلام كما جراء الامامة والناذين وغير
ذلك مما فيه صلاح الاسلام والمسلمين وللمبت ابناء براعون و يقيمون حق الشرع
واعزاز الاسلام كما براعى و يقيم الاب فلامام ان يعطى و طبقة الاب لا بناء للمبت لا
لغيرهم لحصول مقصود الشرع و انجبار كسر قلوبهم والامام مربى فخلق الموتى
باذن الشرع والشرع امر بابقاء ما كان على ما كان لا بناء المبت لا غيرهم قلت هذا
مؤيد لما هو عرف الحرميين الشرفيين و مصر والروم المعمورة من غير تكبر من ابقاء
ابناء المبت و لو كانوا صغاراً على وظائف آباء هم مطلقاً من امامة و خطابة و غير
ذلك و امضاء و لى التفسير للفراغ لهم بذلك و تقريرهم بعد وفاتهم عرفاً مرضياً
مقبولاً لان فيه احباء خلف العلماء و مساعدتهم على بذل الجهد في الاشتغال بالعلم

و قد افسى بسجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يعول على افنائهم والله اعلم

بى رى زاده على الانشاء من كتاب القرائن۔

☆ (ترجمہ: علامۃ الوجود مولانا ابوالحسن مفتی سلطنت سلطانیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ با شاموں اور امراء کے اوقاف میں ان کی شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ کیوں کہ وہ اوقاف بیت المال سے ہوتے ہیں یا اس کی طرف لوٹ جانے والے ہوتے ہیں۔ ان کا یہ فتویٰ ☆ اذا اجتمع الحلال والحرام الغ کے قاعدہ سے کچھ پہلے الانشاء والنظار کے حاشیہ میں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "الفصل المسمور فی جواز قبض المعلوم بغیر حضور" میں فرمایا کہ اس زمانہ کے تمام علماء جیسے کہ امام سبکیؒ ان کے دونوں بیٹوںؒ امام زکائیؒ امام ابن عدلانؒ امام ابن المرجلؒ امام ابن حمادؒ امام اوزاعیؒ امام زکریؒ امام یحییٰؒ امام اسنویؒ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا کہ یہ عطیات رسایا کی دیکھ بھال کے لیے ہوتے ہیں۔ حقیقت میں یہ وقف نہیں ہوتے بلکہ ابوجعلہ وہاں رہتے ہیں ان کو وہاں سے کھانا جائز ہے اگر چاہتا مقررہ کردہ کام نہ کریں۔

شرح وہابیہ میں ہے فقہاء جو مال (شامی) مدارس سے لیتے ہیں وہ حرجت نہیں ہوتی کیوں کہ بارہ کی شرطیں پائی نہیں جاتیں۔ اور نہ ہی وہ صدقہ ہوتا ہے کیوں کہ غنی بھی اسے وصول کرتے ہیں بلکہ کاموں کے لیے اپنے آپ کو پابند کرنے کے لیے وہ مال ان کے لیے بطور امانت ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی مصروفیت یا بندش کے باعث وہ عین میں حاضر نہ ہوں تو بھی ان کے لیے تحو اعلیٰ جائز ہے۔ معنی المفتی آخر کتب الوقف۔ ہمارے علماء نے ذکر کیا ہے کہ خراج کے مستحقین کے رجسٹر میں جن لوگوں کے نام درج ہوتے ہیں جیسے جنگ کرنے والی فوج علماء ان کے طالب علم مفتی مفتیہ ان کی اجازت میں ان کی اولاد کو ان کاموں کی طرف رغبت دلانے کے لیے حصہ مقرر کیا جائے گا۔ اصل آدمی کی موت سے اس کا حصہ ساقط نہ ہوگا۔

مآل الفتاویٰ میں ہے۔ بیت المال سے ہر قاری کے لیے سالانہ دو سو درہم یا دو ہزار درہم مقرر کیے

جائیں گے اگر وہ اپنا حصہ دنیا میں وصول کرنا چاہے۔ ورنہ وہ آخرت میں اسے وصول کرے گا۔ جزئیہ علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سے اخذ کیا گیا ہے جو مصری وزراء کے احکام سے مرتب اور جاری کیا گیا تھا۔

مولانا علامہ صاحب ”المترانہ“ نے ”مسیو طغرا الاسلام“ سے نقل کر کے یوں تحریر کیا۔ جب کوئی ایسا شخص مر جائے جس کا حق شرع یا اعزاز اسلام کی خاطر بیت المال میں ہے جیسے کہ وہ شخص امامت اور اذان وغیرہ ایسے کاموں کو جاری رکھتا ہو جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بھڑی ہو اور اس مرنے والے کے بیٹے ہوں جو شریعت کا اور اسلام کا اعزاز اسی طرح قائم رکھیں اور اس کا لحاظ رکھیں جس طرح کہ باپ قائم رکھتا اور لحاظ رکھتا تھا تو حکمران پر لازم ہے کہ باپ کا وظیفہ بیٹوں کو دے۔ اور کسی کو نہ دے۔ کیوں کہ اس طرح کرنے سے شریعت مطہرہ کا مقصود بھی حاصل ہوگا اور ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا باعث بھی ہوگا کیوں کہ حکمران مر جاتا ہے۔ اور شریعت کے حکم مطابق مرنے والوں کا جائزین ہوتا ہے۔ اور شریعت مطہرہ حکم دیتی ہے جو چیز جس حالت پر ہے اس کو اس طرح باقی رکھا جائے۔ لہذا یہ حق حیات کے بیٹوں کا ہوتا ہے ان کے علاوہ اوروں کا نہیں۔

میں کہتا ہوں اس کی تائید حسینؑ، مصر اور روم کے بغیر کسی انکار کے عرف اور رواج سے بھی ہوتی ہے کہ اولاد کو اگرچہ وہ کم عمر ہیں ہوں ان کے آباؤ اجداد کے وظائف پر مطلقاً بحال رکھا جاتا ہے خواہ وہ امام ہوں یا خطیب ہوں یا اس کے علاوہ کوئی اور منصب دار ہوں۔ اور مقرر کرنے والے صاحب اختیار کا ان کو مقرر رکھنا ایک کام کے لیے فارغ رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اور آباؤ اجداد کی وفات کے بعد ان کو مقرر کرنا ایک پسندیدہ اور مقبول عرف ہے۔ کیوں کہ اس میں علمائے کرام کی اولاد کو زندہ رکھنے اور علم میں ان کو کوشش جاری رکھنے پر امانت کا سامان ہے اور ان کا بر فضلاء نے اس کے جواز کا ثبوت دیا ہے جن کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ میری زادہ ملی الاشباہ من کتاب القرائن

پس مبارک بالائے واضح ہے کہ جس قدر اوقاف شہابی ہیں ان میں علامہ خیراء، غریب، تمام

مسلمین کو حق ہے کہ حضرات متکلمین موقع سے اوس کو غور کریں اور کامل اختیار ہے کہ اخطاری و کماتا و کفیفہ وغیرہ کر سکیں۔

هذا ما ستح لى عندتحقيق المقام والعلم بجميع المعلومات عند الله الملك العلام

کتابہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

نصیق علما نے دیوبند

اوقاف شای میں یہ مصارف درست ہیں۔ بخیر واللہ تعالیٰ اعلم

عزیز الرحمن عفی عنہ

مفتی مدد رسد دیوبند۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

۹ فروری ۱۹۱۶ء



﴿فتویٰ نمبر..... 146﴾

سوال

محبہ کے مقدمہ میں روپیہ متولی نے اپنے پاس سے لگایا۔ اب وہ آدمی مسجد سے وہ روپیہ لینا چاہتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟۔ بینوا نوجروا

سائل: امام بخش حویلی خواجہ

۶ فروری ۱۹۶۶

الجواب

ایسے موقع پر روپیہ قرض لیکر لگا دینا اور آدمی مسجد سے محرم الیہا جائز ہے۔ جمہوی لکھتا ہے۔

اذا استقبلہ امر و لم یجد بدا من الاستدانة ینبغي له ان یستدین بامر الحاكم ثم یرجع من غلة الوقف لان للقاضي ولاية الاستدانة على الوقف و تفسیر الاستدانة بما ذکر انما هو فیما اذا لم یکن فی یدہ شی من الغلة و اما اذا کان فی یدہ شی منها اشتری شیئا للوقف و نقد الثمن من ماله جاز له ان یرجع بذلك فی غلته و ان لم یکن بامر القاضي۔ (ترجمہ: اور جب متولی کوئی معاملہ درپیش ہو اور قرض حاصل کرنے کے بغیر چارہ نہ ہو تو اسے چاہئے کہ حاکم کے حکم کے ساتھ قرض حاصل کرے۔ پھر وقف کی آدمی سے وصول کرے۔ کیوں کہ قاضی کو وقف پر قرض حاصل کرنے کی ولایت حاصل ہوتی ہے۔۔۔۔۔ قرض حاصل کرنے کی وضاحت جو پہلے بیان ہو چکی صرف اس صورت میں ہے جب کہ وقف کی آدمی سے اس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس اس سے کچھ رقم موجود ہو تو وقف کے لیے چیز خرید لے اور اپنے مال سے پیسہ ادا کر دے۔ پھر اس کی آدمی سے وصول کر لے اگر چہ یہ کام اس نے قاضی کے حکم سے نہ کیا ہو)

والله اعلم و حکمہ احکم

کتاب: الفتاویٰ الیہ محمد اعظم شاہ غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 147﴾

سوال

مسجد کی شیان کچھ نہ کوچ کرا سی مسجد میں لگا جائز ہے یا نہیں؟
سائل: امام بخش مولیٰ خواجہ آگرہ
مدفوری ۱۹۱۶ء

الجواب

جائز ہے۔ بزاز یہ میں ہے۔

اذا استقنی عنه بیاع و یصرف ثمنه فی ذلك المسجد
(ترجمہ: جب اس مسلمان کی ضرورت نہ رہے تو اس کو فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت اسی مسجد میں صرف
کی جائے)

کتبہ: المفتی السید محمد عظیم شاہ غفرلہ



یا مالک! اگر تیرے لیے روایت اسلامی علوم ہوتے ہیں ایک مقام ہے۔
اشعری قدیلاً أو حبشیاً للمسجد ثم استقنی عہ بعد اذلی الملک ان المالک حیا والی ورثہ ان
مات وعلی قول الثانی رحمه الله یباع و یصرف ثمنه الی حوالج المسجد
فتاویٰ بزازیہ علی هامش العالم کبیرہ جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ مصر
(ترجمہ: مسجد روایتی کے لیے قتل مل جائیگا۔ اس کے لیے گھاس بڑے پھر ان کی ضرورت نہ رہی اگر مالک زندہ ہے تو بیچیں۔ اس کی
ملک میں جائیں آ جائیں گی اور اگر وہ چکا ہے تو اس کے ورثہ کی ملکیت میں آ جائیں گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کی رو
سے ان کو فروخت کر دیا جائے گا اور ان کی قیمت مسجد کی ضرورتوں میں صرف کی جائے گی)
دوسرا مقام پر مسجد کے لیے یاد ہونے کی صورت میں یہ حکم قرار ہے

بحول الی مسجد آخر أو بیعھا القیم لأجل المسجد . جلد ۵ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ مصر
(ترجمہ: ان شیان کو کسی دوسری مسجد میں لے جایا جائے یا مسجد کا حوالہ نہیں اسی مسجد کی آبادی کی خاطر فروخت کر دے گا)
محمد عظیم الدین شہید علی

﴿فتویٰ نمبر.....148﴾

سوال

وسط مسجد میں قبور مومنین ہوں۔ ان کو گھن میں برابر کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور مسجد میں یا دائیں یا بائیں قبور ہوں تو نماز پڑھنا اس جگہ شرعاً کیسا ہے۔

الجواب

اگر محض مسجد میں قبور آ جائیں اور عظام ریم ہو گئی ہوں تو شرعاً ان کو برابر کر دیا جائے۔ اور مسجد میں داخل کر لیا جاوے جیسا کہ کھیت وغیرہ میں نکم ہے۔ اور جس جگہ قبور ہوں خواہ سامنے، دائیں یا بائیں وہاں نماز مکروہ ہے۔ سامنے اگر ہوں تو کراہت تحریمی ہے اور جانب میں تنزیہی۔

کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ لابی الحسنات رضی اللہ عنہ۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 149﴾

سوال

شیعہ مذہب کی مسجد کا حکم کیا ہے۔

الجواب

مسجد شیعہ کا اور دہلی جنسن کا ایک ہی حکم ہے کیوں کہ شیعہ بمطابق مذہب صحیح فاسق ہیں۔

کھبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ان کے عقائد کفریہ نہ ہوں۔ اگر ان کے عقائد کفریہ ہوں جیسا کہ دور حاضر کے تجرملی رافضی تو بکریہ حکم نہ ہوگا۔

محمد سلیم الدین عثمانی مدظلہ

﴿فتویٰ نمبر 150﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ وقف جامع مسجد میں جب افطاری شامل مصالح مسجد نہیں ہے تو جو شیرینی تقسیم کی باقی ہے شامل ہوگی یا نہیں۔

سائل: ڈپٹی صاحب ستر لکھ کشتی

جامع مسجد اکبر آباد

الجواب

اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا

صورت مسئلہ میں اول تحقیق اس امر کی ضرور ہے کہ وقف کی کیا تعریف ہے؟ اور کے (کئی) قسم پر منقسم ہے؟ اور ہر قسم کے احکام ہد اگاہہ ہیں یا ایک؟۔

لہذا جاننا چاہئے کہ وقف جو شریعت میں حقیقتاً وقف ہے وہ مراد ہے کسی شے مملوکہ کی منفعت اور آمدنی سے جو صدقہ کر دی جائے کسی مدعائے جامع مسجد پر خواہ مدرسہ پر بغیر اہل خواد انبیاء پر بغرض تحصیل ثواب دائمی کے یا اصل شے کو بیع اور رهن وغیرہ تصرفات سے روک دیا جائے یا و سب باقی رہنے اصل شے کے ملک و وقف پر بقول امام اعظم رحمہ اللہ یا ملک اللہ پر بقول صاحبین رحمہم اللہ۔ اور فتویٰ اسی قول پر ہے:

كما في الدر المختار في صفحة ۳۹۱

الوقف هو حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعة عندہ و عندہما ہو حبسہا علی ملک اللہ تعالیٰ و صرف متفعہا علی من احب و لو غلبا فیلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه و عليه الفتوى ابن کمال و ابن الشحنة و سببه ارادة محبوب النفس في الدنيا بير الاحباب و في الآخرة بالثواب یعنی بالثبته من اهلها! الخ

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲: صفحہ ۳۹۰ و ۳۹۱ ملقطاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

(ترجمہ: وقف کسی چیز کو وقف کنندہ کی ملکیت کی شرط پر روک لینا اور اس کی منفعت کو محدود کرنا ہے۔ وقف کی یہ تعریف حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی شرط پر روک لینا اور اس کی منفعت اس شخص پر خرچ کرنا ہے جس کو وقف کنندہ پسند کرے اگرچہ وہ غنی ہو۔ جب وہ چیز وقف کی ملک سے نکل جائے گی تو وقف لازم ہو جائے گا۔ لہذا انداس کو باطل کرنا جائز ہے اور نہ ہی وہ وقف کی متروکہ میراث قرار پائے گا اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔ ابن کمال ابن شہنہ۔ اس کا سبب دنیا میں دل کو محبوب شے سے دوستوں کے ساتھ ٹٹکی کرنے کی نیت اور ارادہ کرنا اور آخرت میں ثواب کا ارادہ کرنا یعنی آخرت میں حصول ثواب کی نیت اس کے کمال سے ہے)

اس قسم کے وقف کا بھی حکم ہے کہ ایسے وقف کے حدود واقف ہوں یا ایک اگر اس نے کسی چھت مہین پر وقف کیا ہے مثلاً ایک مسجد بنوائی اور ایک مدرسہ یا غلط مسجد اور غلط اس مسجد پر کچھ دکانوں یا مکانوں یا زمین وغیرہ کو وقف کر دیا یا غلط مدرسہ پر تو مصارف مسجد سے کچھ آمدنی بچے (اسے محفوظ رکھا جائے) تو آمدنی وقف مسجد سے مدرسہ پر اور وقف مدرسہ سے مسجد پر مخالف شرط واقف صرف کرنا برگز جائز نہیں۔

کما فی صفحہ ۲۱۶ من الجزء الخامس من البحر الرائق

اما اذا اختلف الواقف واتحد الواقف واختلفت الجهة بان بنی مدرسة و مسجدا و عین لكل وقفاً و فضل من غلة احدهما لا یبدل شرط الواقف۔
 ☆ (ترجمہ: جب وقف کنندہ کئی ایک ہوں یا وقف کنندہ تو ایک ہی ہو لیکن وقف کی جہات مختلف ہوں اس طرح کہ ایک مدرسہ بنایا اور ایک مسجد بنائی ہر ایک کے لیے علیحدہ وقف مہین کر دیا۔ اگر ایک وقف کی آمدنی سے بچا رہا تو وقف کنندہ کی شرط کو تبدیل نہ کیا جائے گا)
 اور صفحہ ۴۱۸ در مختار میں ہے:

اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف

احدهما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الآخر علیہ لأنهما کتبی واحد و ان
اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجلین او رجل مسجد او مدرسة وقف علیهما او قافلا
لا یجوز لهما

☆ (ترجمہ: وقف کنندہ ایک ہوا اور اس نے کئی وقف کیے۔ لیکن ان تمام کی جہت ایک ہی ہو اور ان اوقاف میں
سے کسی وقف کے ویران ہو جانے کے باعث کسی موقوف علیہ کے لیے وقف کے محمول میں کمی واقع ہوگئی تو
حاکم کے لیے جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے اس پر خرچ کرے۔ کیوں کہ وہ دونوں وقف ایک
چیز کی مانند ہیں۔ اور اگر دونوں یعنی وقف کنندہ اور جہت میں کوئی ایک مختلف ہو مثلاً دو آدمیوں نے دو مسجدیں
بنائیں یا ایک آدمی نے ایک مسجد اور ایک نے مدرسہ بنایا اور دونوں کے لیے مختلف وقف کیلئے حاکم کے لیے ایسا
کرنا جائز نہیں ہے)

چنانچہ عینہ اسی عبارت سے استفادہ کر کے مولانا عبدالحی صاحب بھی صفحہ ۱۵۶ جلد دوم جواب اول
انتقا ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ذلک قال الشامی رحمۃ اللہ علیہ

قوله التحد الواقف والجهة بان وقف وقفین علی المسجد احدهما علی العمارة
والاخری الی امامہ او مودنه والامام والمودن لا یستقر لقلۃ المرسوم للحاکم الدین ان
یصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة الی الامام والمودن باستصواب اهل الصلاة من
اهل المعلة ان کان الوقف متحدا لان غرضہ احیاء وقفہ و ذلک یحصل بما قلنا بحر عن
البرازیة ۲

(ترجمہ: قولہ: وقف کنندہ اور وقف کی جہت ایک ہو۔ جیسا کہ ایک شخص نے دو وقف ایک مسجد کے لیے کئے ایک

۱. الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲. الفتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی: جلد صفحہ مطبوعہ

۱۱. رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

مسجد کی آبادی کی خاطر اور دوسرا امام بانو ذین کے لیے کیا مورا امام اور نو ذین وقف کے حصول میں کمی ہونے کے باعث نہیں منہر تھے تو ذین دار کا حکم کے لیے جائز ہے کہ آبادی اور مصارف کے لیے وقف کردہ چیز کی فائز آمدنی کو حقدار نمازیوں کے مشورہ کے ساتھ امام اور نو ذین کے لیے خرچ کرے بشرطیکہ وقف تھم ہو۔ کیونکہ وقف کنندہ کی غرض اسے آباد کرنا ہے اور یہ مقصود اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ بحر۔ بزم ازیہ) اور تالبا وقف جامع مسجد ہذا اور اکبری مسجد وغیرہ اوقاف شاہان سلف اور ان کے امراء و وزراء کو اسی قسم کا وقف سمجھ کر ہمارے مولانا مفتی مرحوم نے رجسٹر مشروہ ۱۲۳ اکٹوبر کے فتویٰ ۴۸ میں بموجب سوال ڈپٹی صاحب و سوداگر میر عبدالخلیل صاحب بلا حوالہ کسی کتاب کے تحریر فرمایا ہے:-

☆ مدارس و مکاتب و اوقاف مساجد کے متعلق فقہاء علیہم الرحمۃ میں اختلاف ہے۔ بعض کا یہی مسلک ہے کہ آمدنی مساجد سے مدارس و مکاتب میں صرف کرنا نہ چاہئے۔ اور بعض فقہاء رحمہم اللہ نے مدارس و مکاتب کو تعمیر یا بن قرار دے کر جائز قرار رکھا ہے۔ چنانچہ تالبا بموجب اس فتویٰ کے ہمارے ممبروں کو مصارف متعلقہ مدرسہ جامع مسجد وغیرہ میں کچھ شہادت ہو رہے ہیں۔ ترجمہ کو ایسی روایت یا وصف تلاش نہیں ملی اور نہ ملنے کی امید ہے کہ جس میں یہ نسبت صرف کرنے ایسے وقف سے مدارس مستقلہ پر یا مدارس مسجد پر اختلاف فقہاء ثابت ہو۔ بلکہ یہ نسبت ایسے وقف مضمین کے بالائیناق جمہور فقہاء بھی تحریر فرماتے ہیں ☆ کہ وقف مضمین مسجد کی فاضل آمدنی سے مدرسہ پر واپس نہ اوقاف معینہ مدرسہ کی فاضل آمدنی سے مسجد پر صرف کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ اور اس تقدیر پر یا وصف علم اس امر کے یہ اوقاف بالعمین مطلقاً عمارت بدعنے ہو یا مسجد کے ہیں متولیان اوقاف مذکورہ آمدنی اوقاف مسطور سے مدرسہ پر صرف کرنے سے ضرور گنجگار ہوں گے اور عند اللہ ذین دار۔ اور ملازمین مدرسہ خواہ وہ مفتی ہوں یا مدرسہ ضرور نزدیک جمہور فقہاء کے اور بموجب فتویٰ مذکورہ مفتی صاحب مرحوم نزدیک بعض فقہاء کے نہ کسی گمراہ نزدیک بعض (دوسرے) فقہاء کے ضرور حرام خود منہر ہیں گے۔

چنانچہ صفحہ ۴۱۳ رد المحتار مصری میں ہے:

فان انتهت عمارته وفضل من الغلة شي يدا ما هو اقرب للعمارة و هو عمارته
المعتوبة التي هي قيام شعائره قال في الحاوي القدسي والذي يدا من ارتفاع الوقف اي
من غلته عمارته شرط الواقف اولاً ثم ما هو اقرب الى العمارة و اعم للمصلحة كالامام
للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم قدر تكفا نيهم ثم السراج واليساط كذلك
الى آخر المصالح هذا اذا لم يكن معينا فان كان الوقف معينا على شيء و يصرف اليه بعد
عمارة البناء.

☆ (ترجمہ: اگر اس کی تعمیر مکمل ہو جائے اور آمدنی سے کچھ بچ رہے تو خرچ کا آٹا اس جہت سے کیا جائے گا
جو اس کی تعمیر کے سب سے قریب ہو۔ اور یہ معنوی تعمیر (آبادی) ہے اور معنوی تعمیر اس کے علامات کا قیام ہے۔
ہے۔ الحادی القدسی میں فرمایا: وقف کی آمدنی کا خرچ وقف کی تعمیر پر کیا جائے گا۔ وقف کنندہ نے خواہ اس کی
شرط لگائی ہو یا نہ۔ پھر اس جہت پر خرچ کیا جائے گا جو تعمیر کے قریب تر ہو اور اس کی مصلحت کے لیے مامور ہو
جیسے مسجد کے لیے امام مدرسہ کے لیے استاد ان پر اتنا خرچ کیا جائے گا جو ان کے لیے کافی ہو۔ اس کے بعد
چراغ اور درزی فرش پر اسی طرح مصالح کے آخر تک خرچ کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وقف
معیّن نہ ہو اگر اسی جہت کے لیے معین ہو تو عمارت بن چکنے کے بعد اس جہت پر خرچ کیا جائے گا)

اور صفحہ ۴۵۷ رد المحتار میں ہے:

ليس للمغاضى ان يفرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف ولا يحل للمفرر له

الاتخذ الا انظر على الوقف باجر مثله ۲

☆ یعنی قاضی کو ناجائز ہے کہ بغیر شرط واقف کے وقف معین سے کسی کا وظیفہ مقرر کرے۔ اور جس کا وظیفہ

۱۔ رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۴۱۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ ایضاً

مقرر کیا جائے اس کو اس تکلیف کا ایسا حرام ہے ہرگز حال نہیں۔ البتہ ناظر یعنی محافظ اور نگہبان وقف بقدر اپنی محبت و حفاظت کے اجرت لے سکتا ہے نہ کہ بطریق تکلیف کے کہ خواہ وہ کام کرے یا نہ کرے اور مستحق تکلیف رہے۔

غلیظ اگر محاسب اور جانی یعنی کرایہ وقف وصول کرنے والا کہ ضرورت پڑے تو بقدر ضرورت ہر ایک کی محنت کے اندازہ پر ان کو آمدنی اوقاف مذکورہ سے اجرت اور ٹھنڈا نہ دے سکتا ہے۔

چنانچہ صفحہ ۳۵۷ شامی میں ہے:

اعلم ان عدم جواز الاحداث مقید بعدم الضرورة كما في فتاوى شيخ قاسم اماما ادعت اليه الضرورة واقضت المصلحة كخدمة الربعة الشريفة وقراءة العشر والجبابة وشهادة الديوان فبرفع الى القاضي وبشيت عنده الحاجة فبقررو من يصلح لذلك بقدر له اجر مثله او بادن للناظر في ذلك قال الشيخ قاسم والنص في مثل هذا في الولوالجية ابو سعود على الاشباه!

(ترجمہ: نیا وظیفہ کے مقرر کرنے کا عدم جواز اس صورت سے مقید ہے جب کہ ضرورت نہ ہو جیسا کہ فتاویٰ شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ میں ہے لیکن اگر ضرورت ہو اور مصلحت کا تقاضا ہو مثلاً قرآن مجید کے اجراء کی خدمت کرایا اور عشر کو جمع کرنا و غیرہ کا معائنہ تو معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے اور ضرورت ثابت کی جائے وہ اس شخص کا تقرر کرے جو اس کام کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور اس کے لیے مثلی اجرت مقرر کرے تو یا متولی کو اس کی اجازت دے دے حضرت شیخ قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا اس قسم کی جزئیات کی نص فتاویٰ ولولوالجیرہ میں ہے۔ ابو سعود علی الاشباہ)

☆ دوسری صورت اس وقف کی جو ٹھیکہ وقف ہے یہ ہے کہ وقف کی جانب سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ وقف نے کسی مصلحت خاصہ پر مثل صورت اول کے مطابق تعمیر ٹکست و ریخت مسجد پر یا مزار قبیلہ یا پر یا غلط و غلطاً امام و مؤذن پر وقف نہیں کیا تھا ☆ بلکہ وقف نے آمدنی ان اوقاف کو مطلق مصلحت مسجد پر

بالضرر تک وقف کیا تھا تو اگر میں صورت معلقوں کا اعتبار بحسب عرف زمانہ و مادت واقع ہوگا۔ اگر عرف و مادت زمانہ واقف معلوم نہ ہو تو عرف و مادت زمانہ مال پر فتویٰ دیا جائے گا۔ اس واسطے کہ بصورت عدم مخالفت نص جو حکم عرف و مادت سے ثابت ہو وہ مثل اسی حکم کے ہوتا ہے جو نص صریح سے ثابت ہو۔
 کما فی صفحہ ۳۱۰ من الجزء الثالث للشمسی:

☆ و فی شرح البیری عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص! (ترجمہ: البیری کی شرح میں مبسوط سے ہے کہ جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہوتی ہے جس طرح کہ کوئی چیز نص سے ثابت ہے)

☆ بلکہ رسالہ نشر العرف شای علیہ الرتقہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر عرف زمانہ قدیم معلوم بھی ہو بہر صورت عرف و مادت زمانہ بحال ملحوظ ہوگا۔ خصوصاً ایسے اوقاف میں جن کا مال کچھ بھی معلوم نہیں۔
 چنانچہ رسالہ نشر العرف میں علامہ محقق ابن مابودین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

و قد سمعناک ما فیہ الکفایۃ فی اعتبار العرف و الزمان و اختلاف الأحکام باختلافہ فللمعنی الآن ان بغنی علی عرف اهل زمانہ و ان مخالف زمان المتقدمین و کذا للحاکم العمل بالتقارن فی امثال ما ذکرناہ حبث کان امرًا ظاہرًا

یعنی جب بقدر کفایت کافی طور سے ہم کو اعتبار عرف اور زمانہ کی کیفیت اور باعتبار اختلاف زمانہ کے حکموں کے بدلنے کی حالت معلوم ہو چکی تو اب مفتی کو لازم ہے کہ کو عرف حال متقدمین کے عرف کے مخالف ہو مگر اپنے زمانہ کے عرف کے موافق فتویٰ دے۔ اور اسی طرح حاکم امور بخاریہ دیکھ کر عمل قرآن حال پر کرے۔ بشرطیکہ مخالف نص صریح شائع علیہ السلام نہ ہو۔

☆ لہذا چوں کہ اعتبار مصالح مہد مقوف عرف زمانہ بحال پر ہے اور ظاہر ہے جو بھی کوئی وقف مصالح

۱۔ رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

۲۔ نشر العرف فی بناء بعض الأحکام علی العرف (مشمولہ رسائل ابن عابدين) جلد دوم: صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

مسجد پر کرے گا وہ اعتبار مصلح مسجد کا، موثر غیر مخصوصہ میں اپنے زمانہ کے عرف کے موافق کرے گا۔ اگر وہ تمام مصلحتیں شریعہ جواز ہوں گی اور ان پر وقف کرنے سے واقف مستحق ثواب ہو گا۔ اور جن امور کو دہلی زمانہ مخالف مصلحت مسجد سمجھیں ان کا وہ ہرگز لحاظ نہ کرے گا۔ اور ان کی طرف اس کا خیال بھی نہ ہو گا۔ لہذا جس زمانہ میں پچھلے رکھے کو بھی موافق غفلت نمازیوں مسجد سمجھتے تھے۔

كما هو ظاهر من مدخل الشريعة حبث قال

وبكره وضع المرواح في المسجد.

(مسجد میں پچھلے رکھے کو بھی داخل مصلح مسجد نہیں رکھا)

بعض نے روشنی قدر ضرورت کو مد نظر رکھ کر انتظام تیل بنی کو بھی مصلح مسجد سے خارج سمجھ لیا۔ کسی نے لکھا اس امر کے کہ نماز میں پڑھنا بہ نسبت نماز پڑھنے کے درمی وغیرہ ہر افضل ہے۔

حبث قال الحلبي رحمه الله في ۳۳۷ من الكبيرى

لكن الصلوة على الارض بلا حائل و على ما ابنه الارض كالحصير والبوربا الفضل

لانه القرب الى التواضع.

(ترجمہ: لیکن نماز زمین پر بغیر کسی حائل کے اور ایسی چیز پر جو زمین سے اُگی ہو جیسے چٹائی اور بوریا، اگر فضول ہے۔ کیونکہ یہ تواضع کے نزدیک اقرب ہے۔)

بہ نسبت تواضع تواضع تشریف بوریا وغیرہ کو بھی مصلح مسجد میں شامل نہ رکھا

۱۔ المدخل لابن الحاج جلد ۲ صفحہ ۴۱۷ مطبوعہ دار الحديث

نوٹ مدخل کی اصل عبارت یہ ہے۔

وقد منع علمائنا ورحمة الله عليهم المراءح اذ ان الحافضا في المسجد بدعة

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے مراءح سے منع کیا کی ہے۔ علمہ علیہ الرحمۃ

۲۔ غیبة المستملی صفحہ ۳۳۷ کتب خانہ و جامعہ دیوبند

کما هو ظاهر من قول ابن نجيم رحمه الله في صفحة ۲۱۲ من البحر الرائق

الجلد الخامس :

في الفية رقم لركن الدين الصباغی قال كبت الى المشايخ ورمز للفاضی
عبد الجبار و شهاب الدين الامامی هل للقيم شراء المرواح من مصالح المسجد فلا لا
ثم رمز للعلاء الترجمانی فقال الدخن والحصير والمرواح ليس من مصالح المسجد و
انما مصالحه عمارته ثم رمز لابی حامد و قال الدخن والحصير من مصالحه دون المرواح
و قال یعنی مولانا بدیع الدین هو اشد للصوصاب و اقرب إلى غرض الواقف فقد نحرر ان
الراجح کونهما من المصالح ۱۔

(ترجمہ: تقیہ میں امام رکن الدین صباغی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب یہ قول ہے کہ میں نے مشائخ یعنی قاضی
عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ اور علاء شہاب الدین امامی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سوال لکھا کہ کیا حوتی کے لئے جائز
ہے کہ مصالح مسجد سے کچھ خریدے۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا نہیں۔ پھر علاء و علاء الترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی
جانب یہ قول منسوب فرمایا کہ تیل چٹائی اور کچھ مصالح مسجد سے نہیں ہیں۔ پھر مولانا بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا کہ یہ قول درستی کے زیادہ مشابہ اور واقف کی غرض کے زیادہ قریب ہے۔ لہذا انہوں نے ان دونوں
یعنی تیل اور چٹائی کو مصالح سے ہونے کے خارج ہونے کو محمد قرار دیا)

یعنی قاضی عبد الجبار و شہاب الدین امامی رحمۃ اللہ علیہ سے جب مال وقف علی مصالح المسجد کی نسبت سوال
کیا گیا کہ کھجور کا شربہ کی رسم میں روکنا بھی داخل مصالح مسجد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس واسطے کہ
مصالح مسجد کی درجہ اس سے یہ تعریف مفہوم ہوتی ہے کہ جس کے نہ ہونے سے غرض بتائے مسجد جو آبادی مسجد
ہے جو کہ اللہ کے ساتھ اور نماز و تہذیب کے مسائل دینی فوت ہو جائے۔

چنانچہ صفحہ ۳۶۶ درجہ میں ہے علاء مرعہ بالمدین حنفی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

اتما یكون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسة كما مر اما مدرس الجامع فلا

لانه لا يعطل لغيره بخلاف المدرسة حيث تنقل اصلا.

(ترجمہ: مدرس اس وقت شعائر سے ہوگا جب وہ مدرسہ کا مدرس ہوگا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ اگر جامع مسجد کا مدرس ہو تو وہ شعائر سے نہیں ہے۔ کیونکہ مسجد اس کے موجود نہ ہونے سے معطل نہیں ہوتی بخلاف مدرسہ کے کہ وہ مدرس کے بغیر بالکل موقوف ہو جاتا ہے)

یعنی مدرس کو جو شعائر اور مصالح میں شمار کیا ہے اس سے وہی مدرس مراد ہو سکتے ہیں جو مدرسہ کے مدرس ہوں نہ کہ مدرسہ میں صلح مسجد۔ اس واسطے کہ مدرس مسجد جامع کے نائب ہونے سے مسجد معطل نہیں ہو سکتی بخلاف غیرہ مدرسہ مدرسہ کے کہ ان کے بغیر مدرسہ موقوف ہو جائے گا۔

چنانچہ یہی سمجھ کر ینکھوں کے نہ ہونے سے مسجد معطل نہیں ہو سکتی، قاضی عبدالبار اور شہاب الدین امای رحمہما اللہ نے ینکھوں کو مصالح مسجد سے خارج سمجھ لیا۔ پھر جب یہ دیکھا گیا کہ جن مسجدوں میں ینکھوں کا مخصوص زمانہ گرمی میں انتظام نہیں ہوتا نمازی کم ہو جاتے ہیں۔ اور آبادی کی کمی ہونے لگتی ہے۔ عام طور سے علماء نے اجازت دی دے۔ اور تمام مساجد میں عرفہ عام ہو گیا کہ جن میں آمدنی اوقاف ہے اس آمدنی سے نور نہ نمازی اپنے پاس سے ینکھوں کے انتظام کو عموماً مصالح مسجد سے سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض نے تو اکثر مساجد میں آمدنی اوقاف مسجد سے نکلی کی روشنی اور بجلی کے پکے جاری کیے ہیں اور جو نئی مسجد بنی ہیں اور ان کے بانیوں نے ان پر جو وقف کئے ہیں انہیں اوقاف سے بغرض تحصیل ثواب اور کثرت نمازیان مسجد نکلی کے پکے اور نکلی کی روشنی بھی ساتھ ہی لگاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ زین الدین بن نجیم رحمہ اللہ نے بھی اپنے زمانہ کے واقفوں کی مادت و عرفہ کو دیکھ کر ینکھوں کو باہر مصالح مسجد سے شمار کیا ہے۔

چنانچہ کتاب الوقف الاشیاء و النظائر میں تحریر فرماتے ہیں:-

وقف على المصالح فہی للامام والخطیب والفقیم و شراء الدھن والحصیر

قال الشامي رحمه الله:

قوله في وقف المصالح أى فيما لو وقف على مصالح المسجد.

(ترجمہ: یعنی اگر وقف مصالح مسجد پر ہو تو مصالح مسجد میں منتظم اور متولی اور امام اور خطیب اور مؤذن اور مدرس اور روشنی کنندہ اور فراش اور نظریہ وقف بھی داخل ہیں۔ اور مصارف تیل اور قندیل اور چٹائی اور آب وضو اور وضو کی جگہ تک آب وضو لانے کی اجرت بھی داخل مصالح مسجد ہیں)

اور حینہ بھی مضمون صفحہ ۲۱۳ بحر الرائق میں ہے۔ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

والذى يمتد به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف اولاً ثم ما هو اقرب الى العماره و اعم للمصلحه كالامام للمسجد و المدرس للمدرسة يصرف اليهم قدر كفايتهم ثم السراج و البساط كذلك إلى آخر المصالح و ظاهره تقديم الامام و المدرس على جميع المستحقين بلا شرط و التسوية بالعمارة يقتضى تقديمهما عند شرط الواقف انه اذا ضاق ريع الوقف قسم عليهم بالحصة و ان هذا الشرط لا يعتبر و لكن تقديم المدرس انما يكون بشرط ملازمته للمدرسة للتدريس الأيام المشروطة فى كل جمعة ولذا قال للمدرسة لان مدرستها اذا غاب تعطلت بخلاف مدرس الجامع.

(ترجمہ: وقف کی آمدنی کے خرچ کا آٹا زاس کی تعمیر پر کیا جائے گا۔ واقف نے خواہ اس کی شرط لگائی ہو یا نہ۔ زاس بعد اس میں خرچ کیا جائے گا جو عمارت کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ اور جس کی مصلحت سب سے زیادہ عام ہو جیسا کہ مسجد کے لیے امام اور مدرس کے لیے مدرس۔ ان پر اتنا خرچ کیا جائے گا جو ان کے لیے کفایت کرے۔ اس کے بعد چائے، دروین، چٹائیوں سے لے کر مصالح کے آخر تک ترتیب سے خرچ کیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ تمام مستحقین سے مسجد کے امام اور مدرس کے مدرس کو بغیر شرط کے مقدم رکھا

۱۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۳۳ دار اسیاء الفرائد العربی بیروت

۲۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۲۳۰ ۲۳۱ دار المعرفۃ بیروت

جائے گا۔ اور ان کو عمارت کے برابر مستحق قرار دینے کا مقنا یہ ہے کہ اگر واقف نے شرط لگائی ہو کہ ان کو عمارت سے مقدم رکھا جائے تو مقدم رکھا جائے گا۔ اور جب وقف کی بیعہ اور کم ہونے پر حصوں کے لحاظ سے تقسیم کی جائے گی اور مقرر حصہ کی شرط کا اعتبار نہ رہے گا۔ لیکن مدرس کو اس شرط پر مقدم حاصل ہوگی جب کہ وہ ہر ہفتہ میں تدریس کے لیے مقرر دنوں میں تدریس کے لیے حاضر رہے۔ اور اسی لیے فرمایا ”مدرس کا مدرس“ کیونکہ جب مدرس سے اس کا مدرس غیر حاضر ہوگا تو مدرس معطل ہو جائے گا۔ جامع مسجد کے مدرس کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔

الحاصل خلاصہ تحریر علامہ ابن نجیم رحمہما اللہ یہ ہوا کہ وقف علی المصالح میں آدنی وقف مسجد سے خواہ واقف سے تصریح پائی جائے یا نہ پائی جائے بعد ضروریات تعمیر ظاہری مسجد، اہل امام مسجد کو بقدر کمالات دیا جائے گا۔ اور اگر وقف علی مصالح المدرسہ ہے تو بعد تعمیر مدرسہ مدرس کو دیا جائے گا۔ پھر مصارف چنانچہ نفش خروش وغیرہ میں خرچ کیا جائے گا۔ اور مدرس جامع مسجد داخلی مصالح مسجد نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ اگر مدرس جامع نائب رہے مسجد کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ بخلاف مدرس مدرسہ کہ بغیر ماضی مدرس مدرسہ ہندی ہو جائے۔ اور تصریح اس امر کی بہت سی واضح عبارت منقولہ صفحہ ۳۲۹ درختار میں گزریگی مرنحہ الحاق شایعہ البحر الرائق مصری کے صفحہ ۲۱۳ میں علامہ شای رحمہ اللہ تردید اس قول مذکور کی کہ مدرس جامع داخلی شعار مسجد نہیں ہو سکتا۔

شرح قول البحر الرائق بخلاف مدرس الجامع میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

قال المفسدسی رحمہ اللہ انت خیر بان ما ذکر لایشهد لما ادعی من الفرق بین المدرسۃ والجامع و غایۃ ما فیہ ان الجامع الذی شرط تدریس اذا غاب مدرسہ لم یقطع من حیث کونہ مسجد او یعطل من حیث کونہ مدرسۃ فیحجب نقدہ من ہذہ الحبشۃ۔

(ترجمہ: علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کے اس دعوے پر شہادت نہیں دینا جو انہوں نے کیا ہے کہ مدرسہ اور جامع مسجد کے مدرس میں فرق ہے۔ ان کی آخری بات یہ ہو سکتی ہے کہ وہ جامع مسجد جس میں واقف نے مدرس کی شرط لگائی ہو جب اس کا مدرسہ غیر حاضر ہو گا تو اس کی مسجد ہونے کی حیثیت تو ختم نہ ہوگی۔ لیکن اس کے مدرسہ ہونے کی حیثیت تو معطل ہو جائے گی۔ لہذا اس حیثیت کے پیش نظر اس مدرسہ کو مقدم کرنا ضروری ہے)

یعنی جس جامع مسجد میں تصریح واقف یا عرفہ مال سے بحسب کثرت و قلت آمدنی ہو وقف مدرسہ کا جاری رکھنا بھی ثابت ہو مدرسہ مدرسہ اور مدرس جامع میں فرق کرنے کی دلیل قائم نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ مدرسہ جامع کے نائب ہونے سے اگرچہ مسجد جامع کی جامعیت اور آبادی میں فرق نہیں آتا۔ مگر آبادی مدرسہ مسجد میں تو ضرور فرق آجائے گا۔ بلکہ جس مدرسہ مدرس کے مدرسہ ہونے سے مدرسہ مسجد جامع بھی معطل اور بند ہو جائے گا۔ الا حالہ مدرسہ جامع بھی داخل مصالح مسجد ہوگا۔

بہر حال اگر تصریح واقف یا دارالافتاء عرفہ سے مدرسہ جامع کا مصالح اور آبادی مسجد سے ہونا ثابت ہوگا تو بالافتاء مدرسہ جامع کو بھی آمدنی ہو وقف سے بقدر کثافت دینا جائز ہوگا۔ اور اگر ثابت نہ ہو جیسا کہ قول روایت درختہ اور بحر سے ظاہر ہے مدرسہ کو اس صورت میں بھی آمدنی ہو وقف علیٰ مصالح سے دینا جائز ہوگا۔ اور مدرسہ کو تنخواہ اولیٰا حرام۔ پھر واعظ اور مفتی کو دینا اور واعظ اور مفتی کو مشاہیر اولیٰا بدیں صورت کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ بعضی مکتبہ دینی اور لاہور وغیرہ میں جو مساجد جدیدہ و قدیم کم و بیش اوقاف حقیقی رکھنے والی ہیں بحسب ان کی آمدنی کے اگرچہ یہ عرف میں شائے و ذائع ہو گیا ہے کہ وظائف یعنی تنخواہ مشاہیر استعساب و فراش و چونکدار امام و موزن خطیب و مدرسین مدرسہ مسجد اور نیز مصارف اطہاری و شیرینی و ختم اور تیل اور حق پوریہ ہنگی اور نیز پانچا بنائے محلہ مسجد کو بھی واقفین مال مصالح مسجد سے بھجوتے ہیں اور بموجب ان سے عرف زمانہ حال کے بموجب روایت مذکورہ شرع العرف اوقاف مساجد قدیمہ بھی عمل درآمد ہو رہا ہے۔ مگر کسی شہر کی کسی مسجد اوقاف کثیر رکھنے والی میں واعظ اور مفتی کو ملازم رکھتے ہوئے دیکھنا

سنا۔ اور معالجہ مسجد سے واعظ اور مفتی کو جہاں تک میری نظر ہے کسی فقیر کو شمار کرتے ہوئے کسی بھی کتاب میں نہیں دیکھا۔ جو اوقاف محض مساجد بیت المال سے قرار دیے گئے ہیں ان سے ضروری و خفیہ مفتی اور علما اور طلبہ کے اب تک ضرورت نقل کی گئی ہے جس کا ذکر مختصر یہ آنے والا ہے۔ اور چوں کہ ملازمین اس قسم کے وقف کے جس کا ذکر ہو رہا ہے اس پر قرار دیے گئے ہیں عند الفقہاء بغیر کام کرنے کے مستحق مشاہرہ و اجرت معینہ نہ ہوں گے۔

چنانچہ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۱ مادیہ میں ہے:

فی البحر لا يستحق الامن باشر العمل و فی الاشباه قد اغتر كثير من الفقهاء فی

زماننا فاستباحوا معالیم الوظائف من غیر مباشرة الخ ۱

۱ (ترجمہ: البحر الرائق میں ہے کہ جو شخص کام نہ کرے وہ مزدوری کا مستحق نہیں ہے۔ الاشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ کے بہت سے فقہاء کو دھوکا ہوا ہے انہوں نے مقررہ وظائف کو حاصل کرنا بغیر کام کیے مباح قرار دیا ہے)

مر النص قبلہ فی صفحہ ۲۰۵

ما باخذہ الناظر هو بطریق الاجرة ولا اجرة بدون العمل بحر عن الخانبہ ۲

(ترجمہ: محققان جو تکلف پاتا ہے جو مزدوری ہوتی ہے۔ اور عمل کے بغیر مزدوری نہیں۔ محیط۔ حانیہ)

اگر ناظر و امام وغیرہ ملازمین وقف مذکور سے ایسے تیار ہو جائیں کہ بالکل خدمت معینہ ادا نہ کر سکیں یا پھر سزج ادا نہ خدمت معینہ سے بالکل معذور ہیں مستحق اجرت و مشاہرہ نہ رہیں گے۔

چنانچہ صفحہ ۲۱۲ جلد ثالث شای میں ہے

ذكر الخصاص انه لو اصاب القسيم خرمس أو عمى أو جنون أو فالج أو نحوه من

الافات فإن أمكنه الكلام والأمر والتهی والأخذ والإعطاء فله اخذ الاجر والا فلا قال

۱	فتاویٰ الشامیہ:	جلد اول:	صفحہ ۲۱۳	المکبۃ الحبیبہ کوئلہ
۲	فتاویٰ الشامیہ:	جلد اول:	صفحہ ۲۱۳	المکبۃ الحبیبہ کوئلہ

الطریقوسی و مفتضاء ان المدرس و نحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحيث لا
 بمكته المباشرة لا يستحق المعلوم لانه اذار الحكم في المعلوم على نفس المباشرة فان
 وجدت استحق المعلوم والا فلا و هذا هو الفقه.

(ترجمہ: امام خصال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا متولی کو اگر کوئی پیندہ چاہے یا ان کی مانند امرائے
 لائق ہو جائیں اگر اس کے لیے کلام کرنا حکم دیا، روکنا لیتا اور دینا ممکن ہو تو اس کو اجرت حاصل کرنا جائز ہے
 ورنہ نہیں۔ اور علامہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا خاضع یہ ہے کہ مدرس اور اس کی مانند لوگوں کو جب کسی
 بنیادی یا حج پر روگائی کے باعث عذر لائق ہو جائے کہ وہ اپنے فرائض ادا نہ کر سکیں تو مقررہ وظیفہ کے مستحق
 نہیں۔ کیونکہ مقررہ وظیفہ کے حصول کا دار و مدار عمل کرنے پر ہے۔ اگر عمل پایا گیا تو مقررہ وظیفہ کے مستحق ہیں
 ورنہ نہیں۔ اور سبکی کجھادری کی بات ہے)

یعنی مستحکم وقف اور مدرس وغیرہ ملازمین کام کریں گے تو مستحق اجرت ہوں گے ورنہ کچھ نہ ملے گا۔ اور
 مدرس اور امام و موذن وغیرہ کے متعلق یہ حکم جب صحیح ہوگا جب ہو جب مذہب متاخرین جو اجرت کا معاوضہ
 قید امامت اور مدرس کے کسی مسجد یا مدرسہ خاص کے ساتھ جو قول مفتی یہ ہے ثنوی دیا جائے۔ اور اندریں
 صورت ان جملہ ملازمین مسجد امام و مدرس وغیرہ کی چھوڑی ہوئی تھوڑا اگر یہ مر جائیں اسے دنوں کی بن میں
 انہوں نے کام کیا ہے ان کے ورثہ کو ضروری جائے گی۔ اور ایام تعطیل کی وضع کر لی جائے گی۔ اور ہو جب
 مذہب حنفی میں چونکہ وظائف امام و موذن و مدرس علوم دینیہ بطریق امداد بھی جاتی ہیں مثل صلہ کے بیت المال
 سے مجبزا ان کا چھوڑا ہوا وظیفہ بعد موت ان کے ورثہ کو نہیں ملتا۔ البتہ ایام کام کرنے کا وظیفہ ان کو ضرور ملے گا
 مجبہ ہونے اس وظیفہ کے بطریق امداد اور صلہ کے۔

چنانچہ صفحہ ۳۳۵ درختا درمیں ہے:

مات المودن و الامام و لم يستوفيا و طبعهما من الوقف سقط لانه كالتسلة كا

لقاضی و قبل لا یسقط لانه کالاجرۃ کذا فی الدرر قبیل باب المرتد و غیرها قال المصنف لعم و ظاہرہ ترجیح الاول لحکایۃ الثانی بقیل قلت قد جزم فی البغیۃ تلخیص القتیۃ بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشیاء و مخم النہر۱

(ترجمہ بنوین اور امام مرگے۔ وقف سے انہوں اپنا وظیفہ نہ پایا تو وہ وظیفہ ساتھ ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کا وظیفہ علیہ ہوتا ہے۔ جس طرح کہ قاضی کا وظیفہ علیہ ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مرنے سے وظیفہ ساتھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ مزدوری کی مانند ہوتا ہے۔ الدرر کے باب المرتد سے تموزا پہلے اور دوسرے کتابوں میں اسی طرح ہے۔ حضرت منصف رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں فرمایا کہ ”ترجیح پہلے قول کو ہے۔ کیونکہ دوسرا قول ”قل“ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ”المغنیہ تلخیص قتیہ“ میں ہے کہ ان کا وظیفہ وراثت میں تقسیم ہوگا بخلاف قاضی کے وظیفہ کے۔ الاشیاء کے وقف اور انہر کے کتاب المنعم میں اسی طرح ہے۔)

قال الشامی رحمہ اللہ :

قولہ فی البغیۃ فجزمہ بہ یقتضی ترجیحہ قلت و وجہہ ما سید کرہ فی مسئلۃ الجامکیۃ ان لہا شبہ الاجرۃ و شبہ الصلۃ ثم ان المتقدمین منعوا اخذ الاجرۃ علی الطاعات وافنی المتأخرون بجوازہ علی العلیم والاذان والامامۃ فالظاهر ان من نظر الی مذهب المتقدمین رجح شبہ الصلۃ فقال بسقوطها بالموت لان الصلۃ لا تملک قبل القبض و من نظر مذهب المتأخرین و هو المفتی بہ رجح شبہ الاجرۃ فقال بعدم السقوط و حیث کان مذهب المتأخرین هو المفتی بہ جزم فی البغیۃ بالثانی بخلاف رزق القاضی فانہ لیس لہ شبہ بالاجرۃ اصلاً اذ لا قائل باخذ الاجرۃ علی القضاء و علی هذا مشی السطرطوسی فی انفع الوسائل علی ان المدرس و نحوہ من اصحاب الوظائف اذا مات فی أثناء السنۃ یعطى بقدر ما باشر و یسقط الباقی۲

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۲ صفحہ ۳۹۰/۳۹۱/۳۹۲ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار : جلد ۲ : صفحہ ۳۹۱ دار احیاء التراث العربی بیروت

(ترجمہ: قولہ بغیہ میں ہے۔ صاحب درمختار کا اس پر جزم فرمانا تقاضا کرتا ہے کہ بھی گم رائج ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ وہ ہے جو منصف رحمۃ اللہ علیہ شاہی ملازمین اور لشکر کی تحفظ انہوں کے مسئلہ میں ذکر کریں گے کہ ان کی مشابہت مزدوری سے بھی ہے اور عطیہ سے بھی۔ پھر حقد میں نے عبادات پر مزدوری لینے کو منع فرمایا ہے اور متاخرین نے تعلیم، ایمان اور امامت پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے تو ظاہر ہے جس کی نظر حقد میں کے مذہب پر ہے اس نے عطیہ کے ساتھ مشابہت کو رائج قرار دیا۔ اور موت کے ساتھ اس کے سقوط کا قول کیا ہے۔ کیونکہ عطیہ قبضہ سے پہلے ملکیت میں نہیں آتا۔ اور جس نے متاخرین علماء کے مذہب کو دیکھا اور معنی پہنچی ہے اس نے اجرت کے ساتھ مشابہت کو رائج کہا اور فرمایا یہ موت سے ساتھ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ متاخرین کا مذہب مفتی ہے بغیہ میں دوسرے قول پر ہی جزم فرمایا۔ قاضی کا وکیل اس سے مختلف ہے کیونکہ اس کی مشابہت اجرت کے ساتھ بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ فقہا پر اجرت ماحصل کرنے کا قائل کوئی بھی نہیں۔ علامہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الشفیع الوسائل“ میں اس کو اختیار کیا اور فرمایا مدرس اور اس کی مانند جن لوگوں کے وظائف مقرر ہیں اگر وہ دوران سال مر جائیں تو جتنا عرصہ کام کیا اس کی مزدوری دی جائے گی۔ اور باقی مقرر کردہ وظیفہ ساقط ہو جائے گا۔

☆ تیسری قسم وقف کی وہ وقف ہے جو بادشاہان سلف نے بیت المال سے دوران کی اولاد اور ان کے امراء و وزراء نے جاگیروں سے جو بیت المال سے رکھتے تھے☆ مسجدیں بنا کر مساجد پر وقف کئے ہیں یا خانقاہوں پر کہ وہ بھی مآلات بیت المال ہی سے وقف کرنے کا حکم رکھتی ہیں۔ ایسے اوقاف اگر مصطلح ملے مومنین پر وقف کئے گئے ہیں اور ان کا وقف کرنا صحیح ہے اور اس طرح کے وقف کرنے میں ضرورتاً وقف مستحق اجرت ہوں گے۔

چنانچہ صفحہ ۲۸۲ درالمنہاج میں ہے۔

فی التحفة المرضیة عن العلامة قاسم من ان وقف السلطان لارض بیت المال صحیح ۱۔

(ترجمہ: التحفۃ المرضیہ میں علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے کہ بیت المال کی زمین سے بادشاہ کا وقف کرنا درست ہے)

اور صفحہ ۴۳۳ ردی میں ہے

ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحة عمت يجوز۔
(ترجمہ: اگر بادشاہ اپنی اسلام کے بیت المال سے عمومی مصلحت کی خاطر وقف کرے تو وہ جائز ہے)

وفی صفحة ۴۳۰ من الجزء الثالث رد المحتار

لان بیت المال معد لمصالح المسلمين فاذا ابدہ علی مصرفه الشرعی یشاب۔

(ترجمہ: بیت المال مسلمانوں کی مصلحتوں کے لیے ہے۔ جب بادشاہ نے اس کو اس کے شرعی مصرف پر پیش کے لیے کر دیا تو وہ ثواب پائے گا)
اسی میں ہے۔

لعل مراده اى مراد العلامة القاسم من صحة الوقف انه لازم لا یغیر اذا كان علی مصلحة عامة کما نقل الطرطوسی رحمه الله عن قاضی عنان من ان السلطان لو وقف ارضا من بیت مال المسلمين علی مصلحة عامة جاز قال ابن وهبان لانه ابدہ علی مصرفه الشرعی فقد منع من یصرفه من امراء الجوز فی غیر مصرفه۔

(ترجمہ: علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی وقف کے صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ وقف لازم ہو جائے گا۔ اور جب وہ عمومی مصلحت کے لیے وقف ہو تو اسے تبدیل نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ علامہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا کہ بادشاہ بیت المال کی کوئی زمین عام مصلحت کے لیے وقف کرے تو جائز

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۶ صفحہ ۴۶۷ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۴۶۷ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۴۸۳ مکتبہ و شبیبہ کوئٹہ

ہے۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس زمین کو اس کے شرعی مصرف پر ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا اور ظالم امراء کو اس کے مصرف کے علاوہ اور کاموں میں صرف کرنے سے روک دیا۔
یعنی قاضی خان اور ابن طرطوسی اور علامہ قاسم رحمہم اللہ کی صحبت و تقب بیت المال سے بھی مراد ہے کہ جو وقف بیت المال سے مصلحتِ عامہ اہل اسلام پر کیا جائے وہ لازم ہے اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقف کی مراد اس وقف سے بھی ہے کہ مصارفِ شریعہ حلقہٴ مصلحتِ عامہ پر یہ وقف ہمیشہ جاری رہے۔ اور کوئی ظالم امراء تم گم کرے علاوہ مصارفِ شریعہ اس کو دوسری جگہ صرف نہ کر سکے۔ ہذا اور ظاہر ہے کہ جب وقف بیت المال میں شرط و اوقف تک ملحوظ نہیں ہوتی پھر علاوہ مصلحتِ عامہ کوئی دوسرا شخص کو وہاں اسلام ہی کیوں نہ ہو دوسری جگہ اس کو کیوں کر صرف کر سکتا ہے۔ البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شاہانِ سلف یا ان کی اولاد یا ان کے امراء وزراء نے اپنے مالِ ملوک سے ان اوقاف کو وقف کیا ہے نہ کہ مالِ بیت المال سے تو ضرور مصارفِ ان اوقاف میں شرط و اوقف کا لحاظ ہوگا۔ اور جو احکامِ قسم اول وقف اور قسم دوم میں مذکور ہوئے حسبِ ثبوت نیت اور شرط و اوقف بالوجوب عرف زمانہ صالحہ و صالحہ امراء ان پر بھی جاری ہوں گے۔ اور بصورتِ عدم ثبوت اور عدم علم اس امر کے یہ اوقاف مالِ ملوک بہ سلاطین اور ان کے وزراء امراء یا ان کی اولاد سے ہیں یا نہیں ان پر وہی احکام جاری ہوں گے جو اس پر جاری ہوئے ہیں جن کا وقف کرنا مالِ بیت المال سے ثابت ہو۔ بلکہ اسی وجہ سے بعض فقہاء نے تو یہی تحریر فرمایا کہ بیت المال سے اگر وقف کیا جائے وہ وقف سی صحیح نہیں ہوتا۔ مگر حقیقتاً اس قول سے ان کی غرض یہی ہے کہ اس پر احکام وقف پھر مصارفِ وقف کے جاری نہیں ہوتے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ فی الواقع صحیح اور لازم ہی نہیں ہوگا۔ کما ظاہر من الروایات المذکورۃ

اور میرے فتویٰ مرتبہ بحوالہ نو تک وغیرہ میں بھی اس قسم کی بہت سی روایات کے ساتھ مؤلفین کے کئے میں نے جو یہ لکھا ہے کہ اوقافِ شاہانِ سلف حقیقتاً وقف نہیں ہیں بلکہ مخاطبِ مرصودہٴ مخصوصہٴ علماء و طلبہ مالِ بیت المال سے ہیں میری بھی غرض ہے۔

پنج پچاس امیر شاہی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۲ باب العشر والخراج
میں تحریر فرماتے ہیں:-

و حيث ملكها بالشراء صح وقفه لها و تراعى شروط وقفه قال في التحفة
المرضية سواء كان سلطانا او اميرا او غيرهما و ما ذكره الجلال السيوطي من انه لا
يراعى شروطه ان كان سلطانا او اميرا و انه يستحق ريعه من يستحق في بيت المال من
غير مباشرة للوظائف فمحمول على ما اذا وصلت الى الوقف باقطاع السلطان اياه من
بيت المال كما لا يخفى الخ حاصله ان ما ذكره السيوطي لا يخالف ما قلنا لانه محمول
على ما اذا لم يعرف شراء الوقف لها من بيت المال بل وصلت اليه باقطاع السلطان لها
اي بان جعل له خراجها مع بقاء عينها لبيت المال فلم يصح وقفه لها و لا تلزم شروطه
بخلاف ما اذا ملكها ثم وقفها كما قلنا قلت لكن بقي ما اذا لم يعرف شراءه لها لا عدمه
فالظاهر انه لا يحكم بصحة وقفها لانه لا تلزم من وقفه لها انه ملكها و لهذا قال السيد
الحموي رحمة الله عليه في حاشية الاشباه قبيل قاعدة اذا اجتمع الحلال والحرام مانصه
و قد افنى علامة الوجود المولى ابو السعود مفتي السلطنة السليمانية بان اوقاف
الملوك والامراء لا يراعى شرطها لانها من بيت المال او ترجع اليها و اذا كان كذلك
يجوز الاحداث "اذا كان المقرر في الوظيفة او المرتب من مصاريف بيت المال الخ" و
لا يخفى ان المولى ابا السعود رحمة الله عليه ادري بحال اوقاف الملوك و مثله ما
سيذكر الشارح في الوقف عن المعجبة عن المبسوط ان السلطان يجوز له مخالفة الشرط
اذا كان غالب جهات الوقف قري و مزارع لان اصلها لبيت المال الخ يعنى اذا كانت
لبيت المال و لم يعلم ملك الواقف لها فيكون ذلك ارسادا لا وقفا حقيقة أى ان ذلك
السلطان الذى وقفه اخرجه من بيت المال و عينه لمستحقه من العلماء والطلبة و نحوهم

عونا لهم على ما وصلهم الى بعض حقهم من بيت المال۔

(ترجمہ: اور چونکہ وہ خیر نے کی وجہ سے مالک ہو گیا ہے لہذا اس کا اسے وقف کرنا صحیح ہے۔ اور اس وقف میں واقف کی شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے گا الصحفۃ المرصیۃ میں فرمایا وہ خیر ارخواہ بادشاہ امیر ہویا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہو۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”مگر اسے وقف کرنے والا بادشاہ یا امیر ہو تو اس کی مانند کردہ شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اور اس کی آمدنی کا وہی بغیر کام کیے مستحق ہوگا جو بیت المال سے وظائف کا مستحق ہے“ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ جائیداد بادشاہ نے بیت المال سے وقف کنندہ کو بطور جائیداد کی جو جیسا کہ نقلی نہیں ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا وہ ہمارے قول کے مخالف نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ حکم اس صورت پر ہے جب کہ وقف کنندہ کی خیر اری بیت المال سے معلوم نہ ہو۔ بلکہ اس تک وہ جائیداد بادشاہ بطور جائیداد کی جو جیسا کہ نقلی ہو۔ اس طرح سے کہ اس کی آمدنی بادشاہ اس کو عطا کرے لیکن وہ جائیداد بیت المال کی ہی رہے تو اس صورت میں اس کا وقف صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ہی وقف کرنے کی صورت میں اس کی مقرر کردہ شرائط لازم ہیں۔ لیکن اس صورت میں حکم مختلف ہوگا جب کہ وقف کنندہ اس کا مالک ہو پھر اس کو وقف کرے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت کا حکم باقی رہ گیا کہ پتہ نہ چلا ہو کہ وقف کنندہ نے اسے خیر اری یا نہیں۔ تو ظاہر ہے اس صورت میں اس کے وقف کی صحت کا حکم نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے وقف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کا مالک بھی ہو۔ اسی لیے علامہ سید حموی رحمۃ اللہ علیہ ”إذا اجتمع الحلال والحرام“ قاعدہ سے پہلے یوں فرمایا ہے کہ علامہ الوجود میں مولانا ابوالسعود مفتی سلطنت سلیمانہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ بادشاہوں اور امراء کے اوقاف میں ان کی مانند کردہ شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے کیونکہ وہ اوقاف بیت المال سے ہوتے ہیں یا اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ جب صورت حالات یہ ہے تو وظیفہ یا محتوہ کی مقررہ

مقدار؟ اگر بیت المال سے ہو تو اس میں نیا وظیفہ یا تنخواہ مقرر کرنا جائز ہے یہ امر قطعی نہیں ہے کہ مولانا ابوالسود رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں کے اوقاف کے حالات کو سب سے بہتر جانتے تھے اور اس کی مانند عترتِ نبی حضرت شارح (صاحب رد المحتار) رحمۃ اللہ علیہ کتاب الوقف میں محسبہ سے اور صاحب محسبہ مبسوط سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جب وقف کی اکثر جہات دیہات اور کھیت ہوں تو بادشاہ کے لیے شرط کی مخالفت درست ہے۔ کیوں کہ اس کی اصل بیت المال سے ہے۔ یعنی جب اوقاف بیت المال کے ہیں اور معلوم نہیں کہ وقف کنندہ ان کا مالک تھا یا نہیں تو یہ عطیہ ہوگا نہ کہ حقیقی وقف۔ یعنی جس بادشاہ نے اس کو وقف کیا اس نے اس جائیداد کو بیت المال سے نکالا اور اس کے مستحق افراد یعنی علماء، طلباء اور ان کی مانند افراد کے لیے مہین کر دیا تاکہ ان کا حق جو بیت المال میں ہے اس سے ان کے کچھ حصہ پر رسائی کی مدد ہو جائے)

اور چونکہ بالاتفاق وقف بیت المال جو مصلحتِ عامر علما، فضلا، طلبہ، مفتی و اعلا وغیرہ ہوتا ہے لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر خاص طور پر بادشاہ یا امام اپنی اولاد پر وقف کرے لازم نہیں ہوتا۔ اور اس کو مجاز بھی وقف نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اس پر اطلاق لفظ ارصاد کیا جاتا ہے۔ اور جو وقف مصلحتِ عامر پر ہو۔ کو بھیجتا اس پر بھی اطلاق لفظ ارصاد کیا جاتا ہے۔ مگر وجہ لازم ہو جانے ایسے اوقاف کے مجاز ان پر اطلاق لفظ وقف صحیح ہے۔ اور اکثر علما نے ایسے اوقاف علی مصلحتِ عامر کو صحیح مانا ہے۔

علامہ شامی صفحہ ۲۸۲ جلد ثالث رد المحتار میں عبارت مذکورہ کے آگے تحریر فرماتے ہیں:

ولذا لما اراد السلطان نظام المملكة برقوق في عام نيف و ثمانين و سبع مائة ان ينفض هذه الاوقاف لكونها اخذت من بيت المال و عقد لذلك مجلسا حافلا حضره الشيخ سراج الدين البلقيني والبرهان ابن جماعة و شيخ الحنفية الشيخ اكمال الدين شارح الهداية فقال البلقيني ما وقف على العلماء والطلبة لا سبيل الى نفذه لان لهم الخمس اكثر من ذلك و ما وقف على فاطمة و خديجة و عائشة رضي الله تعالى عنهن ينفض و انفض على ذلك الحاضرون كما ذكره السيوطي في النفل المستور في جواز

قبض معلوم الوظائف بلا حضور ثم رایت نحوه فی شرح الملتفی فی هذا تصریح بان اوقاف السلاطین من بیت المال اوصادات لا اوقاف حقیقة و ان ما كان منها علی مصاریف بیت المال لا یفرض بخلاف ما وقفه السلطان علی اولاده او عتقائه مثلاً و انه حیث كانت اوصادا لا یلزم مراعاة شروطها لعدم کونها و قفاً صحیحاً (أی حقیقة) فان شرط صحته ملک الواقف و السلطان بدون الشراء من بیت المال لا یملک و قد علمت موافقة العلامة الاکمل علی ذلك و هو موافق لما مر عن المبسوط و عن المولی ابی السعود و لما سبذکره الشارح فی الوقف عن النهر!

(ترجمہ: اور اسی لیے جب سلطان نظام الملک برقوق نے سن سات سو اسی سے کچھ سال بعد ارادہ کیا کہ ان اوقاف کو توڑ دیا جائے کیونکہ وہ بیت المال سے لیے گئے تھے تو اس کے لیے اس نے ایک بیت بڑی مجلس قائم کی۔ شیخ سراج الدین ملتقی شیخ برہان بن ہمام اور شیخ الجنبی شیخ اکمل الدین شارح ہدایہ بھی اس مجلس میں شریک ہوئے۔ حضرت شیخ ملتقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو اوقاف علماء اور طالب علموں کے لیے ہیں ان کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا حصہ خمس ہے جو اس سے زائد بنتا ہے۔ اور جو حضرت فاطمہؑ حضرت خدیجہؑ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر وقف ہیں ان کو توڑ دیا جائے۔ حاضریں نے اس پر ان سے موافقت کی۔ جس طرح کہ علامہ تلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الشفل المستوفی جواز بعض معلوم الوظائف بلا حضور“ میں ذکر کیا۔ پھر میں نے ملتقی کی شرح میں اسی طرح دیکھا۔ اس میں تصریح ہے کہ بادشاہوں کے بیت المال سے وقف عطیات ہوتے ہیں۔ وہ حقیقی اوقاف نہیں ہوتے۔ اور ان میں جو بیت المال کے مصارف کے پر خرچ کے لیے وقف ہوں ان کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر بادشاہ نے اپنی اولاد یا اپنے آزاد کردہ غلاموں اور ان کی طرح اور لوگوں پر وقف کیا تو چوں کہ وہ عطیات ہوتے ہیں لہذا ان کی شرائط کا لحاظ کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ اوقاف درحقیقت صحیح وقف نہیں ہوتے اس لیے کہ وقف کے

صحیح ہونے کے شرط یہ ہے کہ وقف کرنے والا اس کا مالک ہو۔ اور بادشاہ اس وقت تک مالک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اسے بیت المال سے خرید نہ لے۔ اور چھتیس اس مسئلہ پر علامہ اکمل الدین کی موافقت کا ظلم ہو چکا اور وہ مبسوط اور مولانا ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ بڑے کے موافق ہے۔ اور یہ اس کے بھی موافق ہے جو حضرت شارح (صاحب درختار) رحمۃ اللہ علیہ کتاب الوقف میں النہج سے نقل فرمائیں گے)

خلاصہ: یعنی شیخ سراج بلخسی اور برہان بن جواد اور شیخ الحنفیہ اکمل الدین شارح ہدایہ فرماتے ہیں کہ اوقاف سلاطین جو مصارف بیت المال پر وقف کئے گئے ہوں ان کو کوئی موقوف نہیں کر سکتا۔ البتہ جو انہوں نے اپنی اولاد وغیرہ پر وقف کئے ہیں وہ ٹوٹ سکتے ہیں۔

اسی واسطے علامہ شامی رحمہ اللہ صفحہ ۱۲۰ اور صفحہ ۱۲۱ فتاویٰ حامد یہ مطبوعہ مصر میں بحوالہ رسالہ ”نفس الممنور“ سیوطی رحمہ اللہ اور شرح وہابیہ اور حنفیہ وغیرہ تحریر فرماتے ہیں:

افنی علامة الوجود المولیٰ ابو السعود رحمہ اللہ مفنی السلطنة السلیمانیہ بان اوقاف المملوک والامراء لا براعی شروطها لانها من بیت المال و ترجع الیه من حاشیة الاشیاء قبل قاعدہ اذا اجتمع الحلال والحلال و ذکر السیوطی رحمہ اللہ فی رسالۃ نقل الممنور فی جواز قبض المعلوم من غیر حضور بانہ افنی جمیع علماء ذلک العصر کالسبکی و ولدہ والزملکانی و ابن عدلان و ابن المرغل و ابن جماعة والاوزاعی والزرقانی والبغنی والاسوی وغیرہم بان ہذہ ارصادات لا اوقاف حقیقۃ فللعلماء المنزلین ان یأکلوا منها و ان لم یباشرو وظائفہم الخ و فی شرح الوہابیۃ ما یأخذہ الفقہاء من المدارس لا اجرہ لعدم شروط الاجارۃ ولا صدقۃ لان الغنی یاخذہا بل اعانة لہم علی حبس انفسہم للاشتغال حتی لو لم یحضروا الدروس بسبب اشتغال او تعلیق جاز اخذہم الجامکۃ معین المعنی من آخر کتاب الوقف۔!

خلاصہ ترجمہ: یعنی علامہ عمر مولانا ابوسعید و محمد رحمہ اللہ مفتی سلطنت سلیمانیا اور علامہ حاجی الدین سبکی اور ان کے دونوں صاحبزادوں اور علامہ زکائی اور علامہ ابن عدلان اور علامہ ابن مرسل اور علامہ ابن حماد اور امام اوزاعی اور علامہ زکشی اور علامہ باقری اور علامہ سنوی وغیرہم رحمہم اللہ علماء مشاہیر زمانہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اوقاف سلاطین کو ان کو بجا اوقاف کہا جاتا ہے اور باعتبار لزوم اور صحت کے ان پر حکم وقف کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ وہاں محفوظہ سرحدہ ان علماء طلباء و واعظین و مفتیان دین میں جن کو اوقاف سے تعلق ہوا اسی واسطے اگر شرط اوقاف معلوم بھی ہو اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور اگر صرف خدمت و خیفہ متعلقہ و وقف مذکورہ کی جگہ خالی رہے اور ایک زمانہ تک وہ خیفہ جمع رہا ہو علماء پندرلین یعنی ان علماء کو جو اس خیفہ پر مطمئن ہوں بغیر کام کے ہوئے اس خیفہ سے کھانا درست ہے۔

اور جو کچھ خیفہ اوقاف مذکورہ سے علماء و فقہاء کو ملتا ہے بسبب نہ پائے جانے شرط و اجارہ کے نہ بطریق اجرت ملتا ہے اور نہ بطریق صدقہ اس واسطے کہ صدقہ حق مساکین کا ہے۔ اور یہ خیفہ ان علماء و فقہاء کو بھی جو فنی اور مال دار ہوں اگر اکثر اوقات خدمت دین میں صرف کریں لینا جائز ہے۔ الاحتمال ان کو اس امر کی امانت اور امداد کی وجہ سے ملتا ہے جو وہ خدمت دین میں مشغول رہے ہیں۔ لہذا وہ اگر کبھی بسبب مشغولی امر دینی یا تعلق ذاتی کے حاضر مدرسہ اور اپنی خدمت معینہ پر نہ ہوں تو ان کو اپنا خیفہ معینہ لینا جائز ہے۔ پھر یہ اوقاف مدرسہ پر ہوں یا مسجد پر سب کا حکم وہی ہے جو وہاں معینہ کا ہوتا ہے بیت المال سے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ مصنف الاشباہ و الاظہار صفحہ ۱۸۸ جلد خامس بحوالہ نقل میں تحریر فرماتے ہیں کہ مال بیت المال مصارف مسلمان میں صرف کیا جاتا ہے۔ بیان مصارف میں تحریر فرماتے ہیں۔

إن المصالح بناء المساجد والتفقة عليها فيدخل فيه الصرف على إقامة شعائرها
من وظائف الإمامة والأذان ونحوها وفي المحيط أن هذا النوع يصرف إلى ازراق الولاية
واعواتهم وازراق الفضاة والمفتين والمحتسبين والمسلمين وكل من تغلذ شيئا من
امور المسلمين والى ما فيه صلاح المسلمين وفي التجميع ذكر من المصارف

المعلمين والمعلمين فقال في فتح القدير وبهذا يدخل طلبة العلم بخلاف المذكورين
هنا لانه قيل ان يتاهل عامل نفسه لكن يعمل بعده للمسلمين و في فتاوى قاضى خان من
الحظير والاباحة مثل الرازى من بيت المال هل للاغتيا فيه نصيب قال لا الا ان يكون
عاملا او قاضيا وليس للفقهاء فيه نصيب الا فقيه فرغ نفسه لتعليم الناس الفقه أو القرآن
فيحصل ما في التجنيس على ما اذا فرغ نفسه لذلك بان صرف غالب اوقاته في العلم و
ليس مراد الرازى الاقتصار على العامل او القاضى بل اشار بهما الى كل من فرغ نفسه
لعمل المسلمين فيدخل الجندي والمفتى فيستحقان الكفاية مع الفتى ۱

و فيه بعد اسطر

في مال الفتاوى لكل قارى في كل سنة مائتا دينار او الف درهم ان اخذها في الدنيا
والاخذها في الآخرة والمراد بالقارى المفتى لما في الحاوى القدسي ولم يقدر في ظاهر
الرواية قدر الأرزاق والأعطية سوى قوله ما يكفيهم وذراريتهم وسلاحهم وأهاليهم و ما
ذكر في الحديث لحافظ القرآن وهو المفتى اليوم مائتا دينار ۲

و قال الشامي وهو المفتى اليوم لانهم كانوا يحفظون القرآن ويعلمون

الاحكام ۳

(ما حصل ترجمہ عبارت مذکور) یعنی جب اوقاف سلاطین و امراء وغیرہ جن کا کچھ مال معلوم نہیں وہ
باغاقی فتہاء محققین حکم اسی وقف کا دیکھتے ہیں جو وقف بیت المال سے مصلحت نامہ پر کیا جائے۔ اور ان
اوقاف میں شرط وقف بھی اگر مصرف خاص پر ہو طوط نہیں ہوتی۔ اور داخل مصلحت نامہ اہل اسلام بناؤ مسجد
اور شہائر اور مصارف مسجد بھی ہیں جن کا ذکر بموجب عرف و روایات کتب معتبرہ جم دوم وقف علی مصالح المسجد

۱۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق : جلد ۵ صفحہ ۱۴۷ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق : جلد ۵ صفحہ ۱۴۸ دار المعرفۃ بیروت

۳۔ ایضا

بلایقہ کے مصلحت خاصہ میں بتضلیل ہو چکا۔ اور چونکہ مصنف لے ضروریہ سامہ، دلیل اسلام سے بالاعتاق مفتی اور واعظ اور محاسب وقت بھی ہیں۔ لہذا علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ ابن سلیہ بن شامی رحمہما اللہ نے اپنی کتاب البحر الرائق اور دلالت علیہ میں اور نیز علامہ قاضی خان اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ماہم نقدہ جو اکثر اوقات مشغول علم دین میں اور مفتی واعظ قاضی مطالبہ علم یعنی وقت کے تعلق حسب ضرورت جو کام کرنے والے ہیں خواجہ غنی ہوں اگر وہ مشغول خدمت دینی دلیل اسلام رہیں سب کو بلا لحاظ شرط وقف ان کو وظیفہ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اکثر اوقات اور بغیر کسی سے کچھ اجرت ٹھہرائے کار دینی پر امور دینی میں مشغول رہیں اور کسی وقت اپنی خدمت متعلقہ وقت پر حاضر بھی نہ ہوں فقہار اپنے وظیفہ معینہ کے رہیں گے۔ اور من جملہ متعلقین وقف علامہ شامی اور صاحب البحر الرائق تحریر فرماتے ہیں کہ بتدریج حدیث مفتی کو سالانہ دو سو دینار دیا دو ہزار درہم دیا جائے گا۔ اور اگر اس قدر وظیفہ معینہ سے اس کو دنیا میں نہ دیا جائے گا آخرت میں انھیں سے لین دار رہے گا۔

اور چونکہ کہ درم شرعی جو حسب تحقیق مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی د مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور نواب قطب الدین صاحب صاحب مظاہر حق اور صاحب کشف الظنار وغیرہ محققین علمائے ہندوستان ایک رتی اور رتی کا پانچواں حصہ ہوتا ہے لہذا کلد اور دوسرے خدمت افتاء کا وظیفہ مفتی کا تقریباً نصف اور پیکلد اور ماہوار ہوا اور دوسرے کار گزاران خدمت دینی حنین علماء فضلاء مدرس واعظ کے تعلق علامہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق ومصنف الشاہ والظہار ۱۱۸ میں تحریر فرماتے ہیں ہذا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مستحقین بیت المال علماء فضلاء مدرسین وغیرہ کو برہمان کی کنایت کے اور ضرورت کے موافق دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ قدر حاجت اور ان کے علم و فضل کے مطابق دیا کرتے تھے۔ وھذہ نصہ وفي القنبۃ من کتاب الوقف کان ابو بکر رضی اللہ عنہ بسوی فی العطاء من بیت المال و کان عمر رضی اللہ عنہ یعطیہم علی قدر الحاجة والفقه والفضل۔!

☆ (ترجمہ: تفسیر کی کتاب الوقف میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب کو برابر عطیات دیا کرتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ضرورت فقط اور بزرگی کے اندازے پر دیا کرتے تھے) پھر فرماتے ہیں ہمارے زمانہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا اتباع کرنا اس امر میں بہت بہتر ہے۔

حبیب قال رحمہ اللہ :

و الاخذ بما فعلہ عمر رضی اللہ عنہ فی زماننا احسن را

(ترجمہ: ہمارے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل کو اختیار کرنا احسن ہے)

علاوہ بریں بجز تصمین تجوہ مفتی کے کسی کی نسبت باوجود تلاش نام تعین مشاہیر معینہ کے کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ روایات مذکورہ صفحہ ۱۸۸ جلد ناس الخیر الرائق سے جو بھی نقل ہو چکی ہے یہ بات ضرور بھی جاتی ہے کہ وہی مفتی اور واعظ اور مدرس وغیرہ باوصف غنی ہونے کے مستحق و طائف کے آمدنی اس قسم کے اوقاف سے ہو سکتے ہیں جو اکثر اوقات مشغول علوم دینی رہیں۔ مع ہذا وہ لوگ جو مشغول خدمات ضروریہ دینی اہل اسلام کے رہتے ہیں نہ وہ لوگ جو اکثر اوقات مشغول تعلیم علوم دنیویہ یا دوسرے امور دنیوی رہیں۔ چنانچہ وہ علماء طلبہ جو اکثر اوقات مشغول تعلیم و تعلم محض علوم فلسفہ و ریاضی و منطق و طبیات و ہندسہ و حساب وغیرہ رہیں بیت المال سے مستحق و خفیہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ علم صرف و فوہ علم ادب جن کا سیکنا تحصیل علوم دینی کے واسطے ضروری ہے وہ علوم حسب ضرورت بالفتح داخل علوم دینی رکھے گئے ہیں اور اس قدر ان علوم کا سیکنا سکھانا داخل علوم دنیویہ اکثر فقہاء و محققین نے سمجھا۔ چنانچہ بحث مصارف بیت المال میں شرح عبارت درمختار و کتابہ العلماء الخ میں علامہ ابن ماجہ بن رحمہ اللہ صفحہ ۳۹۷ رد المحتار مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہم اصحاب التفسیر والحدیث والظاهر ان المراد بہم من یعلم العلوم الشرعیة

فی شمل الصرف والنحو وغیرہما حموی عن البرجندی را

(ترجمہ: علماء سے مراد اصحاب تفسیر و حدیث ہیں۔ ظاہر ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو علوم شرعیہ سکھاتے

۱۔ البحر الرائق شرح کتب اللغات: جلد ۵ صفحہ ۱۴۸ تا المعروفہ بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۴۲۳ تا اصحاب الفرائد العربی بیروت

ہیں۔ لہذا یہ صرف مخصوص غریہ علوم کو شامل ہے۔ محوی۔ برجنوی)

اور جب روایات مذکورہ سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ مستحق و خائف کے آمدنی قسم ہا لٹ وقف سے وہی علماء و طلباء مفتی و واعظ و مدرسین علوم دینی و غیرہ میں ہیں جو اکثر اوقات مشغول خدمت دینی رہیں۔ خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر۔ اور ان کو جو دیا جاتا ہے نہ بطریق صدقہ کے دیا جاتا ہے اور نہ بطریق اہرت کے اسی واسطے اگر وہ کبھی اپنی خدمت معینہ دینیہ پر نہ بھی آئیں مستحق و خائف رہتے ہیں۔ اور جس قدر ان کے وظائف شرعاً مقرر ہیں اور بوجہ اکثر اوقات مشغول رہنے کے امور دینیہ میں جس قدر مستحق ہیں اگر ان کو نہ دیا جائے تو قیامت تک اس کے لینے کے وہ حق دار ہیں۔ اور اسے ان کے حقوق کو زیادہ یا کم لینے کے روکنے والے قیامت تک دین دار۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ جس قسم کے مال بیت المال سے علماء و طلباء فضاء مستحق ہیں اس قسم کے مال سے مسجد بھی بنا سکتے ہیں۔ اور مسجد کے مصالح اور شعائر پر بھی اس سے خرچ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جنہوں نے مال بیت المال سے وقف کرنے کو صحیح لکھا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ مصالح مسلمین پر اگر وقف کیا جائے چو نکہ وہ مال مصالح مسلمین کے واسطے مخصوص ہے جائز ہے۔ اور جنہوں نے بیت المال سے وقف کرنے کو ناجائز اور وقف غیر صحیح لکھا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ ایسے وقف میں شرط و اوقف اگر معلوم بھی ہوں ان کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور آمدنی ایسے اوقاف کو اگر وہ مخصوص کسی مسجد یا خانقاہ کے ساتھ بھی ہوں مصالح مسلمین سے نہیں روکا جاتا۔ تو یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جہاں افطاری صائیں رمضان کو اور تقسیم شرینی کو ختم قرآن کی شب میں علیٰ حد اور جن امور کو موجب مصلحت دینی اسلام اور باعہ برقی نمازیان مسجد یا مشاعر عرفہ عام کے سمجھتے ہوں اور فی الواقع ان امور میں مصلحت دینی دینی اسلام اور دینی اسلام اور اہل اسلام شرعاً ہو تو بلاشبہ آمدنی اس قسم کے اوقاف سے ایسے امور میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔

☆ اب بعد تکمیل جواب بغرض توجہ و افتادہ مسلمین اوقاف مذکورہ چند روایات ضرور یہ اور کلمہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اول یہ کہ وقف بیت المال کی آمدنی اگر کم ہو جائے اور جملہ مستحقوں کو کافی نہ ہو سکتو اول بقدر تعمیر وقف پر اور درستی و تکست و درختہ اسکنہ وقف پر صرف کیا جائے اور اگر وہ وقف وقف علی المسجد

ہو تو بعد معمار کے ضروری مسجد میں کہ وہ امام اور خطیب اور مدرس اور روشنی کرنے والے فراش اور موذن اور ناظر ہیں اور تہج و تہلیل اور قرآن اور فرش پوریہ وغیرہ اور وضو کا پانی بھرنے والے ان مصارف میں خرچ کیا جائے چنانچہ صفحہ ۲۱۵ جلد ناسخ البحر الرائق میں ہے

فحصل ان الشعائر التي تقدم في الصرف مطلقا بعد العمارة الامام والخطيب والمندوس والوقاد والفراش والمودن والناظر و ثمن القناديل والزيت والحصر و بلحق بثلث الزيت والحصر ثمن ماء الوضوء واجرة حملته و كلفة نقله من البئر الى المضمار (ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ تعمیر وقف کے بعد جن شعائر پر وقف کی آمدنی کے خرچ کرنے کو مقدم کیا جائے گا وہ یہ ہیں (۱) امام (۲) خطیب (۳) مدرس (۴) چراغ جلانے والا (۵) صحن بچھانے والا خادم (۶) نگران (۷) اشیوں کی قیمت (۸) تیل (۹) چٹائیاں (۱۰) تیل اور چٹائیوں کی قیمت کے ساتھ وضو کے پانی کے قیمت (۱۱) اس کے اٹھا کر لانے کی مزدوری اور (۱۲) کنوئیں سے وضو نہانے تک اس کو لانے کی مزدوری شامل ہے)

اور چونکہ وقف بیت المال سے علماء، فضلاء، خواہ وہ واعظ ہوں یا مفتی یا مدرس ہوں یا امام اور موذن اور سادات کرام بھی مقدار ہیں۔ بعد امام و موذن کے اگر آمدنی سب کو کافی نہ ہو سکیں سب میں جو زیادہ حاجت مند ہوں ان کا وظیفہ دیا جائے اور اگر حاجت مندی میں سب مساوی ہوں تو باعتبار درجہ دینی کے جس کا مرتبہ بڑا ہوں کو مقدم کیا جائے۔

كما في صفحہ ۱۸۸ من الحموی شرح الاشباه المطبوعة في مطبع نول كشور حيث قال و اذا عجز الواقف عن الصرف الى جميع المستحقين فان كان اصله من بيت المال روعى فيه صفة الاحقية من بيت المال فان كان في اهل الوظائف من هو بصفة الاستحقاق من بيت المال و من ليس كذلك فقدم الاولون على غيرهم من العلماء و طلبة العلم و آل رسول الله ﷺ و ان كانوا كلهم بصفة الاستحقاق منه قدم الاحوج فالاحوج

فان استوفى الحاجة قدم الاكبر فالاكبر فيقدم المدرس ثم المودن ثم الامام ثم اقيم الخ
(ترجمہ: وقت کئده جب تمام مستحقين پر خرچ کرنے سے مائز ہو تو اگر اس وقت کی اصل بیت المال سے ہو تو
اس صورت میں بیت المال سے زیادہ استحقاق کی صفت کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اگر دکان کھانے والوں میں کچھ
زیادہ استحقاق کی صفت سے متصف ہوں اور کچھ ایسے ہوں جو ایسے نہ ہوں تو پہلے اہل دکان جیسے کہ علماء، طلباء
علم اور آل رسول اللہ کو دوسروں سے مقدم کیا جائے گا۔ اور اگر سب استحقاق میں برابر ہوں تو زیادہ حاجت مند کو
پہلے دیا جائے گا اور اگر وہ ضرورت میں برابر ہوں تو بڑے کو مقدم کیا جائے گا لہذا پہلے مدرس پھر مؤذن پھر امام پھر
متولی کوادروں سے مقدم کیا جائے گا۔)

☆ دوم یہ کہ جن کو بطریق امانت اور عزت اسلامی کے بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا ہے اگر وہ رہائش
ان کا وظیفہ بعینہ جو مقرر تھا وہ ان کے بیٹوں کو دیا جائے گا۔ گوہ صغیر اسن ہی ہوں۔ اگر وہ باپ کے طریقہ پر
چلیں یا مشغول تحصیل علوم رہیں کما فی صفحہ ۲۱۰ من الجزء الاول لفتاویٰ الحامدیہ

قال مولانا العلامة صاحب الخزائنہ فلاح عن مبسوط فخر الاسلام بنص و اذا مات
من له وظیفہ فی بیت المال لحق الشرع و اعتزاز الاسلام کا جراء الامامة و التاذين و غیر
ذلك مما فيه صلاح الاسلام و المسلمين و للمیت ابناء يرعون و یقیمون حق الشرع
و اعتزاز الاسلام کما یراعی و یقیم الاب للامام ان يعطى وظیفہ الاب لابناء المیت لا
لغيرهم لحصول مقصود الشرع و انجبار کسر قلوبهم و الامام مربی فخلف المونی باذن
الشرع و الشرع امر بابقاء ما کان علی ما کان لا بناء المیت لا غیرهم قلت هذا موبد لما
هو عرف الحرمين الشریفین و مصر و الروم المعمورة من غیر نکیر من ابقاء ابناء المیت
و لو کانوا صغارا علی و طائف اباانهم مطلقا من امامة و خطابة و غیر ذلك و امضاء ولی
التفسیر الفراغ لهم بذلك و تفریرهم بعد وفاته عرفا مرضیا مقبولا لان فيه احياء خلف

العلماء و مساعدتهم على بذل الجهد في الاشتغال بالعلم و قد افنى بجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يقولون على افئدتهم: والله اعلم.

(ترجمہ: مولانا غلام صاحب خزانہ نے مہم و فخر الاسلام سے نقل کر کے یوں لکھا کہ جب وہ شخص مر جائے جس کا وظیفہ حق شرع اور اعزاز اسلام کی خاطر بیت المال سے متعین ہو مثلاً امامت اور اذان اور اس کے علاوہ دین۔ مناسب جن میں اسلام اور عام مسلمانوں کی بھلائی ہو اور مرنے والے کے بیٹے ایسے ہوں جو شریعت مطہرہ کے حق اور اسلام کے اعزاز کو اسی طرح قائم رکھیں اور اس کی رعایت رکھیں جس طرح کہ باپ کیا کرتا تھا تو امام پر لازم ہے کہ باپ کا وظیفہ میت کے بیٹوں کو دے نہ کہ اوروں کو کیوں کہ ایسا کرنے سے شریعت کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور ان کے ٹوٹ ہوئے دلوں کو جوڑنے کا سامان پیدا ہوگا۔ امام اور نگران مرنے والا ہے۔ بیٹا مرنے والوں کا باقیین شریعت کے حکم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور شریعت نے بیٹوں کے لیے جو پہلے تھا اسے اسی طرح باقی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے غیروں کو دینے کا حکم نہیں دیا۔ میں کہتا ہوں اس جزئیہ کی تائید صحیح شریفین مصر اور مدینہ منورہ کے عرف سے ہوتی ہے۔ جس سے کسی کا انکار نہیں۔ کہ مرنے والوں کے بیٹوں کو ان کے ابا و اجداد کے امامت و خطابت وغیرہ کے وظائف پر برقرار رکھا جائے گا اگرچہ وہ کم عمر ہوں۔ نیز تقرری کا فیصلہ کرنے والا ان کو اس وظیفہ کے لیے قارئین رکھنے کا حکم جاری کرے گا۔ اور والد کے مرنے کے بعد بیٹوں کو اس منصب پر باقی رکھا جائے۔ یہ ایک پسندیدہ اور مقبول عرف ہے۔ کیونکہ اس میں خلائے کرام کی اولاد کے لیے عطیات ہیں۔ اور علم میں مشغول رہنے میں ان کی کوشش کرنے پر امداد و اعانت ہے۔ کامر فضلاء کی ایک ایسی جماعت نے اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا ہے جن کے فتاویٰ کی جانب رجوع کیا جاتا ہے)

حردہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اربلی الرضوی الحنفی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 151﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ریاست اور متصل ریلوے اسٹیشن موضع نقلی کھوروہ کے کلاپ سڑک ایک مسجد باغبان کی ہے۔ سب مہاراجہ والی، اور نے ایک سڑک جدید موتی ڈوگری سے رحمت کو نکالی ہے۔ داغ تیل بھی ہو گئی ہے۔ اس سڑک میں یہ مسجد آگئی ہے اس مسجد کو مہاراجہ صاحب شہید کرانا چاہتے ہیں۔ اور مسجد کے خالی کرنے کو ٹوکس بھی لگا دیا ہے کہ یا تو ایک ماہ کے اندر خالی کر دو ورنہ سزاوار ہوں گے۔ اور مسجد کا معرفت انجینئر کی تجنید بھی کرالیا ہے کہ تم کو روپیہ خرانہ سے مل جائے گا۔ اس روپیہ سے دیر مسجد تعمیر کرو۔ اور جو تجنید کیا گیا ہے وہ لاگت مسجد سے کم ہے۔ دیر مسجد تیار نہیں ہو سکتی۔ اگر اس معاملہ میں کوشش کی جائے کہ راجہ ہی مسجد بخوادے یہ بات شریعت میں جائز ہے یا نہیں۔ یا اس کے معاوضہ میں روپیہ راجہ سے لے کر دیر مسجد بخوائی جائے تو یہ بات جائز ہے یا نہیں؟ اور چونکہ راجہ نے مسجد سڑک میں کرنی ہے اس لئے چمٹا ممکن ہے۔

عبدالرحمن، مہرمان، محل، مان از اور

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

قول تحقیق اور مفتی پوچھی ہے کہ وقف اپنی جگہ سے نہ ہلا جائے اور اس کا معاوضہ نہ لیا جائے۔ خاص کر مسجد کہ اس کو اپنی جگہ سے کسی طرح نہ ہٹانے دیا جائے کو دوسری جگہ اس سے بہتر اور نافع ہو۔ ہاں اس صورت میں مضا کفہ نہیں کہ وہ محض بے کار رہ جائے۔ اور لوگ ظالم اس کی ٹکڑی چیرا پنے کام میں لائے لگیں۔

چنانچہ صفحہ ۴۲ شای میں ہے:

قال العلامة البیروى والحاصل ان الاستبدال اما عن شرط الاستبدال اولاً عن شرطه فان كان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم فينبغي ان لا يختلف فيه و ان

كان لا لذلك بل اتفق انه امكن ان يؤخذ بضمنه ما هو خير منه مع كونه منفعا به فنبغي ان لا يجوز لان الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة لانه لا موجب لتجوز به لان الموجب في الاول الشرط وفي الثاني الضرورة ولا ضرورة في هذا الا لا تجب الزيادة بل ببقية كما كان!

(ترجمہ: علامہ میر تقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ وقف کو تبدیل کرنا یا تو تبدیل کرنے کی شرط کے ساتھ ہوگا یا وقف کو تبدیل کرنے کی شرط کیے بغیر ہوگا۔ اگر یہ تبدیل کرنا شرط کی بنا پر ہو تو وقف کو ان لوگوں کے نفع اٹھانے سے قاصر نہ کرنے کے لیے ہوگا جن پر وہ وقف ہے تو اس صورت میں مناسب یہی ہے کہ اس کے عدم جواز میں اختلاف نہ ہو۔ اور اگر یہ تبدیل کرنا اس لیے نہ ہو بلکہ اتفاقی طور پر پیش آجائے تو یہ ممکن ہوگا کہ اس کی قیمت سے اس سے بہتر چیز حاصل کی جاسکے اور ساتھ ہی اس فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہو مناسب یہی ہے کہ یہ صورت جائز نہ ہو۔ کیوں کہ لازم ہے کہ وقف کو اپنی اصلی حالت پر برقرار رکھا جائے۔ اس میں زیادتی نہ کی جائے۔ کیوں کہ جواز پیدا کرنے کا کوئی سبب موجود نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں باعث شرط ہے دوسری صورت میں ضرورت ہے اور موجودہ صورت میں ضرورت نہیں ہے کیوں کہ زیادتی واجب نہیں ہے بلکہ ہم اسے اصلی حالت پر باقی رکھیں گے)

☆ مگر اگر کوئی صاحب اور ظالم چیرا چھین کر قیمت دینا چاہے اور عینہ اس زمین مقصود پہالینا کسی طرح ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت لے کر متولی کو جائز ہے کہ دوسری جگہ اس کے بدلے خریدے یا اس کے بدلے دوسرا مکان مثل مسجد بنا کر اس کی قیمت اگر وہ ظالم صاحب دے تو متولی کو جائز ہے کہ اس مکان کو بعض اس وقف مقصود لے کر اس کو وقف علی المسلمین پیش نماز پنج گانہ کے واسطے کرے تا کہ اس کو حکم مسجد کا ہو جائے اور نمازیوں کو ثواب مسجد ملے گے۔

كما هو ظاهر من رواية الشامي المذكورة في صفحة ۳۲۶ حيث قال رحمة الله

في شرح رواية الدر: ولا يجوز استبدال العامر الا في الاربع ۲

۱۔ رد المحتار : جلد ۳، صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ الدر المحتار مع رد المحتار : جلد ۳، صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: آپادوقت کو صرف چار صورتوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے)

قوله في اربع بعد ذكر الاثنین الثالثة ان يجعده الغاصب ولا بنة ای وارادھا دفع

القبعة فللمعولی اخذھا لبشری بها بدلا ۱

(ترجمہ: حرف چار صورتوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے وہ صورتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا تیسری صورت یہ ہے کہ صاحب اس کا انکار کر دے اور کوئی گواہ بھی موجود نہ ہو نیز وہ اس کی قیمت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو متولی کے لیے اسے وصول کرنا درست ہے تاکہ اس کے ساتھ اس کا بدل خرید لے)

اور جب مسجد خراب ہو جائے اور لوگ نماز پڑھنے والے وہاں سے اجتناب نہیں تو اندریں صورت اس کا سامان دھری مسجد میں لگانے کی اجازت مراعات موجود ہے چنانچہ صفحہ ۳۰۶ طر ۲۶ جلد سوم شامی مصر میں ہے

والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افنی به الامام ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بهما قدوة ولا سبما فی زماننا فان المسجد أو غيره من رباط أو حوض اذا لم ينقل باخذ انقاضه اللصوص والمتلبون کما هو مشاهد وکذا الک او قافه یا کلها النظار او غيرهم وبلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الی النقل الیه قبلہ ۲

(ترجمہ: مسجد یا حوض میں فرق کیے بغیر نقل میں مذکور ہوا لامشائخ کی اجازت مناسب ہے۔ جیسا کہ امام ابو شجاع رحمۃ اللہ علیہ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے ان کی سرراری اوروں سے مستثنیٰ کر دینے والی ہے۔ بہت بالخصوص دور ماضی میں کیوں کہ مسجد اور اس کے علاوہ دہرائوقاف مثلاً سرائے یا حوض کو منتقل نہ کیا جائے تو اس کا لمبہ چور اور زبردستی کرنے والے لوگ لے جائیں گے جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے۔ یہی مائل اوقاف کا ہوتا ہے انہیں متولی اور دہرائوقاف کو کھاجاتے ہیں۔ منتقل نہ کرنے سے دھری مسجد جس کو اس سامان کے منتقل

۱۔ رد المحتار : جلد ۳ صفحہ ۴۲۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار : جلد ۳ صفحہ ۴۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی ویران ہو جاتی ہے)

و نقل فی الذخیرۃ عن شمس الانعمۃ الحلوانی انہ مثل عن مسجد او حوض
خرب ولا یحتاج الیہ لظرف الناس عنہ حل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر او
حوض آخر فقال نعم و مثله فی البحر عن القتبۃ و للشر بتلالی رسالۃ فی هذه المسئلة
اعرض فیہا ما فی المنن تبعاً للدر بما مر عن الحاوی و غیرہ ثم قال و بذلک تعلم فتوی
بعض مشائخ عصر نابیل و من قبلہم کالشیخ الامام امین الدین بن عبد العال و الشیخ
الاسام احمد بن بونس الشبلی و الشیخ زین ابن نجیم و الشیخ محمد الوفا فی فتنہم من
افنی بنقل بناء المسجد و منہم من افنی بنقلہ و نقل ماله الی مسجد آخر!

ترجمہ: ذخیرہ میں ہے کہ حضرت شمس الانعمۃ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ویران مسجد یا امام بارگاہ کے بارے میں پوچھا
گیا جس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ لوگ اس کا دروازہ متفرق ہو گئے ہیں۔ کیا قاضی کے لیے جائز ہے
کہ اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دوسرے حوض پر صرف کر دے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں بحر میں قیہ سے اسی
طرح لکھا ہے۔ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں ایک رسالہ ہے۔ جس میں الدر کی ایساں میں متن میں
مذکور مسئلہ پر اعتراض کیا ہے۔ جیسا کہ حادی وغیرہ سے مروی ہے۔ پھر فرمایا اس سے تم کو دو مسائل کے بعض مسائل
بلکہ ان سے قبل مسائل کا مختصر شیخ امین الدین بن عبد العال رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ احمد بن یونس شلبی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ زین بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد ابو وقائی کی عمارت کو منتقل کرنے کے فتویٰ کا علم ہو گیا ہے۔ بعض علماء نے مسجد
کی عمارت کو منتقل کرنے اور بعض نے اسے اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دینے کا حکم دیا ہے)

حورہ: العبد المذنب

ابو محمد محمد دین اراکلی



﴿فتویٰ نمبر 152﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں کہ جو مسجد اس صورت میں ہو کہ دونوں جانب ایک دو قبریں ہوں نہ کہ مقبرہ۔ اس کے کشادہ کرنے کے واسطے قبریں اندر مسجد کے لیے برضا و رغبت مالک زمین و قبور جائز ہے یا کہ نہیں؟

۱۲ فروری ۱۹۸۸ھ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

محمد زمان معمار قصبہ فیروز آباد محلہ معماراں ضلع آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم .

اللهم رب زدني علما

قبرستان کا عند الضرورت مسجد بنانا جائز ہے۔ کما هو ظاهر من رواية البحر

حيث قال ابن نجيم رحمه الله في صفحه ۲۵۵ من الجزء الخامس للبحر الرائق

في آخر كتاب الوقف

مقبرة للمشرکین ارادوا ان يتخذوها مقبرة للمسلمين لا باس به ان كانت قد

اندرست التارحم فان بغى شيء من عظامهم تبيش و تغير ثم نجعل مقبرة للمسلمين فان

موضع رسول الله ﷺ كان مقبرة للمشرکین قبشه و اتخذہ مسجداً۔

ترجمہ: مشرکین کے قبرستان کو اپنی اسلام مسلمانوں کا قبرستان بنانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب کہ ان کے کھنڈات مٹ چکے ہوں۔ اگر ان کی کچھ پٹیاں باقی ہوں تو ان کو کھود کر دفن کر دیا جائے گا۔ اس

کے بعد اسے مسلمانوں کا قبرستان بنایا جائے گا۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا مقام مبارک مشرکوں کا قبرستان

تھا۔ آپ نے اسے کھود دیا اور اسے مسجد قرار دے دیا)

مُرمِسلانوں کو ایسے قبرستان کی نسبت جس میں لوگوں نے دفن کرنا چھوڑ دیا ہو کوئی مرتب روایت نہیں ملتی کہ اس کا مسجد بننا قدور کو کھود کر یا بغیر کھودے جائز ہے۔ بجز اس روایت کے جس کو علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ آخر باب التفت فصل احکام المساجد صفحہ ۲۵۳ جلد ناسخ بحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں:

وفى الخاتبة امر اذا جعلت قطعة ارض مقبرة و اخر جها من بدھا و دفن فيها ابنھا و هذه الارض غبر صالحة للغبر لعلبة الماء عليها قال الفقيه ابو جعفر ان كانت الارض بحال يرغب الناس عن دفن الموتى فيها لفساد حالهم نصر مقبرة و كان للمرأة ان تبعھا و اذا باعت كان للمشتري ان يرفع المیت عنها او يرفع المیت عنها!

(ترجمہ: فتاویٰ خانیہ میں ہے ایک عورت نے زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنالیا اسے اپنے قبضے سے باہر کر دیا۔ نیز اس میں اس نے اپنا بیٹا دفن کرایا۔ لیکن یہ زمین قبر کے لیے مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ اس پر پانی غالب ہے۔ حضرت فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر زمین کا یہ حال ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردے دفن کرنے کی رغبت نہیں رکھتے کیوں کہ وہ زمین خراب ہے تو وہ جگہ قبرستان قرار نہ پائے گی۔ عورت کو اسے فروخت کرنے کا اختیار ہے۔ اور جب اس نے فروخت کر دی تو خریدار کو اجازت ہے کہ مردے کو وہاں سے اٹھا دے یا نکال لے لے کا حکم دے)

☆ جس سے ظاہر ہے کہ جہاں ایک دو قبر بھی یہ نیت قبرستان بنانے کی بنادی جائیں اور لوگ کسی وجہ سے وہاں دفن کرنا چھوڑ دیں تو اس کے مالک کو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ میت کو وہاں سے نکال کر دوسرے جگہ دفن کروا دیں۔ لہذا اندریں صورت جب خود مالک زمین مدتیوزمین کو برضا و رغبت مسجد کے واسطے دیتا ہے اور وہ قبرستان بھی نہیں ہے اور نہ وہاں مردے دفن کیے جاتے ہیں زمین مذکورہ کو مسجد میں داخل کر لینا بلاشبہ جائز معلوم ہوتا ہے۔ مرمیت کی لاش اگر تازہ قائل دفن کرنے کے اس کی جگہ میں ہے وہاں سے

نکال کر دھری جگہ دفن کر دی جائے اور بعد دفن میت موسن کا قبر سے نکالنا اگر چہ ناجائز ہے مگر مہذر جائز ہے۔
چنانچہ صفحہ ۱۱۸ اسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے:-

و اذا دفن الميت في مكان لا يجوز لاهله اخراجه منه طالت المدة او قصرت الا بعذر وهو ان تكون الارض مفضوبة و نحوها!

☆ (ترجمہ: مردہ جب کسی جگہ دفن کر دیا گیا تو اس کے اہل و عیال کو اسے وہاں سے نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ مدت خواہ دراز ہو چکی ہو یا کم۔ ہاں مہذر کی بناء پر مردہ کو نکال سکتے ہیں کہ زمین غصب شدہ ہو یا اس طرح کا کوئی اور مہذر ہو)

☆ یعنی میت پر اپنی خواہش اس کا قبر سے نکالنا جائز نہیں مگر اس مہذر سے کہ جبراً اگر میت کسی غیر کی زمین میں دفن کر دی جائے اور صاحب زمین اس کو نکالوے اور اگر نہ نکالوے تو صاحب زمین کو قبر برابر کر کے اس پر بونا جوتا بھی جائز نکلا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱۸ اسعاف میں ہے

ولو دفن في ارض رجل بغير اذنه للمالك الامر بالاخراج منها وله الترك و تسوية الارض و زرعها!۔

(ترجمہ: اگر کسی شخص کی ملکیتی زمین میں بغیر اجازت کے مردے کو دفن کر دیا گیا ہو مالک کو حق حاصل ہے کہ اسے وہاں سے نکال لینے کا حکم دے! اسے وہیں دفن رہنے دے اور زمین ہوا کر کے بھتی باڑی کرے) یا نیکو حد۔ جگہ میں ہے کہ آگ کی چنگاری جو کپڑے کو جلا کر پار لٹل جائے پر جیسا بھڑ ہے یہ نسبت اس کے کہ قبر پر بیٹھے۔

چنانچہ صفحہ ۳۱۱ جلد بول مسلم شریف میں ہے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یجلس احدکم علی جمرة فحرق

۱۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ

۲۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ

لیاہہ فتخلص الی جلد خبر له من ان یجلس علی قبر ۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی شخص اگر آگ کے انکارے پر ایٹھ جائے وہ اس کے کپڑوں کو جلا کر اس کی جلد تک پہنچ جائے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ کسی قبر کا اوپر بیٹھے۔

لہذا اس حدیث کو اس روایت مذکورہ اسعاف کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا نشان بصورت عدم رملت حتی ما لک یا ایسی قسم کی دوسری ضرورت شرعی پائی جائے جب اس کا نشان مٹا دیا جائے تو اس پر چلنا پھرنا یا نہ جوتا تک جائز ہو جاتا ہے۔ اور حدیث مخصوص اسی حالت کے ساتھ ہے کہ جب نشان قبر موجود ہو اور اس کا مٹانا جائز نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں بوجہ تنگی مسجد ایسی سخت ضرورت واقع ہے کہ جس کی وجہ سے جبراً قہراً بازاری دے کر نہ کہ وہ قیمت جو بصورت جبر مالک زمین طلب کرے جس کو کھن کھتے ہیں دوسرے کی زمین سے مسجد کا فراخ کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اولاً بلا تراشی طرفین بیع منعقد نہیں ہوتی۔ علاوہ یہ جس جبر کسی کی زمین وغیرہ خریدنا اور وہ بھی ایسی قیمت پر جو اس کی قیمت مطلوبہ سے کم ہو بلاشبہ حرام ہے۔ مگر بموجب کلیہ شریعت کے:

☆ الضرورات نییح المخطورات ۲۔

(ترجمہ: ضرورتیں حرام کو مباح کر دیتی ہیں)

مقولہ اشاہد انظار علامہ ابی رحمہ اللہ باب بنائ المساجد اسعاف کے آخر صفحہ ۳۷ میں تحریر فرماتے ہیں:-

ولو ضاق المسجد علی الناس و بحیثہ ارض ملک لرجل نوخذ بالقیمۃ کرھا دفعا للضرر العام و یجبر الضرر الخاص بالقیمۃ ۳۔ وکذا فی البحر والشیامی

۱۔ صحیح مسلم: جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۔ الاشیاء والنظائر: جلد اول صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ دار الفکر والعلوم الاسلامیہ کراچی

۳۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ مطبوعہ

(ترجمہ: مسجد لوگوں پر تنگ ہو گئی اور اس کے ایک طرف زمین ہے۔ جو کسی آدمی کی ملکیت ہے تو وہ زمین مام نقصان کو دور کرنے کے لیے قیمت کے ساتھ جراثیم خریدی جائے گی۔ اور خاص مالک کے نقصان کو قیمت سے پورا کیا جائے گا۔ البخر الرائق اور ثنائی میں اسی طرح ہے)

☆ اور باوجودیکہ مسجد کے نیچے یا اوپر وقف تک کو اپنی سکونت کے واسطے مکان بنانا بالائے اتفاق قیل بناء مسجد با بعد بناء مسجد قلعا جائز ہے اور مع ہے اس مسجد پر حکم مسجد نافذ ہونے سے اگر قیل بناء مسجد وقف بھی بنالے۔

کما فی اسعاف صفحہ ۷۲

و لو اتخذ مسجداً ونحوه سرداب او فوقه بیت او جعل وسط داره مسجداً واخذ الناس بالدخول والصلوة من غیر ان یغزو له طریق لا یصیر مسجد او یورث عنداً

(ترجمہ: کسی شخص نے مسجد بنوائی اس کے نیچے خانہ ہے۔ یا اس کے اوپر کسی کا ذاتی گھر ہے۔ یا رہنے کے گھر کے درمیان مسجد بنوائی۔ اور لوگوں کو اس میں آنے اور نماز ادا کرنے کی لوگوں کو اجازت دے دی لیکن اس کا راستہ علیحدہ نہیں کیا وہ مسجد نہیں بنی بلکہ اس کی وراثت قرار پائے گی)

☆ مگر امام محمد رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے جب رے اور بغداد میں تنگی زمین ہے حد دیکھی ہو جب اس کلیہ ☆ الضرورات نیسح المحذورات کے جواز مکان سکونت کا مسجد کے نیچے اور اوپر فتویٰ نافذ فرمایا نہ کہ با اثر و رت ثابۃ مطلقاً کما فی صفحہ ۷۳ من الاسعاف

و عن محمد لما دخل البری اجاز ذالک بكل حال و عن ابی یوسف مظلہ لما دخل

بغداد

☆ (ترجمہ: جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رے میں آئے تو اس کی ہر مال میں اجازت دے دی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد آئے تو انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا)

۱۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ مطبوعہ

۲۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ مطبوعہ

☆ پھر یہاں تو سخت ضرورت واقع ہے اور مالک زمین خود زمین کو خوشی خاطر مسجد میں دے رہا ہے۔
احوال بخیر و مستحکم ہوئے۔ مذکورہ سوال یہاں بھی نشان قبر مٹا کر بغیر لاش نکالنے کے زمین قبر مسجد میں لے لیا یہ نسبت
الاش نکال کر مسجد میں لینے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ☆ اور عہد طریقہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ذرا کرسی مسجد کی اتنی
اوپنی کر دی جائے کہ قبریں بدستور کرسی کے نیچے وہ کھڑے بہت نیچی چست کے بنا کر چھوڑ دی جائیں تاکہ بوجہ
اختلاف مکان قبروں کے کھودنے اور قبروں پر بیٹھنے کی شرابی سے بھی بچ جائیں اور قبروں کے مٹانے سے بھی بچ
جائیں۔ اور قبروں کی زمین مسجد رہے پھر وقفہ کر کے دروازہ ان کھڑیوں کا قلعہ نہ رکھا جائے یا رکھا جائے تو تینہ
کر دیا جائے اور کرسی دوسرے کام میں وہ کھڑی نہ لائی جائے تاکہ کسی قسم کا بھی محذور نہ لازم آئے۔ اور اس
صورت میں یہ اعتراض بھی نہ رہے گا کہ قبر کو مسجد بنانے کی ممانعت حدیث میں وارد ہے۔

چنانچہ جلد دوم بخاری شریف میں ہے:

قال رسول الله ﷺ:

☆ لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا۔

ترجمہ: حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے
انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کو مسجد گاہ بنالیا ہے آپ ﷺ ان کے برے اعمال سے امت کو ڈرا رہے
ہے۔

☆ اس واسطے کہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ نے بیضاوی سے قسطلانی میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ
اللہ لمعات میں تو روشنی سے نقل فرماتے ہیں ☆ کہ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ قبر کو قبلہ بنایا جائے۔ اور قبر
کی تقسیم مقصود ہو۔ اور قبر کی طرف بلا حجاب دیوار وغیرہ مسجد کیا جائے۔ اور صورت مذکورہ میں ظاہر ہے کہ کوئی
بھی امر امور مذکور سے نہیں پایا جاتا ہے۔

چنانچہ استاذی و مولائی مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مقہور سہارنپوری شرح حدیث مذکور میں ماثیر

بخاری شریف پر تسلط فی اور لمعات سے تحریر فرماتے ہیں۔

قوله خذونا ما صنعوا من اتخاذ المساجد على القبور قال البضاوى لما كانت اليهود و النصارى يسجدون لقبور الانبياء تعظيما لشانهم و يجعلونها قبلة بنو جهون فى الصلوة نحوها و اتخذوها اوثانا لعنهم و متعهم عن مثل ذلك فاما من اتخذ سجدا فى جوار صالح و قصد النبرك بالقرب منه لا التعظيم ولا التوجه نحوه فلا بد خلل فى ذلك الوعد و فى اللمعات قال النوريشنى فاما اذا وجد بغيرها موضع بنى للصلوة او مكان بسلام فيه المصلى عن التوجه الى القبور فانه فى فسحة من الامور

(ترجمہ: قولہ: ہم کو ان کے برے اعمال سے ڈرا رہے تھے کہ انہوں نے قبروں کے اوپر مسجدیں بنالیں تھیں۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہودی اور عیسائی انبیاء کے کرام علیہم السلام کی قبور کو ان کی شان کی تعظیم کے لیے سجدہ کیا کرتے تھے انہیں اپنا قبلہ قرار دینے کو نماز غیرہ میں ان کی جانب رخ کرتے تھے۔ انہوں نے ان قبور کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ آپ نے ان پر لعنت فرمائی۔ اور باطل ایمان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی نیک آدمی کی قبر کے قریب مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت کے حصول کا ارادہ کرے نہ الٰہی تعظیم اور نہ ہی اس طرف رخ کرنے کی نیت ہو تو وہ اس وسیع نبوی میں داخل نہیں ہے۔ لمعات مفتوحہ میں ہے کہ علامہ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر قبروں کے قریب مسجد کے لیے جگہ بنادی جائے یا ایسی جگہ جو جہاں نماز کی کار رخ قبور کی جانب ہونے بچت ہو تو وہاں نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے) مفتوحہ

حورہ:

العدا الراجی رحمۃ ربہ العالی



﴿فتویٰ نمبر۔۔۔۔۔ 153﴾

سوال

اگر چہترہ موقوفہ علی المسجد مسجد سے اتنی دور ہو کہ سچ میں رستہ آ جائے اور بائیں مسجد نے اس کو مسجد اس غرض سے بنوایا ہو کہ گرمیوں میں اس پر نماز پڑھ لیا کریں۔ اس پر ثواب نماز کا کتنا ہی ہوگا جتنا مسجد میں ہوتا ہے یا کم؟

۲۶ رجب ۱۴۰۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

مسجد ہی کے برابر ثواب ہوگا اس واسطے کہ بوجہ شیعہ مذکورہ کے بائیں مسجد سے وہ بھی مسجد ہے۔ چنانچہ صفحہ ۳۵۵ جلد فاس عالم گیر یہ میں ہے۔

وفي صلوة الاثر قال سألت محمدا رحمة الله تعالى عن دكان اتخذ للمسجد وبينه بين المسجد طريق وهواء عن المسجد ليصلي عليه في الحر ايضا غف فيه الاجر كما يضاعف في المسجد قال نعم كذا في الدعير

(ترجمہ: صلوة الاثر میں ہے کہ میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک چہترے کے بارے میں پوچھا جسے مسجد کے لیے بنایا تھا مسجد اور اس کے درمیان ایک راستہ ہے اور یہ چہترہ مسجد سے دور ہے اور اسے اس لیے بنایا تھا کہ وہ ہاں گرمی میں نماز ادا کی جائے کیا اس جگہ نماز پڑھنے سے اتنے گنا زیادہ ثواب ملے گا جتنا کہ ثواب مسجد میں ملتا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں یہ بخیرہ میں ہے)

حورود العباد الراحمین رحمۃ ربہما تقویٰ

ابو محمد دیوبند علی الرضوی النجفی مسجد جامع اکبر آباد



غصب



THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

﴿فتویٰ نمبر..... 154﴾

سوال

جو اشخاص کسی مسلمان کی موروثی ملکیت کو وقف کرانے پر آمادہ ہوں اور جو نئے بچے و اہل بیت گز گز کر ملتہ الحقائق کے ساتھ عدالت کو بھی مخالفت میں ڈالنا چاہتے ہوں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

جو کسی کا مال تنہا حق تلفی کرائے اس کے واسطے وعید نادر ہے۔ مکتوبہ شریف میں بروایت مسلم شریف ہے :

☆ قال رسول الله ﷺ من اقتطع حق امرا مسلم فقد أوجب الله له النار و حرم عليه الجنة فقال له رجل و ان كان شيئا يسيرا يا رسول الله ﷺ قال ان كان قضييا من اراك! (ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق غصب کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دوزخ کو واجب فرمادیا جنت اس پر حرام فرمادی۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! اگرچہ وہ نحوڑی سی چیز ہو۔ فرمایا: اگر چہ اراک (پیلو) درخت ایک لکڑی ہی ہو) منظر

حورہ:

العيد الراقي رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد مدنی اعلیٰ الرضوی

جامع مسجد اکبر آباد



111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000

عاریه

﴿فتویٰ نمبر.....155﴾

سوال

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زیور چڑھاوا شوہر کے باپ نے پہنا دیا تھا۔ اس کو وہ بختہ واپس لے سکتا ہے یا اس میں ترکہ جاری
ہوگا۔ کیوں وہ مستعار تھا۔

(۲) مسماۃ نے وقت وفات شوہر باپ ماں تمین بھائی اور ایک بہن چھوڑے ہیں
(۳) دختر کے باپ نے وقت نکاح دوسروں سے کیا زیور دختر کو پہنایا اور اعلان کیا تھا کہ اس کو دیتا ہوں لہذا اس
زیور کے تعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟۔ بیٹو! تو جو وا
سبیل وزیر خان صاحب کڑہ آگرہ

الجواب

وهو للموفق للمصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

جو زیور چڑھاوا شوہر کے باپ نے پہنا دیا تھا اس عبارت سے امر ظاہر ہے کہ وہ زیور اس قسم کے مہر
سے تھا جو مادہ و عرفا شادی کے دن بوقت نکاح شوہر کا باپ یا شوہر کے بزرگ عرفا و ملین کو شادی کے کپڑوں
کے ساتھ دوہا کی طرف سے بھیجا کرتے ہیں۔ جس کو ہمارے عرف میں بڑی کہتے ہیں۔

☆ علامہ صفحی رحمہ اللہ در مختار کے صفحہ ۳۹۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ زوج نے زوجہ کو بھیجا تھا اگر
زوجہ کہے کہ وہ بطریق مہر کے بھیجا تھا اور زوج کیے بطریق امانت و ماریت بھیجا تھا اور دونوں اپنے دعویٰ پر کوہ
پیش نہ کر سکیں تو وہ سامان زیور و غیرہ اگر عرفا اس جنس سے ہے کہ وہ بطریق مہر دیا جاتا ہے تو قول عورت کلا سب

شہادت ظاہر عرف معتبر ہوگا اور اگر وہ عرفاً جنس امانت و ماریت سے بے یقین ہوگا تو اس کو ماریہ قرار دیا جائے گا۔ اور زوج علی حد اور شہ زوج اس کی واپسی کے شرط موجود ہونے پر اس شے کے مستحق ہوں گے۔ و ہذہ عبارتہ و لو ادعت انہ ای المبعوث من المهر و قال هو و دبیعة فان كان من جنس المهر فالقول لها و ان كان من خلافه فالقول له بشهادة الظاهر!

(ترجمہ: عورت نے دعویٰ کیا کہ جو چیز اس کے پاس بھیجی گئی وہ میری تھی۔ خاوند کہے کہ وہ امانت تھی۔ اگر وہ چیز میر کی جنس سے ہو تو عورت کے قول کو تسلیم کیا جائے گا اور اگر اس کے خلاف کی جنس سے ہو تو ظاہر کی شہادت کی بناء پر مرد کا قول تسلیم کیا جائے گا)

بہرحال اس امر کا فیصلہ کہ چڑھاوا عرف میں میر منجمل کو جس کا نام بری ہے کہتے ہیں یا اس زیور کو بھی جس کو ماریہ دہن کو پہنائیں اور دہن کو ابھی سال دو سال بعد نکاح دولہ اپنے گھر بھی نہ لائے اور دہن باپ کے گھر سے ہزار فی صد فروغ رخصت بھی نہ کی جائے علیٰ ہذا باپ کی جانب سے بعد نکاح یا قبل نکاح جو دہن کو پہنایا جائے مگر سوال سائل میں تعارض ہے اس واسطے کہ سوال میں کہتا ہے کہ دہن کے باپ نے جو زیور ماریت پہنایا تھا اور سوال دوم و سوم میں کہتا ہے کہ دہن کے باپ نے اعلان کر دیا تھا کہ دو سو روپیہ کا زیور جو لڑکی کو میں پہنایا ہے لڑکی کو دیتا ہوں لہذا شہادت شہوداگر یہ ثابت ہو جائے کہ فی الواقع باپ نے بطریق جبر لڑکی کو بخش دیا تھا اور دولہ کی جانب سے بھی فی الواقع چڑھاوا ہی تھا تو کل مال لڑکی کا معزز میر تقسیم ہوگا ورنہ فقط میر اور علاوہ میر کے جو چیز بھی ملو کہ متوفیہ ہے اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال ہندہ کے چھ حصہ کر کے تین حصہ زوج کو دیئے جائیں گے اور ایک حصہ ام (ماں) اور دو حصہ باپ کا اور جو جو دگی عصبہ قریب یعنی باپ میں بہن بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

صورتہ ہکذا

ہندہ سلاۃ

					میت		
زون	ام	اب	اخ	اخ	اخ	اخ	اخت
۳	۱	۲	م	م	م	م	م

حروف:

العبدا لراکعی رحمۃ ربہ لغنی

ابو محمد محمد دیواری علی المنصی

فی جامع اکبر آباد



مفقود

© 2016 Pearson Education, Inc. or its affiliate(s). All rights reserved.

﴿فتویٰ نمبر.....156﴾

سوال

دس برس سے خاوند مفقود ہے اور عورت جوان عمر ہے۔ کوئی صورت گزارہ نہیں۔ احتمال زنا بھی ہے۔
 لہذا شرعاً وہ نکاح کر سکتی ہے؟

سائل: پابند شریعت مساجد عرب بنیم بنت میر علی
 پانی جوگی آگرہ ۱۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هوالمصوب

ایسی صورت میں جب کہ مجبوری انتہا درجہ کی ہو حتیٰ کہ تعلیق شافعی و مالکی بعد اس قدر مدت مدی کے
 نکاح جائز ہے۔ جامع الرموز میں ہے۔

قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسه بعده کما فی النظم فلو افقی
 به فی موضع الضرورة ینقی ان لا یأس به علی ما نحن ا۔
 (ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار سال تک خاوند کو تلاش کیا جائے
 اس کے بعد اس کی بیوی نکاح کرے جیسا کہ لفظ میں ہے اگر کوئی مفتی ضرورت کے مقام پر امام مالک رحمۃ اللہ
 علیہ کے قول پر فتویٰ دے تو ہمارے موقف کے مطابق اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے)
 رد المحتار میں ہے:-

لو افقی به فی موضع الضرورة لا یأس به علی ما اظن ع۔
 (ترجمہ: اگر ضرورت کے موقع پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دے تو میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کوئی
 حرج نہیں ہے)

مگر بدرجہ احتیاط حاکم کو بھی اطلاع کر دی جائے۔ مختار

کتابہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ دہلوی

۱۔ جامع الرموز	جلد ۳	صفحہ ۳۲۴
۲۔ رد المحتار	جلد ۳	صفحہ ۳۲۴

مطبوعہ روضہ نبیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر 157﴾

سوال

ایک عورت تیس سالہ عمر ہے۔ عرصہ بارہ چندرہ سال سے اس کا ٹائوڈ مغفودا لٹیر ہو گیا۔ وہ اب تک انتظار میں ہے۔ مگر نیکو خرچ خبر نہ ملے اس عرصہ میں آیا۔ لہذا بھینہ ہونے کی سرپرست اور نو جوان ہونے کے احتمال فساد ہے۔ اس صورت میں شرعاً وہ نکاح اپنا کر سکتی یا نہیں۔

سائل: شیخ حسین بخش ہتاس آگرہ ۱۹ فروری ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

مسئلہ مغفود میں خنہ کے نزدیک عند الضرورة تخلیف مالک و شافعیہ بعد اس قدر عرصہ کے نکاح ہائی درست ہے۔ جامع الرموز (میں ہے):

قال مالك والا و زاعى الى اربع سنين فتصح عرسه بعد ما كذا فى النظم فلو افنى به فى موضع الضرورة بغيره ان لا باس به على ما اظن^۱۔

(ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیوی چار سال تک انتظار کرے۔ پھر وہ نکاح کرے یا یہی نظم میں ہے۔ اگر ضرورت کے مقام پر اس قول کے مطابق فتویٰ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا چاہئے جیسا کہ میں گمان کرتا ہوں)

وفى رد المحتار: ذكر ابن وهبان فى منظومه لوافى فى موضع الضرورة لا باس على ما اظن^۲۔
(امام ابن وهبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظومہ میں فرمایا اگر ضرورت کے مقام پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو میرے گمان کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں ہے)

کتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ نیرہ

۱۔	جامع الرموز	جلد ۳	صفحہ ۴۲۴	مطبوعہ
۲۔	رد المحتار	جلد ۳	صفحہ ۴۲۴	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر..... 158﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سچ اس مسئلہ کے کہ اگر کوئی شخص باہر چلا گیا ہو اور لاپتہ ہو اس کی زوجہ کہتے دن تک نکاح نہ کرے؟ بیٹو! نوجو! اصالت پیش پیش منڈی رسالہ آ کر۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتِ مسئلہ میں مرد و عورت ان نوے برس تک وہ عورت نکاح نہ کرے اور عا پر الروایت اور قول بخاری یہ ہے کہ اس کے شوہر کے ہم عمر جب تک نہ مریں اس کو کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ کما فی شرح الوقایہ المفسفود غائب لم یدر اثرہ حی فی حق نفسه فلا ینکح عرسہ الی تسعین سنہ و ظاہر الروایۃ ان نفدر بموت الاقران انتہی مختصراً بقدر الحاجة۔

(ترجمہ: منظور وہ مائت ہے جس کا کوئی پتہ نہ چلے۔ وہ اپنے حق میں زندہ ہوتا ہے۔ لہذا اس کی بیوی نوے سال تک نکاح نہ کرے۔ اور عا پر روایت یہ ہے کہ اس کا اندازہ اس کے ہم عمر لوگوں کے مر جانے سے کیا جائے گا)

حوزه: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد دیب اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 159﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متدین شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر عرصہ آٹھ سال سے مفقود
الغیر ہے۔ اور یوم نکاح سے اس وقت تک وہ میرے پاس نہیں آیا ہے۔ اور مجھ کو نان و نفقہ کی سخت ضرورت ہے
کیوں کہ ماقلمہ ہائے ہوں۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

۲۲ جولائی ۱۹۱۵ء

بشیر اس بٹ کالی نان قوم پنهان ساکن کبرہ صفدر خاں علاقہ لوہانڈی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ صورت مسئلہ میں قاضی یعنی ماحکم شریعت کو یہ اختیار نہیں کہ میاں بی بی میں حکم تفریق نافذ کر کے
عورت کو بعد انتظار عدت دھری جگہ نکاح کرنے کی اجازت دے دے۔ البتہ اگر شوہر کی جائیداد وغیرہ کچھ
ہو تو ماحکم کو لازم ہے کہ اس جائیداد سے اس کے نان و نفقہ کا انتظام کر دے ☆ اور جب تک اس کے ہم عمر نہ
لیں اس وقت تک اس کی زوجہ کو بعد انتظار ایام عدت موت اجازت نکاح کی دھری جگہ قاضی نہیں دے سکتا۔
چنانچہ کثر الدقائق میں ہے:

المفقود هو غائب لم يدر موضعه فينصب القاضي من يأخذ حقه ويحفظ ماله و

يقوم عليه و يتفق على قريبه ولاداً و زوجته ولا يفرق بينه و بينها و حكم بموته بعد تسعين

سنة و تعد امراته و ورثته منه حينئذ ۱

(ترجمہ: مفقود وہ غائب آدی ہوتا ہے جس کے رہنے کی جگہ کا علم نہ ہو سکے۔ لہذا قاضی ایک شخص کو مقرر کرے گا
جو اس کا حق وصول کرے گا اس کے مال کی حفاظت کرے گا اور اس کی نگرانی کرے گا واداءت کے اعتبار سے

۱۔ کنز الدقائق مع البحر الرائق: جلد ۵، صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

اس کے قریب رشتہ دار پر اور اس کی بیوی پر صرف کرے گا۔ منقوہ اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہ کی جائے گی۔ ۵۰ نوے سال کے بعد اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔ اس کی بیوی عدت گزارے گی اور اس وقت کی وراثت تقسیم ہوگی۔)

قال العلامة زين الدين في صفحه ۱۶۳ من الجزء الخامس من بحر الرائق
أى و من زوجته لقوله عليه السلام فى امرأة المفقود أنها امرأته حتى ياتىها البيان
وقول على رضى الله عنه فيها هى امرأة ابتليت فلتصبر حتى يبين موت او طلاق خرج
بيانا للبيان المذکور فى المرفوع ولان النكاح عرف ليوته والغيبه لا توجب الفرقه
والموت فى حيز الاحتمال فلا يزال النكاح بالشك و عمر رضى الله عنه رجع الى قول
على رضى الله عنه!

☆ (ترجمہ: یعنی منقوہ اور اس کی بیوی کے مابین تفریق نہ کی جائے گی ۵۰ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے منقوہ کی بیوی کے بارے میں فرمایا وہ اس کی بیوی ہے جب تک کہ اس کے پاس اس کی (موت یا طلاق کی) وضاحت نہ آجائے۔ ☆ نیز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عورت آؤش میں جملا ہے لہذا اسے صبر کرنا چاہئے جب تک کہ اس کی موت یا طلاق کی وضاحت نہ ہو جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حدیث مرفوعہ کی وضاحت کر رہا ہے نیز نکاح کا ثبوت معروف ہے اور خاوند کا ماتب ہونا فرقت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اور موت کا صرف احتمال ہے۔ لہذا نکاح صرف شک کے باعث زائل نہیں ہوگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کی جانب رجوع فرمایا تھا)

والله اعلم علمه احکم
حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العفی
ابو محمد محمد دین اہل الرشوی، مکتبی مسجد جامع اکبر آباد



احياء الموات



THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

﴿فتویٰ نمبر 160﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حسب رواج راج و پاج بندی قانون پیداوار گھاس و پالہ و کلڑی و چر پہاڑ ملکیت معافی دار تصور ہوتا ہے۔ بدین وجہ معافی دار دئے دیات ملحقہ کے باشندگان کو کہ وہ اپنے مویشی پہاڑ معافی دار میں چراتے ہیں مانع ہے اور نیاز مند ملازم معافی دار ہے۔ پس شرع شریف میں پیداوار پہاڑ ملکیت معافی دار ہو سکتی ہے یا نہیں اور معافی دار کا مانع ہونا ہو جب شرع شریف درست ہے یا نہیں؟ آیا پیداوار خود (رو) پہاڑ کی ملکیت مام ہے یا خاص واحد معافی دار؟ امید کہ براؤ کر م جواب سے شرف فرمایا جائے۔

سعید مصنف الدین امام مسجد سرانے قصبہ گنگوٹھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

گھاس خورد و اور خورد و درخت جو غنچہ جانوروں کے چرانے کے کام آتے ہیں وہ تین سال سے خالی نہیں یا تو ایسی زمین یا پہاڑ میں ہوں گے جو کسی کا ملک نہیں۔ اندر میں صورت اس چاکاہ کی گھاس پانی وغیرہ سارے مسلمانوں کا ہر ایک حق ہے جو چاہے اپنے جانوروں کو چرائے۔ خواہ چرانے کو کاٹ لے جائے۔
☆ یا یہ گھاس وغیرہ خورد و نباتات کسی کی زمین ملک میں ہوں گی۔ اندر میں صورت بھی اس گھاس وغیرہ میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ ہر صاحب زمین کو حق ہے۔ کہ اپنی زمین میں کسی کو نہ آنے دے۔ لہذا اگر کسی مسلمان کو دوسری جگہ گھاس نہ ملے اور (جانور) اس کے بھوکے مرے۔ زمین والے پر لازم ہے کہ اگر اپنی زمین میں نہ آنے دے اس کو کاٹ کر گھاس دے دے۔ یا اس کو آنے کی اجازت دے دے اور کہہ دے کہ گھاس لے جا کر کھیت کی دیوار وغیرہ نہ خراب ہو۔

☆ اور تعمیری صورت یہ ہے کہ کسی نے گھاس پالہ وغیرہ کاٹ کر رکھا ہے۔ موقوف خواہ ایک جگہ جمع کر کے بنایا گھاس اس کے پونے اور لگانے سے آگ آئے وہ مختل اس کاٹنے والے اور پونے والے کی ملک ہے۔ اس میں کسی کا حق نہیں۔ ☆ بہر بیج پانی اور خوردہ گھاس وغیرہ اور آگ تینوں کا ایک حکم ہے۔ چنانچہ کتاب احیاء الموت در حقہ اور عثمانی کے صفحہ ۳۱۲ جلد خامس میں ہے۔

المسلمون شركاء في ثلاث في الماء والكلاء والنار ۱

(ترجمہ: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں (۱) پانی (۲) گھاس (۳) آگ)

قال الشامي رحمه الله:

قوله المسلمون الخ ای شركة اباحة لا شركة ملك فمن سبق الى شيء من ذلك في وعاء او غيره واحرزه فهو احق به و هو ملك له دون من سواه يجوز له تملكه بجميع وجوه التملك و هو موروث عنه و تجوز فيه وصاياه و ان اخذه احد منه بغير اذنه ضمنه و ما لم يسبق اليه احد فهو لجماعة المسلمين مباح ليس لاحد منع من اراد اخذه لنفسه ۲ اتفاني عن الكرخي ۳

(ترجمہ: قولہ: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں یعنی ان کی شرکت اباحت کے اعتبار سے ہے نہ کہ ملک کے لحاظ سے لہذا جو شخص ان میں کسی چیز کو پہلے کسی برتن وغیرہ میں ڈال لے یا اکٹھا کر لے وہی اس چیز کا زیادہ حق دار ہے۔ اور وہ چیز اس شخص کی ملک ہوگی۔ کسی دوسرے کی ملکیت میں نہ رہے گی۔ اس کے لیے دوسرے کو ملک بنانے کے تمام طریقوں سے اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ مرنے کے بعد وہ چیز اس کی وراثت قرار پائے گی۔ اس میں اس شخص کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر اس چیز کو لے گا

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۳۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ نوٹ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۳۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں "لفسہ" کی بجائے "الشفة" تحریر ہے

جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۳۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

تو وہ ضامن ہوگا۔ اور جب تک کسی آدمی نے حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف سبقت نہ کہ ہو وہ مسلمانوں کی جماعت کے لیے مباح ہے۔ جو شخص اسے اپنی ذات کے لیے لینا چاہے لے سکتا ہے۔ کسی کو روکنے کا حق نہیں ہے۔

اور صفحہ ۳۱۱ ثانی جلد نماس میں ہے

ثم الكلام في الكلاء على وجه اعمها ما ثبت في موضع غير مملوك لاحد فاناس مملوكة بلا انبات صاحبها و هو كذا لك الان لرب الارض المنع من الدخول في ارضه و اخص من ذلك كله و هو ان يحش الكلاء او انبته في ارضه فهو ملك له و ليس لاحد اخذه بوجه لحصوله بكسبه ذخيرة و غيره! ملحظا۔

(ترجمہ: پھر گھاس کے بارے میں گفتگو چند طرح سے ہے۔

(۱) گھاس کی سب سے عام صورت یہ ہے کہ یہ ایسی جگہ پیدا ہوئی ہو جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو تو اس

صورت میں سارے لوگ وہاں مویشی چرانے اور اسے کاٹنے میں شراکت کا حق رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ سمندروں کے پانیوں میں سب کا حق مشترک طور پر ہے۔

(۲) اس سے خاص تر یہ صورت یہ ہے کہ وہ کسی شخص کی ملک کو زمین میں مالک کے اگانے کے بغیر خود بخود

اگی ہو تو اس کا حکم بھی وہی ہے باں مالک زمین کو حق حاصل ہے وہ اوروں کو اپنی زمین میں داخل ہونے سے روک سکتا ہے۔

(۳) اور درج بالا دونوں صورتوں سے خاص تر یہ صورت ہے کہ گھاس اس نے اکٹھا کیا ہو یا اس نے اپنی

زمین میں اگایا ہو تو یہ گھاس اس کی ملک ہے۔ کسی شخص کو کسی طرح سے اسے حاصل کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ اس کے عمل سے حاصل ہوا ہے۔ ذخیرہ وغیرہ۔)

حورہ: العبد المرائی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد دیر اعلیٰ الرضوی، لکھی مسجد جامع اکبر آباد



© 2017 Pearson Education, Inc., or its affiliate(s). All rights reserved. No part of this publication may be reproduced, stored in a retrieval system, or transmitted, in any form or by any means, electronic, mechanical, photocopying, recording, or otherwise, without prior written permission from the publisher.

نکاح

١٥٢

﴿فتویٰ نمبر 161﴾

سوال

سوال یہ ہے کہ قاضی شہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص شرع شریف کے مطابق اپنے شریعت نکاح پر حادے یا دئے مسلمان پر حادے اور اس کا اندراج رجسٹر قاضی شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے؟ اس کا جواب بحوالہ کتاب تحریر کریں۔ پتہ یہ ہے کہ وہ رائجوتاں بنی پورہ میں پہنچ کر محمد اویس العزیز عکلمہ انجیری کو ملے۔

الجواب

رکبی نکاح ایجاب وقبول اور شرط صحیح نکاح دو کو ہوں کا یو قسما ایجاب وقبول ایک جلسہ میں موجود ہوتا ہے۔ ہذا علاوہ قاضی شہر جو بھی کوئی نکاح پر حادے یا دو کو ہوں کے سامنے خود دہیا دو لمین بیٹھے بھی اگر ایجاب وقبول کر لیں، نکاح منعقد ہو جائے گا۔ درج رجسٹر ہوتا اور قاضی کا نکاح پر حادے انتظامی امر ہیں۔ صحیح نکاح میں اس کو کچھ دخل نہیں ہے۔

حذرہ:

محمد دینا علی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 162﴾

سوال

اگر وکیل مسماۃ عیجاب نہ کرے تو قاضی عقد کو عیجاب کر دینے کا حق کس طرح حاصل ہوگا۔

سائل: قاضی ہلال الدین ساکن ریاست دھول پور ضلع قاضی پازہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

اگر عورت وقت نکاح مجلس میں موجود نہ ہو نہ کوئی اس کا وکیل انجمنی ہو نہ ولی تو قاضی خود اس سے

اجازت لے کر دہلہا کو قبول کر دے۔ ہنر اور قبول کرانے کے وقت اس عورت کا نام مع نام اس کے باپ کے

ضرور لے تاکہ سب پہچان لیں۔ بہر پنج اس طرح اس کا نام لینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ کوہ

وغیرہ سب پہچان لیں کہ نکاح عورت کا نکاح ہو ہے۔

حضور: العبد المذنب عبد الرحمن

ابو محمد محمد دیوبند

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 163﴾

سوال

بروقتِ عقد جو کہ حسبِ رواج ہندوستان من چاہپ عروسہ وکیل مقرر ہو کر آتا ہے تو عقدِ بیک وکالت کو باہان سے کس طرح کی جائے؟ اور اس طرح پر کہنا جائز ہے یا نہیں کہ جو سماجِ فلاں کی لڑکی اس مکان کے اندر ہے یا جس کی تقریبِ شادی درپیش ہے۔

۲۶ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ

قاضی باہل الدین ساکن ریاست دھول پور رکن قاضی پاڑہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اللھم رب زدنی علما

جے تنک اسی طرح کہنا چاہئے۔ اس واسطے کہ اصل نکاح میں یہ ہے کہ کم از کم دو گواہ یا اہل مجلس جس وقت دولہا کو ایجاب و قبول کرایا جائے اور دولہا اپنے عقد میں اس عورت کو قبول کرے پیمان لیں کہ فلاں عورت کو دولہا قبول کر رہا ہے۔ خواہ اس طرح ہو کہ دو لہن مجلس میں بیٹھی ہو۔ اور ساتھ نکاح اس عورت کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ اس عورت کو تمہارے عقد نکاح میں دیتا ہوں۔ اور دولہا کہے میں اس کو اپنے عقد میں قبول کرتا ہوں۔ خواہ اس طرح کہ عورت پردہ میں کسی ایسے مکان میں ہو کہ اس کے ساتھ مکان میں نور عورتیں بھی ہوں تو ماقہہ نکاح کو لازم ہے کہ وہ لہن کا نام اس کے باپ کے نام کے ساتھ اس طرح لے کر دولہا کو اور گواہوں کو معلوم ہو جائے کہ فلاں عورت کے ساتھ عقد ہوا ہے۔ علیٰ ہذا یہ ضرور ہے کہ وکیل اور گواہ عورت کو دیکھ کر پیمان لیں کہ فلاں عورت ہے جو اپنے نکاح کی فلاں شخص کے ساتھ اجازت دی رہی ہے۔

اور اگر وکیل اور گواہوں کو مجر داتاً معلوم ہو کہ ایک عورت اندر سے اجازت دے رہی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ یہ عورت ان عورتوں میں سے کون سی عورت ہے تو وہ نکاح جب صحیح ہوگا جب وہ عورت دولہا کے ساتھ

اس کے یہاں چلی جائے۔ اور بعد نکاح آثار رضا مندی ظاہر رہیں۔ اور اگر وہ نکاح کر دے کہ میں اجازت نہیں دیتی تھی اور گواہ اور کیل اس کو نہ پہچان سکیں وہ نکاح برگزگنج نہ رہے گا۔

ہاں اگر اس نکاح میں بجز اس عورت کے کوئی اور عورت نہ ہو تو بلاشبہ وہ نکاح صحیح ہوگا۔ اور صحیح رہے گا۔ اور کیل اور گواہ اس پر کوئی دے سکتے ہیں کہ جو اس مکان میں عورت تھی اور ہمارے علم میں یہی عورت تھی۔ اس نے ہم کو کیل نکاح بتلایا تھا۔ اور ہم اس کے گواہ ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲۹۵ شامی مطبوعہ مصر میں ہے۔

و لا بد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتتفي الجهالة فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والاحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز ولو معها اخرى فلا لعدم زوال الجهالة وكذا اذا وكلت بالنزويح فهو على هذا ان راوها او كانت وحدها في البيت يجوز ان يشهدوا عليها بالتوكيل اذا جحدته والا فلا لاحتمال ان الموكل المرأة الاخرى وليس معناه انه لا يصح التوكيل بدون ذلك وانه يصير العقد عقد فضولي. فيصح بالاجازة بعده فولا او فعلا لما علمته اتفارا

(ترجمہ: گواہوں کے نزدیک منکوحہ کا ممتاز ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اس کے مجہول ہونے کا خاتمہ ہو سکے۔ لہذا اگر وہ اکیلی ہو اور نقاب اوڑھے ہوئے ہو تو اس کی طرف بوقت نکاح اشارہ کافی ہے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ اس کے چہرے پر سے پردہ ہٹا دیا جائے (اور گواہ اسے دیکھ لیں۔) اگر گواہ اس کی ذات کو نہ دیکھیں لیکن اس کی گفتگو گھر کے اندر سے سن رہے ہوں (اور وہ گھر میں اکیلی ہے) تو نکاح جائز ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ اور کوئی عورت بھی موجود ہے (اور گواہ اسے دیکھ نہیں رہے) تو نکاح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ جہالت کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ عورت نے نکاح کے لیے کسی کو کیل بتلایا ہو یعنی اگر وکالت کے گواہوں

۱۔ قول "عقد فضولی" مطبوعہ مصر میں اس طرح ہے "لیکن درست" "عقد فضولی" ہے

۲۔ رد المحتار: جلد ۴ صفحہ ۷۳، ۷۴، ۷۵، دار الفوائد العربیہ بیروت

نے اسے دیکھ لیا ہو یا وہ گھر میں اکیلی ہو تو اس کی طرف سے وکیل بنانے کی کوئی دے سکتے ہیں۔ جب کہ وکیل بنانے کا انکار کرے۔ ورنہ کوئی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ وکیل بنانے والی عورت کوئی اور ہو۔ اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر وکیل بنانا صحیح نہیں۔ اور عقد نکاح، فضولی عقد قرار پا جائے گا۔ لہذا اگر وہ بعد میں قول یا فعل کے ساتھ اجازت دے دے تو نکاح درست ہو جائے گا جیسا کہ ہم کو ابھی معلوم ہو چکا ہے)

لہذا قصد بیک وکیل و کالت اس طرح ہوتی چاہئے کہ ہم اس عورت کو جس نے ہم کو وکیل کیا ہے پچکا نئے ہو؟ اور وہ کہیں کہ بے شک ہم اس کو پچکا نئے ہیں۔ اور کو ابھی کہیں جس نے ان کو وکیل کیا ہے ہم اس کو پچکا نئے ہیں۔

اور عمدہ طریق یہ ہے کہ عورت باغداد کا جو دلی اقرب ہو وہ وکیل نکاح بتایا جائے اور اس کی اجازت پر کفایت کی جائے اور اگر خوف اس امر کا ہو کہ عورت شاید وکلاء ولی سے انکار کر جائے تو وجہ اجازت ایسے دو کو اجازت بنائے جائیں جن کے سامنے عورت بلا حجاب آ سکے اور وہ اس کو پچکان سکیں۔

حورہ:

العبء الراعى دنتہ ربہ

ابو محمد محمد دہ اعلیٰ لہجہ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 164﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بھتیجی رحیم کا عقد بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری کو کسی حبیب کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکور کو چار پانچ ماہ کا حمل ہے اور مسماۃ رحیم کے شوہر کو فوت ہوئے عرصہ تھینا ڈیڑھ سال کا ہوا۔ آیا مہلت حمل میں نکاح جائز ہے یا کہ نہیں۔

۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۱۷ء

بند و خان ولد عمران قوم پٹھان ساکن نوری دروازہ شہر آگرہ

الجواب

صورت مسئلہ میں مسماۃ رحیم کا نکاح مگر اس کا حمل علاوہ حبیب کے فی الواقع اس کے شوہر حوتنی کا ہے کسی غیر کا نہ تھا، حبیب کے ساتھ گھج نہیں ہوا۔ لہذا بعد و نہی حمل اس کے اعتبار ہے جس کے ساتھ چاہے نکاح کر لے۔

چنانچہ شرع و قایہ میں ہے:

بطل نکاح حامل ثبت نسب حملہا۔۔۔ غلط

(ترجمہ: جس حاملہ عورت کے حمل کا نسب ثابت ہے اس کا نکاح باطل ہے)

حورہ

العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

محمد دینار علی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 165﴾

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا۔ چند ماہ رہ کر باپ کے گھر چلی گئی۔ پھر چند ماہ بعد خاوند کے گھر گئی تو حمل تھا۔ تین ماہ بعد ڈسٹر پیچا ہوئی۔ پھر وہ عورت بھاگ گئی اب اس کو (باپ) نے رخصت کیا ہے۔ شرعاً اس کا نکاح رہا نہیں۔

عورت نے بچے کا حمل بیان کیا ہے۔

۱۱۳ اپریل ۱۳۹۶ء

شیخ آگرہالی منڈی

الاجواب

نکاح بائز رہا۔ اب وہ عورت جس نے زنا کا اقرار کیا ہے گناہ سے توبہ کرے۔ خاوند کی اطاعت کرے۔ نکاح میں ثلث نہیں۔

محمد وحی علی طبع آبادی

مدرس جامعہ کانپور

جواب صحیح ہے غلام حسین

الاجواب

هوالمصوب

بے شک نکاح میں کچھ نقصان نہیں۔ عورت کو توبہ چاہئے اور اس کے شوہر کو اختیار ہے اس کو اپنی زوجیت میں رکھے۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی مدظلہ العالی



﴿فتویٰ نمبر.....166﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم کے والدین کا انتقال ہو گیا اور وہ بغرض پرورش اپنے بہنوئی مسمی رحمت کی پر دگی میں رہی۔ رحمت نے اس کا نکاح جبکہ وہ نابالغ تھی مسمی گلاب کے ساتھ کر دیا۔ بعد وہ صرف اول شب ایک روز اپنے خاوند کے یہاں رہی۔ اس درمیان میں یعنی دو سال تک پھر کہیں نہیں گئی۔ وہ اپنے بہنوئی کے جہاں اس نے پرورش پائی تھی رہ گئی اور بالغا ہوئی۔ جب وہ بالغا ہو گئی تو اس کے خاوند نے طلاق دی یہ اب استفتاء طلب امور ذیل ہیں۔

- 1- یہ کہ وہ اپنا نکاح بلا عدت گزارنے کے کسی دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ مہر واجب الا رہے یا نہیں اور بے توکس قدر؟
- 2- یہ کہ مسماۃ مطلقاً بالغا ہو گئی ہے مہراہ بہنوئی کے رہے یا اپنے حقیقی بھائی کے؟
- 3- یہ کہ مسماۃ اپنے شوہر کے بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

بینوا نوجروا حافظ تاج محمد ۱۲ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

هو الملهم للحق والصواب

☆ نابالغ یعنی جس کو حیض نہ آتا ہو بعد خلوت تین مہینہ تک عدت پوری کرے گی۔ اس سے پہلے نکاح نہیں ہوگا۔

قال الله تعالى:

واللاتي ينسن من المحيض من نساءكم الغرا

☆ (ترجمہ: اور جہاڑی عورتوں میں جنہیں (بڑھا۔ پے کی جہ سے) حیض کی امید نہیں رہی ہے اگر تم کو (اس امر میں) شبہ ہو کہ ان کا کیا حال ہے تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور یہی عدت ان عورتوں کی بھی ہے جن کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا)

☆ 1۔ جن عورتوں کو بوجہ سفر کسی کے یا کبرئی کے حیض نہیں آتا ان کو تین مہینے عدت دینا چاہئے اور اگر اس درمیان میں حیض ہو گیا تو یہ معاد سات اور تین حیض شمار کیے جائیں گے۔ قدرتی میں ہے

كذلك الصغيرة اذا عدت بالا شهر ثم بلغت فعدت بها بالحیض

(ترجمہ: اور نابالغہ کا بھی یہی حکم ہے جب وہ مہینوں کے ساتھ عدت گزار رہی ہو پھر اسی دوران بالغ ہو گئی ہو تو اس کی عدت حیض سے شمار ہوگی)

اور اس عدت کے قتل نکاح جائز نہیں۔

☆ 2۔ نکاح صغیرہ میں مہر مثل سے کم مقرر جائز نہیں۔ اشاہہ میں ہے

(بیحوز) النکاح باقل من مهر المثل الا فی صغيرة بزواجها غیر الاب والجد

(ترجمہ: مہر مثل سے کم مہر کے عوض نکاح جائز ہے لیکن نابالغہ عورت کی صورت میں جائز نہیں جب کہ باپ اور دادا کے علاوہ کوئی اور شخص نابالغہ کا نکاح کرے)

☆ اور اگر کم مہر مثل سے نکاح ہو گا تو مہر مثل شوہر سے دلایا جائے گا۔

۱۔ قدرتی میں یہ عبارت ذیل کی ہے: جوہرہ نمبر جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ * مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان کی عبارت میں ہے

وإن حاضت الصغيرة قبل نكاحها استأنفت العدة بالحیض سواء كان الطلاق بائنا أو رجعا
(ترجمہ: اگر عورت کے شکم ہونے سے پہلے بالغ ہو کر عورت کو حیض شروع ہو گیا وہ از سر نو حیض کے ساتھ عدت گزارے گی)
طلاق خراجاً عن زوجها رجعی

۲۔ الاشباہ والنظائر: جلد اول صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

فإن الظاهر فيه النفوذ مع لزوم مهر المثل اشداء ما

- 3۔ اس لڑکی بابت ہے وہ بھائی کے پاس رہے خواہ خواہر کے پاس اس کو اختیار ہے۔ بیوٹی غیر مختص ہے۔ اس کے پاس رہنا درست نہیں بلکہ بیوٹی سے پردہ کرے گی۔ اور شوہر کے بھائی سے نکاح درست ہے۔ بعد عدت کر سکتی ہے۔ حکم الفقہ واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان مفتی عنبر

واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء



ما غمز عیون البصار مع الاشیاء والظلم: جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ احادیث القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

نوٹ: حضرت مولانا مفتی محمد رمضان درہ اشعلی نے اس مسئلہ کی نسبت لاشباج و تنکھار کی پانپڑائی جب کہ یہ جزئیات کی شرح میں ہے۔

﴿فتویٰ نمبر 167﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زلیہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور صرف تین چار روز طلاق دیئے ہوئے گزرے تھے کہ چند لوگوں نے اس عورت کا دوسرا نکاح کسی اور شخص کے ساتھ پڑھا دیا۔ پس ایسا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست نہیں ہے تو لوگوں پر جنہوں نے یہی وی کر کے اور کوشش کر کے نکاح پڑھا دیا ہے کیا سزا ہے؟

شیر خان ولد احمد خان

۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

عورت مطلقہ کا عدت گزرنے سے دوسرا نکاح ناجائز ہے۔ ☆ اور جن لوگوں نے اس کام میں سامانت کی خواہ کواہ ہو کر یا وکیل ہو کر اگر عدت نہ گزرنے کا ان کو علم تھا تو سب گنہگار ہیں تو یہ لازم ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماہِ جمادِ الثانی ۱۲۳۵ھ

واعظ جامع مسجد آگرہ

۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر.....168﴾

سوال

زوجہ عم نے اپنے شوہر کے لڑکے کو دودھ پلایا اب دختر زوجہ مذکور کی بیہ بوئی۔ اس کا نکاح اپنے اس
ابن لاخ سے جائز ہے یا نہیں؟

سائل: مولانا غلام محی الدین

امام مسجد شاہ جہاں پور

۱۵ مارچ ۱۹۱۶ء

الجواب

جس لڑکے کو دودھ پلایا اس کا نکاح دودھ پلانے والی کی کسی دختر سے جائز نہیں۔ اور نہ اس لڑکی کی
اولاد سے۔ ✽ ہاں رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ ہکذا فی الفقہ
کعبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 169﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اماموں کے انتقال کے بعد مافی اور
بھائی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

سائل: نواز محمد علی نیکانپور۔ کانپور

۹ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

وہو الموفق للصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم رب زدنی علما

درست ہے۔

حردہ:

العبد الراجی رحمۃ ربہ

المفتی ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 170﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک ملا صاحب نے بلا موجودگی و بلا اجازت بیوی کو طلاق کا نکاح ایک لڑکی سے کر دیا۔ اور چونکہ اس نابالغ کا ولی کوئی بھی نہ تھا بعد بلوغ دختر اُن ہی ملا صاحب نے اس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا۔ لہذا بڑے ملا صاحب نے ان ملا صاحب اور ان کے بیوی کی نسبت حکم عام کر دیا کہ ان کے سب کے نکاح ٹوٹ گئے اور ان ملا صاحب کے چھپے کوئی نماز نہ پڑھے۔

لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا پہلا نکاح طلاق نابالغ کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں؟ اور صحیح نہیں ہوا تو دوسرے شخص سے اس دختر کے نکاح میں کیا ہرج رہا؟ اور نہیں رہا تو بڑے ملا صاحب کا ان ملا صاحب کی نسبت یہ تشدد کہ ان کے چھپے نماز نہ ہوگی محض تعصب ہے؟

سائل: بلند خان، سکس مہیال، ضلع انک

حال ملازم پٹن ۲۹ کچنی ۳ ڈپو آگرہ

۱۹ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں چونکہ طفل کا ولی وقت نکاح موجود ہی نہ تھا لہذا وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اس واسطے شرط

صحیح نکاح نابالغ اور نابالغ کی ولی کا ماقہ و مکلف و حقد نکاح ہونا ہے۔ کمائی الدار الحکامیہ مصر فی صفحہ 321

الولی شرط صحة نکاح صغیر را

(ترجمہ: ولی ناپائش کے نکاح کے درست ہونے کے لیے شرط ہے)

قال الشامی رحمہ اللہ :

قوله صغير الموصوف محذوف ای شخص صغير الخ فبشمل الذکر والانثی۔

(ترجمہ: لفظ صغير صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے اصل عبارت ”شخص صغير“ ہے لہذا یہ عبارت لڑکے اور لڑکی دونوں کو شامل ہے)

چنانچہ درختاری میں بعد عبارت مذکور یہ کلیہ مسطور ہے

☆ والا صل ان کل من تصرف فی ماله له تصرف فی نفسه و مالا فلا۔

☆ (ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کو ناپائش کے مال میں تصرف کی اجازت ہے اسے اس کی ذات میں بھی تصرف کی اجازت ہے۔ اور جسے مال میں تصرف کی اجازت نہیں اسے اس کی ذات میں تصرف کی اجازت بھی نہیں ہے)

اور جب نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تو ان ملاں صاحب نے اگر اُس دختر کا دوسری جگہ نکاح کر دیا کوئی حرج نہیں۔ البتہ بغیر موجودگی ولی طفل ناپائش انہوں نے نکاح اول میں غلطی کی۔ لہذا اگر جان بوجھ کر کی تو لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے گنہگار رہے۔ اللہ محاف کرے اور اگر نکاح اول بوجہ واقعی پڑھا دیا اور پھر بعد معلوم کرنے اس بات کے کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا دوسرا نکاح پڑھا دیا گنہگار بھی نہیں ہوئے۔ لہذا بڑے ملاں صاحب کا بلاوجہ ان پر اتنا تشدد کرنا ظلم صریح ہے۔ واللہ اعلم

محمد دین ادرلی

مفتی مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 171﴾

سوال

میری والدہ نے جب میں نابالغ تھی نکاح کر دیا۔ اور پانچ برس سے شوہر لاپتہ ہے۔ اب میں نابالغ ہوں اور اس نکاح سے خوش نہیں ہوں۔ دوسرا نکاح کرتی ہوں شرعاً مجھ کو اختیار ہے یا نہیں۔

۱۲ اپریل ۱۴۱۲ھ حیدر آباد ساکن چڑی مارٹولہ

الجواب

هو المصوب

جس نابالغہ کا نکاح ماں نے اپنی ولایت سے کیا ہے اس کو وقت بائٹ ہونے کے اعتبار سے اس کا نکاح کو ختم کر دے اور علاوہ اب شوہر کا حال بھی غور۔ پانچ سال سے نہیں معلوم ہے۔ لہذا سخت ضرورت کے وقت حاکم سے اجازت لے کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ یہ از یہ میں ہے۔

القاضی إذا زوجهما لم بلغا لهما الخبر في الصحيح وبه يفتي لقصور الشفقة

وكذا في الأخ والام.

(ترجمہ: قاضی نے نابالغ لڑکے لڑکی کا نکاح کیا پھر وہ نابالغ ہوئے تو ان دونوں کو صحیح قول کی رو سے نکاح ختم کرنے کا اختیار ہے اور فتویٰ اسی قول پر ہے کیوں کہ اس میں سخت کم ہوتی ہے اور اسی طرح بھائی اور ماں کے نکاح کرنے کی صورت میں بھی بلوغ کے بعد ان کو ختم کا اختیار ہوتا ہے)

قال مالك والاوزاعي الى اربع سنين فبتكح عزمه بعده كما في النظم فلو افنى

به في موضع الضرورة بغيره ان لا باس به على ما نحن في

☆ (ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو زاعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت چار سال تک انتظار کرے۔۔۔ اس کے بعد نکاح کرے۔ جیسا کہ ائمہ میں ہے۔ لہذا اگر ضرورت کے مقام پر اس قول کے مطابق فتویٰ دے تو کوئی تو حرج نہیں ہونا چاہئے)

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی

۱. الفتاویٰ البرازیلہ علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ۳ ص ۱۵ مطبوع مصر

۲. جامع الرموز: جلد صفحہ مطبوعہ

﴿فتویٰ نمبر.....172﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے اور اس کی ماں کا اشتعال ہو چکا ہے اور اس کا باپ پردیس میں ہے اور وہ اپنے بھائی کے پاس رہتی ہے اور بھائی بھی اس کا بائف ہے اور بھائی اس کا چاہتا ہے کہ کسی نیک مسلمان لڑکے کے ساتھ اپنی ہمشیرہ کا عقد نکاح کر دوں۔ لہذا دریافت کیا جاتا ہے کہ عدم موجودگی اس کے باپ کی بدالایت اس کے بھائی کے عقد نکاح شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

لڑکی چونکہ بائف ہے اس واسطے باپ کی موجودگی کی ضرورت نہیں۔

مولوی منور شاہ

الجواب

شیخین کے نزدیک بلاشبہ ماقلہ بانہ کا نکاح اس کی رضا مندی سے اگر وہ چاہے بغیر ولی ہو سکتا ہے۔

كما في شرح الوقاية :

اعلم ان الحرة العاقلة البالغة اذا زوجت نفسها فعدت ابى حنيفة و ابى يوسف

رحمهما الله تعالى بنقداً۔

(ترجمہ: آزاد مائل اور بائف عورت جب اپنا نکاح کر لے تو حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منعقد ہو جاتا ہے) منقذ

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منعقد ہو جاتا ہے) منقذ

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ایم محمد مدد علی الرشوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....173﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید کی لڑکی بانٹ کا بعد انتقال زید کے اس کے حقیقی بھائی نے اپنے خالہ زاد برادر سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی جو کہ لڑکی منکوحہ مذکورہ کا چچا ہے۔ اور لڑکی نکاح سے پہلے اس سے رضا مندی تھی۔ اس کے نکاح اور اس کی ماں نے جبراً نکاح کر دیا۔ بعد نکاح کے دو مرتبہ اپنے خاند کے گھر بھی اپنی خوشی سے گئی۔ لیکن اب اس کو اس کے گھر جانے سے قطعی انکار ہے کیوں کہ منکوحہ کی ہم عمر لڑکیاں طعن و تشنیع کرتی ہیں اور ہم لوگوں کو بھی اس کی جان کا خوف و اندیشہ ہے۔ اس صورت میں کس طرح فیصلہ ہونا چاہئے؟

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

☆ صورت مسئلہ میں اگر دختر بائذ کے بچے نے اونٹ یا اور ماں نے بغیر اذن و اجازت لڑکی باوصف انکار سرخ دختر مذکور یا آواز روتی ہوئی دختر مذکور کے نکاح کر دیا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اس واسطے کہ بعد البلوغ ولی کی ولایت نکاح کی بالجبر باقی نہیں رہتی۔

كما في الدر المختار

ولا تنجر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ!

(ترجمہ بانٹ اور باکرہ عورت کو نکاح پر مجبور نہ کیا جائے کیوں کہ بانٹ ہونے پر نکاح پر جبر کی ولایت ختم ہو جاتی ہے)

☆ ہاں البتہ اگر اولیاء موجودہ سے ولی اقرب نے اس سے جب اس شخص کا ذکر کر کے جس کے ساتھ

نکاح کرنا چاہتے تھے اڑن نکاح طلب کیا، دھڑ مذکورہ فہم پڑی باچپ ہو گئی ہے تو بے شک اس کا ہنسنا اور سکوت بچہ نکاح قائم مقام اڑن رکھا گیا ہے۔ نکاح صحیح ہو گیا۔

کما فی الہدایۃ :

فاذا استاذنھا الولی فسکت او ضحکت فهو اذن ۱

(ترجمہ: بولی نے لڑکی سے اجازت طلب کی وہ ناموش رہی یا فہم پڑی تو یہ اڑن شمار ہوگا)

اس واسطے کہ سکوت اور ضحک رضامندی پر دال ہے اور شرط صحیح نکاح بالعداس کی رضامندی ہی ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

و ینقذ نکاح الحرة العاقلة البالغة برضا نھا ۲

(ترجمہ: آزاد اور بالغ عورت کا نکاح اس کی اپنی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے)

اور صورت مذکورہ میں تو شوہر کے گھر پر برضا اور غیبت چلا جانا صراحتاً اس کی رضا پر دال ہے اور اب اس کے انکار کی وجہ بجز طعن و تشنیع ہے مجھ غوروں کی، جو یہ سمجھ کر مطعون کرتی ہیں کہ خالد زاد بھائی کے ساتھ نکاح ہو گیا اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ اس کا نکاح بلا تکلف صحیح اور اس کو خوف خدا کر کے اپنے شوہر کے گھر جانا ضروری ہے۔ اور غوروں کو لازم ہے کہ وہ ایسے خیال باطل سے یعنی خالد زاد بھائی کے ساتھ نکاح کے برا بھکنے سے توبہ کریں۔ اگر وہ اس نکاح کو جو شرعاً قلعاً جائز اور حلال قطعی سے حرام سمجھیں گی اور اس کو مطعون کریں گی خوف ہے کہ ان کے نکاح ٹوٹ جاویں گے اور یوہ حرام بھکنے حلال قطعی کے کافر ہو جاویں۔

حورہ: العیدالراجی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد دیر علی الرشوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الہدایۃ : جلد ۳ صفحہ ۴۴ ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۲۔ الہدایۃ : جلد ۲ صفحہ ۴۱۳ مطبوعہ : مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

﴿فتویٰ نمبر..... 174﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندو نابالغہ کا عقد زلیج سے ہوا اور وہ کولہاں نے ہندو سے اجازت نکاح کی لی اور اس کے باپ قدرتی سے کوئی اجازت نہیں لی اور ہندو کا باپ جسدِ مقدس میں موجود تھا ایسی صورت میں نکاح ہوا یا نہیں۔ بینوا و تنو جروا
سائل حافظ علی آگرہ

الاجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً.

جب تک باپ کی اجازت صراحتہ یا دلائل نہ پائی جائے ہندو کا نکاح صورتِ مسئلہ میں صحیح نہیں ہوگا اگر باپ جائز کہے جائے گا اور اگر باپ جائز نہ رکھے غیر معتبر رہے گا۔ کما فی الدر المختار :

فلو زوج الا بعد حال قيام الاقرب توقف علی اجازتہ۔

ترجمہ: اگر ابعدولی نے ولی اقرب کی موجودگی میں نابالغہ کا نکاح کر دیا تو وہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہے گا)

قال الشامی :

قوله توقف علی اجازتہ تقدم ان البالغة لو زوجت نفسها غير كفؤ فللولی

الاعتراض ما لم يرض صريحاً او دلالته كقبض المهر و نحوه فلم يجعلوا سكوتها اجازة والظاهر ان سكوتها ههنا كذلك فلا يكون سكوتها اجازة لتكاح الا بعد و ان كان حاضراً

فی مجلس العقد ما لم یرض صریحا او دلالة ناممل ۛ غلط
 (ترجمہ قولہ: اس کی اجازت پر مقوف رہے گا پہلے گزر چکا ہے کہ ۛ اگر بانٹ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو میں
 کر لیا تو ولی کو اس وقت تک التزام کا حق حاصل ہے جب تک کہ وہ صراحت کے ساتھ یا دلالت کے ساتھ
 اپنی رضامندی کا اظہار نہ کر دے مثلاً امر موصول کر لے وغیرہ۔ فقہاء نے ولی کے سکوت کو اجازت قرار نہیں دیا۔
 اور ظاہر ہے کہ اس کے سکوت کا حکم اس مقام پر ویسے ہی ہے۔ ۛ ہندو ولی اقرب کا سکوت ولی اقرب کے نکاح
 کی اجازت شمار نہ ہوگا اگرچہ وہ نکاح کی مجلس میں موجود ہو۔ جب تک صراحت یا دلالت کے ساتھ اس نکاح پر
 رضامندی کا اظہار نہ کر دے)

حورہ:

العبء الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دینار علی مفتی دواعظ

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....175﴾

سوال

بغیر مرتج رضاندی وکیل نے نکاح ہائے کفر کفو سے کر دیا۔ اس کی ماں اور ماموں اور ماں کا چچا زاد بھائی ہے۔ ان میں سے کس کو حق فسخ حاصل ہے؟ اور سکوت عورت کا ایسے موقع پر رضاندی سمجھا جائے گا؟

۱۹ اپریل ۱۹۸۷ء

نئی دہلی

خلاصۃ الجواب

وکالت صحیح نہیں۔ اگر ہائے نکاح سکوت بغیر تعلق مرتج اجازت نہیں ہے۔

ولا بد من النطق جامع الفصولین ۱۔

☆ چچا زاد بھائی ماں (کی نسبت) بولی اقرب ہے۔

☆ غیر کفو سے نکاح میں سکوت رضاندی نہیں۔

فسکت مقلالا لا يكون رضا وقيل في قول ابى حنيفة يكون رضا ان كان الاب او

الجد والا لالا

۱۔ جامع الفصولین : جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ دار الاشاعة العربية کوئٹہ

نوٹ اکل عبارت میں ہے۔

السکوت وهو رضا فی مسائل منها سکوت البکر عن استنثار الولی قبل النزوج وبعدها لو زوجها

الولی حتی لو زوجها الجدمع قیام الاب لا يكون سکوتها ورضا

(ترجمہ: ناموش رہنا کسی ایک مسائل میں رضا شمار ہوتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ بولی اقرب نکاح کرنے سے پہلے نکاح کر دینے کے بعد نکاح کے بارے میں مشورہ طلب کرے وہ ناموش رہے تو یہ رضا شمار ہوگی۔ اور اگر بولی الجدمع ملاو نہ تو نکاح کی ضرورت نہیں بلکہ نکاح نکاح کیا تو اب ناموش رہنا رضا شمار نہ ہوگا) اس مورد میں مراد نطق کے ساتھ اجازت دینا ہے۔

ع

(ترجمہ: انجمنی نے پا کر ہائے کائنات کیا وہ خاموش رہی تو یہ خاموشی رضائے ہوگی۔ ایک قول کی رو سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر کائنات کرنے والا باپ یا دادا ہو تو پھر اس کی خاموشی رضا ہوتی ہے اور اگر یہ یعنی باپ دادا نہ ہوں تو خاموشی رضائیں ہوگی)

ولی اقرب کو کائنات فتح کر دینے کا حق حاصل ہے۔ حامد یہ میں ہے

لِإِذَا نَحْكُمَهُ بِلَا رَحْمَةٍ وَلِيَهَا فَرْقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا يَطْلُبُ الْوَلِيُّ ۝

☆ (ترجمہ: عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر لیا تو ولی کے مطالبہ پر قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا)

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی



﴿فتویٰ نمبر..... 176﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ زید نے ہندو کو جو ایک سال سے بیوہ ہے دھوکہ دے کر اپنے مکان پر بلا لیا۔ ہندوہ کی عدم طہیت میں زید نے قاضی سے اپنا نکاح پڑھوایا۔ ہندوہ کہتی کہ مجھ کو یہ نکاح منکور نہیں۔ اور نہ وجہ نکاح کے مجھ کو اس کا علم ہوا۔ ایسی صورت میں ہندوہ کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

۶ مئی ۱۸۰۹ء مجھ عبدالہادی مدرس مدرسہ جنگلی آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم. اللهم رب زدني علما

☆ بلا اطلاع اور اجازت عورت کے جو نکاح کر لیا جائے اس نکاح کو نکاح فضولی کہتے ہیں۔ ☆ اگر بعد اطلاع کے عورت اس کو جائز رکھے اور اس پر راضی ہو جائے گا۔ ورنہ کا عدم اور باطل سمجھا جائے گا۔

چنانچہ صفحہ ۵۸ شرح وقایہ مطبوعہ نول کشور میں ہے

ووقف نکاح فضولی او فضولین علی الاجازۃ امی بيجوز ان یکون من جانب الزوج فضولی او من جانب المرأۃ فضولی فیتوقف علی اجازۃ ہما!

(ترجمہ: فضولی یعنی وہ شخص جس کو نکاح کرنے کا کوئی اختیار نہ ہو اگر وہ ایک طرف سے ہو یا دونوں جانب سے فضولی ہوں تو وہ نکاح اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ خاوند کی جانب کی طرف سے فضولی نکاح کرے یا عورت کی طرف فضولی اس کا نکاح کسی سے کر دے تو وہ دونوں کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے)

اور چونکہ صورت مسئلہ میں رضامندی اور اجازت عورت قلعہ معقود ہے بلکہ دھوکہ بازی ماقہ کی ظاہر ہے لہذا یہ نکاح بالکل صحیح نہیں ہوا۔ غلط

حورہ: العبد الراعی ذلتہ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیہ اعلیٰ الرضویؒ لکھی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 177﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ایک باقاعدہ کا نکاح اس کی ماں کی اجازت سے ہوا۔ باپ اس کا زندہ موجود ہے۔ باپ کی اجازت سے نہیں ہوا۔ لڑکی اس باپ کو ہو گئی ہے۔ اس نے بچہ اس کے کہ شوہر و مادر شوہر زمانہ تالیقی میں بدسلوکی بے رحمی سے ظالمانہ طور سے برتاؤ کرتے رہے اور مار پیٹ کرتے تھے قحط بلوغ اس نے فوراً نکاح اپنا فتح کر دیا۔ یہ فعل اس کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کا اختیار شرعاً نکاح توڑنے کا ہے یا نہیں؟

۱۹ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللھم رب زدنی علماً

موجودگی باپ میں جو نکاح ماں کی اجازت سے صغیرہ کا ہو جائے وہ باپ کی رضامندی پر موقوف رہتا ہے۔ اگر باپ بعد نکاح یا وقت نکاح راضی ہو جائے وہ نکاح معتبر ہوگا۔ ورنہ کا عدم سمجھا جائے گا۔ اس واسطے کہ باپ ولی اقرب ہے۔ اور صفحہ ۳۳۱ جلد ۱ فی رد المحتار مطبوعہ علی ہامش رد المحتار مصری میں ہے۔

و للولی الا بعد التزوج بغیۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی

اجازتہ را۔

(ترجمہ: ولی اقرب کی عدم موجودگی میں ولی ابعد کو تالیق کا نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر ولی ابعد نے اقرب کے موجود ہونے کے باوجود نکاح کر دیا تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا)

☆ اور باوجود موجود ہونے کے مجلس عقد میں اگر رضامندی ولی اقرب یعنی باپ کی صورت مذکورہ میں صراحت یا دلالت نہیں پائی گئی تھی اور ناب تک باپ اس نکاح سے راضی ہے۔ مگر کسی وجہ سے ساکت ہے تو مجرد سکوت دلیل رضامندی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ نکاح ناجائز ہی رہے گا۔ چنانچہ اسی صنف مذکورہ درجہ کی شرح رد المحتار میں ہے:

قوله نوقف على اجازته تقدم ان البالغة لو زوجت نفسها غير كفؤ فللولى الاعتراض
مالم يرض صريحا او دلالة كقبض المهر ونحوه فلم يجعلوا سكوتها اجازة والظاهر ان سكوتها
ههنا كذا لك فلا يكون سكوتها اجازة لنكاح الایعد و ان كان حاضرا فى مجلس العقد مالم
يرض صريحا او دلالة.

(ترجمہ: قولہ: ولی الیعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ اگر بائع عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہاں تو اکثر ارض کا اختیار اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ وہ صراحت یا دلالت راضی نہ ہو جائے۔ دلالت رضامندی کی مثال ہر موصول کرنا وغیرہ ہے۔ فقہائے اسلام نے اس کے سکوت کو رضامندی قرار نہیں دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس مقام پر اس کی رضامندی کا حکم بھی یہی ہے۔ لہذا اس کا سکوت ولی الیعد کے نکاح کی اجازت نہ ہوگا اگرچہ وہ نکاح کی مجلس میں حاضر ہو۔ جب تک وہ صراحت یا دلالت کے اعتبار سے راضی نہ ہوگا نکاح جائز نہ ہوگا)

☆ اور اگر باقرض نکاح صحیح مان لیا جائے تو علاوہ باپ اور دادا کے دوسرے اولیاء نکاح کا کیا ہوا نکاح اگر غیر کفو میں کیا جائے یا بابت کم ہر کے ساتھ اس ہر سے جوان کے قبیلہ میں مروج ہے کر دیا جائے تو وہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ہر محل کے ساتھ کفو میں کر دیا جائے تو صحیح ضرور ہو جائے گا مگر اس صنف کو بائع ہوتے ہی اگر اس نکاح سے ناراض ہوا اختیار فتح نکاح ہے۔ اور بائع ہوتے ہی دو مسلمان مرد یا ایک مرد و دو مسلمان عورتوں کو کوہار کے کہہ دے کہ میں اس نکاح کو توڑتی ہوں اور فتح کرتی ہوں۔ اور پھر قاضی یعنی حاکم

شریعت سے مکمل فتح حاصل کر لے۔ بلا مکمل قاضی مکمل فتح تمام نہیں ہوتا۔

چنانچہ صفحہ ۳۳ درجہ ۱ میں ہے:

وإن كان المزوج غير ههما لا يصح النكاح من غير كفؤ أو بغين فاحش اصلا
وان كان من كفوء و بمهر المثل صح و لكن لهما خيار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنكاح
بعده بشرط القضاء للفسخ! انهمی مختصرا

(ترجمہ: اگر تالانف کا غیر کفوی نکاح کرنے والا یا غبی فاحش سے نکاح کرنے والا یا پ اور دادا کے سوا کوئی اور
رشتہ دار ہو تو نکاح بالکل درست نہیں۔ اور اگر نکاح کفو میں ہو اور میر مثل کے ساتھ ہو تو نکاح درست ہوتا ہے
لیکن بلوغ کے ساتھ یا بلوغ کے بعد نکاح کا علم ہونے کے ساتھ ہی ان کو نکاح فتح کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔
لیکن اس کے ساتھ شرط ہے کہ قاضی ان کے نکاح کو فتح قرار دے)

حورہ:

العبدا لراحتی رقتہ و ریا القوی
ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی
مہجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....178﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک دختر نابالغ کا نکاح اس کے مائے باوجود ہونے باپ کے بغیر اجازت و بغیر رضامندی باپ کے ایک لڑکے سے کر دیا۔ اور باپ نے جس وقت معلوم کیا نارضا مندی ظاہر کر دی۔ اور لڑکی نے قہر بلوغ اس نکاح کو خود بھی منظور کیا۔ دختر نابالغ ہونا کرہ ہے۔ بس اس صورت میں شرما کیا حکم ہے؟

طالب علی قصبہ آذربائیجان

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

چونکہ پدر فاسد یعنی نابالغ بعد تر ہی اولیا ہے باوجود موجود ہونے باپ کے بولہبجہ نابالغ نکاح ہوا وہ ہرگز صحیح نہ ہو گا تا وقتیکہ باپ نابالغ کا اس نکاح کو جائز نہ رکھے اور اس نکاح سے رضامند نہ ہو۔ نیز اس واسطے کہ باوجود موجود ہونے ولی اقرب کے اگر ولی بعد نکاح کر دے تو اس نکاح کی صحت ولی اقرب کی رضامندی پر موقوف رہتی ہے۔

چنانچہ صفحہ ۳۰۰ جلد اول فتاویٰ مالگیریہ میں ہے:

وان زوج الصغير أو الصغيرة ابعد الاولياء فان كان الاقرب حاضرا و هو من اهل

الولاية توقف نكاح الابعد على ايجازته!

(ترجمہ: اگر چھوٹے یعنی نابالغ لڑکے یا چھوٹی یعنی نابالغ لڑکی کا نکاح ابعد ولی یعنی حقدار ہونے کی تہیہ کی رو سے دور کے ولی نے کر دیا تو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر ولی اقرب یعنی حقدار ہونے کی تہیہ کی رو سے

قرب کا ولی حاضر تھا اور وہ ولی ہونے کا اہل تھا تو ابعد ولی کا نکاح کر دینا ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔^۱

☆ ہاں البتہ اگر ولی اقرب اہل ولایت یوحید صغیر الحسن یا مجنون ہونے کے نہ ہوا اتنی دور پردیس میں چلا گیا کہ اس کے بلانے اور آنے تک کھوکھلے آدی جو پیام نکاح لایا ہے یا بھر درائے ولی اقرب دریافت کرنے تک فوت ہو جائے اور ہاتھ سے نکل جائے تو بے شک ولی ابعد کا کیا ہو سکتا ہے۔

كما في الصفحة المذكورة للعالم الجليل

وان لم يكن من اهل الولاية بان كان صغيرا او كبيرا مجنوناً جاز و ان كان الاقرب غائبا غيبة منقطعة جاز نكاح الابعد كذا في المحيط^۲

(ترجمہ: اور اگر اقرب ولی و اہل قرار پانے کا اہل نہ تھا مثلاً یہ کہ وہ خود نابالغ تھا یا نابالغ اور مجنون تھا تو ابعد ولی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اگر اقرب ولی نائب تھا اور اس کی غیبت منقطعہ تھی تو ابعد ولی کا نکاح کر دینا جائز ہے)

اقول و هكذا في جميع كتب الفقه

(ترجمہ: میں کہتا ہوں فقہ کی تمام کتابوں میں اسی طرح ہے)

و ايضا

(ترجمہ: اسی فتاویٰ عالمگیری میں ہے)

قال شمس الائمة السرخسي و محمد بن الفضل الاصح انه مقدر بقوات الكفو الحاضر الخاطب الى استطلاع رايه و هذا حسن كذا في النيين و عليه الفتوى كذا في جواهر الاخلاطی^۳

۱۔ ترجمہ الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۱ ایضاً

۲۔ الفتاویٰ العالمگیریہ مع اردو ترجمہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۰ المعکہ پریس شاع لاٹھمہ لاہور

۳۔ الفتاویٰ العالمگیریہ مع اردو ترجمہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۰ المعکہ پریس شاع لاٹھمہ لاہور

(ترجمہ: جنس الامراض السخسی اور محمد بن الفضل کا قول یہ ہے کہ اس حکم کے بموجب غیبت منقطعہ کی مقدار یہ ہے کہ اس نائب شخص کی رائے حاصل کرنے تک موجود کتبہ یعنی نکاح کا یہ نظام دینے والا موجود شخص جو کتبہ قرار پاتا ہے یا تجھ سے جا تا رہے گا اور یہ قول زیادہ اچھا ہے تبیین۔ اور اسی مذکورہ حکم پر فتویٰ ہے جو اہل اخلاطی۔)

مگر صورت سوال سے ظاہر ہے کہ باپ جو ولی اقرب ہے اولیٰ ولایت ہے اور نیز نائب غیر منقطعہ بھی نہ تھا۔ بوجہ جاہل رکھنے باپ کے نکاح مذکور قطعاً صحیح نہ ہوا۔ اور اگر باقرض و انعقد پر باپ کا عند انعقد نائب بغیبت منقطعہ ثابت بھی ہو جائے تو بدیں وجہ نکاح البعد صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو نائب کو کوادھ ہوتے ہی اختیار نکاح ہے کہ وہ جانے ہوئی ہے جب خون حیض دیکھے اسی وقت دو مائل بانٹ مسلمانوں کو کوادھ کر کے کہہ دے کہ میں ابھی بانٹ ہوئی ہوں اور ولی البعد کے نکاح کئے ہوئے کو فتح کرتی ہوں۔ میں اس نکاح سے راضی نہیں۔ بعدہ قاضی یعنی حاکم شریعت سے بغرض اختیار ظاہری حاکم عدالت سے حکم فتح نکاح حاصل کر کے پھر دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کر لے۔ لہذا بغیر حکم قاضی نکاح ہر گز صحیح نہ ہوگا کما فی صفحہ ۳۰۶ من العالم گیریت

وان زوجہما غیر الاب والجد فللکل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ وهذا عند ابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ و بشرط فیه القضاء۔^۲

☆ (ترجمہ: اور اگر ان دونوں کا نکاح باپ یا دادا کے علاوہ کسی ولی نے کیا تو ان میں سے ہر ایک کو بانٹ ہونے پر اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اس نکاح کو قائم رکھے اور چاہے تو فتح کر دے۔ یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے ہاں ہے اور اس میں یعنی خیار بلوغ سے نکاح فتح کرنے میں تضاد قاضی یعنی حاکم مجاز کا فیصلہ شرط ہے۔)

☆ اگر بعد اُنے حیض کے فوراً فتح نکاح پر دو کوادھ نہ کر لے گی اختیار فتح پھر باقی نہیں رہے گا۔ فتح قبل

-
- ۱۔ ترجمہ الفتاویٰ العالم گیریہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۱ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور
- ۲۔ الفتاویٰ العالم گیریہ مع ترجمہ از دو جلد ۶ صفحہ ۱۱۲ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور
- ۳۔ از دو ترجمہ الفتاویٰ العالم گیریہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۵ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور

غلوتی جگر و دخول ہوا ہے تو مرد بڑا مردہ زوج واجب نہ ہے گا اور یہ نکاح شل عدم نکاح سمجھا جائے گا۔

کما فی صفحہ ۳۰۵ من العالم گیریہ

و اذا وقعت الفرفة بخیار البلوغ إن لم یکن الزوج دخل بها فلا مهر لها و وقعت

الفرفة باختيار الزوج او باختيار المرأة كذا فی المحيطؑ

☆ (ترجمہ: جب خیاء بلوغ سے علیحدگی ہو کر اس کے خاوند نے اس عورت سے دخول نہ کیا تھا تو اس عورت

کے لیے کوئی مهر نہیں خواہ وہ علیحدگی خاوند کے خیاء بلوغ سے واقع ہوئی ہو یا عورت کے خیاء بلوغ سے واقع ہوئی

ہو چکی ہو۔)

حورہ: الحد الراجی

ابو محمد محمد بن اریطی الحنفی المتعفی

فی جامع اکبر آباد



۱۔ الفتاوی العالم گیریہ مع ترجمہ اردو جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور

۲۔ اردو ترجمہ الفتاوی العالم گیریہ جلد ۶ صفحہ ۱۲۱ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور

﴿فتویٰ نمبر 179﴾

سوال

مرد فاسق صالحہ کا کفو ہے؟

۱۹ اپریل ۱۹۱۶ء عیسیٰ

الجواب

مرد فاسق کفو صالحہ کا نہیں۔

المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



﴿فتویٰ نمبر 180﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے قسم کے ہوتے ہیں؟ اور وہ کن کن صورتوں میں ادا ہونے چاہیں اور کس طرح سے؟

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا

مہر کی تین قسمیں ہیں: ایک مہر مؤتہل، دوسرا مہر مقبل جس کو عرف میں حق مہر عند الطلب کہتے ہیں۔ تیسرا مہر مؤتہل اس کو کہتے ہیں جس کے پورا دینے پر زوجہ قبل طلاق شوہر کو مجبور نہیں کر سکتی۔ لہذا بعد طلاق اگر طلاق بعد دخول یا غلوٹ صحیحہ دی ہے پھر اپورا مہر لے سکتی ہے۔ اور بعد موت شوہر کے خواہ وہ قاتل شوہر قبل دخول یا غلوٹ صحیحہ ہو یا بعد دخول یا غلوٹ صحیحہ مال شوہر سے پورا وصول کر سکتی ہے اور اگر طلاق قبل دخول واقع ہو تو نصف مہر لے سکتی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۰۸ جلد ۱۷ لکھنؤ پریس ہے:

ومن سمي مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخل بها او مات عنها لانه بالدخول يتحقق تسليم المبدل و به بنا كذا البدل و بالموت ينهي النكاح نهائيه والشيء بانتهائه بنفرد و بنا كذا فبفرد بجميع مواجبه و ان طلقها قبل الدخول بها والخلوة فلها نصف المسمى!

(ترجمہ: جس نے دس روپے یا اس سے زیادہ جوہر مقرر کیا اس پر مقرر حق مہر لازم ہے۔ بشرطیکہ اس نے اس عورت

کے ساتھ جملہ کیا ہوا خاوند کی وفات ہوگئی ہو۔ کیوں کہ جہاں کے ساتھ مہمل کو سپرد کر دینا ثابت ہو جاتا ہے اور خاوند کی موت سے نکاح اپنی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور جب کوئی چیز انتہا کو پہنچ جائے تو وہ پختہ اور ناکیدی ہو جاتی ہے لہذا وہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ پختہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر جہاں اور غلطو سے صحیح سے نقل طلاق دے تو مقررہ کردہ ہر کا نصف عورت کو دیا جائے گا)

☆ اور ہر محل یعنی ہر عند الطلب اس کو کہتے ہیں جس کے دینے پر شوہر اہل محل ہو یا بعض عورت شوہر کو مجبور کر سکتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر شوہر عند الطلب ادا نہ کرے عورت کو حق حاصل ہے کہ شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دے اور جب تک شوہر ادا نہ کرے اس کے گھر رہنے سے اور جانے سے انکار کر سکتی ہے۔ اور نقل و حمل جہاں کہیں بھی رہے شوہر سے نان و نفقہ وصول کر سکتی ہے۔ یہ خلاف ہر مؤتمل کے کہ اس کو اگر شوہر ادا نہ کرے تو شوہر کے ساتھ جانے سے انکار نہیں کر سکتی اور اپنے پاس آنے سے منع نہیں کر سکتی۔ اور اگر شوہر کے گھر جانے سے انکار کرے گی تو جب تک شوہر کے گھر نہ آئے نان و نفقہ نہیں لے سکتی۔

چنانچہ صفحہ ۳۸۸ ہدایہ مطبوعہ مع الشرح ۱۱۱۸ھ میں ہے:

و للمراۃ ان تمنع نفسها حتى تأخذ المهر و تمنعه ان يخرجها ای يسافر بها ليتعين
حفظها فی البدل كما تعين حق التزوج فی المبدل فصار كالبيع و ليس للتزوج ان يمنعه من
السفر و الخروج من منزله و زیارة اهلها حتی یوقیها المهر کلها ای المعجل لان حق
الحیس لا استیفاء المستحق و ليس له حق الاستیفاء قبل الايقاء و لو كان المهر موجلا
ليس لها ان تمنع نفسها لا سقاطها حفظاً!

(ترجمہ: ہر کے وصول ہو جانے تک عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک لے۔ نیز خاوند کو باہر سفر پر لے جانے سے روک سکتی ہے تاکہ بدل یعنی ہر میں کا حق متعین ہو جائے۔ جس طرح کہ مہمل میں خاوند کا حق متعین ہے تو یہ عقد بیع کی مانند ہو گیا۔ مرد کو پورا ہر ادا کر دینے سے پہلے اختیار نہیں ہے کہ عورت کو

سفر سے، اپنے گھر سے باہر نکلنے سے اور اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کو روک دے۔ اس مہر سے مراد مہر مہر مہر ہے کیوں کہ مرد کو اپنا حق پورا حاصل کرنے کے لیے روکنے کا حق ہے۔ لیکن عورت کا حق ادا کیے بغیر اسے اپنا حق حاصل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر مہر مہر مہر ہو تو وہ اپنے آپ کو مرد سے روک نہیں سکتی کیوں کہ اس صورت میں خود عورت نے اپنا حق ساقط کر رکھا ہے)

☆ اور تیسری قسم مہر کی ہر مثل ہے ہر مثل اس کو کہتے ہیں کہ عند العقد مہر کا ذکر نہ کیا جائے یا ذکر کیا جائے مگر مقدار مہر کی نہ کی جائے یا اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر نہ دیا جائے گا یا ایسی چیز مہر میں مہر کی نہ کی جائے جو شرمال نہ ہو جیسے شراب یا سورقو اندریں صورت اگر طلاق بعد دخول دی جائے مہر مثل لازم ہوگا۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۵ ثانی مطبوعہ مصر میں ہے:

قال فی البدائع لو تزوجها علی ان لا مہر لہا وجب مہر المثل بنفس العقد
(ترجمہ: بدائع میں ہے اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کو مہر نہ ملے گا تو صرف عقد نکاح سے مہر مثل واجب ہو جاتا ہے)

وفی صفحہ ۲۲۰ من الہدایہ المصنوع مع الشروح الاربعہ:
و اذا زوج الرجل بنسہ علی ان یزوجه الآخر بنسہ او اخنہ لیکون احد العقدین
عوضاً عن الآخر فالعقد ان جائز ان و لكل واحدہ منہما مہر مثلہا۔
(ترجمہ: اگر کسی آدمی نے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کر کے دیا کہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس کے ساتھ کرے گا۔ اس طرح کہ دونوں عقد ایک دوسرے کے بدلے میں ہوں گے تو دونوں عقد جائز ہیں اور ان بیٹیوں میں سے ہر ایک کے لیے مہر مثل ہوگا)
قال صاحب العنایہ :

۱۔ رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ الہدایہ مع فتح القادر وغیرہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ مطبوعہ مصر

(ترجمہ: صاحبِ عنایہ نے فرمایا)

لانه مسمى ما لا يصلح صداقا و كل كان كذلك صح العقد فيه و وجب مهر

المثل كما اذا مسمى الخمر و الخنزير^۱

(ترجمہ: کیوں کہ ان دونوں نے ایسی چیز کو مهر قرار دیا جو مہر بننے کی کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور ہر وہ صورت جو ایسی ہو اس میں عقد درست ہوتا ہے اور مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اگر شراب اور خنزیر کو مهر مقرر کرے) اور مہر مثل کے یہ معنی ہیں کہ عورت کے باپ کے قبیلہ سے جو مہر اس کی بہنوں کا اور چھوٹی بہنوں کا اور چچی کی بیٹیوں کا ہو گا وہی مہر اس کا مقرر کیا جائے گا۔

كما في صفحة ۲۴۶ من العناية المطبوعة على هامش الهداية

اعلم ان مهر المثل يعتبر بعشيرة النسي من قبل ابها كالآخوات والعمات و بنات

الاعمام^۲

(ترجمہ: مہر مثل میں عورت کے اس خاندان کا اعتبار ہوگا جو اس کے باپ کی جانب سے ہوگا جیسا کہ بیٹھیں، چھوٹیاں اور چچا زاد بیٹھیں)

اور اس صورت میں اگر شوہر طلاق بعد الدخول دے یا دونوں میں سے کوئی مر جائے تو شوہر پر ادائیگی پورے مہر مثل کی لازم ہوگی اور بعد الموت شوہر کے مال سے پورا مہر مثل ادا کیا جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۳ شامی مطلوبہ مصرع میں ہے۔

استغنى الشيخ صالح بن المصنف من الخير الرملى رحمهما الله عما لو طلبت

المرأة مهر مثلها قبل الوطى او الموت حل لها ذلك ام لا فاجابه بما فى الزيلعي من ان

مهر المثل بسبب بالعقد ولهذا كان لها ان تطالبه به قبل الدخول فيناكدو بتقرر بموت

۱۔ العناية على هامش فتح القدير جلد ۲ صفحہ ۳۵۰ مطبوعه مصر

۲۔ العناية على هامش فتح القدير جلد ۲ صفحہ ۳۵۰ مطبوعه مصر

احدھما او بالدخول علی ما مرفی المهر المسمى فی العقد الخ و به جزم الکمال و ابن ملک و غیرهما و قد بسط ذلك فی الخبرین۔

(ترجمہ: مصنف علیہ الرحمہ کے بیٹے شیخ صالح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خیر الدین ربی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اگر عورت اپنا ہرشل وٹلی یا خاندان کی موت سے پہلے طلب کر سکتی کیا اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟ تو آپ نے ان کو جواب دیا کہ زبطی میں ہے کہ ہرشل صرف عقد نکاح سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا اس عورت کو دخول سے قبل اس کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ پھر وہ ہرشل زوجین میں سے کسی ایک کی موت یا دخول کے ساتھ موکد اور پختہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ یہ عقد نکاح میں مقرر شدہ ہر کے بارے میں گذر چکا ہے۔ علامہ کمال اور علامہ ابن ملک وغیرہا رحمۃ اللہ علیہم نے اسی پر جزم فرمایا ہے۔ فتاویٰ خیر یہ میں اس پر مہر طلاق فرمائی ہے۔ اور ایسی صورت میں اگر طلاق قبل الدخول یا قبل غلوت صحیح دے دی جائے تو ہر بالکل ساتھ ہو جاتا ہے اور بجائے نصف ہرشل کے متحدہ لازم ہو جاتا ہے۔ کمالی الدراختاری صفحہ ۳۶۲

و نجب منعة لمفوضة و هی من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطی و هی درع و عمار و ملحقة لا تزید علی نصفه ای نصف مهر المثل۔

☆ (ترجمہ: مفوضہ یعنی جس عورت کا نکاح ہر کے بغیر کیا گیا ہو اگر اسے وٹلی سے قبل طلاق ہو جائے تو اس کے لیے متحدہ طلاق واجب ہو جاتا ہے اور متحدہ طلاق ایک قمیص، ایک اوڑھنی اور ایک بڑی چادر ہوتی ہے۔ لیکن ان کی قیمت ہرشل کے نصف سے زیادہ نہ ہو)

مگر تارے یہاں تارے عرف کے موافق متحدہ میں ایک جوڑا دی گئے اور صاحب درمختار نے جو متحدہ کی تفسیر درں اور شمار اور ملحدہ کے ساتھ کی ہے وہ رواج کے موافق ہے۔

کما هو ظاهر من الشامی حیث قال و جمعه اللہ فی شرحہ فی صفحہ ۳۶۳ من الشامی

۱۔ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ الدر المختار علی ہامش رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

قال فخر الاسلام رحمه الله هذه في ديارهم اما في ديارنا فيزا د على هذا ازارو

مكعب كذا في الدر اية

ترجمہ: امام فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ان کے علاقہ کا حصہ طلاق ہے انارے علاقہ میں اس پر ایک
تہینہ اور ایک نقش و نگار والی چادر کا اضافہ کیا جائے گا

حورہ:

العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

محمد دینا علی الصغی الرضوی المجد دی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 181﴾

سوال

فقہ متنبیل کس طرح پر صحیح ہے؟ اور املا و معنی کیا ہوا؟ ماہ طور پر موبل کو جو یا علیہا واد بولتے ہیں یہ کیا ہے؟
 سائل: قاضی ہلال الدین ساکن ریاست دھول پور ضلع قاضی پازہ
 ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما

میر متنبیل ہنزہ کے ساتھ اس امر کو کہتے ہیں کہ جو رت قتل از طلاق یا قتل از موت شوہر اس کی ادائیگی پر مجبور نہیں کر سکتی۔ اور متنبیل اس کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی پر جب چاہے شوہر کو مجبور کر سکتی ہے۔ موبل کا مصدر تاجیل اور متنبیل کا متنبیل ہے۔

حورہ العبد الرانی رتہ ربہ

ابو محمد محمد علی اعظمی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 182﴾

سوال

جب کہ برضا مندی جائیں تو بعد از مہر محکم ہو چکی ہے تو اب قبل از ایجاب دہلہا سے یوں کہنا ضرور ہے یا نہیں کہ اس قدر مہر کی رقم تم کو منظور ہے؟

سائل: قاضی جمال الدین

ساکن ریاست دھول پور محلہ قاضی پاڑہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

ذکر مہر شرط جواز نکاح نہیں ہے۔ اگر بوقت عقد ذکر مہر محکم کر دیا جائے اور دہلہا سے اس کی قبولیت کا اقرار لے لیا جائے تو ویسے مہر لازم ہو جائے گا۔ اگر بلا ذکر مہر نکاح کر دیا جائے جب بھی نکاح ہو جائے گا مگر اندری صورت میں مشل لازم ہوگا۔ اگر مہر بیع نکاح تو اگر اس طرح بھی کیا جائے کہ عورت کہے کہ میں بلا مہر اپنے عہس کو تمہاری زوجیت میں دیتی ہوں۔ علیٰ ہذا کم از کم دو گواہوں کے سامنے مرد کہے کہ بلا مہر میں تم کو اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں۔ مگر مشل تو جب بھی بڑا مشورہ لازم ہو جائے گا اور نکاح بہر صورت منفقہ ہو جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۴۰۰ ہدایہ مع اشروح الامتہ مصری کے جلد سوم میں ہے۔

وبصحہ الشکاح وان لم یصح فبہ مہر لان الشکاح عقد انضمام و ازدواج لغہ فہم بالزوجین ثم المہر واجب شرعاً ابانۃ لشرف المحل فلا یحتاج الی ذکرہ لصحۃ الشکاح و کذا اذا تزوجھا بشرط ان لا مہر لھا لما بینا ۱۔

(ترجمہ: نکاح صحیح ہوتا ہے اگرچہ اس میں مہر کا نام تک نہ لیا جائے۔ کیوں کہ نفقت کی رو سے نکاح ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دینے اور جوڑا بنانے کو کہتے ہیں۔ لہذا یہ میاں بیوی کے ساتھ کامل ہو جاتا ہے۔ پھر مہر شرعی واجب ہے تاکہ محلِ عقد کی شرافت کو ظاہر کیا جائے۔ لہذا نکاح کی درستی کے لیے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اسی طرح نکاح درست ہوگا جب خاوند نے بیوی سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اسے کچھ مہر نہ ملے گا جیسا کہ ہم نے واضح کر دیا ہے)

حورہ: العبد الراغبی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الحسنی المنصی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 183﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ایک لڑکی کا نکاح ہوئے عرصہ سال کا گزرا۔ وقت نکاح میاں بیوی دونوں نابالغ تھے۔ حسب رضامندی والدین مہر موصول سنا پانچ سو روپیہ قرار پایا تھا۔ وہ لڑکی اس وقت یا جب اس کی خواہش ہو اپنا مہر مطلوبہ اپنے خاوند سے لے سکتی ہے؟ یا جب لڑکے میں دست نہ ہو تو لڑکے کے باپ سے بھی دعوٰی کر کے مہر مذکور وصول کر سکتی ہے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں شوہر صغیر ہر جو خود بھی صغیر تھا اور دونوں کا نکاح اور تعین مہر بلا ایت دونوں کے باپوں کے ہوا بعد البلوغ اور قسمل البلوغ تمام احکام نکاح کے اس زوج اور اسی زوجہ کی طرف مامد ہوں گے نہ کہ ان کے باپوں کی طرف۔ لہذا مہر مذکور شوہر صغیر یعنی صغیر کے باپ پر لازم نہ ہوگا۔ البتہ باپ یا کوئی اور اگر ضامن ادائیگی مہر ہو جائے گا بوجہ ضمانت ضرور ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہوگی نہ کہ بوجہ ولایت اور ماقہ نکاح و حلی تعین مہر ہونے۔

چنانچہ صفحہ ۲۲ جلد اول العقود الدریۃ میں ہے۔

وفی فتاویٰ شیخ الاسلام بحسب آفتندی جمع شیخ الاسلام عطاء اللہ آفتندی

نحت سوال

ولو زوج الاب طفله الصغیر امرأۃ بمہر معلوم لا یلزم المہر اباء الا اذا ضمنه و
قال مالک رحمہ اللہ و الشافعی رحمہ اللہ فی القدیم المہر علی الاب لانہ ضمن دلالة
باقدامہ علی النکاح مع علمہ انہ لا مال له ولا نکاح بدون المہر و قلنا الصداق علی من

اعخذ المساق بالاثر قاله علی رضی اللہ عنہ والشکاح لم یبدل علی ایفاء المهر فی الحال فلم یکن من ضرورته ضمان المهر و لان تسلیم المعقود علیه الی الزوج یوجب تسلیم البدل ایضا والعاقده مغیر کذا فی معراج الدرایة عن المبسوط ولا یخدش بالک ما فی شرح الطحاوی من ان الاب اذا زوج الصغیر امرأة فللمراة ان تطلب المهر من ابی الزوج فبودی الاب من مال ابنه الصغیر و ان لم یضمن الاب صریحا لانه محمول علی الطلب بالاداء من مال الصغیر لکونه فی بدو کما بنی عنه کلامه لانه محمول علی ان اقدامه علی الشکاح ضمان دلالة کما ذهب الیه الشافعی و مالک الخ اقول المسئلة فی الدر المختار من المهر ۱

(ترجمہ: اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح مقرر کر کے عرصہ کسی عورت سے کر دیا تو مہر کی ادائیگی باپ پر لازم نہ ہوگی۔ اگر اس صورت میں باپ مہر کی ادائیگی لازم ہوگی جب کہ وہ مہر کا ضامن بن جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قدیم قول میں فرمایا کہ مہر باپ کے ذمہ لازم ہوگا کیوں کہ اس نے باوجود اس علم کے کہ لڑکے کے پاس مال نہیں ہے اس کا نکاح کر دیا ہے۔ لہذا وہ والد اس کا ضامن ہوگا۔ اور مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق کہتے ہیں کہ مہر اس کے ذمہ ہے جس نے عورت کی پٹنڈی پکڑی۔ اور نکاح مہر کی فی النور ادائیگی پر دلالت نہیں کرتا۔ لہذا نکاح کے لوازم سے مہر کی ضمانت ثابت نہ ہوئی۔ کیوں کہ خاوند کو معقود علیہ پر کرنے پر اس کے بدل کو سپرد کرنا لازم آ جاتا ہے اور عقد کرنے والا یعنی باپ تو سفیر ہے۔ معراج الدرایہ میں مبسوط سے اسی طرح ہے۔ شرح غامدی میں مذکور یہ جزئیہ حیرے دل میں نہ ٹپکے کہ جب باپ اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کر دے تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کے باپ سے مہر کا مطالبہ کرے اور باپ اپنے نابالغ لڑکے کے مال سے (اگر اس کا مال ہو) مہر کو ادا کرے۔ اگرچہ باپ نے صراحت کے ساتھ مہر کی ضمانت نہ اٹھائی ہو۔ کیوں کہ نکاح کی یہ صورت

اس پر محمول ہے کہ عورت کے مطالبہ پر وہاں بیٹے کے مال سے ادا کرے گا کیوں کہ مال اس کے قبضہ میں ہے جس طرح کہ اس کے کلام سے ظاہر ہے۔ یہاں صورت پر محمول نہیں کہ باپ کا نابالغ کا نکاح کرنا دلالت کے اعتبار سے ضامن بنا ہے۔ جس طرح کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ درمختار کے باب ہر میں موجود ہے)

و فی صفحہ ۳۸۷ من الدر المختار المطبوعہ فی المصر مع الشامی

و لا بطلان الاب مہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فبطلان ابوہ بالدفع من مال ابنہ
لا من مال نفسه اذا زوجه امرأة الا اذا ضمنه علی العقد!

(ترجمہ: باپ سے اس کے نابالغ فقیر بیٹے کے ذمہ واجب مہر کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر لڑکا مالدار ہے تو باپ سے بیٹے کے مال سے ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا نہ کہ باپ کے اپنے مال سے جب کہ وہ اس کا نکاح کسی عورت سے کرے۔ ہاں جب بوقت عقد باپ غنیم بن جائے تو اس سے مطالبہ کیا جائے گا۔)

قال الشامی رحمۃ اللہ علیہ

قوله اذا زوجه امرأة مرتبطة بقوله و لا بطلان الاب الخ لان المهر مال يلزم ذمة

الزوج و لا يلزم الاب بالعقد اذ لو لزمه لما افاد الضمان شيئا فنفى

(ترجمہ: قولہ: جب باپ نابالغ لڑکا کا نکاح کسی عورت سے کر دیں اس کا مطلق اس مہارت سے ہے باپ سے مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ مہر وہ مال ہے جو عقد کے ساتھ زوج کے ذمہ واجب ہے نہ کہ باپ پر لازم ہے۔ کیونکہ اگر وہ باپ پر لازم ہے تو ضامن بننے کا کچھ فائدہ نہ ہے)

حروء: العبد الراعی رحمۃ ربہ الفقہی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی، کبھی مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲، صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار: جلد ۲، صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر..... 184﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ جس وقت لڑکی کا عقد ہوا تھا اس وقت لڑکی کی عمر ۷ برس تھی۔ اب اس کے عقد کو چھ برس کا عمر ہو گیا ہے۔ لڑکی عقد کے بعد سے چھ برس برابر اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی رہی۔

اب قریب دو برس سے لڑکی کے والدین نے لڑکی کو روک لیا ہے۔ اور لڑکی کے والدین لڑکی کو انگریزی اردو کی تعلیم کے لئے اسکول بھیجتے ہیں۔ لڑکی کا شوہر چاہتا ہے کہ میری زوجہ کو انگریزی اردو کی تعلیم نہ دی جائے۔ سوائے قرآن شریف کے اور ضروری مسائل دینیات کے انگریزی وغیرہ کی تعلیم نہ دلائی جائے۔ میں انگریزی کے سخت خلاف ہوں۔ لڑکا دو برس کے درمیان میں اپنے سرال برابر آتا جاتا رہا۔ اب جبکہ لڑکے نے اپنی زوجہ کو اپنے سرال والوں کو انگریزی اردو تعلیم دینے سے منع کیا تو لڑکی کے والدین نے اس کے شوہر کو اپنے مکان پر آنے سے روک دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کی تعلیم وغیرہ کا احتیاج اس کے شوہر کو ہے یا لڑکی کے والدین کو؟

۲۷ جون ۱۹۱۸ء

رجیم بخش ساکن وزیر پورہ آگرہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد ادا کر دینے میں مہل کے جس کو فی زمانہ ہر عند الطلب کہتے ہیں شوہر کو اختیار ہے جہاں خود ہے وہاں اپنی بیوی کو رکھے۔ علیٰ حد اگر مہل نہ ہو بلکہ میر مہل ہو جب بھی شوہر کو اختیار ہے کہ جہاں خود ہے وہاں اپنی منکوحہ کو رکھے۔ البتہ قبل ادا ہر مہل یعنی ہر عند الطلب عورت کو اختیار ہے کہ شوہر کے ساتھ نہ جائے اس کو اپنے پاس آنے سے منع کر دے۔ چنانچہ صفحہ ۲۳۸ - صفحہ ۲۵۵ ہدایہ مطبوعہ مصر مع الشرح الاصل میں ہے:

و لبس للزوج ان يستعها من السفر والخروج من منزله و زيارة اهله حتى يوفيهها
المهر كله۔^۱

ترجمہ: خاوند نے جب تک پورا مهر نہ دیا ہو تو اپنی بیوی کو سفر کرنے، گھر سے نکلنے اور اپنے رشتہ داروں کی
ملاقات کرنے سے نہیں روک سکتا۔

و اذا افاحها مهرها نقلها الى حيث شاء لقوله تعالى اسكنوهن من حيث مسكن من
وجدكم۔^۲

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی کو پورا مهر ادا کر دے تو وہاں سے جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ان کو وہاں بٹھراؤ جہاں تم خود بٹھریں اپنی استطاعت کے مطابق۔

لہذا بعد اداءِ مہرِ مفجل اور بصورتِ مہر کے موصول ہونے کے بجز اپنا حق قرض وغیرہ وصول کرنے کے کیا
دوسرے کا حق قرض وغیرہ ادا کرنے یا ہر جمعہ کو اپنے والدین سے ملنے کے یا سالانہ اپنے محرم بھائی، چچا، ماموں
وغیرہم کے ملنے بقدر ضرورت یا اجازت شوہر کے کہیں نہیں جاسکتی۔ اور علاوہ امور مذکورہ اگر محرم اجنبیوں
کے گھر عیادت یا شادی میں جانے کی شوہر اجازت دے بھی دے اور وہ چلی جائے تو میاں بیوی دونوں گنہگار
ہوں گے۔ چنانچہ صفحہ ۳۹۰ درجیتا مطبوعہ مصر علیہا

فلا تخرج اللاحق لها او عليها او لزيارة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة
او لكونها قابلة او غاسلة لا فيما عدا ذلك و ان اذن كانا عاصبين۔^۳

ترجمہ: عورت مہر کا مل طور پر وصول کر لینے کے بعد گھر سے اپنا حق وصول کرنے یا کسی کا حق ادا کرنے یا ماں
باپ کی ہر جمعہ ملاقات کرنے یا ہر سال اپنے محرم رشتہ داروں کی ملاقات کے بغیر نہیں نکل سکتی ہے۔ اسی طرح

۱۔ الہدایہ مع فتح الفقیر وغیرہ: جلد ۲، صفحہ ۴۷۴ مطبوعہ مصر

۲۔ الہدایہ مع فتح الفقیر وغیرہ: جلد ۲، صفحہ ۴۷۴ مطبوعہ مصر

۳۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲، صفحہ ۴۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

اگر وہ دایہ ہو یا قفل دلانے والی ہو تو بھی اس کے لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ ان کے علاوہ باقی امور کے لیے باہر نہیں نکل سکتی اور اگر مرد اسے اور کاموں کے لیے نکلنے کی اجازت دے گا تو دونوں گناہ گار ہوں گے)

قال الشامی

(قوله فیما عدا ذلک) عبارت ففتح و ما عدا ذلک من زیارة الاجانب و عبادتهم

والولیمة لا باذن لها ولا فخر ج!

(ترجمہ: قولہ: عورت و غیر امور کے لیے نہیں نکل سکتی جیسا کہ اجنبی غیر محرموں کی ملاقات ان کی بنیاد پر ہی اور ولیمہ کے لیے نہیں جا سکتی۔ تاہم اسے ان کی اجازت نہ دے اور نہ ہی وہ ان امور کے لیے گھر سے باہر جائے)

اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ علاوہ امور مذکور حج فرض کے واسطے اگر اپنے کسی محرم باپ بھائی وغیرہ کے ساتھ ہو اور ماں باپ اگر سخت بیمار یا کوئی ان کا خدمت گزار بجز اس بیٹی کے نہ ہو تو ان کی خدمت کے واسطے یا کوئی ایسا ہی سخت حادثہ گھر میں ہی پیدا ہو مثلا آگ لگ جائے یا چور گھس آئیں اور بے حرکتی یا جان کا خوف ہو جب بھی بلا اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلے کثر قول درمیانہ فلا فخر ج میں جائز تحریر فرماتے ہیں۔

☆ اور صورت مسئلہ میں اول تو ظاہر ہے کہ بعد پانچ ہونے لڑکی کے بھی شوہر کو زوجہ کے پاس آمد و رفت سے زوجہ کی جانب سے ممانعت ہے اور اب تک ہے۔ بلکہ لڑکی کے والدین کی جانب سے یہ ظم ہے جائے۔ لہذا اگر نکاح نامہ ہو والدین دے راویا علاوہ باپ کے ہوتا جب بھی حتیٰ فتح ساتھ ہو چکا۔ مگر یہاں تو بمقتضائے سوال والدین باپ نکاح نامہ ہوا ہے جو کسی طرح حتیٰ فتح نہیں ہو سکتا۔ لہذا اسکول وغیرہ میں لڑکی نہ اپنی خوشی سے جا سکتی ہے نہ لڑکی کے والدین کو بلا اجازت شوہر اسکول وغیرہ میں بھیجے کا اختیار۔ اور اگر شوہر بھی تحصیل انگریزی وغیرہ کے واسطے کہ جہاں جانے سے فی زمانہ حال کر سرد کر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں خود مریے دنیا بے دین ہو

جاتی ہیں۔ اسکول وغیرہ میں جانے کی اجازت دے دے گا اور عورت اسکول میں جائے گی تو میاں بیوی دونوں
 بموجب رولز مذکور درجہ کارگاہوں گے۔ لڑکی کے ماں باپ کو تو لڑکی پر ایسی تکلیف پہنچا دینے کا کچھ بھی
 اختیار نہیں۔

حردہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ ارضوی لکھی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 185﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر جس کو مارضہ سل و دق کا تھا بغیر اطلاع ایک شخص سے نکاح کر دیا اور چڑھاوا زور و غیرہ جو مستحار دیا جاتا ہے وہ لے لیا۔ اب دختر اس کی اسی مرض میں قبل از رخصت مر گئی۔ ایسی صورت میں شرعاً مطالبہ ہر کار شدہ داران دختر کو پہنچتا ہے یا کیا؟ اور یوچاس دھوکہ کے کہ مریدہ سل کو تندرست کہہ کر نکاح کر دیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ وزیر خان صاحب کڑہ اگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

سل دق جذام برص جنوں وغیرہ کوئی مرض بموجب قول مختار شیخین خصوصاً اس حالت میں تو باتفاق بموجب فتح نکاح قرار نہیں دیا جاسکتا کہ بموجب فتویٰ ہر ہو سکے۔ چنانچہ صفحہ ۳۳۱ ہدایہ میں ہے۔

و اذا كان بالزوجة عيب فلا خيار للزوج وقال الشافعي ترد بالعيوب الخمسة و هي الجذام و البرص و الجنون و الرق و القرن لانها تمنع الاستبراء حتما او طبعاً و لنا ان فوت الاستبراء أصلاً بالموت لا يوجب الفسخ فاختلله بهذه العيوب أولى و هذا لأن الاستبراء من الثمرات والمستحق والنمکن هو حاصل!

(ترجمہ: اگر بیوی میں عیب ہو تو خاوند کو اختیار عیب حاصل نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پانچ عیوب ایسے ہیں جن کی بدولت بیوی کو واپس کر دیا جائے گا اور وہ عیب یہ ہیں۔ (۱) جذام (۲) برص (۳) پاگل

ہیں۔ (۴) عورت کی شرمگاہ میں رفق ہونی جن کا مقام موجود نہ ہو صرف چھٹاب کرنے کی جگہ موجود ہو۔
 (۵) عورت کی شرمگاہ میں قرن ہونی یعنی بڑھا ہوا گوشت یا پڈی وغیرہ ہو جس کے باعث ہمارا نہ ہو سکے۔ کیوں
 کہ یہ عیب عورت سے حق وصول کرنے میں حسی یا طبعی طور پر مانع ہوتے ہیں۔ ہم ان کے جواب میں کہتے ہیں
 کہ کمال طور پر عورت سے حق کی وصولی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتی ہے اور موت سے نکاح فتح نہیں ہوتا تو
 ان عیب کی موجودگی بدرجہ اولیٰ فتح نہ ہوگا۔ اور حق کا وصول کرنا نکاح کے ثمرات سے ہے اور جس چیز کا اسے
 استحقاق ہے اور قدرت حاصل ہے۔

قال فی شرحہ الکتابۃ

(ترجمہ: اس کی شرح کتابیہ میں فرمایا:)

قوله: ولنا ان قنات الاستیفاء اصلا بالکلیۃ بالموت لا یوجب القسح حتی لا

یسقط شی من مہر ہا۔

(ترجمہ: قولہ: ہماری دلیل یہ ہے کہ کمال طور پر عورت سے حق کی وصولی موت کے ساتھ منقطع ہوتی ہے اور اس
 سے نکاح فتح نہیں ہوتا حتیٰ کہ مہر کا کوئی حصہ اس سے ساتھ نہیں ہوتا)

حالانکہ جن کے نزدیک استیفاء جمع ہے مذکور ہے ان کے نزدیک بھی سقوط مہر بعد موت فتح ہوتا ہے
 نہ کہ قبل فتح ہے اور جب قبل فتح زوجہ مذکور ہوگی مہر کمال لازم ہوگا۔

کما فی صفحہ ۲۰۸ من الہدیۃ المذکورۃ:

و من سمی مہرا عشرة فما زاد فقلیۃ المسمی ان دحل بها او مات علیا لانہ

بالدخول یتحقق تسلیم العیدل ونہ یتاکد البذل و بالموت یتنہی التکاح تنہایہ والشی

بالتنہایۃ یتقرر و یتاکد فیتقرر یجمع مواجہۃ۔

۱۔ الکتابۃ شرح الہدیۃ علی هامش فتح القدر جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ مصر

۲۔ الہادیۃ: جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ مکیہ شرکت علمیہ ملتان

☆ (ترجمہ: جس شخص نے میری درہم یا اس سے زیادہ مقرر کیا اس کے ہم مقرر کردہ ہر واجب ہے بشرطیکہ اس مرد نے عورت سے جماع کیا ہو یا عورت کو چھوڑ کر مر گیا ہو کیوں کہ جماع کے ساتھ مبدل کی پردگی ثابت ہو جاتی ہے۔ نیز موت سے نکاح اپنی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور شہنی انتہا کو پہنچ جانے سے ثابت اور پختہ ہو جاتی ہے لہذا وہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ پختہ ہو جاتی ہے)

قال ابن حمام رحمه الله في شرحه المسمى بفتح القدير

(ترجمہ: امام ابن حمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدير میں فرمایا جو کہ اس کی شرح ہے)

قوله (و الشئ بانتهائه بطور) لان انتهاء عبارة عن وجود جماعه فيستعطف مواجبه

السمكن الزامها من المهر والارث والنسب بخلاف النفقة ويعلم من هذا الدليل ان موتها ايضا

كذلك فالاقصار على موته اتفاق ولا خلاف للاربعة في هذه سواء كانت حرة او امهراً

(ترجمہ: قولہ اور شہنی انتہا کو پہنچ کر پختہ ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ شہنی انتہا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے کمال وجود کے ساتھ موجود ہے۔ لہذا اس کے بعد تمام لوازمات ثابت ہو جائیں گے جن کا لازم کرنا ممکن ہو۔ مثلاً مہر وراثت اور نسب بخلاف نفقہ کے اس واسطے سے معلوم ہوا کہ بوی کے مرنے کی صورت میں یہی حکم نافذ ہے لہذا امر کی موت کی قید اتفاق ہے۔ اس بارے میں ائمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عورت خواہ آزاد ہو خواہ غلام)

وفي صفحة ۳۵۶ من الدر المختار المطبوعة مع الشامي في المصمر

ونسب العشرة ان سماها او دونها و يجب الاكثر منها ان سمي الاكثر ويتاكد

عند وطن او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما فقط۔

(ترجمہ: میری درہم واجب ہوگا اگر کسی درہم یا ان سے کم مقرر کیا اور اگر زیادہ مقرر کیا تو زیادہ مقرر کردہ واجب ہو جاتا ہے۔ اور یہ جماع یا خانہ کی جانب سے غلوت صحیحہ یا مایاں بوی دلوں میں سے کسی ایک کی موت سے پختہ ہو جاتا ہے)

۱۔ فتح القدير : جلد ۲ : صفحہ ۳۳۸ المطبعة الكبرى الاميرية مصر

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۱۷۰۱۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اور صحیح نکاح میں کسی شرط عند انعقد کا بعد از نکاح نہ پایا جاتا تھا نکاح نہیں ہوتا خصوصاً نہ پایا جاتا شرط صحت و تندرستی کا عورت میں علی حد امر میں بجز مرض مقلوب الذکر ہونے یا نامرد ہونے یا نفی ہونے کی۔

چنانچہ صفحہ ۲۹۰ تا ۲۲۷ جلد دوم فتاویٰ عالمگیریہ مطبوع مصر میں ہے:

و لا یثبت فی النکاح خیار الرویة والعیب والشروط سواء جعل الخیار للزوج او للمرأة او لهما ثلاثة ایام او اقل او اکثر حتی انه اذا فعل ذلك فالنکاح جائز اذا كان العیب هو الحب والخصاء والعنة فان المراد بالخیار و هذا عند ابی حنیفة و ابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ هکذا فی شرح الطحاوی فاذا شرط احدهما لصاحبه السلامة عن العمی والشلل والزمانة او شرط صفة الجمال او شرط الزوج علیها صفة البکاره فوجد بخلاف ذلك لا یثبت له الخیار.

(ترجمہ: نکاح میں خیاردیعت، خیاریعوب اور خیارشروط ثابت نہیں ہوتا۔ خواہ خیامرد کے لیے ہو یا عورت کے لیے یا دونوں کے لیے رکھا گیا ہو خواہ یہ خیارتین یا ان سے کم یا ان سے زائد دونوں کے لیے سب صورتوں میں یہی حکم ہے۔ اگر کسی نے یہ خیار بوقت نکاح لگایا تو نکاح درست ہے (اور خیار باطل) بٹا اور جب عیب آلہ تناسل کا کٹا ہوا ہو یا نفی ہوتا نامردی ہو تو عورت کو اختیار ہے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ شرح طحاوی میں اسی طرح ہے۔ جب زوجین میں سے کسی نے دوسرے کے لیے اندھے پن، مقلوب ہونے، کپاچ ہونے سے سلامت کی یا حسین ہونے کی شرط لگائی یا فائده نے عورت پر بیکارہ ہونے کی شرط لگائی پھر ان شرطوں کے خلاف پایا تو دوسرے کے لیے خیار ثابت نہ ہوگا)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دینار علی المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 186﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حندہ کا نکاح زید کیساتھ بوجہ سفلیت تین سو روپیہ ہر کے ہوا تھا اب حندہ کا قبل رخصت بلا حصول غلوت مجبور زید کے ساتھ انتقال ہوا۔ اندریں صورت بذمہ زید کل مہر واجب ہوگا یا نصف؟ اور جو زید پر ہندہ کو شوہر کے باپ نے اور حندہ کے باپ نے وقت نکاح حسب دستور پہنا دیا تھا وہ کس کا قرار دیا جائے گا؟ اور بعد موت ہندہ ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ حندہ نے یہ وارث چھوڑے ہیں۔ زوجہ ام اب تمین بھائی ایک بہن۔

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بوجہ مہر جانے حندہ کے بذمہ زید شوہر حندہ کے کل مہر واجب ہوگا۔ اس واسطے کہ جیسے بعد غلوت مجبور کل مہر واجب الا را ہو جاتا ہے۔ زوجین میں سے کسی ایک کے مرنے سے بھی کل مہر بذمہ شوہر لازم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۳ جلد ثانی الجوہرۃ الثبیرۃ میں ہے

وان سمي عشرة فعاد قلها العسمی ان دخل بها او مات عنها وحکذا اذا ماتت

هي قلها العسمی!

(ترجمہ: مہر اگر دس درہم اور جو اس سے زائد مقرر کیا تو عورت کو مقرر کردہ مہر ملے گا اگر اس نے اس کے ساتھ غلوت اختیار کی یا اس کو چھوڑ کر مر گیا۔ اور اسی طرح اگر عورت مر جائے تو بھی وہ مقرر کردہ مہر کی حق دار ہے۔)

وہكذا في صفحه ۲۰۹ من الجزء الثالث لفتح القدير!

☆ لہذا کل ہر مبلغ تین سو اور جو زور مندہ کے باپ کا پینا یا ہوا یا شوہر کا یا شوہر کے باپ کا اگر وہ عرف میں مندہ کی ملک مانا جاتا ہو تو سب ملک مندہ قرار پا کر اس طرح ورثہ میں تقسیم ہوگا کہ کل مال مندہ کے چھ (۶) حصہ کر کے تین (۳) حصہ زوج کو ملیں گے اور ایک حصہ ام کو اور باقی دو حصہ باپ کو اور موجودگی باپ میں بہن بھائی کو کچھ نہیں ملے۔

صورندہ ہكذا

مندہ مسئلہ ۶

میت

زوج ام اب اخ اخ اخ اخ

۳ ۱ ۲ ۴ ۵ ۶ ۷

☆ اور جو زور عرف میں مندہ کا نہ ہوگا بلکہ عرف میں زوجہ نواح ماریہ پینا دیا جاتا ہوگا تو وہ جس نے ماریہ پینا یا تھا اس کو مل جائے گا۔ اور باقی بطریق مذکور تقسیم ہو جائے گا۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ رب

ابو محمد محمد دیر علی المفتی فی

جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 187﴾

سوال

ایک عورت کی آشنائی کسی مرد سے ہے۔ اور اس کے شوہر کو بھی معلوم ہے کہ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل: از آگرہ

۲۵ مارچ ۱۹۶۲ء

الجواب

ایسی صورت میں شوہر زوجہ کو ہدایت کرے۔ اگر نہ مانے تو طلاق دے دے۔ اور اگر محبت رکھتا ہو اور طلاق نہ دے تو اپنے پاس رکھے۔ اس طرح حدیث شریف میں ہے: **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُ اَحْكَمُ**
 کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



۱۔ حضرت مفتی علامہ دراز رحمہ اللہ کا شمارہ ٹاپو ریلیڈ میں حدیث شریف کی طرف ہے۔

عن قبيط بن صير قال قلت يا رسول الله إن لي امرأة في لسانها شيء يعني البذاءة قال طلقها قلت إن لي معها ولدا وليها صحبة قال فمرها بقول غطيا فإن بك فيها غير فسفيل ولا تضربن ظميتك ضربة كضربة أميتك
 (رواہ ابو داؤد)

مشکوٰۃ العصابیح : صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۲ * مطبوعہ مکتبہ امجدیہ ملتان

(ترجمہ) حضرت قبط بن صیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے اس کی زبان میں جنس کوئی پائی پائی جاتا ہے۔ نے فرمایا اے طلاق دے۔ میں نے عرض اس کا من سے میرا ایک بچہ ہے اور وہ کچھ عرصہ میرے ساتھ رہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا اے حکم وہ آپ کا قصود یہ تھا کہ اسے صحبت کرو۔ اگر اس میں کچھ بھڑکی ہو تو قبول کر لے گی اپنی بیوی کو اس طرح ہرگز نہ مار جس طرح تم اپنی لڑکی کو مارتے ہو)

محمد علیہ السلام بن تہجدی علیہ السلام



طلاق

﴿فتویٰ نمبر 188﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو چار مردوں کے سامنے طلاق دی۔ اب زید انکار کرتا ہے تو اب عنداشرع زید کی زوجہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب جلد مناسبت فرمایا جائے اور بحوالہ کتب اہلسنت والجماعت دیا جائے۔

۳ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدنی علماً

اگر زید کا اپنی بیوی کو طلاق کر کے اس طرح کہنا ثابت ہو جائے کہ میں نے تجھے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ جب تک ایام عدت (یعنی) تین حیض نہ گزر جائیں مرد کو اختیار ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ راضی ہو کہ دو آدمیوں کو کوہا کر کے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق کے قول سے رجوع کیا یا بنیت رجعت اس سے پوس و کنارا یا ہم بہتر ہو لے تو وہ عورت بلا نکاح جدید اس کے نکاح میں رہے گی۔

اور اگر بعد طلاق تین حیض گزر جائیں تو پھر طلاق بائن ہو جائے گی۔ اندریں صورت ہر ضامندی عورت اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے چنانچہ صفحہ ۲۷۷ جلد اول فتاویٰ ہندیہ میں ہے

الطلاق الصریح و هو کانت طالق و مطلقہ و طلفک و نفع و احدہ رجعة و ان

نوی الاکثر أو الابانة أو لم بنو شبا کذا فی الکنز

(ترجمہ: طلاق صریح وہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو کہے تجھے طلاق ہے۔ یا کہے تجھے طلاق دی گئی ہے یا کہے میں

نے تجھے طلاق دی۔ ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اگرچہ وہ ایک سے زائد کی نیت کرے یا بائن طلاق کی نیت کرے یا کچھ بھی نیت نہ کرے۔ (کنز)

☆ اگر تین دفعہ اس سے یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ اور اس کے ساتھ تہا کسی مکان میں یا مائے رہ چکا تھا یا ولی کر چکا تھا تو اس پر تین طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب بعد امتضاۓ ایام عدت تا وقتیکہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس سے بے سہر نہ ہو لے اور پھر وہ شوہر اگر طلاق دے جب تک اس کے ایام عدت نہ گزریں شوہر اول سے وہ ہرگز نکاح جدید نہیں کر سکتی۔ اور شوہر اول بدون اس طریق کے بلا

اس کی رضامندی کے اس کو اپنے نکاح میں نہیں لاسکتا چنانچہ آیہ کریمہ:

فان طلقھا فلا تحل لہ منہ یمتغذ حنی نکح زوجا غیرہ را

(ترجمہ: اگر اپنی بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہتی جب تک کہ دوسرے عاقد سے نکاح نہ کر لے)

☆ اس امر پر شلہ عدل ہے اور اگر بعد طلاق وہ طلاق دینے سے قلعہ انکاری ہے اس کے ثبوت کے لیے ایسے دو گواہ مادل مسلمانوں کے یا ایک مادل مسلمان اور دو عورت مادلہ مسلمہ کی ضرورت ہے کہ وہ ہر دو عورت دونوں کو پہنچانے ہوں اور پہنچان کر اس طرح گواہی دیں کہ ہم اس مرد کو پہنچانے ہیں اور اس عورت کو پہنچانے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے اسی نے اس عورت کو طلاق دی تھی۔ اگر ایسے گواہ گزر جائیں بلاشبہ طلاق ثابت ہو جائے گی۔ اور بغیر گزرنے ایسے دو گواہوں کے دعوی طلاق ثابت نہیں ہو سکتا۔

حورہ: العبد الرأی رقتہ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر اہل الرضوی، المحلی مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 189﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے ناراض ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دی۔ نیز اس خیال سے کہ دھری عورت سے نکاح کرے۔ جس عورت کو اس نے طلاق دی ہے اس کے شکم سے دو لڑکیاں عورت مذکور کے پاس موجود ہیں ایک نابالغ ایک شیرخوار۔ ایسی حالت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟ شخص مذکور اب بھی طلاق دینے کا اقراری ہے اور اعلان بھی کر چکا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔ نیز صرف مہر ہی دینا ہو گا یا مان و نقد بھی؟

۳ جمادی الاول ۱۴۲۶ھ

سید محمود آزاد بھادر بندیل کھنڈ

متصل ایجنسی چھاؤنی لوگاؤں برہمکان میر صاحب سید احمد

الجواب

وهو الموفق للصواب

اللهم رب زدنی علما

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کسی بھی حالت میں خواہ اس سے اولاد ہو یا نہ ہو ایک بچہ بھی نہ ہو خواہ انیس بیس بچے ہوں خواہ زائد ہوں ایک پارہ دے کہہ دے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی یا تو مطلقہ ہے تو قصداً کہے یا خواہ غشی سے کہے خواہ قصہ سے کہے اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

كما في صفحة ٢٠ من الهداية المطبوعة في مطبع نول كشور:

الطلاق على ضربين صريح و كتابه فالصريح قوله انت طالق و مطلقة و طلفتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي ولا يفتر الى التوبة و كذا اذا نوى الابانة ولو نوى الطلاق عن وثاق لم يدين في القضاء ولا يقع به الا واحدة و ان نوى اكثر من

ذلک انتھی مختصراً بقدر الحاجة!

☆ (ترجمہ: طلاق کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صریح (۲) کنایہ۔ صریح جیسے کہ یوں کہے تو طلاق واپس ہے۔ طلاق یافتہ ہے۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ ان الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں۔ اور اسی طرح اگر ان الفاظ سے عورت کو پائے کرنے کی نیت کرے تو بھی رجعی واقع ہوگی، اور اگر قید سے رہائی دینے کی نیت کرے تو قضاء میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اس سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ اس سے زیادہ کی نیت کرے)

حکم اس طلاق کا یہ ہے کہ وہ اگر تین حیض آنے سے پہلے جو ایام عدت ہیں، جن میں کسی دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی، خود اپنا نکاح دیکھنا چاہے دو گواہ کر کے کہہ دے کہ میں نے اپنے قول سے رجوع کیا یا اس سے ہم بستر ہو یا بوس و کنار ہو، لے تو پھر وہ اس کی بیوی رہتی ہے۔ دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں۔ البتہ اگر تین حیض گزر جائیں بلاشبہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر پہلے شوہر سے چاہے اس سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔

☆ دو طلاق تک اگر پائے بھی دے دیں اس کی خوشی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ مگر تین طلاق کے بعد پھر جب تک وہ عورت بعد از انقضائے عدت دوسرے شخص سے نہ نکاح کر کے اور اس کے ساتھ ہم بستر نہ ہو لے اور پھر وہ اگر طلاق دے دے تو اس کی عدت کے بعد اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره^۱

(ترجمہ: دو طلاق دے پکڑنے کے بعد اگر خاوند مزید ایک اور طلاق اسے دے دے تو وہ بیوی اس خاوند کے لیے حلال نہیں رہتی جب تک کہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے)

۱۔ الہدایہ مع فتح القدیر وغیرہا : جلد ۳ صفحہ ۲۸۸۳ مطبوعہ مصر

۲۔ الفرقان الحکیم : سورۃ البقرہ : آیت : ۲۳۰

اور اگر وہ لوگوں سے بار بار یہی کہتا رہا ہے کہ ”میں نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی ہے“ تو وہی ایک طلاق رہے گی۔

اور اگر اس نے کئی دفعہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا طلاق دیتا ہوں تو حق طلاق ہو جائیں گی۔ پھر دونوں صورتوں میں ایام عدت میں شوہر پر نان و نفقہ بھی عورت کا لازم ہے۔ اور دائیگی مہر بھی بذمہ شوہر لازم ہے۔ بعد گزرنے عدت کے بچہ ہر کے کچھ نہیں دیا جاتا۔ پھر عورت کو احتیاء رہے جس سے چاہے نکاح کر لے۔ ختم

حورہ: العبد الراجی
ابو محمد محمد دیہ اولیٰ المصنفی
فی جامع اکبر آباد



نوٹ: سوال و جواب نہیں ہو سکا۔

وهو الموفق للصواب

اللهم رب زدني علما

جب مرد نے اس عورت سے یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھے (تمہارا) طلاق دی یا کوہوں کے سامنے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو (تمہارا) طلاق دی اور اس کے (بعد) پھر اگر لگ ہوئے نہیں اور اس امر کے مسلمان مادل دو کو اہم موجود ہیں اور زمانہ عدت کو گزرے ہوئے بھی چھ سات برس ہو گئے ہیں تو وہ طلاق جائز ہو گئی اور بلا تکلف بصورت ثبوت طلاق و انقضاء عدت اس کا نفاذ دوسرے شخص کے ساتھ صحیح ہو گیا اور دوسری زوج اول شرعاً مکمل جائز اور ناقابل سماعت سے خطا

حرره العبد الراغب رتبة رب القوي

ابو محمد محمد ديدار علي النجفي الموسوي

المفتی فی جامع اکبر آباد



۱۔ قوسین میں اضافہ مرتب کی طرف سے ہے۔ فتویٰ کے رد میں نہیں ہے۔

محمد طہسدار بن قاسم چندی غنی ع

﴿فتویٰ نمبر 191﴾

سوال

حامداً ومصلياً

علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی (کو بیوہ) فاحشہ ہونے کے طلاق مغلطہ دی۔ اور وہ عورت ایک سال یا دو سال زنا کاری میں مشغول رہی۔ اب وہ عورت تو بہ کرتی ہے۔ اور اس کا شوہر پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے اور اس عورت نے کسی کے ساتھ نکاح نہیں کیا مثل حالہ وغیرہ کے۔ اب نکاح اس طلاق دینے والے کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟۔ بموجب قرآن وحدیث کے بیان کیجئے۔

کریم بخش ٹونڈلہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورتِ مسئلہ میں اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلطہ اس طرح سے دی تھی کہ میں نے تجھ کو طلاق دی طلاق دی اور بعد نکاح و محاسن سے ہم بستری بھی ہو چکا تھا تو اس کے نکاح میں بغیر حالہ کے نہیں آ سکتی۔ اور اگر اس نے ایک یا دو طلاق دی تھی تو اس سے تو یہ کرا کر نکاح کر سکتا ہے بلکہ بیوہ تو یہ کرانے اور فعل بد چھوڑنے کے مستحق ثواب ہوگا۔ حکذاً مظاهر من کتب الحدیث والفقہ

ابو محمد محمد دیرعلی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 192﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ محمد صدیق نے ایک خط بنام نظیر الدین اپنے خسر کو بھیجا کہ میں نے اپنی بیوی سماعت خٹکین کو طلاق دیا طلاق دیا خٹکین کو طلاق دیا۔ تین مرتبہ۔ اور یہ خط ردشری کر کر بنام اپنے خسر کو بھیج دیا۔ پھر جب خود آیا اور برادری کے لوگوں نے اس سے بچایت میں پوچھا کہ کیا یہ خط تو نے ہی بھیجا ہے؟ تو اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ خط صحیح ہوش و حواس میں نے ہی لکھوا کر بھیجا ہے۔ آیا اس صورت میں محمد صدیق اپنی بیوی خٹکین کو پھر اپنے نکاح میں لے سکتا ہے یا نہیں؟۔ بینوا تو جبروا

۱۶ بہادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورتِ مسئلہ میں تین طلاق واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ کے محمد صدیق کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

كما في الهداية:

وان كان الطلاق لثلاثا في الحرة أو ثنتين في الامه لم تحل له حتى تنكح زوجا

غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها۔

(ترجمہ: آزاد عورت کی صورت میں تین اور لہجہ کی ہونے کی صورت میں دو طلاقیں اگر واقع ہو جائیں تو وہ

عورت اپنے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں رہتی جب کہ دوسرا مرد اس سے صحیح نکاح کر کے واپس نہ

کرے اور پھر وہ اس کو طلاق دے لے یا مر جائے) مختار

حضور: العبد الراعی ذمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۶ بہادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

﴿فتویٰ نمبر 193﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری بہن کے خاوند نے اس کو طلاق دی ہے اور فارغ خطی بھی لکھ دیا۔ جس کو تقریباً تین ساڑھے تین ماہ ہو چکے۔ اور اس کے تین مرتبہ خونِ حیض بھی جاری ہو چکا ہے۔ فارغ خطی ہمارے مخالف کے قبضہ میں ہے۔ وہ نہیں دیتا۔ لیکن طلاق کے کواہ بہت آ دی ہیں۔ پھر ایسی صورت میں اس کا نکاح بغیر فارغ خطی قبضہ میں لائے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل مہتاب دہلوی کٹرہ قاضی حسن

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللہم رب زدنی علما

صورتِ مسئلہ میں طلاق کے واسطے دو کواہ مادل مسلمان کافی ہیں۔ تحریری فارغ خطی کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ بصورتِ طلاقِ صریح اگر اس نے بلفظ طلاق تین سے کم یا ایک طلاق دی تھی یا اجماعت میں بلا نکاح طلاق سے رجوع کر کے اس کو اپنی زوجیت میں لاسکتا تھا مگر چونکہ بلا رجوع اب تین حیض جو ایامِ عدت طلاق ہیں گزر چکے لہذا وہ جبراً اس کے ساتھ نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ ہاں اور اب اس مطلقہ کو اختیار ہے اگر اس کے ساتھ یعنی شوہر مذکور کے ساتھ نکاحِ جدید کرنا چاہے کر سکتی ہے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہے دوسرے کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے۔

حضور: عبدالرحمنی رحمۃ ربہ العالی

محمد دین علی ارضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 194﴾

سوال

اگر زیہ خفی اہل مذہب نے صحبت کرنے کے بعد کنی مینے بعد ایسا کیا ہو کہ اپنی منکوحہ کو ایک ہی جلسہ میں صریح لفظوں میں میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، تین طلاق بھاج غصہ دیں۔ اور اشد ضرورت اور بے حد مجبوری میں اس نے سنے ہوئے مسئلہ پر عمل کیا کہ ایک جلسہ کے تین طلاقیں ایک ہو جاتی ہیں اور عدت میں رجوع کر لیا۔

تو کیا زیہ اس فعل سے دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ مسئلہ میں کسی دوسرے امام کے قول پر مجبوری کی حالت میں عمل کرنے سے مذہب خفی سے خارج ہو گیا؟ اور اگر وہ سخت معاصی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے آئندہ بھی اس عورت کو جہاد نہ کر سکے اور اسی رجعت پر جہاد سے قیام رکھ کر نکاح کرے گا تو کیا اس کی رجعت پر جہاد سے قیام رکھ کر نکاح کرے گا؟

۱۱ صفر ۱۳۳۵ھ سال محمد شفیع محلہ پھتارہ کاشی آگرہ

الجواب

صورت مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں۔ لہذا رجعت صحیح نہ ہوئی۔ اور اس عرصہ میں وہ اس سے اگر ہم بستری کرتا رہا تو مرتکب زنا رہا۔ اب اس کو توبہ کرنا چاہئے۔ اور آئندہ اس کی ہم بستری سے پرہیز کرنا لازم ہے جب تک وہ عورت کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر کے ہم بستری نہ ہو لے پھر اگر وہ دوسرا شوہر طلاق دیدے تو بعد انتضا بعدت پھر یہ شخص یعنی شوہر اول جس نے تین طلاق دی ہیں اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

اور خفی اہل مذہب ہرگز ایسی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل نہیں کر سکتا۔ اور اگر عمل کرے گا فاسق بننا و کفر ہوگا۔ کافر نہیں ہو سکتا۔

حضورہ: العبد العاصی ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 195﴾

سوال

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو صریحاً رضاء خویش تین طلاق دے دیں لیکن پھر عدت کے اندر رجوع کرے ایسی حالت میں دائرہ اسلام میں کوئی صورت بھی ہے جو زید کو حرام سے بچائے یا عمر بھر زید حرام کا سرکب رہا؟

سائل: سلامت اللہ کیل کڑوا گره

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورتِ مسئلہ میں اگر اس نے اس طرح طلاق دی ہے کہ میں نے تجھ کو تین طلاق دی تو تین منقطع واقع ہوگئی۔ خواہ قبل ہم بستر ی اور غلوٹ جیجھ کے اس طرح دی تھی یا بعد ہم بستر ی کے۔

اور اگر اس نے اس طرح طلاق جدا کر کے دی تھی کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور ایک اور ایک اور تو اگر اس کو بعد ہم بستر ی اور غلوٹ جیجھ دی تھی جب بھی تینوں واقع ہو جائیں گی۔ اور اگر نکاح کرنے کے بعد قبل غلوٹ جیجھ وہ ہم بستر ی اس طرح کہا تھا تو فقط ایک طلاق بائن واقع ہوگی وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔

اور پہلی اور دوسری صورت مذکور میں جب تک بعد عدت و عورت مطلقہ دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہم بستر نہ ہوئے اور پھر دوسرا شوہر کسی طرح سے اس کو طلاق دے کہ بائن اور جدا نہ کر دے اور اس کی عدت نہ گزرے زوجہ اول کو کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔ حکمذا فی کتب الفقہ اس واسطے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ بعد ذکر دو طلاق کے فرماتا ہے۔

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ۱۔

یعنی بعد وہ طلاق کے اگر اس نے تیسری طلاق دی تو وہ اس کو حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہم بستری نہ ہوئے چنانچہ حدیث غسبلہ ۱ اس کی پوری تین ہے۔

حورہ: العبد الراتبی رحمہ رب

ابو محمد محمد بن اربط الرضوی

عفی اللہ عنہ وعن أبویہ



۱۔ القرآن الحکیم : سورۃ البقرہ : آیت نمبر ۲۳۰

۲۔ حدیث غسبلہ: قلت وواہ الأئمة السنۃ فی کتبہم من حدیث عائشہ: قالت مثل رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاثاً فنكح زوجاً غيره فدخل بها ثم طلقها قبل أن يوطئها التحل لزوجها الأول قال لا حتى يوطئ الآخر من غسبها ما ذاق الأول.

(ترجمہ میں کہتا ہوں اس حدیث کو سچے لفظوں میں صحاح ستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر دوسرے عہدہ سے نکاح کر لیا۔ اس نے اس کے ساتھ ٹوٹھ کی۔ لیکن نکاح سے قبل اسے طلاق دے دی کیا وہ اپنے پہلے زوج کے لیے حلال ہو جائے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک دوسرا عہدہ اس کی تھوڑی سی شہید نہ چکے اس طرح کہ پہلے عہدہ نے چمکی تھی)

i نصب الرأبہ : جلد ۳ صفحہ ۲۳۷ ناشر المکتبۃ الاسلامیہ

ii صحیح البخاری : حدیث رقم : ۵۲۶۱ مکتبہ دار السلام ریاض

iii صحیح البخاری : حدیث رقم ۲۶۳۹ مکتبہ دار السلام ریاض

iv صحیح مسلم : حدیث رقم ۳۵۴۴ ۳۵۴۶

محمد طہ الدین نقشبندی علیہ الرحمہ

﴿فتویٰ نمبر 196﴾

سوال

ایک شخص نے حسب طلب خسر یوں کہا کہ طلاق میں نے دی۔ میرے اللہ نے دی۔ طلاق طلاق تو کس قسم کی طلاق سمجھی جائے گی۔

جناب مولوی غلام محی الدین خاں صاحب

امام مسجد شاہجہاں پور ۱۷ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

یہ طلاق بائن ہوگئی۔ اور تکرار واسطے تاکید کے ہے۔ دوبارہ نکاح بغیر طالع ہو سکتا ہے۔

کعبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 197﴾

سوال

ایک شخص بیوہ بننا ملاوٹی مسلوب الحواس تھا۔ زوجہ سے لڑائی ہوئی۔ زوجہ نے کہا کہ تو مجھ کو طلاق دے دے اس نے کہا میں نے طلاق دی۔ پس شرما کیا حکم ہے؟

سائل: رحیم بخش، محلہ ایٹھ شاہ جہان پور

۱۳ فروری ۱۹۶۶ء

الجواب

ایسی صورت میں اگر مرد شوہر طلاق کو واقع کرنا ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ یہ کلام مشکوک ہے کیونکہ یہ بھی مطلب نکلا ہے کہ میں (نے) طلاق تیرے ہاتھ دی تو ایسی حالت میں طلاق نہ ہوگی۔ کذا فی العالم
مکملی

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 198﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و فقہیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر و زن میں کسی وجہ سے نا اتفاق ہو گئی۔ شوہر نے اپنی بیوی کو حالت تہائی میں طلاق دے دی۔ اور اس کے والدین کو بلا کر ان کے ہمراہ کر دیا۔ اور کہا کہ اپنی لڑکی کو لے جاؤ ہمارے کام کی نہیں۔ اس کے والدین اپنے مکان پر لے آئے۔ شوہر نے نکاح دہرا کر لیا۔ لڑکی اپنے والدین کے ہاں موجود ہے جس کو دوسرے ہو چکے ہیں۔ اس لڑکی کا نکاح دہرا کسی اور جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ حالت تہائی میں طلاق درست ہے یا نہیں۔ بہنو و نوجروا

سائل: حافظ محمد اسماعیل

۲۱ نومبر ۱۹۱۵ء

الجواب

و هو الملمہم للحق والصواب

☆ طلاق کا واقع ہونا اور طلاق کا ثابت ہونا دو جدا گانہ چیزیں ہیں۔ طلاق کے واقع ہونے کے لیے کواہوں کی ضرورت نہیں۔

☆ تہائی میں بھی اگر زوج زوجہ سے طلاق کے لفظ کہے گا تو طلاق پڑ جائی گی لیکن ایسی طلاق سے اگر زوج منکر ہو جائے تو حاکم کواہوں کے نہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا حکم نہ دے گا۔ اس لیے کہ وہ ثبوت کا محتاج ہے۔ ہاں عند اللہ وہ طلاق ہو جائے گی۔

پس صورت مسئلہ میں اگر زوج اقراری ہے تو طلاق کا حکم دیا جاوے گا اور عورت کی عدت بعد طلاق سے منقضی ہو چکی ہے تو دہرا نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ نقطہ:

ماہر محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء

﴿فتویٰ نمبر 199﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ زہ نے اپنی بیوی کی رخصت کے بارے چند اشخاص معززین پہچان مقرر کئے روئے خلف بیان کیا کہ میں خدا رسول کو یہ بیان کر چکا ہوں کہ میں اپنی زہبہ کے مکان پر آیا اور میں نے اپنے سالے امام الدین کے دروہ یہ کہا کہ میرا بچا اس دروہ کا زیور دے ورنہ میں اپنی زہبہ کو طلاق دے دوں گا۔ پس ایسی حالت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: مسز محمد بخش چشتی یا فتاویٰ منڈی محلہ ہٹائی

۲۳ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

صورت مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ وہ تو خلفت یہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ طلاق دے دوں گا۔ لہذا اگر عورت مدعیہ طلاق ہے کہ اس نے یہ کہا تھا کہ میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں یا میں نے تجھ کو طلاق دی؟ تو اس امر کے دو گواہ مادل پیش کرے۔ اگر گواہ اس کے دعویٰ کے مطابق کو کسی دے۔ لہذا ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ ☆ جس کا حکم یہ ہے کہ ایام عدت میں اگر وہ کہہ دے کہ اپنی طلاق سے رجوع کرتا ہوں یا اپنی بیوی سے کوئی معاملہ میاں بی بی کا کرے تو بلا نکاح (جدید) وہ نکاح میں رہے گی اور اگر گواہ پیش نہ کر سکے شوہر کا حلف کافی ہے۔ طلاق بالکل واقع نہ ہوگی۔ حدیث صحیح ہے۔

☆ البیہ علی المدعی والیمین علی من انکرہ!

(ترجمہ: گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور انکار کرنے والے کے ذمہ قسم اٹھانا ہے)

لہذا شوہر کو بغیر حلف یعنی خدا کی قسم کے نکاح طلاق پر گواہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ منکری گواہ مقبول۔

حوزہ: العبد الراجی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 200﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو بھٹک پایا کہ اس کی زوجہ کے ساتھ زنا کیا۔ اور جب بکر کو نشہ سے اتفاق ہوا اس نے ان دونوں کو مشغول زنا پایا۔ تب بکر نے اپنی زوجہ کو جھڑک کر نکال دیا۔ آیا بکر کی زوجہ اس کے عقد میں رہی یا نہیں؟ بیٹھا تو جوڑو!

۹ فروری ۱۴۳۵ھ

رحیم بخش مغلہ نور پور دروازہ آگرہ

الجواب

صورت مسئلہ میں بوجہ زنا زید کے بیوی بکر کے نکاح سے نہیں نکلی۔ اگر وہ تو بہ کرتی ہے کتنا عہد کبھی ایسا فعل بد نہ کرے گی بلا تکلف جائز ہے کہ بکر اس کو بلا لے اور بیوی سمجھے۔

اور اگر اس نے حلال حصہ میں ہنہ خلاق اس طرح بھی کہہ دیا تھا کہ ہا میرے گھر سے نکل جا تو لازم ہے کہ دو کواہوں کے سامنے پھر نکاح کرے۔

اور اگر بوقت کہنے یا لفظ کے کچھ نیت نہ تھی تو ضرورت نکاح بھی نہیں مراستیا چلا پھر نکاح کر لینا بہتر

ہے۔

حضور: العبد الراعی

محمد دین اعلیٰ جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 201﴾

سوال

ایک شخص بیمار تھا اور دماغ میں نقص بعارضہ بخار ہو گیا تھا اس اثنا میں اپنی بی بی سے تکرار کر کے کہا جا میں نے طلاق دی طلاق دی۔ تو شرما کیا حکم ہے؟

سائل: رحیم بخش، محلہ احمد شاہ جہان پور

۲۰ فروری ۱۹۹۶ء

الجواب

اس صورت میں طلاق نہ ہوگی۔ فتاویٰ حامد یہ میں ہے۔

سئل فی رجل مرض مرضاً اوصل فيه الى اختلال العقل بحيث اختل كلامه المنظوم و باح بسره المكنوم و صدر منه ما بصدر عن المجانين بطلاق زوجته في هذه الحالة فما الحكم

الجواب اذا ثبت زوال عقله و عدم وعيه لا يقع عليه طلاق و لا بطلان الصداق

اذا كان الحال على هذا المنوال فانه حينئذ مجنون و للمجنون فنون انهي ۱

(ترجمہ: ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو ایسا بیمار ہو گیا کہ اس کی عقل میں خلل واقع ہو گیا۔ اس طرح سے اس کی مرتب کلام میں خرابی پیدا ہو گئی۔ اس نے اپنا پوشیدہ راز ظاہر کر دیا۔ اور اس سے وہ اعمال صادر ہوئے جو پاگلوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے بیوی کو اس حالت میں طلاق دے دی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ جب اس کی عقل زائل ہوتا اور اس کا محفوظ نہ رہتا تا بہت ہو گیا تو جب تک یہ حالت ہے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور نہ ہی اس سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ وہ پاگل ہے اور پاگل پن کی کئی قسمیں ہیں۔)

کتبہ: المفتی محمد اعظم شاہ غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 202﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بترغیب میری خوش دامن یعنی ماس کے دو شخص رشتہ دار مجھے اپنے مکان پر لے گئے۔ میں اس وقت کسی قدر نشہ میں تھا۔ انہوں نے ایک کاتب کو اپنے مکان پر بلا کر اور اپنے صرف سے کاغذ منکوا کر میری جانب سے ایک فارغ خطی اس سے تحریر کرائی۔ اور مجھ سے کہا کہ اس پر اپنے انگوٹھے کا نشان کر دو۔ چونکہ اس وقت کسی قدر نشہ میں تھا میں نے اپنے انگوٹھے کا نشان اس پر کر دیا۔ جب میرے ہوش و حواس درست ہوئے تو معلوم ہوا کہ تحریر شدہ کاغذ پر میرے انگوٹھے کا نشان مجھ سے کرایا گیا ہے۔ اور میری زوجہ منکوا کو وہ کاغذ پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے بھی میری اس تحریر فارغ خطی کو مستند نہیں سمجھا کہ میرا شوہر نشہ میں ہے۔ میرے تین بچے اس بی بی کے کٹن سے پیدا ہوئے ہیں جو موجود ہیں۔ ایسی صورت میں بعد استغفار اور توبہ کے میں اپنی زوجہ منکوا کو اپنے عقد میں لے سکتا ہوں یا مجھے کیا کرنا چاہئے؟

سائل: نوزیر الدین
آگرہ ضلع اعظم خان

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں وزیر الدین کو جائز ہے کہ شراب و ترک نماز وغیرہ جملہ انفعال قبیوہ سے توبہ کر کے اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے آئے۔ اس واسطے کہ بحالت نشہ درستی حواس اگر خود شوہر بھی اگر اپنی زوجہ کے نام طلاق نامہ لکھ دے وہ جب ہی معتبر ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی جب کاتب طلاق نامہ لکھ کر اس شخص کو سارا مضمون سنا دے پھر وہ شخص اس طلاق نامہ کو لیکر اپنی مہر یا دھننا کر کے خود اپنی زوجہ کے پاس بھیج دیے یا کسی دوسرے شخص

یا خود کا تب کو حکم کرے کہ اس کو میری زوجہ کے پاس بھیج دو۔

کما فی صفحہ ۴۰۲ من فتاویٰ العالمگیریہ المطبوعۃ فی المصر :

رجل استکب من رجل آخر الی امراته کتابا بطلاقها و قرأه علی الزوج فاعذه وطواه وحسم و کتب فی عنوانه و بعث به الی امراته فاتاها الكتاب اقر الزوج انه کتابه فان الطلاق يقع علیها و کذا لک لو قال لذلک الرجل ابعت بهذا الكتاب الیها الخ را
(ترجمہ: ایک شخص نے کسی دوسرے آدمی سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے خط لکھوا یا اس نے وہ خط لکھ کر اس خاوند کے سامنے پڑھا۔ خاوند نے اسے لینا اس پر مہر لگا کر دی۔ اور پتہ لکھ کر بیوی کی طرف اسے ارسال کر دیا وہ خط اس بیوی کے پاس پہنچا خاوند نے اقرار کیا یہ اس کا خط ہے تو اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اسی طرح یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جب خاوند نے اس لکھنے والے آدمی سے کہا یہ خط میری بیوی طرف بھیجے دو)

اور یہاں امور مذکور موجب طلاق سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی ہے بلکہ سرے سے شوہر کو بذات خود طلاق نامہ لکھوانے سے انکار ہے۔ نہ اس نے اپنی بیوی کو دیا۔ نہ خود بھیجا۔ نہ کسی سے بھگوا یا۔ بلکہ اس کو تو محتاج تشریف انگوٹھائی کی خبر ہے جو قابل اعتبار نہیں۔

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 203﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ زید نے بھلائی دیا انگلی جس سے تمام شر و اثم مٹ جائے
زہد کو طلاق لکھ دی تو اندریں صورت طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟۔ بینوا تو جو و

۳ اکتوبر ۱۹۶۶ء

دھوراجی ملک کاٹھیاواڑ عطر فروش موسیٰ علی محمد

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں اگر فی الواقع بھلائی دیا انگلی و بیہوشی جس مذکور نے طلاق دی تھی یا لکھ دی تھی یا کھسوا
دی تھی اور فی الحقیقت اس کے ہوش و ہواس اور عقل سالم نہ تھی تو یہ طلاق بالکل واقع نہیں ہوئی۔ اور اس کی زہد
بدستور اس کے نکاح میں ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:-

ولا يقع طلاق الصبی والمجنون والناثم لقوله عليه الصلوة والسلام كل طلاق

جائز الاطلاق الصبی والمجنون الخ۔

(ترجمہ: نابالغ لڑکے یا لڑکی اور سوانے ہوئے آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد
مبارک ہے بتالیف اور پاگل الخ کے علاوہ ہر مرد کی طلاق جائز ہے)

اور در مختار میں ہے:-

ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون و الصبي والمعتوه من العتة وهو

اخلال العقل والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش والتائم انتهى مختصراً ۱۔

(ترجمہ: مالک کی اپنے غلام کی بیوی کو دی ہوئی، مجنون، نابالغ، معتوہ، یعنی جس شخص کی عقل میں خرابی اور خلل ہو یہ لفظ ”عتہ“ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے عقل میں خرابی، برسام کے مراد یعنی غشی میں مبتلا، مدہوش (خوف یا حیا کے باعث جس کی عقل جاتی رہے) اور سوائے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔)

حورۃ العبد العاصی

محمد رفیع اربلی الرضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 204﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نے چلہ کھینچا۔ قبل کھینچنے چلہ کے وہ شخص سنی مسلمان تھا۔ بعد چلہ کھینچنے کے معلوم ہوا کہ وہ اپنی حالت پر نہیں رہا۔ بلکہ اس کا دماغ خراب ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے یہ کیا کہ شیعہ مذہب اختیار کیا اس کے بعد جس نے اس سے جو کچھ کہلایا جس مذہب کی تعریف کی گئی اس مذہب کو اختیار کر لیتا ہے خلاف اہل سنت و جماعت کے۔ کسی نے کچھ سوال کیا تو بے ہودہ جواب دیتا ہے۔ اپنے کمانے کمانے کے کاروبار کو بخوبی انجام دیتا ہے۔ کسی عزیزی کی اچھی بات کو سنتا نہیں ہے۔ کبھی ایسا کرتا ہے کہ شے سروٹھے پاؤں بازاروں میں لگیوں میں پھرتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی زوجہ منکوحہ کو اس کے عزیزوں نے اپنے گھر میں ڈال رکھا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اس کی بیوی نکاح سے باہر ہو گئی ہے۔ کبھی رخصت نہ کریں گے۔ بازاروں میں پھرنے سے یہ غرض نہیں کہ دن رات جیسے دیوانے پھرتے ہیں اس طرح پھرتا ہے۔ نہیں کسی وقت وہ شے سروٹھے پاؤں چل دیتا ہے۔ اپنے قیمتی کپڑوں کو قلیل قیمت میں فروخت کر دیتا ہے۔ ایک دن دو دن جنگل میں جا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کی زوجہ اس کے عقد سے باہر ہو گئی؟ کیا ایسی حالت میں نکاح اس کا صحیح ہو گیا؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

شوہر کے مجنون یا مجبوظ ہونے سے عورت نکاح سے نہیں خارج ہوتی۔ اس واسطے کہ اگر نکاح سے خارج ہو جائے فقہاء اس کی طلاق کے وقوع اور عدم وقوع سے کیوں بحث کرتے۔
در مختار میں ہے صفحہ ۳۶۱-۳۶۲:

ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والصبي والمعتوه من العتق و هو

اختلال فی العقل والمبرم من البرسام بالكسر علة كالجنون والمغشى عليه مختصراً
بقدر الحاجة!

(ترجمہ: نالک اگر اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دے تو واقع نہ ہوگی۔ اسی طرح پاگل بچے معتوبہ یعنی جس کی عقل میں نخل ہو، برسام کے مریض اور بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی برسام جنون کی مانند ایک بیماری ہے) ☆
بلکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ تو یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے مہاجہ صحت میں کہہ دیا کہ اگر میں فلاں مکان میں قدم رکھوں تجھ پر تمین طلاق پھر وہ دیوانہ ہو گیا اور اس مکان میں داخل ہو گیا۔ طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس نے یوں کہا اگر میں دیوانہ ہو جاؤں تو تجھ پر تمین طلاق یا دو طلاق اور وہ دیوانہ ہو گیا۔ اندریں صورت عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ قہر طلاق شرط وقت شرط کے ہوتا ہے اور وہ بوقت دیوانگی اہل طلاق نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۴۶۲ شامی میں ہے

قوله والمجنون الا اذا علق عاقلان من جن فوجد الشرط كقوله ان دخلت الدرا
فدخلها مجنوناً بخلاف ان جنت فان طلق فجن لم يقع كذا ذكره الشارح في باب
نكاح الكافر فالمراد اذا علق على غير جنونه!

(ترجمہ: قولہ: جنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ہاں اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہوگی جب اس نے مہاجہ عقل طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مطلق کیا پھر اسے جنون لاحق ہوا اور شرط پائی گئی۔ مثلاً مہاجہ صحت میں اس نے کہا اگر میں گھر میں داخل ہوں تو تجھے طلاق پھر وہ جنون کی حالت میں گھر میں داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی بخلاف اس کے اگر خاندان نے کہا اگر میں پاگل ہو جاؤں تو تجھے طلاق پھر وہ پاگل ہو گیا تو طلاق نہ ہوگی۔ شارح یعنی صاحب درمختار نے نكاح الكافر کے باب میں ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ تو جنون کی بصورت تعلیق طلاق واقع

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۳۳۱ تا ۳۳۴ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۳۳۴ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

ہونے کی صورت یہ ہے جب کہ اس نے اپنے جنون کے علاوہ کسی اور شرط پر طلاق کو طلق کیا ہو۔
 ✽ البتہ اگر خدا نخواستہ کوئی حالت صحت اور درستی ہو اس میں کوئی کلمہ کفر کا کہہ بیٹھے مثلاً کہہ دے میں نماز نہیں پڑھتا نعوذ باللہ منہا یا خدا یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں اور عند بعض خلفاء راشدین کی شان میں گالی دے بیٹھے یا کلمات توہین زبان سے نکال دے نعوذ باللہ من کلہا تو ضرور وہ مرتد ہو جائے گا۔
 اور اس کی بیوی اس کے نکاح میں نہ رہے گی۔ ✽ اور حالت جنون اور بے ہوشی میں تو ایسے کلمات کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی
 ابو محمد محمد دیب ارجلی المثنیٰ فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 205﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کی زوجہ بلا اجازت اپنے شوہر کے نوڈس شب کو اپنی ماں کے ساتھ گھر سے باہر نکل گئی۔ بازار کے دوکانداروں نے دیکھا کہ دو عورتیں باہر ہیں۔ ایک کوئی مرد بھی ان کے پیچھے تھا۔ جب اس کے شوہر کو خبر ہوئی کہ عورت اس طرح چلی گئی تو اس نے تلاش کیا تو اس عورت کی ماں سے دریافت کیا کہ تمہاری لڑکی کہاں گئی؟ اس نے پہلے تو یہ کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں۔ اور پھر یہ کیا وہ اپنے عزیز کے باپ پڑوس میں ہے۔ اس حالت میں وہ (جس) شخص کی بیوی چلی گئی اجازت نکاح میں رہی یا نہیں؟۔ بیٹو! تو جروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم .

☆ بلا اجازت اگر عورت شوہر کے گھر سے نکل جائے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ البتہ عورت گناہ کار ہوگی۔ اس کو چاہئے کہ پکڑے۔ صغیہ ۳۴ کتاب النرجس والترہیب مطبوعہ حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے:

☆ عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لغضن أبصارکم ولتحفظن فروجکم او لبسکن اللہ وجوہکم! (رواہ الطبرانی)

ہذا (ترجمہ): حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی آنکھوں کو حرام امور سے بند رکھو! اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو رخ فرما دے گا)

و عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت بینما رسول اللہ ﷺ جالس فی المسجد اذ دخلت امرأة من مزینۃ ترفل فی زینۃ لہا فی المسجد فقال النبی ﷺ یا ابھا الناس انہوا

نَسَانِكُمْ عَنْ لِبَاسِ الزَّيْنَةِ وَالنَّبَاحِ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يَلْعَنُوا حَتَّى لِبَسَ
لَهُمُ الزَّيْنَةَ وَتَبَخَّرُوا فِي الْمَسَاجِدِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

☆ (ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔
اچانک مزید قبیلہ کی ایک عورت اپنی زیب و زینت میں بنی تھی مسجد میں داخل ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا
اے لوگو! اپنی عورتوں کو مسجد میں بناؤ سنگار کا لباس پہننے اور ناز و انداز کے ساتھ چلنے سے منع کرو۔ کیونکہ بنی
اسرائیل پر ان کی عورتوں کے مسجدوں میں زینت کا لباس پہننے اور ناز و انداز سے چلنے سے پہلے لعنت نہ ہوئی)
یعنی حضور ﷺ نے عورتوں کو فرمایا کہ اپنی ٹکا ہوں کو غیر مردوں کو دیکھنے سے روکو۔ شرم گاہوں کو محفوظ
رکھو۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! عورتوں کو لباس زینت کے ساتھ مسجدوں میں اترا کر چلنے سے منع کرو۔ بنی اسرائیل
ایسے ہی امور سے تو ملعون ہو گئے تھے۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ اللہ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 206﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں صورت کہ زین نے قتل نکاح زین سے یہ شرط کر لی کہ میں تجھ سے نکاح اس شرط پر کروں گی کہ اگر تو مجھ کو تکلیف مان نقد دے یا اور کچھ تکلیف دے تو مجھ کو اپنے نفس کا اختیار ہوگا۔ اندر میں صورت زین نے عند الحکلیف مختار طلاق ہوگی یا نہ ہوگی۔؟

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

حمید حسن اکبر آبادی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں یہ امر تو ظاہر ہے کہ قتل ایجاب وقبول جو بھی شرط پر نسبت اختیار طلاق درمیان غائب و مخطوبہ کے قرار پائے جیسا کہ بیان عبارت سے ظاہر ہے تو زین ہرگز مختار طلاق نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ قتل ایجاب وقبول زینہ خود طلاق کا مالک نہیں ہے تو دوسرے شخص کو یا خود اپنی مخطوبہ کو جس کو قتل النکاح بلفظ زوجہ تعبیر کیا ہے اختیار طلاق کیا دے سکتا ہے۔

کما هو ظاهر من عبارة الدر المختار المذکور فی صفحة ۴۹۹ من الجزء الثاني

المطبوعة فی مصر مع رد المحتار

قال زوجی ابتک علی ان امرها یدک لم یکن له الامر لانه تفویض قبل الشکاح!

(ترجمہ: ایک شخص نے کہا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ اس شرط پر کر دے کہ اس کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہوگا تو اس صورت میں معاملہ اس پاپ کے اختیار میں نہ ہوگا کیونکہ یہ نکاح سے پہلے طلاق کی تفویض ہے)

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۸۰ اسماء الفرائد العربی بیروت

☆ اور اگر مقصود مسائل یہ ہے کہ ایجاب ہی اس شرط پر واقع ہوا یعنی عورت کے وکیل نے وقتہ عقد دہا سے یہ کہا کہ میں اپنی موکھ کو تمہارے عقد نکاح میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر تم اس کو نان و نفقہ نہ دو یا تکلیف دو تو مجھے موکھ کو تین طلاق دے لینے کا اختیار ہے۔ یا خود عورت نے کہا میں اس شرط پر اپنے نفس کو تمہارے عقد میں دیتی ہوں کہ اگر تم مجھ کو نان و نفقہ نہ دو اور تکلیف دو تو مجھ کو تین طلاق دینے کا اختیار ہے اور اس کے جواب میں بکر نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں تو بلاشبہ عورت یعنی زین اپنے نفس کو طلاق دینے کی ہتھکڑی ہوگی۔

صفحہ ۲۹۹ جلد ۱ فی رد المحتار رد کورہ میں ہے:

(قوله لم یکن له الامر) ذکر الشارح فی آخر باب الامر بالبد نکحھا علی ان

امرھا بیدھا صح!

لکن ذکر فی البحر ہناک ان هذا لو ابتدأت المرأة فقاتلت زوجت نفسی علی ان امری ببدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال قلت وقع الطلاق و صار الامر بیدھا اما لو بدأ هو لا تطلق ولا تنصیر الامر بیدھا!

(ترجمہ: قولہ: اس صورت میں باپ کو اختیار نہ ہوگا۔ شارح یعنی صاحب الدر المختار نے الامر بالبد کے باب کے آخر میں ذکر فرمایا کہ اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ اس منکوحہ کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہوگا تو صحیح ہے۔ لیکن بحر الرائق میں وہاں ذکر فرمایا کہ اگر گفتگو کا آغاز عورت نے کیا اور کہا میں اپنا نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ میرا معاملہ میرے ہاتھ میں رہے گا میں جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق دے دوں یا کہا میں جب چاہوں طلاق یافتہ ہوں گی اس پر مرد نے کہا مجھے قول ہے تو طلاق واقع ہوگی۔ اور معاملہ منکوحہ کے ہاتھ میں ہو جائے گا۔ اور اگر کلام کا آغاز مرد نے کیا تو طلاق نہ ہوگی اور نہ ہی اس منکوحہ کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہوگا)

حروہ: العبد الرائج زمتہ رہ

محمد دینا علی الرضوی المقتنی فی جامع اکبر آباد

۱۔ الدر المختار	جلد ۴	صفحہ ۴۳۱	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۔ رد المحتار	جلد ۴	صفحہ ۸۰	دار احیاء التراث العربی بیروت



خلع

=====

﴿فتویٰ نمبر 207﴾

سوال

ازہرمت پور خدوم و کرم مولانا دیار علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض یہ ہے کہ میری لڑکی کو اس کے شوہر نے عرصہ سے تنگ کر رکھا تھا۔ اور عرصہ تین سال سے میرے مکان پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور تین چار ماہ ہوئے جب اس نے دھری شادی بھی کر لی۔ اس لیے میری لڑکی نطع چاقی ہے یہاں پر عدالتیں ہندو ہیں وہ نطع کی ڈگری دیں گی تو کیا شرع سے ان کی ڈگری جائز ہوگی؟

۶ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

چودھری شمس الدین معرفت بابو حفیظ اللہ

الجواب

نطع شریعت میں اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے جدا کرنے کو کہتے ہیں لہذا نطع یا نکاح طلاق کے ساتھ کم از کم دس درہم یا اس سے زیادہ جس قدر چاہے نقد یا جنس کے عوض میں۔ چنانچہ بحر الرائق مطبوعہ مصر کے صفحہ ۷ جلد رابع میں ہے:-

الخلع هو الفصل من النکاح الواقع به و بالطلاق علی مال طلاق باتن و لزوما

العمال۔

(ترجمہ: نطع نکاح سے علیحدگی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ اور مال کی شرط پر طلاق کے ساتھ ہوتی ہے یہ طلاق بائن ہوتی ہے اور عورت پر مال لازم ہوتا ہے)

۶۴ لہذا نطع کے ساتھ ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جس قدر برضا مندی طرفین معاوضہ طلاق خیر جائے عورت پر اس کا ادا کرنا لازم ہوگا۔ اس واسطے ماکم سے حکم لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

☆ البتہ اگر مرد بوجھ مال یا بوجھ معافی مر بھی طلاق نہ سنے ایسی صورت میں ماکہ پر لازم ہے کہ اس کو مجبور کر کے اس سے جبراً یہ کہلوادے کہ میں نے اپنی بیوی مسافہ فلان کو طلاق دی۔ اس واسطے کہ طلاق جبراً کہلوادینے سے بھی ہو جاتی ہے۔ پھر تین جھڑ گز ر جانے کے بعد اس کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔

حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ اللہ تعالیٰ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ ارضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



ظہار

﴿فتویٰ نمبر 208﴾

سوال

موسیٰ بنوا ولد گیندا قوم سہ ساکن موضع نوبائی علاقہ قمانہ شہر آگرہ۔ نے اپنی زوجہ مسماۃ نسو عمر تحمینا ۱۵ سال کو کسی مصلوب قوم سہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے گھر میں اپنے دیکھ لیا۔ اس بات پر اس نے اپنی زوجہ کو مارا اور ناک کاٹنے پر آمادہ ہوا۔ عورت بھاگ گئی۔ دو حکیت بھاگی ہوگی کہ بہتی ٹھکر نے سچ بچاؤ کیا تو بھانڈہ کور۔ نے اپنی زوجہ کی نسبت یہ کہا کہ یہ عورت میری مثل ماں بچاؤ میرے کام کی نہیں ہے۔ تمام بہتی میں بھی الفاظ کہتا چلا گیا کہ سب نے سنے تھے۔ اور اب مسماۃ اپنے شوہر کے گھر ہے۔ ایسی حالت میں کیا نکاح درست دہلا نہیں رہا؟

۹ فر ۱۳۳۵ھ

تراب علی۔ نوبائی ضلع آگرہ محلہ قمانہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

زنا کرنے سے تو نکاح نہیں ٹوٹا مگر اس نے جو یہ کہا ہے کہ تو میری مثل ماں یا بہن کے ہے اگر وقت کہنے اس لفظ کے اس کی کچھ نیت نہ تھی یا یہی نیت تھی کو تو مثل ماں بہن کے ہے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا۔ ہنہ اور بصورت ظہار اس کو اپنی بیوی سے ہم بستری جائز نہیں ہنہ جب تک دو مہینے برابر باقاعدہ روزے نہ رکھ لے۔ اور اگر روزے کی طاقت نہیں رکھتا تو ساتھ غریبوں کو مسکینوں کو خواہ چھٹا تک دو پیر (ہر مسکین کو) ایک سی دن دیں دے دے یا دو وقتہ کھانا کھائے۔ خواہ دو مہینہ تک ایک سی مسکین کو برابر ساتھ دن تک دو وقتہ کھانا کھائے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَبْطِئُوهَا مِنْ لِسَانِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لَهَا قَالُوا فَصَحَّرْهُ رَقِيبَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْمَسَا

ذَلِكُمْ نُوَظُّونَ بِهِ وَاللَّهُ يَمَا تَعْلَمُونَ عَجِيبٌ ۝ فَمَنْ لَهُ يُجِدَ قَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ

يَتِمَّ مَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ قَاطِعَامَ مَتْنِ مَسْكِينًا ۱۰

(ترجمہ: جو لوگ ظہار کر بیٹھیں اپنی عورتوں سے پھر اپنی کئی ہوئی بات سے رجوع کریں تو ان پر لازم ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام کو آزاد کر دیں۔ اس کے ذریعہ تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ جس شخص کو غلام دستیاب نہ ہو سکتو ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے اس کے درمیان تار دو ماہ کے دروازے کو کھانا لازم ہے۔ اور جس کو اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھانا ہے)

اور پہلے روزے رکھنے یا کھانا کھانے کے بعد اس بات سے کہنے کے اس نے صحبت کر لی ہے تو استغفار کرے اور توبہ کرے۔ اور اب جب تک ساٹھ روزے۔ پے در۔ پے نہ رکھے یا ساٹھ آدمیوں کو کھانا نہ کھائے اس سے ہم ہستہ نہ ہو۔ غلط

حورۃ العبدالرحمنی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 209﴾

سوال

بخدمہ شریف جناب علماء دین صاحب بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ خاوند اور بیوی میں جھگڑا ہوا۔ بیوی اپنے خاوند سے الگ ہو کر پریس چلی گئی۔ بعد ایک سال کے واپس آئی۔ لوگوں نے سمجھا کہ خاوند اور بیوی کا ملاپ کر دیا۔ بعد چند روز کے پھر بیوی جھگڑا کر کے اپنے باپ کے ہمراہ چلی گئی۔ پھر خاوند جا کر بیوی کو اپنے خسر کے ہاں سے لے آیا۔ پھر دو چار روز کے بعد جھگڑا ہوا اور اس بات پر کہ خاوند ذرا دیر سے مکان پر آیا تو بیوی نے تم کہاں تھے خاوند نے کہا کہ میری اب تو ماں بہن کے برابر ہے بیوی نے کہا آج کل کا زمانہ ایسا ہی ہے کہ ماں بہن کہتے جائیں اور گھستے جائیں۔ تو خاوند نے قصہ میں آ کر یہ کہہ دیا کہ میں تجھ کو بھی ماں بہن کے برابر سمجھتا ہوں۔ مثلاً

۱۱ شوال ۱۴۲۶ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورت مسئلہ میں اگر مرد اس کی یہی کہتے تھے تو میں شاپنی ماں کے بزرگ سمجھتا ہوں جب تو اس کہنے سے کچھ نہیں۔ اور اگر مرد یہی کہتے تھے تو میں سوار ہوئے کو شاپنی ماں کی بیٹہ کی سواری کے بغرض فعلیہ حرام سمجھتا ہوں جس کو تمہارا کہتے ہیں تو تو اس کو اس بیوی سے جب تک ہم بھڑی حرام رہے گی جب تک کفارہ نکھار نہ دے۔ لے۔ ہذا اور وہ ایک غلام آزاد کرتا ہے۔ اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو دو مہینہ کے روزہ رکھتا ہے۔ پے در پے اس طرح کہ سچ میں ایک دن بھی افطار نہ کرے۔ ہذا اور اگر بوجہ بڑھا۔ پے یا مرض کے مطلقاً روزہ کی طاقت نہ رکھے ساتھ مسکینوں کو دو دو نہ ترکاری سے پیٹے پھر کر کھانا کھلاتا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین سواتین چھانک دویر گہجوں دے دیتا ہے۔

مگر غالباً جہاں اس کہنے سے محسب عرف یہ دونوں بات مراد نہیں ہوتے بلکہ اکثر اس کہنے سے مراد

طلاق ہوتی ہے۔ بہرِ شجہ اگر اس کی مراد طلاقِ قہری تو ایک طلاقِ بائن ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر بھی مراد ہے تو اس کو چاہئے کہ کم از کم دو گواہوں کے درمیان سے نکاح یعنی ایجاب و قبول کر لے۔ اور اگر وقت کہنے ان کلمات کے کچھ بھی نیت نہ تھی تو نہ کفارہ کی حاجت نہ جدید نکاح کی ضرورت۔

چنانچہ صفحہ ۵۲۶ سے صفحہ ۵۳۳ درجی مطبوعہ مصر علی ہاشم راہلجہ میں ہے:

وان نسوی بانث علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی سخانیہ برا او ظہارا او طلاق صحت نیتہ و وقع مانواہ لانہ کسابة والا بنو شیا او حذف الکاف لغا و تعین الاولیٰ!

(ترجمہ: اگر عورت کو یہ کہہ دو کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا مجھ پر ماں کی طرح ہے مراد لی اور اسی طرح ”مجھ پر“ کے الفاظ کو حذف کر کے باقی الفاظ کہے اور مراد اس سے بڑی یا ٹیہا یا طلاق کی ہو تو اس کی نیت درست ہے۔ اور جس کی نیت کی وہی واقع ہوگا کیونکہ یہ لفظ کتنا یہ کا ہے۔ اور اگر کچھ نیت نہ کی یا ”طرح“ کے لفظ کو حذف کر کے کہا تو یہ کلام لغو ہے۔ اور پہلی صورت یعنی بزرگ مراد ہونا متعین ہو جائے گا) مختصراً

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النعمی

مسجد جامع اکبر آباد



عسکری

~~~~~

## ﴿فتویٰ نمبر..... 210﴾

## سوال

بکسور فیض گنجور جناب مولانا مولوی مفتی صاحب جامع مسجد آگرہ۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ فدیہ کا نکاح زمانہ باہمی میں ہوا اور نکاح کو عمر صریح پانچ سال کا ہو چکا ہے۔ اور فدیہ اب تین سال خاوند کے مکان پر رہی پانچ ہوئی۔ پھر فدیہ کو معلوم ہوا کہ میرا خاوند بالکل نامرد ہے یعنی عورت کے قابل نہیں ہے۔ مجبوراً میں نے اس سے طلاق چاہی تو اس نے جواب دیا کہ میں تجھ کو طلاق پر گزند دوں گا۔ چار میں اپنے بھائی کے گھر آگئی۔ اور مجھ کو بھائی کے پاس آئے ہوئے دو سال کا زمانہ ہو چکا۔ اور میرا درسی فدیہ کا اب تک کفیل ہے اور بہت قلیل معاش ہے۔ اسوجہ سے عدالت میں چارہ جوئی کرنے سے معذور ہوں۔ میں اب نکاح باقی کرنا چاہتی ہوں۔ نکاح کے بارے میں مجھ کو کیا حکم ہے؟ مہر موصول مبلغ 200 روپیہ ہے۔

۶ ربیع الاول ۱۳۵ھ

تمیزن ساکن آگرہ محلہ کڑہ دکیاں

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں زمانہ عید کی خاوند بھی تصدیق کرے کہ بے شک میں جہاں نہیں کر سکتا تو وجہ دھوئی سے حاکم اس کو علاج کے واسطے برس کی مہلت دے بعد ایک سال اگر وہ جماع پر قادر ہو جائے تو فیہا ورنہ حاکم یعنی قاضی اگر وہ طلاق نہ دے اور عورت طالب تفریق ہو تو قاضی دونوں میں تفریق کرادے۔ اور یہ تفریق قائم مقام ایک بائن طلاق کے ہو جائے گی۔ پھر یہ بعدا افتضاء عدت یعنی تین حیض کے جس سے چاہے



نکاح کرے۔ اور اس کے ساتھ شوہر اگر ظلمت سمجھ کر چکا ہے تو شوہر پر مہر کمال واجب ہوگا۔

کما فی شرح الوقایہ:

ان اقر انه لم یصل الیها اجله الحاکم سنة قمریة فی الصحیح فان لم یصل فیها فرق الفاضی بینهما ان طلبته ای ان طلبت المرافة التفریق و تبین بطلانة ولها کل المهر ان خلا بها ونجب العدة انتهى مختصرا ۱۔

(ترجمہ: اگر خاوند یہ اقرار کر لے کہ وہ اپنی زوجہ سے ہمارے نہیں کر سکا تو صحیح قول کی رو سے حاکم اسے ایک قمری سال تک مہلت دے گا۔ اگر اس عرصہ میں بھی وہ اس سے ہمارے پر قادر نہ ہو تو بیوی اگر مطالبہ کرے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا اور اس تفریق سے ایک طلاق سے وہ بائن ہو جائے گی۔ اور عورت پورے مہر کی مستحق ہے اگر خاوند نے اس سے ظلمت کی اور عدت بھی واجب ہوگی مختصرا۔)

اگر باہم اختلاف واقع ہو اور عورتیں اس عورت کو دیکھ کر کہہ دیں کہ یہ باکرہ تو نہیں ہے بلکہ مثل اس عورت کے جس کے ساتھ ہماری ہوتا ہے یعنی شیبہ ہے تو مرد کو قسم دلائی جائے گی کہ میں اس سے ہمارے کر چکا ہوں اگر وہ قسم سے انکار کرے یا عورتیں کہہ دیں کہ یہ باکرہ ہے اس کو مہلت ایک سال کی علاج کے واسطے دی جائے۔ اگر وہ اس عورت سے ہمارے کرنے پر قسم کھائے اور عورتیں بھی اس کو شیبہ بیان کریں تو عورت کا حق تفریق باطل ہو جائے گا اور اسی کی زوجیت میں رہے گی۔

چنانچہ شرح وقایہ میں ہے۔

وان اختلفا وکانت ثیبا او بکرا فطرت النساء فقلن لیب حلف فان حلف بطل

حلفها وان نکل او قلن بکرا اجل ۱۲۔ مختصرا

(ترجمہ: اگر ہمارے میں عیاں بیوی اختلاف کریں اور وہ بیوی شیبہ ہو یا وہ باکرہ ہو لیکن عورتوں نے اس

کا معاینہ کیا تو انہوں نے کہا کہ شیبہ بیٹو خانہ سے قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم اٹھا لے تو بیوی کا تفریق کا حق باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر خانہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے یا عورتوں نے معاینہ کے بعد کہا کہ بیوی یا کرہ بیٹو خانہ کو مہلت دی جائے گی۔)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

محمد دینا علی ارضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 211﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت کا نکاح ایک شخص سے ہوا جو دس برس گزر گئے اور شوہر اس کا نامرد ہے۔ لائق محبت کے نہیں۔ لہذا وہ عورت طلاق چاہتی ہے۔

سائل: شیخ حسین بخش شٹھائیں آگرہ

۲۹ فروری ۱۹۶۶ء

## الجواب

اگر شوہر عین الاعلاج ہے تو فوراً نکاح فسخ ہو جائے گا۔ حاکم خود فسخ کر دے یا عورت فسخ کر دینے کی مجاز ہے۔ یعنی طلاق بائن ہو جائے گی۔ لہذا لائق میں ہے۔

اذا وجدت محبوبا فرق بينهما في الحال و لو قصر لا يمكنه ادخاله داخل الفرج  
ملخصا و لو وجدته عتبا او خصبا لا ينشتر ذكره اجل سنة.

(ترجمہ: اگر بیوی نے خاوند کا عضو تناسل کٹا ہوا پایا تو فوراً ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اور اگر وہ آلہ تناسل اتنا چھوٹا ہو کہ فرج میں اس کا داخل کرنا ممکن نہ ہو تو اور (اسی طرح) اگر اسے نامرد یا خبیث پایا کہ اس کے عضو خصوص میں امتیاز نہیں ہوتا تو اسے ایک برس کی مہلت دی جائے گی۔)

بعد اس کے وہ اگر طلاق نہ دے تو عورت کو شرماء خود طلاق دینے کا اور اپنے فقس کو اختیار کا حق حاصل

ہے۔

رد المحتار میں ہے :-

فاذا امتنع كان طالما فتاب عنه و اضيف فعله اليه و قبل بكفى اختيارها نفسها ولا

يحتاج الي القضاء كخيار العتق قبل وهو الاصح را

ۛ (ترجمہ: سال کی مدت کے بعد اگر مرد عورت کو طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو وہ ظالم ہے۔ قاضی اس کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس کا فعل خاوند کی طرف منسوب ہوگا۔ بعض علماء نے فرمایا ایسی صورت میں عورت کا اپنے نفس کو اختیار کر لینا کافی ہے۔ قضا کی ضرورت نہیں ہے جس طرح کہ خیارِ حلق میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہی اسج ہے۔)

والله اعلم بالصواب

کتبہ: مفتی السید محمد اعظمی ٹبرلہ



## ﴿فتویٰ نمبر..... 212﴾

## سوال

میرا نکاح نابالغی میں ہوا۔ بعد چار سال میں بالغ ہوئی تو معلوم ہوا کہ شوہر میرا نبھ ہے یعنی عورت کے لائق نہیں۔ میں نے طلاق چاہی وہ طلاق نہیں دیتا میں اپنے بھائی کے ہاں اسے چھوڑ کر چلی آئی اس کو عمرہ ایک سال ہو چکا ہے۔ میرا کوئی وجہ معاش نہیں۔ بھائی میرا اس وقت تک ٹھیک ہے۔ میرا مہر دوسو روپے ہے۔ مجھ کو شرعاً نکاح ثانی کی بابت کیا حکم ہے؟

سائل: مسماہ تیزین بنت احمد بخش مرحوم  
ساکن کیرہ دیکیاں آگرہ  
۲۵ فروری ۱۹۷۶ء

## الجواب

اگر شوہر کا عضو کٹا ہوا ہے یا ایسا چھوٹا عضو رکھتا ہے کہ جس سے دخول ناممکن ہے۔ تو دونوں میں طہرہ کی فوراً کر دی جائے گی۔ اور ہر شوہر کے ذمہ بوجہ خلوت کے لازم ہوگا اور یہ طلاق بائن ہوگی۔  
اور اگر کسی بیماری سے مامرد ہو گیا ہے تو سال بھر میعاد کے بعد عورت دوسرا نکاح کر لے گی۔ والد راہ اختیار میں ہے۔

اذا وجدتم مجبویاً فریق بینہما فی الحال و لو قصیراً لا یکنہ ادخالہ داخل الفرج (ملحظاً) و لو وجدتم عنیناً لو خصیاً لا ینقشر ذکرہ اجل سنۃ ۲

۱. عضو مخصوص کے چھوٹے ہونے کی دوسو قسمیں ہیں ایک یہ کہ بہت سی جگہاں گھڑی کی مانند ہوتی عورت کے مطالبہ پر فی الفور تفریق کر دی جائے گی۔ دوسرا یہ ہے کہ اس سے ذرا بڑا لیکن تمام مقام تک نہیں پہنچ سکتا تو فی الفور تفریق نہ کی جائے گی۔  
(آخر ۱۵ بار شریعت احمدیہ، ج ۱، صفحہ ۲۳۳، باب اولیٰ)
۲. الفرج المعطار علی ہامش رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۶۳۳-۶۳۵ (ملحظاً) مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ کوئٹہ

(ترجمہ: اگر عورت نے خاوند کے آلہ تامل کو کٹا ہوا پایا تو فوری طور پر ان کے مابین تفریق کر دی جائے گی اور اسی طرح اگر آلہ تامل اتنا چھوٹا ہو کہ فرج میں اس کا داخل کرنا ممکن نہ ہوئے اور اگر اسے ماسر د پایا یا فیسی پایا کہ اس کے آلہ تامل میں انتشار نہ رہتا ہو تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔)

بعد اس کے اگر طلاق نہ دے تو عورت کو خود طلاق دینے کا اور اپنے نفس کو اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ روا لکھا میں ہے۔

فإذا امتنع كان ظالما فتاب عنه و اضعف فعله اليه و قبل بكفى اخبارها نفسها ولا يحتاج الي القضاء كخبر العنق قبل و هو الاصح ۱۔

(ترجمہ: اگر خاوند عورت کو طلاق نہ دے تو وہ ظالم ہوگا۔ قاضی اس کا نائب نمبرے گا۔ قاضی کے فعل (تفریق) کی نسبت خاوند کی طرف کی جائے گی۔ بعض علماء کا کہنا ہے عورت کا اپنے آپ کو اختیار کرنا ہی کافی ہے۔ قضاء کی حاجت نہیں۔ جس طرح خیاء حق میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہی صحیح ہے)

جامع الاحکام جلد اول اسباب تنخيث طلاق ۱ صفحہ ۲۰۶ میں ہے کہ تاریخ منیٰ محض ہے۔ اور طلاق پذیر نہیں ہے تو زوج طلاق طلب کر سکتی ہے۔ قانون یہود و نصاریٰ و ملک انگلستان میں بھی اس طرح لکھا ہے ۲۔

انتهی عجلوتہ (پرنسپل آف محمد نس)

کتبہ المکتبی السید محمد اعظم غفرلہ



-----

عدت



-----

## ﴿فتویٰ نمبر..... 213﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و امامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغ کا عقد ایک شخص نابالغ مسکین غورخان سے ہو گیا۔ عرصہ چار پریم کا ہوا کہ اصغری نابالغ کی مادر نے غورخان سے جواب ۲۲ برس کی بے طلاق تحریری و زبانی حاصل کر لی ہے۔ اب اس کی والدہ اصغری نابالغ دختر اپنی کا عقد ناجی کرنا چاہتی ہے اس حالت میں نابالغ لڑکی کو آیا ایام عدت پورا کرنے کی شرعا ضرورت ہے یا نہیں؟ اور آیا ایام عدت پورا کئے ہو البتہ مادر نابالغ کا عقد دہرہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: امیر شاہ

۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

نابالغ کی عدت تین مہینہ ہے۔ بعد تین ماہ کے علاوہ اس کے اور کوئی ولی اقرب اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

کما فی الکتب:

وعدة الحرة للطلاق او الفسخ ثلاثة اقراء و ثلاثة اشهر ان لم تحض ما۔

(ترجمہ: طلاق ہو جانے یا نکاح کے فسخ ہو جانے پر عورت کی عدت تین حیض ہے اور اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو

تین ماہ ہے) منتہا

حرره العبد الراجی رحمة ربه القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضویؒ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 214﴾

## سوال

ایک عورت کھانہ فقہ کی تکلیف ہے۔ وہ باپ کے گھر رہی۔ اس اثنا میں اس کا خاوند پر دیس میں نوکر  
تھام گیا اب عدت وہ اپنے باپ کے گھر پوری کرے یا وہاں جائے؟

سائل: محمد خان معرفت بہادر خان پٹی گلی آگرہ

۱۷ مارچ ۱۹۶۶ء

## الجواب

## هو المصوب

ایسی صورت میں زوجہ کو ایام عدت اپنے باپ کے گھر پورے کرنا چاہئیں۔ فتاویٰ حامد یہ میں ہے  
إلا أن نخرج أو نهضم المنزل أو نخاف النهضم أو تلف مالها أو لا نجد كراء  
البيت ونحو ذلك من الضرورات فنخرج لا قرب موضع إله وفي الطلاق إلی حيث شاء  
الزوج ما انتهى

(ترجمہ: خاوند کی موت کے باعث عدت گزارنے والی عورت اسی گھر میں عدت گزارے گی جس میں عدت اس پر  
واجب ہوئی۔ وہ وہاں سے نہ نکلے گی۔ ہاں ان صورتوں میں وہاں سے نکل سکتی ہے (۱) اس کو وہاں سے نکل  
دیا جائے۔ (۲) گھر گر پڑے (۳) گھر کے گرنے کا خوف ہو (۴) مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو (۵) اس  
مکان کا کرایہ نہ ملتا ہو۔ اور اسی طرح کی دیگر ضروریات کی بنا پر نکل سکتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے قریب ترین  
مکان کی طرف چلی جائے جہاں وہ عدت گزار سکے۔ اور طلاق کی صورت میں مرد جہاں چاہے وہ منتقل ہو جائے)  
کتبہ: املتی محمد اعظم شاہ علی عنہ



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 215﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کے عاوند کا انتقال ہو گیا۔ عورت کو شادی میں جانا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ شادی بھائی کی لڑکیوں کی ہے۔ شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ مگر بھی قریب ہے۔ عاوند کا انتقال کئے ہوئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہو جائے گا۔

سائل: جمہ علی بیجا لورڈ

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

چار مہینہ دس دن تک جو عدت و قات اور زمانہ سوگ ہے عورت مذکورہ معتدہ و قات کو بجز ضرورتوں کے شوہر حوتی کے گھر سے دن رات نکلتا جائز نہیں۔ خواہ وہ گھر شوہر کا ملوک ہو خواہ کرایہ کا اس کے رہنے کی مقدار اس کے حصہ میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ ہذا ایک تو جب اس کے پاس اس قدر مال نہیں کہ جس سے اپنی ہر اوقات اور گزاران کر سکے۔ اس صورت میں دن کو بغرض صنت و مزدوری پردہ کے ساتھ اس کو نکلتا جائز ہے۔ مگر نصف سے زائد حصہ رات میں ضرور اسی گھر میں شب باقی کرے۔ دو ماہ اس صورت میں کہ جب اس کو وراثت یا صاحب مکان گھر میں نہ رہنے دیں اور وہاں رہنے سے خوف اینہبت یقینی ہو پیچہ کرنے مکان یا خوف کرنے مکان کے یا خوف تلف ہونے اپنے مال کے۔

كما في الدر المختار :

و نعتندان معتدہ طلاق و موت فی بیت و جبت فہ و لا نخرجان منہ الا ان نخرج

او بنہدم المنزل او نخاف انہدامہ او تلف ما لہا او لا نجد کراء البیت و نخرج ذالک من

الضرورات فتخرج لأقرب موضع إليه ۱

ترجمہ: طلاق اور خلع کی وفات کے باعث عدت گزارنے والی عورت اسی گھر میں عدت گزارے جس میں اس پر عدت واجب ہوئی ہو۔ اور وہ اس گھر سے نہ نکلے۔ یاں اگر اسے وہاں سے نکال دیا جائے یا گھر منہدم ہو جائے یا اسے خوف ہو کہ مکان گر پڑے گا یا اسے اپنے مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اسے گھر کا کرایہ نہ مل سکے یا ان کے علاوہ اور ضرورتیں درپیش ہوں تو اس مکان سے قریب ترین کسی جگہ پر چلی جائے

و قال الشامي في صفحة ۶۷۳ من رد المحتار

والحاصل ان مدار حمل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيفقد بفقدته فتمتنع

انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بينها ۲

(ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ عدت کے گھر سے نکلنے کا جواز اس کی کمانے پینے کی چیزوں کے لیے کام کاج میں مشغولیت کے باعث ہے۔ لہذا اس کا اندازہ اسی کے مطابق ہوگا۔ جب اس کی ضرورت پور ہو جائے تو اس کے لیے اس کے بعد گھر سے باہر وقت صرف کرنا جائز نہیں)

اور صورت مسئلہ میں امور مذکورہ سے کوئی بھی امر نہیں پایا جاتا لہذا اس کو شادی میں جانا ہرگز جائز

نہیں۔ ختم

حررہ: العبد الراعی زائد ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر علی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ ۱۸۱ مطبوعہ دار الفرائد العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ دار الفرائد العربی بیروت

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 216﴾

## سوال

زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہو گیا اور دونوں ایک تھانہ میں قفلوت سمجھ کر ایک جگہ رہے۔ سبے گھر ہم بستر نہیں ہوئے۔ بعدہ زید نے طلاق دے دی۔ اندریں صورت ہندہ پر عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر کیا عادت میں کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ حاد حسن تحصیل دار ریاست الور

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم. اللهم رب زدني علما

ہندہ کو چونکہ بعد قفلوت صحیح طلاق دی گئی ہے لہذا اس پر عدت ضرور واجب ہے۔ اور ایام عدت میں اگر علاوہ اسی شوہر کے جس نے طلاق بائن دی اور کوئی اس سے نکاح کرے گا وہ نکاح ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ صفحہ ۳۱ جلد اول فتوہ الدریہ میں ہے:

سئل مولانا المحقق شيخ الاسلام عبد الرحمن آفندي العمادي فيما اذا دخل الزوج بالزوجة و لم يصل اليها ثم طلقها فهل تلزمها العدة ولا يصح نكاحها قبل تمامها فاجاب تلزمها العدة ولا يصح نكاحها لغیر الاول قبل تمام عدتها!

ترجمہ: مولانا شیخ الاسلام عبد الرحمن آفندی عمادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ خاوند بیوی کے پاس گیا لیکن دخول نہ کیا پھر اسے طلاق دے دی تو کیا اس عورت پر عدت لازم ہوگی اور کیا عدت گزرنے سے پہلے اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا؟ فتوہ آپ نے جواب دیا کہ اس عورت پر عدت لازم ہے اور عدت ختم ہونے سے قبل پہلے خاوند کے سوا کسی اور مرد سے اس کا نکاح درست نہیں۔ (نقطہ)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دیوبند علی الرضوی رحمہ اللہ مفتی جامع مسجد اکبر آباد

-----

# حضانہ





-----

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 217﴾

## سوال

ایک لڑکی ڈھائی برس کی ہے جس کے ماں باپ دادا دادی نانا نانی بہن خالہ سب کا انتقال ہو گیا ہے۔ فقط اس کے قرائتوں میں سے یہ رشتہ دار باقی ہیں۔ اس کی ماں کا ماموں اور تین چچا تایا اور تین پھوپھی اندر میں صورت ان قرائتوں میں سے حق پرورش کس کا ہے۔

۶ فروری ۱۹۸۸ء

## الجواب

صورت مسئلہ میں مستحق پرورش دختر مذکورہ پھوپھیوں میں سے وہ پھوپھی ہے جس کا شوہر بھی لڑکی نابالغہ کا ذی رحم حرم یعنی رشتہ دار قریب ہو یا وہ پھوپھی جو بیوہ ہو۔ چنانچہ صفحہ ۴۱۶ پر ایسے قطع یوسفی میں ہے

فان لم تکن له ام فام الام اولی من ام الاب ..... فان لم تکن له ام الام فام الاب اولی من الاخوات ..... فان لم تکن جدۃ فالاخوات اولی من العمات والخالات ..... ثم الخالات اولی من العمات ..... ثم العمات !

ترجمہ: اگر نابالغہ کی ماں موجود نہ ہو تو نانی دادی کی نسبت پرورش کی زیادہ مقدار ہے۔ اگر نانی موجود نہ ہو تو دادی بہنوں کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔ اگر نانی دادی نہ ہو تو پھوپھیوں اور خالائوں سے ہمیں زیادہ حق رکھتی ہیں۔ ان کے بعد پھوپھیوں سے خالائیں زیادہ حق دار ہیں اور خالائوں کے بعد پھوپھیوں پرورش کرنے کی مستحق ہیں۔

اور اگر نہ کوئی پھوپھی ہو نہ بہن اور نہ ماں ہے کہ اس کا شوہر بھی لڑکی نابالغہ مذکورہ کا ذی رحم حرم ہو تو پھر پھوپھی کا بھی حق پرورش نہ رہے گا۔ کما فی الہدایہ المذکور:

و كل من نزلت من هؤلاء سقط حفيها الا الجدة اذا كان زوجها الجدة  
وكذلك كل زوج هو ذو رحم محرم منه!

☆ (ترجمہ: پردوش کرنے کی ہمداران عورتوں میں سے جو بھی نکاح کر لے تو اس کا حق پردوش ساقط ہو جاتا ہے مگر جدہ (نانی یا دادی) اگر اس کے ساتھ جد (نانا یا دادا) نکاح کر لے تو اس یہ حق ساقط نہ ہوگا اور اسی طرح ہر اس زوج کے با عث یہ حق ساقط نہ ہوگا جو بچہ کا ذی رحم محرم ہو)

اور بصورت نہ ہونے ایسی بچہ بچیوں کے حق پردوش تئیں چلے تائیں سے اس کا بے جو زیادہ نمازی پر بیزگار ہو اور اگر فتویٰ میں تئیں برابر ہوں تو حق پردوش اس کا بے جوان میں زیادہ رسیدہ ہو کما فی صفحہ ۲۹۳ من الجزء الثاني للدر المختار المطبوع مع الشامی فی المصر

ثم العصبان بنرتب الارث فبقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقيق ثم الاب ثم بنوه  
كذلك ثم العم ثم بنوه و اذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن!

(ترجمہ: ان کے بعد پردوش کرنے کا حق میراث کی ترتیب کے ساتھ عصبان کا ہے۔ لہذا باپ دادا کی نسبت مقدم ہے۔ ان کے بعد بھائی اس کے بعد باپ کی جانب سے بھائی پھر بھائی بیٹے کے اسی ترتیب کے ساتھ اس کے بعد چچا اس کے بعد اس کے بیٹے۔ اگر ایک دہچہ کے کئی ہمدار جمع ہو جائیں تو زیادہ پر بیزگار مقدم ہوگا۔ اگر پر بیزگاری میں برابر ہوں تو زیادہ عمر والا مستحق ہے)

اور اگر چچا نانا سے بھی خوف لڑکی نابالغ کی جان یا مال کا ہو تو حاکم کو لازم ہے کہ کوئی تقدیر امانت دار نیک بخت عورت سے پردوش کر لے۔ کما فی صفحہ ۲۹۳ من الشامی

وفي البدائع حنی لو كانت الاخوة والاعمام غیر ما مومن علی نفسها أو مالها

۱۔ الہدایہ المجلد الثانی جز ۳ صفحہ ۳۲۸ ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر آن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ دار الفرائد العربی بیروت

لا تسلم اليهم وينظر القاضى امرأة ثقة عدلة امينة فيسلمها اليها الى ان تبلغ!

(ترجمہ: بدائع میں ہے اگر نابالغ لڑکی کے بھائیوں اور چچاؤں پر اس کی ذات یا اس کے مال کے سلسلہ میں اعتماد نہ ہو تو اس نابالغ لڑکی کو ان کے سپرد نہ کیا جائے گا۔ اور قاضی ایک عادل ثقہ اور امانت دار عورت کو تلاش کرے۔ پھر بالغ ہونے تک اسے اس عورت کے سپرد کرے) منتظر و اللہ اعلم و علمہ احکم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ بالتوفی

ابو محمد محمد دین ادری

المختار جامع مسجد شہر آگرہ

۱۶ فروری ۱۹۱۸ء



## ﴿فتویٰ نمبر..... 218﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ رحمہ اللہ کی شادی ہو جب شرع شریف کے مسماۃ اللہ رکھی بنت امیر بخش سے ہوئی۔ بعد چند سال ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کی عمر قریب اب تین سال ہے اور دودھ چھوڑے ہوئے عرصہ نو دس ماہ کا ہو گیا۔ اب وہ دودھ پیتے پیتا ہے۔ چنانچہ رحمہ بخش مذکور نے مسماۃ اللہ رکھی زوجہ اپنی کو ہوجب شرع بذریعہ تحریر کے طلاق دے دی ہے جس کو عرصہ دس یوم کا گزر گیا۔ اور لڑکا پاس اللہ رکھی والدہ اپنی کے جو وہ لے گئی موجود ہے۔ اور لڑکا بازار وغیرہ کی ہر ایک چیز بخوبی خوشی خوردنوش کرتا ہے۔ اور مجھ کو لڑکے سے ماییت دہجہ کی محبت ہے اور میں اس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں اور میں ان کی پرورش بخوبی کر سکتا ہوں۔

لہذا اب یہ اسرار دریافت طلب ہے کہ جب لڑکا دودھ کو پیتے پیتا ہے اور دودھ چھوڑے ہوئے نو دس ماہ گزر گیا اور لڑکا پینا پھرتا ہے اور ہر ایک چیز بخوبی بازار وغیرہ کی خوردنوش کرتا ہے تو امی حالت میں ہو جب شرع کے لڑکا جملہ زن و شوہر کس کے پاس رہنا چاہئے؟ اور امی حالت میں مان و نفقہ کس کے ذمہ ہے اور کب تک؟ دوسرے یہ کہ آیا یہ مدت میں خرچہ پارچہ مسماۃ کو دینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

## الجواب

اللھم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں اگر ماں چاہے کہ لڑکے کی پرورش خود کرے اور باپ کو پرورش کرنے کو نہ دینا چاہے تو اس زمانہ تک ماں اس بچہ کی پرورش کی مستحق ہے جب تک وہ تنہا خود کھانے پینے لگے اور خود بلا امانت کسی کے استیجاز کر لے۔ اور ابو بکر خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے باعتبار مالک حالت بچوں کے اس مدت کا اندازہ سات برس کا کیا ہے۔ کما فی الہدایۃ:

والام والجدۃ احق بالغلام حتی یناکل وحده و یشرّب وحده و ینیس وحده

یستنجی وحده وفي الجامع الصغير حتى يستنقى بأن يأكل وحده ويشرب وحده ويلبس وحده لان تعام الاستغناء بالقدرة على الاستحشاء والخصاف قدر الاستغناء بسبع سنين اعتبارا للغالب انتهى مختصرا بقدر الحاجة ۲

(ترجمہ: ماں وادی اور نائی کو ناپائے کی پرورش کا بڑھ کر حق ہے۔ جب تک وہ اکیلا کھالے اکیلا پی لے اور خود استیفاء کر لے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ان کو بڑھ کر حق ہے جب تک وہ مستنقی ہو جائے اس طرح سے کہ خود اکیلا کھالے اکیلا پی لے اور اکیلا اپنے کپڑے پہن لے۔ دونوں عبادتوں کا معنی ایک ہی ہے کیوں کہ پورا استغناء ہی وقت ہوتا ہے جب اسے استیفاء پر قدرت حاصل ہو جائے۔ امام خفاف رحمۃ اللہ علیہ نے غالب حالات کا اعتبار کرتے ہوئے سات سال کی عمر مقرر فرمائی)

☆ اور ان فقہ لڑکے کا جب تک ماں کی پرورش میں رہے باپ کے اوپر لازم ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے

والنفقة (ای نفقة الولد) علی الأب ۳

(ترجمہ: اور والد کا فقہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے)

☆ علی پڑا نان و نفقہ ایام عدت زوجہ مطلقہ کا اور مکان سکونت کا انتضائے ایام عدت شوہر پر واجب ہے۔

كما صرح به في الهداية

و اذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكى في عدتها رجعي كان أو بائن ۴

۱۔ چاہے کہ تن میں جامع صغیر کی پارہاں طرح درج ہے لیکن الجامع الصغیر صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی میں عبارت یہی ہے کہ حتی یستنقى بأن يأكل ويشرب ويلبس وحده۔  
محمد علیہ الدینی علیہ

|    |               |                   |                            |
|----|---------------|-------------------|----------------------------|
| ۲۔ | الہدایہ:      | جلد ثانی صفحہ ۳۱۵ | مکتبہ امدادیہ ملتان        |
| ۳۔ | الجامع الصغیر | جلد ثانی صفحہ ۳۱۵ | مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان |
| ۴۔ | الہدایہ       | جلد ۲ صفحہ ۳۱۳    | مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان |

(ترجمہ: اور جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کا نام وفاقہ اور سکونت کا بندوبست مرد کے

ذمہ ہے۔ طلاق رجعی ہو یا بائن)

اور ایام عدت مطلقہ کے عند الحفیہ تین حیض کامل ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء

☆ (ترجمہ: طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض گزرانے تک روکے رکھیں۔) ﴿نساء: ۳۵﴾

حورہ: العبد الرأجی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دیدار علی لکھنوی المجد دی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



نقف



1. The first step in the QCA process is to identify the cases and the variables to be analyzed.

## ﴿فتویٰ نمبر..... 219﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں: مطلقہ عورت بعد طلاق دینے خاوند کے کون کون سے حقوق اپنے شرعی خاوند سے لے سکتی ہے؟ یعنی اول مردم ایک عدد جوڑہ، سوم خوراک عدت، چہام اپنا جینز جو کہ ہندہ کے باپ نے بوقت شادی اپنی لڑکی کو دیا۔ اور وہ جینز کچھ تو بھارت اتفاق خرچ ہو گیا ہے اور کچھ موجود ہو۔ اور ٹیگم وہ زور جو ہندہ کو ہندہ کے شوہر اور خسر نے دیا ہو؟

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

رب زدنی علما

صورت مسنولہ میں اگر طلاق بعد دخول یا نفلوت صحیح ہونے کے بعد دی گئی ہے تو مکان سکونت و ماں و نفقہ ایام عدت جگہ ایام عدت میں جس قدر کپڑوں کی ضرورت ہو بحسب ضرورت ہنہ اور مہر جو واجب الطلب ہے شوہر پر اس کا (دینا) واجب اور ایک جوڑہ بحسب عرف شوہر پر اپنی زوجہ مطلقہ کو دینا مستحب ہے۔

كما في الفتاوى الهندية المطبوعة في مصر في صفحة 334

المعنة عندنا على ثلاثة اوجه معنة واجبة و هي للمطلقة قبل الدخول و لم بسم لها مهر و مسنحة و هي للمطلقة بعد الدخول ولا واجبة ولا مسنحة و هي للمطلقة قبل الدخول و قد سمي لها مهر اكد في السراج الوهاج را

ہنہ (ترجمہ: ہمارے نزدیک بعد طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) واجب: یہ دخول سے قبل طلاق پانے والی ایسی عورت کے لیے ہوتا ہے جس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ (۲) مستحب: یہ دخول کے بعد طلاق پانے والی عورت کے

لیے ہوتا ہے (۳) نہ واجب نہ مستحب۔ یہ دخول سے قبل طلاق یا فسخ عورت کے لیے ہوتا ہے جس کا مہر مقرر ہوا۔ (السرراج الوہاج)

و ايضا فيه في صفحة ۵۷۷ من الجزء الاول

المعتمدة عن الطلاق تسحق النفقة و دار السكنى كان الطلاق رجعيا او باننا  
حاملًا كانت المرأة او لم تكن كذا في فتاوى قاضى خان ۱  
(ترجمہ: طلاق کے بعد عدت گزارنے والی عورت نان و نفقہ اور رہائش کے لیے مکان کی مستحق ہے۔ طلاق خواہ  
رجعی ہو یا وہابان ہو اور عورت حاملہ ہو یا ملکہ نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خان)

و ايضا فيه في صفحة 578

كما تسحق المعتمدة نفقة العدة تسحق الكسوة كذا في فتاوى خان ۲  
(ترجمہ: عدت گزارنے والی عورت جس طرح عدت کے دوران نان و نفقہ کی مستحق ہے اسی طرح وہ لباس کی بھی  
حق دار ہے۔ فتاویٰ قاضی خان)

اور مہر کا واجب الادا ہوتا تو ظاہری ہے۔ مہر یا چیز وہ محسب عرفہ لڑکی کو دیا جاتا ہے اور لڑکی کی ملک  
ہوتا ہے۔ لہذا بھلاجات اتفاق اگر لڑکی نے اپنے گھر میں خرچ کیا یا شوہر یا خسر کو ملیط خاطر دے دیا اور خرچ  
کرنے سے منع نہ کیا اس کو شوہر سے بعد میں طلب نہیں کر سکتی۔ البتہ جو موجود ہے اس کو لے سکتی ہے۔ اور اگر  
چیز شوہر یا خسر نے یا وصف اس کی مخالفت یا ناراضگی کے خرچ کر ڈالا تو یا شہد عدت جو خرچ کر دینے کے اس  
کی قیمت بھی لے سکتی ہے۔

اور شوہر یا خسر نے بھلاجات اتفاق جو کچھ زیور وغیرہ اس کو پہنا دیا تھا اگر اس کو بھی دیا تھا مہر کا وہ  
ملک اس لڑکی کی اس کی برادری میں سمجھا جاتا ہے وہ سب کچھ ملک اس مطلقہ کا ہے۔ اور اگر عرفا مارنا دیا جاتا

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ مع ترجمہ اردو : جلد ۸، صفحہ ۷۸

۲۔ الفتاویٰ الہندیہ مع ترجمہ اردو : جلد ۸، صفحہ ۸۶

مطبع فضل ربی پریس راولپنڈی

مطبع فضل ربی پریس راولپنڈی

ہے اور شوہر اور خسر کو جب چاہیں اس کے واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے تو بلاشبہ وہ ملک پرانا نہ والے کی ہے۔

کما فی الشامی فی صفحہ ۴۱۰ الجزء الثالث

و فی شرح البیری عن المبسوط :

☆ ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص را

(ترجمہ: المبسوط سے شرح البیری میں ہے کہ جو عرف (رسم و رواج) سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ نص

سے ثابت ہے)

☆ اور جو روپیہ لڑکی کے باپ نے اپنی دختر کی شادی میں برادری کے کھانا کھلانے میں یا بھروسہ دھوبی وغیرہ

کے دینے میں خرچ کیا ہے وہ اپنے نام یا ثواب کو خرچ کیا ہے۔ اس کا مطالبہ بذمہ شوہر کی طرح نہیں ہوتا۔

برات کو جو کھلانے میں صرف ہوا ہے یہ مصارف سب اپنی خوشی سے اپنے نام کے واسطے کئے جاتے ہیں۔ جو

کرے گا وہ اس کا بوجھ اٹھائے گا۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

محمد یحییٰ اعظمی (رضوی) مفتی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 220﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید کی زوجہ منکوحہ بلا اجازت میکے میں چلی گئی اور وہیں جاگزیں ہے۔ زید نے چند بار بلایا نہیں آتی ہے۔ لہذا اس صورت میں مان و نفقہ زوجہ مذکور کا زید پر واجب ہے یا نہیں؟

۲۶ ذی الحجہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

جو عورت بلا حق شرعی بلا اجازت شوہر کے گھر سے چلی جائے اور با و منہ پار بارہانے کے اس کے گھر آنے سے انکار کرے وہ شرمانا شرہ ہے۔ جب تک شوہر کے گھر نہ آئے اس کا مان و نفقہ شوہر پر واجب نہیں رہتا۔ کما فی الدر المختار

و لا نفقة لخاصرة من بينه بغير حق و هي الناشئة حتى تعود ۱۔

(ترجمہ: ناوند کے گھر سے حق نکل جانے والی کا نفقہ ناوند کے ذمہ نہیں ہوتا۔ وہ تا فرمان ہے جب تک واپس لوٹ کر نہ آجائے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین ادرلی مفتی دوا عطا

جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 221﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت کا خاوند نہایت بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور زرد کو ب کرتا ہے۔ نان نفقہ بھی نہیں دیتا۔ اور مہر منجل جو ایک سو روپے ہے نہیں ادا کرتا۔ پس اس صورت میں عورت اس کے ساتھ رہنے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور مہر منجل کا مطالبہ اس کے ذمہ شرعیاً قانوناً رہے گا اور وہ بغیر ادا نہ دین مہر منجل اور بغیر ضمانت کافی کے زہد کا مستحق ہے یا نہیں؟ مفصل جواب دیا جائے۔

سائل: حمیدین دختر شیخ رحیم اللہ علیہ رحمہما تئیں آگرہ  
کیم مارچ ۱۹۶۶ء

## الجواب

اگر شوہر بدسلوکی کرتا ہے اور نان نفقہ میں تنگی اور بدت سے خبر گیری نہیں کرتا تو وہ زہد سے نااش نہیں کر سکتا۔ اور نہ حاکم زہد کو حکم دے گا کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔ دیکھو جامع الاحکام جلد اول شوہر کا مسکن دفعہ ۶ پر سئل آف منجل۔ اور قانوناً بھی یہ امر مطابق رائے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ ہو چکا ہے کہ بغیر ادا نہ دین مہر منجل شوہر نااش زہد نہیں کر سکتا۔ ہائی کورٹ بہ مقدمہ عیدن بنام منگلہ حسین اور کتب فقہ میں اسی طرح ہے۔ فتاویٰ ہذا زیہ میں ہے

شکت عند القاضی انہ بضر بہا و طلبت الاسکان عند قوم صالحین ان علم بہ  
زجرہ والا فان کان الجبران صلحاء اقرھا عندهم والا امرہ بالاسکان عند الصلحاء  
(ترجمہ: بیوی نے قاضی کے سامنے شکایت کی کہ خاوند اسے مارتا ہے اور نیک لوگوں کے پاس رہنے کا مطالبہ کیا۔ اگر قاضی کو یہ یقین ہو جائے تو اس کو زجر کرے۔ ورنہ اگر پردہ نیک لوگ ہوں تو عورت کو ان کے ہاں ٹھہرا دے۔ ورنہ اسے حکم دے کہ اسے نیک لوگوں کے ہاں ٹھہرائے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم غفرلہ

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 222﴾

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زہیہ کی دوزوہہ ہیں اور زوہہ اول کا زہیہ نے مان و نفقہ مقرر کر کے اس سے علیحدہ ہوا زوہہ ثانی رہنا اختیار کیا ہے۔ پس زوہہ اول اس وقت سے جبکہ زہیہ نے نکاح ثانی کیا علیحدہ رہتی ہے۔ اب ایک عرصہ کے بعد زہیہ کہتا ہے زوہہ اول سے کہ اب میں مان و نفقہ تیرا مقرر نہیں دیتا۔ تو بھی ہمراہ شریک زوہہ ثانیہ کے رہ کر شاملات میں مان و پارچہ لے ورنہ علیحدہ میں نہیں دیتا۔ اور نہ یہ حکم شرع ہے کہ اس صورت میں ہذا گائنان و نفقہ دوں۔ اور حالت زوہہ ثانیہ کی یہ ہے کہ وہ پارسا اور نیک چلن نہیں ہے۔ جس کا زہیہ بھی خود قائل ہے اور کہتا ہے کہ زوہہ ثانیہ میری کاتعلق ناجائز فلاں شخص سے ہے۔ اور وقت نکاح ثانی زوہہ اول کے ساتھ بھی عہد و پیمان کیا تھا کہ جو مان و نفقہ تیرا مقرر کرنا ہوں یہ تجھ کو دوام علیحدہ رکھ کر دیے جائیں گے۔ اور اب یہ جیلہ کر کے زوہہ اول کا مان و نفقہ بند کر دیا۔ پس اس بارے میں کیا حکم شرع شریف یہی ہے کہ زہیہ زوہہ اول کو جو نیک چلن ہے شریک و مال رہنے سے ہمراہ زوہہ ثانیہ کے جو بد چلن ہے مجبور کرے؟ اور اپنے عہد و پیمان کے خلاف اس جیلہ سے مان و نفقہ مقرر زوہہ اول بند کر دے؟ جو کچھ حکم شرع شریف اس باب میں ہونا مذکور فرمایا جائے۔

سائل: محمد امیر اعظم

بیرون لال دروازہ النور۔

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورتِ مسئلہ میں اگر دسرخوان زید اتافراخ ہے کہ اس پر بہت لوگ کھانا کھاتے ہیں اور زوجہ زید بقدر اپنی ضرورت کے بآسائش نان و نفقہ لے سکتی ہے پھر تو وہ اپنا نفقہ جدا مقرر کرانے کی مستحق نہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں اور زید کی شرکت میں کھانے پینے پر راضی ہے بہت سی خوب اور اچھی بات ہے۔ اور اگر وہ علیحدہ مقرر کرانا چاہے تو ضرور بقدر نان و نفقہ معروف زید پر اپنی زوجہ کو علیحدہ دینا لازم ہوگا۔

كما في البحر الرائق:

طريق ابدال النفقة اليها (ای الزوجة) وهو ان تمكين و تمليك فالتمكين متعين قيسا اذا كان له طعام كثير و هو صاحب مائدة فتمكين المرافة من تناول مقدار كفايتها فليس لها ان تطالبه بقرض النفقة و ان لم يكن بهذه الصفة فان وضعت ان تاكل معه فيها و تعمت و ان خاصته في قرض النفقة بقرض لها بالمعروف و هو التمليك كذا في غايه البيان ۱۔

(ترجمہ: بیوی تک نان و نفقہ پہنچانے کے دو طریقے تھے ہیں (۱) تمکین (۲) تملیک۔ تمکین کی صورت اس وقت متعین ہے جب کہ خاوند کے پاس کثرت سے کھانا ہو۔ وہ دسرخوان والا ہو۔ تو اس صورت میں عورت کو قدرت ہوگی کہ اپنی کفایت کے برابر کھالے۔ لہذا اسے نان و نفقہ مقرر کرانے کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر مرد کی یہ حالت نہ ہو تو اگر وہ مرد کے ساتھ کھانا کھانے پر رضامند ہو جائے تو یہی طریقہ اپنائے اور یہ بہت اچھا ہے۔ اور اگر وہ نان و نفقہ کے تقرر کے لیے خاصیت کرے تو دستور کے مطابق اس کے لیے مقرر کر دیا جائے اور یہ صورت تملیک کی ہے۔ تلخیص البیان میں اسی طرح ہے)



☆ اور تھیں مدت ادا کے وقت مختلف ہے۔ زمین دار کو چاہیے کہ سالانہ فصل پر بقدر ضرورت یک سال کا زچہ کوڈے کر قمار خاں الہال ہو۔ اور سودا گرا ہوا دیا کرے۔ اور پیشہ ور روزانہ مقرر کر دے۔

كما في مبسوط شمس الانعة السرخسي رحمة الله عليه

فان كان محسرفا نفرض عليه النفقة بو ما يو ما لانه يتعذر عليه اداء النفقة شهرا دفعة واحدة و ان كان من التجار نفرض الاداء شهرا شهرا و ان كان من الدحاقين نفرض عليه النفقة سنة سنة لان تبسیر الاداء عليه عند ادراك الغلات في كل سنة و تبسیر الاداء على الساجر عند اتخاذ اجر غلات الحوانيت و غيرها في كل شهر و تبسیر الاداء على المحسرف بالاكساب في كل يوم !

(ترجمہ: ناوید اگر پیشہ ور ہے تو روزانہ کا نان و نفقہ اس کے مقرر کیا جائے کیوں کہ اس کے لیے ایک مہینہ کا ایک مشت ادا کرنا مشکل ہے۔ اور اگر وہ تاجر ہے تو ماہوار طریقہ سے مقرر کیا جائے اور اگر وہ کسان ہے تو سالانہ کے اعتبار سے مقرر کیا جائے۔ کیونکہ آمدنیوں کے حصول پر سال کے بعد اس کے لیے ادائیگی (میں) آسانی ہے۔ اور تاجروں کے لیے دکانوں وغیرہ کی آمدنیوں کی وجہ سے ماہانہ ادا کرنا آسان ہے۔ اور پیشہوروں کے لیے ہر روز کی کمائی پر روزانہ ادا کرنا آسان ہے)۔

اور جب زیہ کی شرکت میں اگر زچہ رہتا نہ چاہے تو نان و نفقہ شرعیہ مقرر کر سکتی ہے۔ تو بصورت ناراضگی شرکت زچہ ہٹائیے کے کہ جس میں رنجش یا بھی وقاحت حسبِ مادت ہر وقت قیمتی ہے۔ خصوصاً ایسی زچہ کے ساتھ کہ حسبِ اقارذ یہ جس کا چال چلن خراب ہے بلا تکلف اپنا نان و نفقہ بقدر اپنی ضرورت کے محسب عرف بطریق معروف جدا لے سکتی ہے۔ ☆ بلکہ اگر اس کو سودا وغیرہ مگوانے کے لئے علیٰ حد اکھانا پکانے کے لئے خادمہ کی اگر ضرورت ہو، اور شوہر یا سوہرہ کو روکا متکفل نہ ہو، بقدر ضرورت خادمہ اس خادمہ کا بھی نان و نفقہ شرعیہ سے محسب عرف لے سکتی ہے۔

پچنانچہ بیسوط شرح کافی حاکم میں ہے:

و عن زفر رحمه الله تعالى انه يفرض لخدام واحد لان على الزوج ان يقوم بمصالح طعامها و حوائجها فاذا لم يفعل ذالك اعطاها نفقة خدام لم تقوم هي بذالك بنفسها او تتخذ خادما فاما في ظاهر الرواية استحقاقها نفقة الخدام باعتبار ملك الخدام!۔

(ترجمہ: امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک نوکر کی تنخواہ مان و نفقہ میں مقرر کی جائے گی۔ کیونکہ خاوند کے ہمارے کھانے تیار کرنے کا بندوبست اور ضروریات مہیا کرنا لازم ہے جب اس نے کھانے وغیرہ کا بندوبست نہ کیا تو اسے ایک نوکر کی تنخواہ ادا کرے۔ پھر یہ خود اپنا کھانا تیار کرے یا کسی کو ملازم رکھ لے ہر دو صورت میں ظاہر روایت کی رو سے ملازم کی تنخواہ وصول کرنے کی وہ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ خادم کی مالک ہے۔)

حورہ: العید الراجی رحمۃ ربہ  
ابو محمد دیر علی الرضوی الحنفی امجد دی مفتی  
جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 223﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زلیہ نے اپنی عورت کو طلاق دی ی۔ اور اس کے پاس ایک بچہ اڑھائی سال کا ہے۔ اگر وہ لڑکا اپنی والدہ کے پاس رہے گا تو مرد کو اس کی پرورش کے واسطے دینا ہوگا یا نہیں؟ اور مرد جس وقت یا اس وقت اپنا لڑکا لینا چاہے گا تو ملنا چاہئے یا نہیں؟۔ بینوا غوجروا  
سائل: حبیب بخش محلہ سکولگی وادی سار  
۲۲ شوال ۱۳۳۳ھ

## الجواب

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ و آلہ و صحبہ

اللہم رب زدنی علما۔

صورت مسئلہ میں بچہ کا نفقہ جب تک وہ اپنی ماں مظفر کی مہر پرورش میں ہے باپ پر لازم ہے اور نیز اجرت پرورش کی حسب عرف و عادت جو کچھ باہم ظہر جائے ایام عدت گزر جانے کے بعد سے اس واسطے کہ ایام عدت کا تو ان وقت بعد پرورش بھی بچہ کے باپ پر لازم ہے اور سات برس تک جب تک بچہ تنہا بغیر کسی کی مدد کے خود کھانے پینے پہنچنے مستحاج کرنے پر قادر نہ ہو جائے اور خود مستحاج تک نہ کرنے لگے ماں کا حق پرورش ہے۔ ماں سے چھین کر دوسری جگہ باپ پرورش نہیں کروا سکتا۔ کما فی الہدایہ:

واذا وقعت الفارقة بین الزوجین فالام احق بالولد والنفقة علی الاب انھی

مختصراً۔

(ترجمہ: میاں بیوی کے درمیان اگر جدائی ہو جائے تو ماں بچہ کی پرورش کی زیادہ حق دار ہے اور نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا)



(ترجمہ: اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ نابالغ بچے کا مان و نفقہ جب اس کے باپ پر واجب ہے بشرطیکہ وہ مال دار ہو ورنہ نابالغ بچے کے مال سے خرچ کیا جائے گا۔ اور پردوش کرنے والی عورت کی اجرت میں خرچ کرنا مان و نفقہ میں داخل ہے جس نے اپنے آپ کو نکاح سے اس بچے کی خاطر روک رکھا ہو۔ ضرورت کے مطابق عبارت کو مختصر کیا گیا ہے)

☆ ہاں البتہ اگر مابعد ایام عدت وہ ماں مظاہرہ کسی سے نکاح کر لے تو حق پردوش ماں کا ساتھ ہو جائے گا۔ بشرطیکہ جس سے نکاح کرے وہ اس بچے کا رشتہ دار قریب ذی رحم محرم نہ ہو۔  
چنانچہ ہدایہ میں ہے:

و کُل من تزوجت من هؤلاء بسقط حقها لما رويها ولان زوج الام اذا كان اجيبا  
بعطبه نذرا و ينظر اليه شذرا فلا نظر الا الجدة اذا كان زوجها الجدة لانه قام مقام ابه فينظر  
له و كذا لك كل زوج هو ذو و رحم منه لقام الشفقة نظرا الى القرابة القريبة۔  
☆ (ترجمہ: مذکور بالا عورتوں میں سے جو نکاح کر لے اس کا حق ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل حدیث پاک کو  
ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ کیونکہ والدہ کا عاوند جب انجمنی ہو تو اس بچے کو بہت نحوڑا دے گا اور اسے کن انگیوں  
سے دیکھے گا۔ سوائے دادی نانی کے جس کے ساتھ دارا یا نانا نے نکاح کیا ہو تو اسے پردوش کا حق باقی رہے گا  
کیونکہ وہ اس بچے کے باپ کے قائم (مقام) ہوتا ہے۔ تو وہ اس کی نگہداشت کرے گا اور اسی طرح جب کہ  
عاوند اس بچے کا ذی رحم محرم ہو کیونکہ وہ قریبی رشتہ داری کے باعث اس بچے پر شفقت رکھے گا۔ مختصر  
حدود: العبد الراعي رتہ رہا القوی  
ابو محمد محمد دیر علی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 224﴾

## سوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

- 1 کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین۔
- 2- نضب کا عقد زید کے ساتھ بارہ سال کی عمر میں ہوا۔ جب کہ زید کی عمر چھوڑہ سال کی تھی۔ ڈھائی سال تک نضب زید کے مکان میں ہمراہ زید ری۔ زید کی سکونت دہ شر میں ری اور ہے۔
- 3- ام زید اور زید نے نضب کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائیں کہ جو باعث اتفاقی ہوئیں۔ یہاں تک نوہت پہنچی کہ زید نے یہ ارادہ ظاہر کر کے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا اس کے عزیزوں میں بھیج دیا جو کہ دوسرے شر میں تھے اور ہیں۔
- 4- بعد گزرنے کچھ عرصہ کے کہ جو محض زید کا انتظار تھا۔ بذریعہ تحریر زید سے کہا کہ یا تو اس وقت اپنی زوجہ کو لے جاؤ یا ہم بھیج دیں یا جو کچھ تم کو نقد رہے ہم کو معطیٰ کرو ہم بسبب تک دتی نضب کے اخراجات کے کفیل نہیں ہو سکتے۔
- 5- زید نے جواب دیا کہ نضب سے مجھ کو کچھ مطلب و سرکار نہیں ہے۔ مجھ کو لے جانے یا تمہارے پہنچا دینے سے کیا غرض ہے۔ نہ مان و نقد دے سکتا ہوں۔ بلکہ اگر تم لوگ مجھ کو زیادہ پریشان کرو گے تو اس شرط پر کہ مسامحہ معاف کر دے اور قانونی اسامپ پر باضابطہ اقبال معاف کر دینے میرا تحریر کر دے۔
- 6- یہ کہ میں طلاق دے کر فارغ خطی باضابطہ لکھ دوں گا۔
- 7- یہ کہ ہر شخص نے دورانہ پیش کی غرض سے جہاں تک ممکن ہوا سمجھا۔ اور اس ارادہ سے باز رکھنے کی ہدایت کی مگر زید نے کسی بات کا خیال نہ کیا۔ نضب کے عزیزوں نے مجبور ہو کر اس خیال سے کہ یہ جھگڑا طویل نہ پکڑے کہ جو باعث رسوائی کا ہو ہر دو جانب سے ہر اور طلاق لیکر اور معاف کرا کر



وعليه العدة في جميع المسائل ۱۔

(ترجمہ: ان تمام مسائل میں اس کے ثبوت عدت ہے)

نیز اسی میں ہے:

و اذا طلق الرجل امراته فلها النفقة والسكنى في عدتها رجعا كان او بائنا ۲

(ترجمہ: خاوند جب اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے اندر نفقہ اور سکونت حاصل کرنا عورت کا حق ہے طلاق

خواہ رجعی ہو یا بائن)

☆ اگر عورت کو حیض نہ آیا ہو تو عدت تین ماہ ہے ہدایہ میں ہے)

وان كانت ممن لا تحيض من صغر وكبر فعدتها ثلاثة اشهر وكذا اذا بلغت بالسن و

لم تحيض ۳

☆ (ترجمہ: اگر عورت ایسی ہو جس کو کم عمری یا بڑھاپے کے باعث حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ اور

اسی طرح اس عورت کا حکم ہے جو عمر کے اعتبار سے بالغ ہو لیکن اسے حیض نہ آتا ہو)

والله اعلم بالصواب

ماہِ محمد رمضان غفر لی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۲ دسمبر ۱۹۱۵ء



شرکت علمبہ ملتان

ص ۳۲۶

الہدیہ ج ۲

۱۔

شرکت علمبہ ملتان

ص ۳۳۳

الہدیہ ج ۲

۲۔

شرکت علمبہ ملتان

ص ۳۲۳

الہدیہ ج ۲

۳۔



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 225﴾

مدعیان۔ صدرالدین مسماۃ ریاضی ساکن حلقہ مالی مندی۔

۱۳ دسمبر ۱۹۱۵ء مطابق ۱۵ فروری ۱۳۳۲ھ

### خلاصہ فیصلہ شرعی

بہاولپور حسین بخش، اللہ بخش، امداد حسین،۔ خدا اللہ لا ہو قاضی علی بخش، چودہری محمد بخش، شیخ خیراتی، حافظ

حسام الدین، محمد بخش، رحیم بخش، عبدالرحیم، حافظ عنایت حسین صاحبان

مسمی صدرالدین شوہر پر ریاضی بنت اللہ بخش نے پدغوی شرعی رجوع کیا کہ اس نے مجھ کو زبانی اور تحریری طلاق مغلطہ دے دی۔ میرا اسباب جہیز اس کے پاس ہے۔ اور جو کچھ حقوق اور دختر میری کا فیصلہ شرعی ہونا چاہئے۔

مفتی نے موقع پر بیان صدرالدین پر نصیر الدین شوہر مسماۃ ریاضی کا لیا۔ بیان کیا کہ ۷ دسمبر ۱۹۱۵ء بروز منگل میں نے تین طلاقیں دے دیں۔ کیوں کہ میری ہمیشہ عدلی تھی کرتی رہی اس کی اشیاء میرے پاس حسب ذیل ہیں۔

عُرف، دھنکی، ڈھکنا، لوہ، کٹورہ، کف، گیز، پٹنگ، شکستہ بان، زیور، نقرئی، ہالیاں، آٹھ عدد جگتوں، ایک چوڑیاں، دست چار عدد جوٹن دو عدد چھلہ پیر دس عدد اور میرا میرا شرعی مبلغ ۱۰۰ روپے کا ہوا ہے وہ بھی میرے قصور ہے۔

میرا نکاح قاضی قمر الاسلام نے پڑھایا تھا اس کے پاس ہر لکھا ہوا ہے۔

### بیان مسماۃ ریاضی بنت اللہ بخش

میرا نکاح صدرالدین پر نصیر الدین سے دس برس کا عرصہ ہوا کہ ہوا تھا۔ اس نے مجھ کو بلا تصور طلاق

دے دی۔ میرا اسباب جو صدرالدین نے لکھا ہے میں دوبالی اور دو انگٹھیاں چاندی کی قیمتی ایک روپیہ اور

تو شک رضائی نکلیے جو استعمال سے ختم ہوگئی۔

مجھ کو کوئی کپڑا شوہر نے نہ دیا۔ کھانا کچھ دنوں اپنا اور کچھ دنوں اس کا کھایا۔ میرا مرضی محمدی تھا۔  
 حاضرین نے کہا کہ ہر شرعی یہاں باتیں ۳۲ روپیہ آٹھ آنے ہوا کرتا ہے۔ ریاضی نیگم نے اس کا اقرار کیا کہ اسی  
 قدر تھا۔

مصدقہ والدین کے والد نے مجھ کو آٹھ ہالیاں طلائی اور گلے میں تو را اور بن اور ہانہوں میں چاندی  
 کی اور بارہ چوڑیاں ہاتھوں میں۔ بڑی آٹھ چاندی کی۔ پیر میں چھاگل۔ جما نخرودہ عدد۔ چوڑیاں چار۔ یہ سب  
 زیور مجھ کو پہنایا تھا۔ یہ سب دلایا جائے۔

مسی صدرالدین شوہر سے دریافت کیا اس نے کہا میرے باپ سے دریافت کیا جائے مجھ کو اس کا  
 حال معلوم نہیں۔ نصیرالدین اس کے باپ نے کہا کہ یہ چیزیں مستعار میں نے پہنا دیں تھیں۔ پھر اتار لیں۔  
 اس کو بہ نہیں کی تھیں۔ حاضرین نے کہا کہ دہن کو جو اشیاء پہناتے ہیں وہ ملکیت اس کی سمجھتے ہیں۔ اور مسماۃ  
 ریاضی نے بھیجی کا سامان چار تہوار کا روپیہ سال جوڑا عید برات کا بھی مطالبہ بڑھ کر شوہر بیان کیا۔

### ضمیمہ بیان نصیر الدین و صدر الدین

ہم نے یہ زیور مستعار پہنایا تھا اور رقم یہی ہے کہ مستعار پہناتے ہیں دو ہالی اور انگوٹھیاں اس کی  
 ہیں۔ وہ ہم دے دیں گے۔ اور تمام حاضرین نے بعد بیان کے بالاتفاق کہا کہ اب جو حکم شرع شریف کا ہوگا  
 اس پر عمل درآمد کریں گے۔

### الجواب

### خلاصہ

بعد استماع بیان تفریقین و حاضرین جلسہ حسب حکم شریعت ہر سہ طلاق کا واقع ہوا بیان شوہر اور  
 اقرار عید سے اور تحریر شوہر سے ثابت ہے۔

فریقین میں شرعی کے مقرر ہیں۔ اور شوہر نے علاوہ اشیاء کے خود اقرار کیا تھا۔ حسب بیان مدعیہ دو پالی اور دو انگوشیاں بھی اپنے پاس ہوا بیان کیا۔ اور جو اشیاء بطور تحفہ زوجہ کے پاس آئیں ان کا استعمال اس نے کیا۔ کھانے پینے کی اشیاء اس کا استعمال میں ہیں۔ اس کا کوئی حصہ شوہر کے پاس نہیں اور نہ ممکن ہے کہ دس برس تک باقی رہیں۔ اب بمقابلہ صدر الدین و نصیر الدین زبور مستعار کا جھگڑا رہا۔ جس میں صدر الدین و نصیر الدین مستعار کہتے ہیں۔ اور مدعیہ ملکیت کا اظہار کرتی ہے۔ اور رسم یہ ہے کہ زبور مات جو زبور یا نبوت دیا جاتا ہے وہ زوجہ کا ہوتا ہے۔ اور یہ واقعہ بعد کئی سال ہوا ہے کہ سماج کو زبور پہنایا تھا اور پھر واپس لے لیا۔ لہذا جوہر انکار مطابق حکم

☆ البينة على المدعى واليمين على من انكره

(ترجمہ: کو اسی پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور قسم انکار کرنے والے کے ذمہ ہے)

صدر الدین و نصیر الدین سے حلف لیا گیا ہر دو نے حلف سے انکار کیا۔ پس

الطلاق مرتان فامساک بمعروف أو تسريح بإحسان

(ترجمہ: طلاق رجعی جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے دو دفعہ ہے۔ پھر روک لینا ہے بیوی کو نیکی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے نیکی کے ساتھ)

کے مطابق شوہر پر ہمراہ کرنا واجب ہے اور جو اشیاء نفرتی و طرف و چنگ وغیرہ اس کے پاس ہے اس کو واپس مساقہ قریاضی کو دے دے۔

☆ اور دو بارہ دختر جب تک اس کی ماں نکاح ثانی نہ کرے سات برس دختر کی پرورش کر سکتی ہے۔ بمطابق حکم حدیث:

۱۔ الجامع الصغير مع شرح فيض القدير ج ۳ ص ۴۴۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ القرآن الحكيم: سورة البقرة: آیت ۲۲۸

ہلالم فترو جی ما۔

☆ صدق اس کا ہمہ والد یعنی صدر الدین رہے گا۔ بعد سات برس کے دختر جبر ناپ کو دلائی جائی گی۔  
و علیہ الفتوی۔

☆ بعد تین جنس پورے ہونے کے مہا کو اختیار ہے کہ عقد ثانی اپنا کرے یا نہ کرے مہسکی صدر الدین شوہر نے یہ کہا کہ ایام عدت کے صرف کو بھی میں دے دوں گا۔ اگرچہ اس کا لزوم شرمائیں مگر تیر ما و استحباباً جائز ہے۔ لہذا مذمہ شوہر علا و مہر نہ دختر کے ایام عدت کا بھی مائد ہو گیا۔ مہر و اسباب و نفقہ ادا کرے یا ضمانت دے دے تاکہ آئندہ کوئی فساد نہ ہو۔

فیصلہ شرعی تمام حاضرین کو اور فریقین کو سنا دیا گیا۔ جلسہ برخواست ہوا اب فریقین کو اختیار ہے خواہ فیصلہ شرعی پر پابندی کریں خواہ دروازہ عدالت کھلا ہوا ہے وہاں با ضابطہ رجوع کریں۔ اصل پر نکتان (انگوٹھا) ہر دو لئے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب و عندہ ام الكتاب

کعبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



ما بعد بچ پاک کا ایک حصہ ہے پوری حد ہے میں ہے

عن عمرو بن شعب عن ابیہ عن جندہ عبد اللہ بن عمرو ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ان ابنتی ہذا کان بطنی لہ وعاء وثلبی لہ سقاء وحجری لہ سواء وان لباء طلقنی واراد ان ینزع منی فقال رسول اللہ ﷺ انت احسن بہ ما لم تنکحی۔

(ترجمہ) حضرت عمرو بن شعب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ ایک عورت نے دربار نبوی میں عرض کی میرا بیٹا ہے میرا بیٹا اس کی حفاظت کا برتن میرے پستان اس کو میرا بکرنے والی منگہ اور میری گودا ہے اندر سمیٹ کر رکھنے والی تھی۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ اے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اس کی زیادتی وارو جب تک تم نکاح نہ کرو)

- |     |                                  |                      |
|-----|----------------------------------|----------------------|
| i   | زجاجة المصباح جلد ۲ صفحہ ۵۵۲'۵۵۳ | مطبوعہ حیدر آباد دکن |
| ii  | مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹۳         | مکتبہ امدادیہ ملتان  |
| iii | سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۳۷۱      | مکتبہ امدادیہ ملتان  |

1. The first part of the document is a list of the names of the persons who have been named in the document.

# شکار و ذبح

1. 2018 2019 2020 2021 2022 2023 2024 2025 2026 2027 2028 2029 2030 2031 2032 2033 2034 2035 2036 2037 2038 2039 2040 2041 2042 2043 2044 2045 2046 2047 2048 2049 2050 2051 2052 2053 2054 2055 2056 2057 2058 2059 2060 2061 2062 2063 2064 2065 2066 2067 2068 2069 2070 2071 2072 2073 2074 2075 2076 2077 2078 2079 2080 2081 2082 2083 2084 2085 2086 2087 2088 2089 2090 2091 2092 2093 2094 2095 2096 2097 2098 2099 2100 2101 2102 2103 2104 2105 2106 2107 2108 2109 2110 2111 2112 2113 2114 2115 2116 2117 2118 2119 2120 2121 2122 2123 2124 2125 2126 2127 2128 2129 2130 2131 2132 2133 2134 2135 2136 2137 2138 2139 2140 2141 2142 2143 2144 2145 2146 2147 2148 2149 2150 2151 2152 2153 2154 2155 2156 2157 2158 2159 2160 2161 2162 2163 2164 2165 2166 2167 2168 2169 2170 2171 2172 2173 2174 2175 2176 2177 2178 2179 2180 2181 2182 2183 2184 2185 2186 2187 2188 2189 2190 2191 2192 2193 2194 2195 2196 2197 2198 2199 2200 2201 2202 2203 2204 2205 2206 2207 2208 2209 2210 2211 2212 2213 2214 2215 2216 2217 2218 2219 2220 2221 2222 2223 2224 2225 2226 2227 2228 2229 2230 2231 2232 2233 2234 2235 2236 2237 2238 2239 2240 2241 2242 2243 2244 2245 2246 2247 2248 2249 2250 2251 2252 2253 2254 2255 2256 2257 2258 2259 2260 2261 2262 2263 2264 2265 2266 2267 2268 2269 2270 2271 2272 2273 2274 2275 2276 2277 2278 2279 2280 2281 2282 2283 2284 2285 2286 2287 2288 2289 2290 2291 2292 2293 2294 2295 2296 2297 2298 2299 2300 2301 2302 2303 2304 2305 2306 2307 2308 2309 2310 2311 2312 2313 2314 2315 2316 2317 2318 2319 2320 2321 2322 2323 2324 2325 2326 2327 2328 2329 2330 2331 2332 2333 2334 2335 2336 2337 2338 2339 2340 2341 2342 2343 2344 2345 2346 2347 2348 2349 2350 2351 2352 2353 2354 2355 2356 2357 2358 2359 2360 2361 2362 2363 2364 2365 2366 2367 2368 2369 2370 2371 2372 2373 2374 2375 2376 2377 2378 2379 2380 2381 2382 2383 2384 2385 2386 2387 2388 2389 2390 2391 2392 2393 2394 2395 2396 2397 2398 2399 2400 2401 2402 2403 2404 2405 2406 2407 2408 2409 2410 2411 2412 2413 2414 2415 2416 2417 2418 2419 2420 2421 2422 2423 2424 2425 2426 2427 2428 2429 2430 2431 2432 2433 2434 2435 2436 2437 2438 2439 2440 2441 2442 2443 2444 2445 2446 2447 2448 2449 2450 2451 2452 2453 2454 2455 2456 2457 2458 2459 2460 2461 2462 2463 2464 2465 2466 2467 2468 2469 2470 2471 2472 2473 2474 2475 2476 2477 2478 2479 2480 2481 2482 2483 2484 2485 2486 2487 2488 2489 2490 2491 2492 2493 2494 2495 2496 2497 2498 2499 2500 2501 2502 2503 2504 2505 2506 2507 2508 2509 2510 2511 2512 2513 2514 2515 2516 2517 2518 2519 2520 2521 2522 2523 2524 2525 2526 2527 2528 2529 2530 2531 2532 2533 2534 2535 2536 2537 2538 2539 2540 2541 2542 2543 2544 2545 2546 2547 2548 2549 2550 2551 2552 2553 2554 2555 2556 2557 2558 2559 2560 2561 2562 2563 2564 2565 2566 2567 2568 2569 2570 2571 2572 2573 2574 2575 2576 2577 2578 2579 2580 2581 2582 2583 2584 2585 2586 2587 2588 2589 2590 2591 2592 2593 2594 2595 2596 2597 2598 2599 2600 2601 2602 2603 2604 2605 2606 2607 2608 2609 2610 2611 2612 2613 2614 2615 2616 2617 2618 2619 2620 2621 2622 2623 2624 2625 2626 2627 2628 2629 2630 2631 2632 2633 2634 2635 2636 2637 2638 2639 2640 2641 2642 2643 2644 2645 2646 2647 2648 2649 2650 2651 2652 2653 2654 2655 2656 2657 2658 2659 2660 2661 2662 2663 2664 2665 2666 2667 2668 2669 2670 2671 2672 2673 2674 2675 2676 2677 2678 2679 2680 2681 2682 2683 2684 2685 2686 2687 2688 2689 2690 2691 2692 2693 2694 2695 2696 2697 2698 2699 2700 2701 2702 2703 2704 2705 2706 2707 2708 2709 2710 2711 2712 2713 2714 2715 2716 2717 2718 2719 2720 2721 2722 2723 2724 2725 2726 2727 2728 2729 2730 2731 2732 2733 2734 2735 2736 2737 2738 2739 2740 2741 2742 2743 2744 2745 2746 2747 2748 2749 2750 2751 2752 2753 2754 2755 2756 2757 2758 2759 2760 2761 2762 2763 2764 2765 2766 2767 2768 2769 2770 2771 2772 2773 2774 2775 2776 2777 2778 2779 2780 2781 2782 2783 2784 2785 2786 2787 2788 2789 2790 2791 2792 2793 2794 2795 2796 2797 2798 2799 2800 2801 2802 2803 2804 2805 2806 2807 2808 2809 2810 2811 2812 2813 2814 2815 2816 2817 2818 2819 2820 2821 2822 2823 2824 2825 2826 2827 2828 2829 2830 2831 2832 2833 2834 2835 2

## ﴿فتویٰ نمبر..... 226﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص مسلمان بھگیر پڑھ کر بندوق سے کسی حال جانور کا شکار کرے اور وہ جانور زمین پر پھنچنے سے یا اس شخص کے ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی بضرع بندوق مر جائے تو کیا وہ جانور حلال ہو یا حرام؟

سائل: عطام اللہ قناتہ کرمل شائع مین پوری

### الجواب

اللهم رب زدنی علما

جو شکار حلال تیر یا مرغی کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ بسم اللہ کہہ کر تیر یا مرغی یا کھلیا ایسی چیز جو شکار کو زخمی کر دے اور شکار کے پاس پہنچنے تک وہ شکار مر جائے تو اس کا کھانا یا کھٹک حلال ہے۔

☆ اور اگر کسی ایسی چیز سے بسم اللہ کہہ کر شکار کی جائے جو یوں اپنے قتل کے کمال کو پہاڑ دے اور اس کے صدمہ سے شکار مر جائے۔ نہ کہ اس کی دھار اور چیزی سے زخمی ہو تو اس کا کھانا بموجب ظاہر الروایۃ قبول مفتی بہ قلعہ حرام ہے۔ ☆ علیٰ ہذا اگر دھار را چیز سے زخمی ہوا اور شکار کے پاس پہنچنے تک شکار نہ مرے پر زخمی کر دینے سے شکار اس وقت حلال ہوتا ہے جب باقاعدہ زخم کر لینے سے غمزدام ہو۔

كما في الدر المختار المطبوعة (مع) الشامی فی المصرفی صفحہ ۳۴۳ من الجزء الخامس  
و اذا ادرك المرسل أو الرامي الصید حيا بحياة فوق ما في المذبوح ذكاة وجوبا  
و شرط لحله بالرمی النسمبة و لو حکما کما مرو شرط الجرح لیتحقق معنی الزکاة!

(ترجمہ: اگر شکاری جانور کو چھوڑنے والے یا تیر پھینکنے والے نے زندہ پالیا اور اس میں اس نے زہر نہ لگایا پائی جاتی ہے جو زخم شدہ جانور میں پائی جاتی ہے تو واجب ہے کہ اس کو زخم کرے اور اس کے حال ہونے کی



شرط یہ ہے کہ تیر بمسم اللہ پڑھ کر چلایا گیا ہو اگرچہ وہ نکلائی پڑھی ہو۔ جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔ اور زخمی ہوا شرط ہے تاکہ زخ ہونے کی حقیقت ثابت ہو جائے)

قال الشامی رحمہ اللہ

قوله شرط الجرح فلو دقه السهم لم ہو كل لفقد الزكافرا

(ترجمہ: اگر تیر اسے عرض میں لگا اور تیر نے اسے شرب پہنچائی یا پٹی تو زدی تو شکار کھایا نہیں جائے گا کیوں کہ زخ کرنا نہیں پایا گیا)

وفہ فی صفحة ۳۳۵

فان نرکھا آی الزکاة مع الفدرة علیہا فمات حرم و کذا بحرم لو عجز عن الذکبة

فی ظاہر الروایة ۲

یعنی اگر باوجود قدرت کے باقاعدہ زخ کرنے پر شکار کے پاس پہنچ کر اگر شکار کو زخ نہیں کیا اور شکار مرگیا یا زندہ شکار کو پایا گیا تو یہ نہ ملے پتھری وغیرہ کے باقاعدہ زخ کرنے سے سائزہ گیا اور شکار مرگئی تو قبول ہمارا اور ردِ بیت ظاہر اس کا کھانا حرام ہو گیا۔

☆ علیٰ ہذا اگر بھاری کوئی سے کہ جس میں دھات بھی تھی اس کی دھار سے نہ مرے بلکہ صدمہ سے شکار کو کمال پھٹ کر مر بھی جائے شکار حلال نہ ہوگی اور چھوٹی کوئی دھار دار سے زخمی ہو کر مر جائے گی تو بلاشبہ حلال ہو جائے گی۔

کما فی الدر المذکور فی صفحہ ۳۳۵

او بشدقة ثقلية ذات حدة لقلها بالنفل لا بالحد (أى لو مات لا بجل له) و ان كانت

خفيفة بها حدة حل لقلها بالجرح و لو لم يجرحه لا ہو كل مطلقاً ۳۔

|    |                                                  |                                      |
|----|--------------------------------------------------|--------------------------------------|
| ۱۔ | الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۱۰ : صفحہ ۵۴*۵۳ | مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت |
| ۲۔ | الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۱۰ : صفحہ ۵۶    | مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت |
| ۳۔ | الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۱۰ : صفحہ ۵۷    | مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت |

(ترجمہ: نیامہاری کوئی جس میں دھار بھی ہو اس سے کیا ہوا شکار حرام ہے کیوں کہ اس کوئی نے شکار کو اپنے بوجھ سے مارا ہے نہ کہ دھار سے۔ اور اگر کوئی ہلکی ہو اس پر دھار بھی ہو تو اس سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیوں کہ اس نے اسے زخم سے قتل کیا ہے اور اگر کوئی نے اسے زخمی نہ کیا ہوا اور وہ مر جائے تو بہر حال نہ کھایا جائے گا) اور زخم میں یہ شرط ہے کہ خون بہہ نکلے۔

کما فی تلک الصفحۃ:

و شرط فی الجرح الدعاء!

(ترجمہ: زخمی کرنے میں شرط یہ ہے کہ وہ خون بھی نکالے)

بناء علیہ علا مشای صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴ در مختار مذکور میں تحریر فرماتے ہیں

ولا یخفی ان الجرح بالرصاص اما هو باحراق و النفل بواسطۃ اندفاعہ العنیف

اذ لیس له حد فلا یحل وبہ الخی ابن نجیم (مصنف البحر الرائق والاشیاء) ۲

(ترجمہ: اور یہ حقیقت قطعی نہیں ہے کہ سید کی کوئی سے زخم طے یا اس کے بوجھ سے کاٹ ہوتا ہے اس لیے کہ شدت کی تیزی سے چلتی ہے کیوں کہ اس میں دھار نہیں ہوتی لہذا اس سے کیا گیا شکار حلال نہیں۔ البحر الرائق اور الاشیاء اختلاف کے مصنف علا ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فتویٰ دیا ہے)

یعنی چونکہ بندہ حق کی کوئی کا زخم بوجھ تو ضرب (اور) جلا نے کھال کے بلاشبہ ہوتا ہے لہذا کوئی اور چھرا کا شکار اگر مر جائے اور یا قاعدہ میں نہ کیا جائے ہرگز حلال نہیں ہوتا اور بلاشبہ اس کا کھانا حرام ہے۔

حورہ: العبد الرائج

محمد دینار علی الرشوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الفہر المختار مع رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ الفہر المختار مع رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

## ﴿فتویٰ نمبر..... 227﴾

## سوال

اگر ایک غیر مسلم یا ہندو جو تکبیر مجوزہ شریعت محمدیؐ پر پختہ کر بدھوت سے شکار کرے حلال جانور کا اور وہ جانور مر جائے اور حلال کسی مسلمان کی چھری سے نہ ہو سکے تو جانور حلال ہو یا حرام؟

## الجواب

اللهم رب زدنی علما

مشرک کا کیا ہوا شکار خواہ ہم اللہ کہہ کر تیرا پرچہ لیا بغیر بسم اللہ کے ہرگز حلال نہیں ہوتا بلکہ اس واسطے شکار حلال ہونے کی شرط شکاری کا مسلمان ہونا شرط ہے کما هو ظاهر من تتبع الكتب الفقهية

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرضویؒ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 228﴾

## سوال

مکرو غیرہ بنام غیر اللہ دے اور بوقت ذبح اللہ اکبر کہتے کیا حکم ہے؟ اور تفسیر ما اهل لغیر اللہ بہ کیا ہے؟ اور اگر پہلے نیت کچھ ہو اور پھر نیت بدل گئی اور ذبح کیا تو کیا حکم ہے؟۔ خلاصہ جواب ثانی دیا جائے۔

سائل: ملا احمد خان فیروز پور۔ ملا حسین ابوالفتح  
۱۶ اپریل ۱۹۶۶ء

## الجواب

## هو المصوب

(ذبح کرنے کا) والے کی یہ نیت ہے کہ اس کو ذبح فلاں پر ہم کریں۔ لہذا یہ حرام ہو گیا خواہ اس پر اللہ اکبر کہا جائے۔ ☆ اور اگر یہ نیت ہے کہ اس کے گوشت پوست کا ثواب یا جوت فلاں کے نام پر ہوگی تو یہ حلال ہے۔

تفسیر ما اهل لغیر اللہ فی ثابوری میں ہے۔ قال العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبیحة و قصد

بذبحها التقرب الى غیر الله صار مرتداً و ذبیحة مرتداً

(ترجمہ: علماء نے فرمایا اگر کسی مسلمان نے کسی ذبیحہ کو ذبح کیا اور ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے تقرب کی نیت کی تو وہ شخص مرتد ہو گیا اور اس کے ذبیحہ کا حکم مرتد کے ذبیحہ کا ہے)

☆ یعنی مسلمان ذبح اس نیت پر کرے کہ ثواب بھائے گا ثواب فلاں کو ایصال کرے گا اور جتنا جوں کو دوں

۱۔ اصل نسخے سے یہ لفظ پڑھ نہیں پائے لہذا اندازہ سے لکھے ہیں۔

۲۔ تفسیر نیشاپوری جلد صفحہ مطبوعہ

کا اور خون بہانا خالص اللہ کے واسطے ہے تو مضائقہ نہیں حال ہے۔ اور خون بہانا فلاں کے نام پر ہے تو یہ حرام ہے خواہ جسم اللہ کہہ کر ذبح کرے۔

☆ اور اگر اول نیت لغیر اللہ ہے اور پھر نیت کو بدلنا تو آخر میں نیت کا اعتبار ہوگا اور ذبیحہ حلال ہوگا۔

چنانچہ حاشیہ زبدة المصالح میں ہے۔ لیکن اگر کسی جانور داغ لگا۔

اور مثال یہ ہے کہ کوئی ہندو بولی کا بکرا مسلمان سے ذبح کرائے تو وہ اگرچہ جسم اللہ کہہ کر ذبح کرے مگر

وہ حرام ہے۔ کیوں کہ دراصل اس کی نیت بولی کی نذر ہے۔ اسی طرح شیخ سعدی اور میاں دین کے بکرے کا حکم

ہے۔ بلوچ نیت لغیر اللہ حرام ہے۔ هذا خلاصة التحقيق في هذا المقام

المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



# قریبانی







والجذع من الضان ما تمت له سنة اشهر والثني منها ومن المغر ابن سنة ومن

البقر ابن سنين ومن الابل ابن خمس سنين ۱

(ترجمہ: بھیڑ اور دنبہ سے جذع وہ جانور ہے جس کی عمر چھ ماہ پوری ہو چکی ہو اور مٹی 'بھیڑ' دینے اور بکری سے وہ ہوتا ہے جو سال کا ہو۔ اور گائے سے مٹی وہ ہوتا ہے جو دو سال کا ہو۔ اور اونٹ سے مٹی وہ ہوتا ہے جو پانچ سال کا ہو۔)

اور بکری، بھیڑ، بکرا سینڈ حائضہ ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔

☆ اور گائے، تیل، اونٹ، مٹی، ایک سے سات آدمی تک پختہ قربانی شریک ہو سکتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

ويذبح عن كل واحد منهم شاة او يذبح بقرة او بدنة عن سبعة ۲

(ترجمہ: اور بیچ کرے ہر قربانی کرنے والے کی طرف سے ایک بکری اور اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے بیچ کرے)

☆ اور بلائینہ قربانی، کھانے کھلانے کی نیت سے اگر ایک بھی حصہ دار شریک ہو گا کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ اور مستحب ہے قربانی کا گوشت ہر ایک حصہ دار قول سے بانٹ کر لے لور اپنے اپنے حصہ سے ہر حصہ دار ایک حصہ غریبوں کو دے۔ ایک دوست احباب کو اور ایک خود کھائے۔

☆ اور قربانی والے کو اپنے خرچ کے واسطے کمال بیچنا مکروہ ہے۔ صدقہ کرنے کی نیت سے بیچنا تو جائز ہے۔ البتہ گوا کر اپنے واسطے مصلیٰ وغیرہ بنا سکتا ہے۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد دیر علی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الہدایہ: جلد ۷ صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ ادارۃ الفرقان والعلوم الاسلامیہ کراچی

۲۔ الہدایہ: جلد ۷ صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ادارۃ الفرقان والعلوم الاسلامیہ کراچی

## ﴿فتویٰ نمبر..... 230﴾

سوال

قربانی کی دعا تحریر فرمائیں۔

محمد اسلام خان  
قبضہ شمس آباد ضلع آگرہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

قل قربانی

اِی وَجِہَت وَجِہِی لِلذِّی فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفاً وَما اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ؕ  
(ترجمہ: میں نے اپنا رخ اس ذات پاک کی طرف پھیر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ میں ہر  
باطل سے جدا ہوں اور نہ میں شرک کو کوں سے ہوں)

اِنْ صَلَاتِیْ وَنَسْکِیْ مُحِبَّایْ وَمَعَاتِیْ لَیْلَہُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیکَ لَہُ وَبِذَٰلِکَ  
أُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ؕ

(ترجمہ: بلاشبہ میری نماز قربانی زندگی اور مرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس  
کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اطاعت کرنے والا ہوں)

حورہ: العبد الراکع رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دینار علی المرصوفی المحضی

مسجد جامع اکبر آباد

۱۔ القرآن المجید: سورۃ الانعام۔ آیت: ۷۹  
۲۔ القرآن المجید: سورۃ الانعام۔ آیت: ۲۴/۲۳

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 231﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی (کے گوشت اور کمال) کو قربانی کرنے والا فروخت کر کے کسی کو دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو ایک شخص کو یا کئی شخص کو؟

محمد اسلام خان  
تھیں جس آباد شیعہ آگرہ  
۷ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

جس طرح قربانی کے گوشت اور کمال کو اپنے اور اہل و عیال کے خرچ میں لاسکتا ہے قربانی کے گوشت با کمال کو حج کر اس کی قیمت کے درمیان کو اپنے اور اہل و عیال کے خرچ میں نہیں لاسکتا۔ اس واسطے صحابہ و فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے یا اپنے اہل و عیال کے خرچ میں لانے کی نیت سے قربانی کی کمال کا بیچنا مکروہ ہے اور ناجائز۔ اور اگر بیعت تصدق علی الفقراء، بیعتی چونکہ بیعت صدقہ بیچنا اور صدقہ کرنا بھی عبادت ہے بلا تکلف جائز ہے۔ خواہ حج کر اس کی قیمت ایک مسکین کو دی خواہ زیادہ کو۔

بیچنا چھوٹی مالگیریہ میں ہے

ولا یبیعه بالدرہام لیتصدق الدرہم علی نفسه و عیالہ و اللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح حتی لا یبیعه بما لا یتفع بہ الا بعد الاستہلاک و لو باعہا بالدرہام لیتصدق بہا جائز لانہ قرۃ کا تصدق کذا فی التبین وھکذا فی الہدایۃ و الکافی ۱۔

(ترجمہ: قربانی کی کمال اس لیے فروخت نہ کرے کہ اس سے حاصل شدہ رقم اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اس کا کوشت صحیح قول کی رو سے کمال کے قائم مقام ہے لہذا اس کو ایسی چیز کے عوض فروخت نہ کرے جس سے صرف استعلاک کے بعد فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر اسے رائج الوقت نقدی کے عوض فروخت کیا تا کہ اس رقم کو صدقہ کرے تو یہ جائز ہے کیوں کہ صدقہ کرنے کی مانند یہ بھی عبادت ہے تمہیں ہدایہ کافی) ☆ البتہ مستحب یہ ہے کہ ایک (تہائی) حصہ غربا کو دے اور ایک حصہ (تہائی) خولیش و اقربا دوست احباب کو اور ایک حصہ (تہائی) خود رکھے۔

حورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اربلی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 232﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں۔  
 کہ قربانی کی کمال کی قیمت مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر لگ سکتی ہے تو کس طرح؟  
 محمد اسلام خان قصبہ جس آباد ضلع آگرہ

## الجواب

نمبر ۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم رب زدنی علما

مسجد میں کمال کو رکھ کر بطریق مصلیٰ دے سکتا ہے مگر بعد فروخت اس کی قیمت مسجد میں یا کسی غریب  
 کے کفن دفن میں نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ بعد المبیع اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ صدقہ میں  
 کسی کو مال لگنا ان دراصم کا شرط ہے۔ مختار

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دہار علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 233﴾

## سوال

قربانی کے ہزروں کا وہ پیہ مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جوہر و

سائل: حاجی عبداللہ

سوداگر ریاست لال ٹھٹھہ ضلع بلاس پور

۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء

## الجواب

وہو الملہم للحق والصواب

اگر مالک چم کسی مسلمان کو دے دے اور وہ فروخت کر کے لگائے تو جائز ہوگا اور جو مالک خود

فروخت کر کے قیمت لگا دے تو مکروہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ماہز محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 234﴾

سوال

جب قربانی کا چہرہ دوست احباب کو دینا جائز ہے تو قیمت اس کی بھی دے دینا جائز ہوگا؟۔

الجواب

چہرہ عینہ دے دینا درست ہے۔ اور قیمت اس کی مالک کو مالِ ضیث کا ماحصل کرنا ہے۔ لہذا وہ غریب و مساکین کو دیں۔ دوست احباب کو ضیث مال دینا مکروہ ہے۔

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



## ﴿فتویٰ نمبر.....235﴾

## سوال

حصہ گائے میں عقیدہ درست ہے یا نہیں۔ اور بعد ذبح گائے کے اگر حصہ مقرر کئے جائیں تو قربانی ہو جائے گی۔

## الجواب

جو شرائط قربانی کے ہیں وہی عقیدہ کے ہیں۔ گائے کے حصہ میں عقیدہ درست ہے۔ اور اگر جانور قربانی کا ذبح کیا اور پھر حصہ مقرر کر لے تو جائز نہ ہوگا۔ کیوں کہ اول سے نیت قرب کی نہ ہوئی جو ضروریات قربانی سے ہے۔ صرف ذبیحہ کا حکم ہو جائے گا۔

مکتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ





## ﴿فتویٰ نمبر..... 236﴾

نوٹ: سوال دستیاب نہیں ہوا۔

## الجواب

و هو الموافق الصواب

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں صلاب قربانی نئی ہو خواہ فقیر جب قربانی کی نیت سے خرید چکا اور امام قربانی نہ رہے تو اس پر لازم ہے کہ اس قربانی کو زندہ کسی مسلمان محتاج کو دیے اور اگر باوصف گزر جائے لایم قربانی کے بیع کر بیٹھا، پھر اسے کھانا فنی کھانا تازہ بلکہ فقیر کھدو کر دے۔

كما في الجلد الخامس من الشامي في صفحة ۲۲:

وفي البدائع ان الصحيح ان الشاة المشتراة للاضحية اذالم يضح بها حتى مضى الوقت يتصدق الموسر بعينها حية كالفقير بلا خلاف بين اصحابنا فان محمد اقل و هذا قول ابي حنيفة و ابي يوسف و قولنا و تمامه فيه و هو الموافق لما قد مناه اتفاق غايه البيان و على كل فاضاخر انه لا يحلل له الاكل منها اذا ذبحها كما لا يجوز له حبس شيء من قيمها۔<sup>۱</sup>

(ترجمہ: البدائع میں ہے قربانی کے لیے بکری خریدی گئی اسے بیع نہ کیا جائے کیسا یاں تک قربانی کا وقت گزر گیا تو فقیر کی مانند امیر بھی اسے زندہ کھدو کر دے اس میں ہمارے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیوں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور

ہمارا قول ہے۔ اس کی پوری بحث اسی کتاب (بدائع) میں ہے۔ اور یہ اس جزئیہ کے موافق ہے جو ہم نے  
 تاپہ البیان سے نقل کر کے کچھ پہلے ذکر کر دیا ہے۔ بہر صورت ظاہر یہی ہے کہ اگر (قربانی کے دن گذر جانے  
 کے بعد) اس کو ذبح کرے تو اس کا کھانا اس کے لیے جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی قیمت کا کچھ حصہ اپنے پاس  
 روک کر رکھنا جائز نہیں ہے۔)

حردہ: العبد الراحمی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ العظمیٰ الشہیدی

المفتی فی جامع اکبر آباد



۱۰. در صورتی که در یک شرکت با ۱۰۰ نفر پرسنل، ۲۰ نفر از آنها را به عنوان مدیران و ۸۰ نفر را به عنوان کارکنان در نظر بگیریم، در این صورت، اگر فرض کنیم که هر مدیر ۵ نفر کارکن را مدیریت می‌کند، در این صورت، هر کارکن به چه تعداد مدیران دسترسی دارد؟

اکراه

1. 2018 2019 2020 2021 2022 2023 2024 2025 2026 2027 2028 2029 2030 2031 2032 2033 2034 2035 2036 2037 2038 2039 2040 2041 2042 2043 2044 2045 2046 2047 2048 2049 2050 2051 2052 2053 2054 2055 2056 2057 2058 2059 2060 2061 2062 2063 2064 2065 2066 2067 2068 2069 2070 2071 2072 2073 2074 2075 2076 2077 2078 2079 2080 2081 2082 2083 2084 2085 2086 2087 2088 2089 2090 2091 2092 2093 2094 2095 2096 2097 2098 2099 2100 2101 2102 2103 2104 2105 2106 2107 2108 2109 2110 2111 2112 2113 2114 2115 2116 2117 2118 2119 2120 2121 2122 2123 2124 2125 2126 2127 2128 2129 2130 2131 2132 2133 2134 2135 2136 2137 2138 2139 2140 2141 2142 2143 2144 2145 2146 2147 2148 2149 2150 2151 2152 2153 2154 2155 2156 2157 2158 2159 2160 2161 2162 2163 2164 2165 2166 2167 2168 2169 2170 2171 2172 2173 2174 2175 2176 2177 2178 2179 2180 2181 2182 2183 2184 2185 2186 2187 2188 2189 2190 2191 2192 2193 2194 2195 2196 2197 2198 2199 2200 2201 2202 2203 2204 2205 2206 2207 2208 2209 2210 2211 2212 2213 2214 2215 2216 2217 2218 2219 2220 2221 2222 2223 2224 2225 2226 2227 2228 2229 2230 2231 2232 2233 2234 2235 2236 2237 2238 2239 2240 2241 2242 2243 2244 2245 2246 2247 2248 2249 2250 2251 2252 2253 2254 2255 2256 2257 2258 2259 2260 2261 2262 2263 2264 2265 2266 2267 2268 2269 2270 2271 2272 2273 2274 2275 2276 2277 2278 2279 2280 2281 2282 2283 2284 2285 2286 2287 2288 2289 2290 2291 2292 2293 2294 2295 2296 2297 2298 2299 2300 2301 2302 2303 2304 2305 2306 2307 2308 2309 2310 2311 2312 2313 2314 2315 2316 2317 2318 2319 2320 2321 2322 2323 2324 2325 2326 2327 2328 2329 2330 2331 2332 2333 2334 2335 2336 2337 2338 2339 2340 2341 2342 2343 2344 2345 2346 2347 2348 2349 2350 2351 2352 2353 2354 2355 2356 2357 2358 2359 2360 2361 2362 2363 2364 2365 2366 2367 2368 2369 2370 2371 2372 2373 2374 2375 2376 2377 2378 2379 2380 2381 2382 2383 2384 2385 2386 2387 2388 2389 2390 2391 2392 2393 2394 2395 2396 2397 2398 2399 2400 2401 2402 2403 2404 2405 2406 2407 2408 2409 2410 2411 2412 2413 2414 2415 2416 2417 2418 2419 2420 2421 2422 2423 2424 2425 2426 2427 2428 2429 2430 2431 2432 2433 2434 2435 2436 2437 2438 2439 2440 2441 2442 2443 2444 2445 2446 2447 2448 2449 2450 2451 2452 2453 2454 2455 2456 2457 2458 2459 2460 2461 2462 2463 2464 2465 2466 2467 2468 2469 2470 2471 2472 2473 2474 2475 2476 2477 2478 2479 2480 2481 2482 2483 2484 2485 2486 2487 2488 2489 2490 2491 2492 2493 2494 2495 2496 2497 2498 2499 2500 2501 2502 2503 2504 2505 2506 2507 2508 2509 2510 2511 2512 2513 2514 2515 2516 2517 2518 2519 2520 2521 2522 2523 2524 2525 2526 2527 2528 2529 2530 2531 2532 2533 2534 2535 2536 2537 2538 2539 2540 2541 2542 2543 2544 2545 2546 2547 2548 2549 2550 2551 2552 2553 2554 2555 2556 2557 2558 2559 2560 2561 2562 2563 2564 2565 2566 2567 2568 2569 2570 2571 2572 2573 2574 2575 2576 2577 2578 2579 2580 2581 2582 2583 2584 2585 2586 2587 2588 2589 2590 2591 2592 2593 2594 2595 2596 2597 2598 2599 2600 2601 2602 2603 2604 2605 2606 2607 2608 2609 2610 2611 2612 2613 2614 2615 2616 2617 2618 2619 2620 2621 2622 2623 2624 2625 2626 2627 2628 2629 2630 2631 2632 2633 2634 2635 2636 2637 2638 2639 2640 2641 2642 2643 2644 2645 2646 2647 2648 2649 2650 2651 2652 2653 2654 2655 2656 2657 2658 2659 2660 2661 2662 2663 2664 2665 2666 2667 2668 2669 2670 2671 2672 2673 2674 2675 2676 2677 2678 2679 2680 2681 2682 2683 2684 2685 2686 2687 2688 2689 2690 2691 2692 2693 2694 2695 2696 2697 2698 2699 2700 2701 2702 2703 2704 2705 2706 2707 2708 2709 2710 2711 2712 2713 2714 2715 2716 2717 2718 2719 2720 2721 2722 2723 2724 2725 2726 2727 2728 2729 2730 2731 2732 2733 2734 2735 2736 2737 2738 2739 2740 2741 2742 2743 2744 2745 2746 2747 2748 2749 2750 2751 2752 2753 2754 2755 2756 2757 2758 2759 2760 2761 2762 2763 2764 2765 2766 2767 2768 2769 2770 2771 2772 2773 2774 2775 2776 2777 2778 2779 2780 2781 2782 2783 2784 2785 2786 2787 2788 2789 2790 2791 2792 2793 2794 2795 2796 2797 2798 2799 2800 2801 2802 2803 2804 2805 2806 2807 2808 2809 2810 2811 2812 2813 2814 2815 2816 2817 2818 2819 2820 2821 2822 2823 2824 2825 2826 2827 2828 2829 2830 2831 2832 2833 2834 2835 2

## ﴿فتویٰ نمبر..... 237﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زلی نے بحالتِ طہوت اپنی زوجہ سے باصرہ ار یہ کہا کہ میرے ذمہ جو تیرا مہر لازم ہے اس کو معاف کر دے۔ لیکن اس کہنے میں الفاظِ تعویف و تہدید نہ تھے۔ زوجہ کو بیچہ طہوت اندیشہ ہوا کہ اگر اس وقت الفاظِ معافی نہیں کہتی ہوں تو شوہر مجھ کو اپنے اوامر و پیچھا دے گا۔ اس خیال سے اس نے اس وقت الفاظِ صرف زبان سے ادا کر دیئے لیکن دل میں معافی مہر پر ہرگز راضی نہ تھی۔ چنانچہ دوسرے وقت عورت نے اپنے عزیز اقربا سے اس کی طرح بیان کیا۔ پس ایسی صورت میں عندالشرع معافی مہر ملنی جائے گی یا نہیں؟

سائل: شرف الدین۔ مراد آباد

۱۹۲۶ء

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

وهو الموفق للصواب

☆ مطلقاً دیون کی معافی بالاکراہ صحیح نہیں اور مہر بھی منجملہ دیون واجبہ ہے۔ لہذا یہاں بھی صورتِ اکراہ غیر معتبر رہے گی۔

قال فی الدر المختار

لا يصح مع الاكراه ابراء مدينه.

(ترجمہ: اکراہ کے ساتھ اپنے مقرض کو قرض سے بری قرار دینا درست شمار نہ ہوگا)

پھر صورت مسئلہ میں اکراہ کا تحقق صرف امر سے ہو جاتا ہے اگر زہد کو اس کے خلاف کرنے میں کسی قسم کی معصرت کا اندیشہ ہو کچھ الفاظ تہدید و تنویف کے ضروری نہیں۔  
چنانچہ درمختار میں ہے:-

امر السلطان اکراہ و ان لم نوجدہ  
(ترجمہ: بادشاہ کا حکم اکراہ شمار ہوتا ہے اگرچہ وہ ممکنہ نہ ہو)

ثم قال ناقلاً عن البرازية

☆ والزواج سلطان زوجته فنهقق منه الاكراه ۲

☆ (ترجمہ: خاوند اپنی بیوی کا سلطان ہوتا ہے۔ لہذا اس کی جانب سے اکراہ بت ہو جائے گا)

اس پر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:-

قلت فظاهر قولهم الزوج سلطان زوجته انه منهحقق بمجرد الامر حيث خلافت منه

الضرورة ۳

(ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فقہاء کا یہ کہنا کہ خاوند اپنی بیوی کا سلطان ہوتا ہے اس کا ظاہر نتیجہ یہ ہے کہ خاوند کے  
صرف حکم کے ساتھ اکراہ بت ہو جائے گا بشرطیکہ عورت اس کی طرف سے نقصان پہنچنے سے ڈرتی ہو)

پس چونکہ زہد نے بحال غفلت و زوج کے امر اور یا غرور معصرت بظاہر مبرا معاف کر دیا تھا ورنہ جھجھکتا  
وہ راضی نہ تہی لہذا معاف نہیں ہو۔

حورہ: العبد المسكين

فخر الدین احمد مدرس مدرسہ شامی

۱۔ الفہر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۱۵۷-۱۵۸\* مطبوعہ بیروت

۲۔ الفہر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ بیروت

۳۔ الفہر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ بیروت

### بسم الله الرحمن الرحيم

☆ یہ نیک عقود عہد امراء بیع و شرئی وغیرہ جو محتمل فسخ ہیں وہ بصورتِ اکراہ گونا فاذ ہو جاویں مگر بعد رفعِ مالتِ اکراہ رضا اور اجازتِ مکروہ پر مقبوض رہتے ہیں۔

کما فی الدر المختار :

ان عقود المكروه نافذة عندنا والمعلق على الرضا والاجازة لزومه لا نفاذه اذا للزوم امر وراء النفاذ كما حققه ابن الكمال قلت والضابط ان مالا يصح مع الهزل يتعقد فاسدا فله ابطاله و ما يصح فيضمن المحامل.

(ترجمہ: اکراہ شدہ شخص کے معاملات ہمارے نزدیک نافذ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا لازم ہونا رضا اور اجازت کے ساتھ مطلق ہے۔ ان کا نفاذ رضا اور اجازت کے ساتھ مطلق نہیں ہے۔ کیونکہ کسی معاملہ کا لازم ہونا اس کے نفاذ کے علاوہ امر ہے۔ جیسا کہ امام ابن کمال نے اس کو ثابت کیا ہے۔ اور اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جو معاملہ فی مذاق کے ساتھ منقذ نہیں ہوتا وہ اکراہ کے ساتھ فاسد طور پر منقذ ہو جاتا ہے تو اسے اکراہ کے بعد باطل کرنے کا اختیار ہے۔ اور جو معاملہ فی مذاق میں بھی صحیح ہوتا ہے وہ اکراہ کی حالت میں صحیح ہے لیکن اس صورت میں اگر مکروہ کا نقصان ہو تو اس مجبور کرنے والا نقصان کا ضامن ہوگا)

لہذا امراء ماوراء نہد میر پر اگر مکروہ راضی رہی مگر لازم ہو جائے گا۔ اور اگر وہ راضی نہ ہوگا تو اس کی کم از کم ادنی صورت یہ ہے کہ سخت آواز سے حاکمِ مملکت سے کہے کہ یہ کام کر دے۔

کما فی الدر المختار فی صفحة 89 من الجزء الخامس :

و هو (ای الاکراہ) یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغفون بکلام خشن



والا راذل ربما لا يغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال را

(ترجمہ: اکراہ لوگوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ معزز لوگ درست بات سے غم ناک ہو جاتے ہیں اور کمینے لوگ تکلیف دہا ریٹ سے بھی بعض اوقات غمگین نہیں ہوتے)

لہذا اگر شوہر نے تیور بدل کر سختی سے اصرار کیا تھا اور قرینہ ڈرنے اور ناکب ہونے عورت کا موجود تھا تو بلاشبہ معاف کرنا پالا کراہتا بہت ہوگا اور اگر محبت کے ساتھ اصرار تھا تو معافی پر رضا مندی تحقیق ہوگی۔

حورہ : العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی الرضوی

المفتی مسجد جامع اکبر آباد







## ﴿فتویٰ نمبر..... 238﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید سے کہا گیا تم داڑھی کیوں منڈواتے ہو یا مسک کیا کرو یہ گناہ ہے۔ اس نے منکر وہین سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

﴿كَلَّا سَوْفَ نَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ نَعْلَمُونَ﴾

اور اس کے معنی یہ بیان کئے تم اپنے گلوں کو صاف کرو کلام کے پاک کے غلط معنی مذاقہ طور سے لینا ہماری شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا سزا ہے؟ اور کس طریق پر اس کی عافی ہو سکتی ہے؟

۱۲ اپریل ۱۹۸۸ء  
محمودالحق کوئٹہ حکیسان

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً اللهم قنا من تكفير المسلمين و من حب المعاندین المرتدین  
جب تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ ایک مشت داڑھی رکنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ باوصف جائز  
اس امر کے اول تو بحدیث صحیحہ سنت رسول اللہ ﷺ ہی کا کفر ہے۔  
چنانچہ صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۳ جلد خامس بحوالہ اربع مطبوعہ کے باب احکام المرتدین میں ہے۔

و یا مستخفافہ لسنة من السنن۔<sup>۱</sup> (ہای یکفر)

(ترجمہ: سنتوں میں سے کسی سنت کو ہلکا سمجھنے سے کافر ہو جائے گا)

۱۔ القرآن المجید: سورة الفکائر: آیت ۵۶۳

۲۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق: جلد ۵ صفحہ ۱۴۰ دار المعرفہ بیروت

علاوہ بریں آیہ کا نام اللہ کے ایسے غلام معنی بطریق مذاق کرنا یا وصف جاننے اس امر کے کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں اور آیت کا نام کے ساتھ صحرا میں کرنا تو اس وجہ کا صریح کفر و ارتداد ہے کہ جس سے لازم آتا ہے انکار آیت کریمہ کا۔

چنانچہ لکنا کتاب عزیز لا یاتبیہ الباطل من بین بدیہ و لا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید! ﴿۱﴾  
(ترجمہ: بلاشبہ یہ ایک مآلِ کتاب ہے۔ باطل نہ اس کے سامنے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے۔ یہ حکمت والے تعریف کیے گئے پروردگار کی طرف سے نازل شدہ ہے)

قرآن مجید کی طرف اس حکمِ فق و فوج کی نسبت کرنا کہ قرآن فرماتا ہے اپنے گلوں کو صاف کرو اور مکرر صاف کرو صراحت قرآن کو تنہم کرنا ہے ساتھ ہر فق و فوج اور ہر باطل کے چنانچہ صفحہ ۳۷۳ ضحافی حقوق المصطفیٰ مطلوبہ مدعی بریلی میں ہے:

و اعلم ان من استخف بالقرآن او المصحف أو بشيء منه أو سبهما أو حجده أو حرفا منه أو آية أو كذب به أو بشيء منه أو كذب بشيء مما صرح به فيه من حکم أو خبر أو أثبت ما نفاه أو نفى ما أثبت على علم منه بذلك أو شك في شيء من ذلك فهو كافر عند أهل العلم باجماع.<sup>۱</sup>

(ترجمہ: جان لو کہ جس نے قرآن مجید یا اس کی تحریر یا اس کے کسی چیز کو بکا جانا یا ان کو برا بھلا کہلایا اس کی تکذیب کی یا جس حکم یا خبر کی اس میں صراحت موجود ہو اس کی تکذیب کی یا اس چیز کا اثبات کیا جس کی قرآن مجید نے نفی کی یا اس چیز کی نفی کی جس کا اثبات قرآن کریم نے کیا اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا یا ان میں کسی چیز میں شک کیا تو وہ اہل علم کے نزدیک ایماناً کافر ہے)

و فی صفحة ۱۲۳ من الجزء الخامس من بحر الرائق

۱۔ القرآن الکریم: سورۃ حم السجده: آیت ۳۲

۲۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى: جلد دوم، صفحہ ۱۰۱، مطبعة عبسی البابی العلبی مصر

والمزاح بالقران كقولہ النف الساق بالساق او ملأ قدحا وجاء به وقال كاسا دها  
 فاوقال عند الكيل والوزن و اذا كالوهم او وزنوهم يخسرون<sup>۱</sup> (أى يكف)  
 (ترجمہ: قرآن مجید سے مزاح کرنے سے جیسے مزاحیہ انداز سے کہے الصف الساق بالساق یا پانی کا پیالہ  
 بھر کر لایا اور کہا کاسا دھا یا کسی چیز کو ماسپنیا تو لے کے وقت کہا اذا كالوهم او وزنوهم يخسرون  
 سے کافر ہو جائے گا۔

☆ لہذا ایسے شخص کو لازم ہے کہ توبہ کرے اور از سر نو تجدید نکاح کرے ورنہ بلا نکاح جو اولاد ہوگی وہ  
 ولد الزنا ہوگی اور حتمی و خدا پنی (بیوی) کے ساتھ ہم بستر ہوگا اس کا حکم زنا کا ہوگا۔  
 چنانچہ صفحہ ۱۰۰ جلد اول تحقیق فتاویٰ مادیہ میں ہے

☆ و لو ائنت والعباد باللہ تعالیٰ تحرم امراتہ ویجدد النکاح بعد اسلامہ<sup>۲</sup>  
 (ترجمہ: خدا کی پناہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ  
 اس کا نکاح کیا جائے گا)

ایضا فیہ بعد السطر

المولود بینہما قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا<sup>۳</sup>  
 (ترجمہ: مرتد ہونے اور اسلام دوبارہ قبول کرنے درمیان تجدید نکاح سے پہلے اور کلمہ کفر بولنے کے بعد جماع  
 سے جو اولاد ہوگی زنا کی اولاد ہوگی)

حروہ : العبد الراعی

ابو محمد محمد دینار علی المفتی فی جامع اکبر آباد



۱۔ البحر الرائق : جلد ۵ صفحہ ۱۲۱ ۲۔ والمعرفہ بہرروت

۳۔ تنبیح الفتاویٰ العاملیہ : جلد اول صفحہ ۱۰۱ المکبۃ المصیبیہ کوئٹہ

۴۔ ایضا :

## ﴿فتویٰ نمبر.....239﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں اساطین دین شین و شرع بین اس امر میں کہ غلام احمد قادیانی کے اقوال مندرجہ ذیل

ہیں:

﴿۱﴾ آیت عیسیٰ بر رسول یابی من بعدی ہمد احمد کا مصداق میں ہوں۔

(ازالہ ابہام طبع اول صفحہ ۶۷۳)

﴿۲﴾ مسیح موعود جن کے آنے کی خبر مادیت میں آئی ہے میں ہوں۔ (ازالہ ابہام طبع اول صفحہ ۶۶۵)

﴿۳﴾ میں مہدی مہم ہذا اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔ (معیار اخبار صفحہ ۱۱)

﴿۴﴾ ان قدمی علی ستارۃ ختم علیہ کل رفعة (خطبہ لہامیہ ۳۵)

(ترجمہ: میرا قدم ایسے ستارہ ہے جہاں پر ہر رفعت ختم ہو چکی ہے)

﴿۵﴾ لا تقیسونی باحد ولا احدا بی (خطبہ لہامیہ ۱۹)

(ترجمہ: مجھے کسی پر قیاس نہ کر اور نہ ہی کسی اور کو مجھ پر قیاس کرو)

﴿۶﴾ میں مسلمانوں کے لیے مسیح مہدی اور ہندوؤں کے لیے کرشن ہوں۔

﴿۷﴾ میں امام حسین سے افضل ہوں۔ (دافع ابہام صفحہ ۱۳)

﴿۸﴾ وانی قبیل الحب لکن حسینکم قبیل العدا فالفرق اجلی و اظہر (اعجاز احمدی صفحہ ۸۱)

(ترجمہ: میں محبت کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمن کے ہاتھوں قتل ہوا لہذا فرق بڑا واضح اور

عیاں ہے)

﴿۹﴾ یسوع مسیح کی تین دادیاں اور تین نائیاں زنا کار تھیں (معاذ اللہ) (ضمیمہ انجام آتقم صفحہ ۸۵)

﴿۱۰﴾ یسوع مسیح کو جھوٹ بولنے کی مادت تھی۔ (ضمیمہ انجام آتقم صفحہ ۸۵)

﴿۱۱﴾ یسوع مسیح کے بغضات مسریہ تھے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۳)

﴿۱۲﴾ ان کے پاس بجز دھوکے کے کچھ نہ تھا۔ (ضمیر انجام آقلم صفحہ ۷)

﴿۱۳﴾ میں نہیں ہوں اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص تھا۔ (ہفت روزہ الوحی صفحہ ۳۹)

﴿۱۴﴾ مجھے الہام ہوا ایسا الناس انی رسول اللہ الیکم جمعہا (ترجمہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں)

﴿۱۵﴾ میرا مکر کا فر ہے۔ (ہفت روزہ الوحی صفحہ ۱۶۳)

﴿۱۶﴾ میرے منکروں بلکہ مقابلوں کے پیچھے بھی نمازنا جائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد اول)

﴿۱۷﴾ مجھے خدا نے کہا اسمع ولدی (اے میرے بیٹے سن)۔ (البشری صفحہ ۳۹)

﴿۱۸﴾ لولاک لما خلقت الافلاک (ترجمہ: اگر تو نہ ہوتا میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)

﴿۱۹﴾ میرا الہام ہے و ما یطق عن الہوی (ترجمہ: وہ خواہش سے بات نہیں کرتا)

﴿۲۰﴾ و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین (ترجمہ: ہم نے تم کو صرف سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا)

﴿۲۱﴾ انک لمن المرسلین (ترجمہ: الوحی صفحہ ۱۰)

(ترجمہ: بے شک تو رسولوں سے ہے)

﴿۲۲﴾ انانی مالک یوم احد من العالمین (ترجمہ: اس نے مجھے وہ کچھ دیا جو سارے جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا)

﴿۲۳﴾ اللہ معک بقوم ایما فعت (ضمیر انجام آقلم صفحہ ۱۷)

(ترجمہ: اللہ تیرے ساتھ کھڑا ہوگا جہاں تو کھڑا ہوگا)

﴿۲۴﴾ مجھے خوش کوڑ ملا ہے۔ انا اعطیناک الکوثر (ضمیر انجام آقلم صفحہ ۸۵)



(ترجمہ: بے شک ہم نے تم کو کوڑ عطا کیا)

﴿۲۵﴾ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہوں ہوا اللہ ہوں۔ رہا بی فی العنایم عین اللہ و تیقت انی ہو۔

فخلقت السموات والارض (آئینہ کمال اسلام صفحہ ۵۶۵۵۶۳)

(ترجمہ: میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مین دیکھا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی

ہوں پھر میں نے آسمان اور زمین بنائے)

﴿۲۶﴾ میرے سر پر یہ کسی غیر مرید سے لڑکی نہ لیا کریں۔ (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۷)

جو شخص مرزا قادیانی کا ان اقوال میں مصدق ہو اس کے ساتھ مسئلہ غیر مصدق کا رد و زوجیت کرنا

جائز ہے یا نہیں؟ اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے یا نہیں؟۔

### الجواب

اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا. ارنا حقائق الاشياء كما هي.

دعویٰ مذکورہ صفحہ ۶۷۳ ازالہ اوہام نمبر (۱) اور دعویٰ سوم مذکورہ صفحہ ۱۱۵ معیار الاخبار علی حداد دعویٰ نمبر

دہم یا ز دہم مذکورہ ضمیر انجام آتھم و ازالہ اوہام اگر یسوع مسیح سے مراد مدعی کی سیدنا عیسیٰ علی نبیہا و علیہ السلوٰۃ

والسلام ہیں اسی طرح دعویٰ نمبر (۱) مذکورہ تھپیڈا الوہی اور دعویٰ یز دہم و چہار دہم اور دعویٰ مسیح وغیرہ کفر مرتکب

ہیں۔ ان دعویوں کا مدعی اور اس کے قسم کے دعویوں کی تصدیق کرنے والا بلاشبہ مرتد اور کافر ہیں۔ چنانچہ صفحہ

۲۹۱ جلد دوم فتاویٰ عالمگیری یہ مطلوبہ مصرع میں ہے۔

و لو قال انا رسول الله او قال بالفارسية من پیغمبرم بر مذہبہ من پیغام برم بکفر!

(ترجمہ: اگر کسی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں یا فارسی زبان میں کہ من پیغمبرم اور اس کی نیت یہ ہے کہ

میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اٹھانے والا ہوں تو اس کو کافر کہا جائے گا)

اور ظاہر کے کہ دعویٰ اول میں مبشر! ہر رسول الخ کا اپنے آپ کو مصداق سمجھنا بلا تاویل مرتکب دعویٰ

رسالت ہے۔ پھر مرزا کا بلا تاویل اور اس کے بعض معتقدین کا بلا تاویل اور خواب کمال الدین وغیرہ کا بلا تاویل نقدیق کرنا بھی اسی دھوکے کا بلاشبہ مصراحت کفر ہے اور امتداد بموجب روایت مذکورہ عالم گیر ہے۔ علیٰ حذا دوسرے اقوال کا بعض میں مصراحت دھوکے کی نیت و رسالت ہے اور بعض میں تو قرین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و ہذا مدعی اور قائل اقوال مذکورہ کے کفر میں تو کام ہی نہیں۔ مگر جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے اور اس کے ان اقوال پر راضی رہے اور باوصف ان اقوال کے تاویلات بیدہ کر کے اس کو بزرگ سمجھے اور بغرض ماحصل کرنے وہ پیہ کے مسلمانوں سے بظاہر اپنے آپ کو کئی کئی معینی اسلام کہتا رہے وہ بھی بلاشبہ کافر و مرتد ہے۔

چنانچہ صفحہ ۲۱۷ جلد سوم رد المحتار مطبوعہ ماہیہ رد المحتار میں ہے:

الکافر بسبب نبی من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق عبد لا يزول بالتوبة و من شك في عذابه و كفره و نعمائه في الدرر في فصل الجزية ۱

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو برا بھلا کہنے کے باعث جس نے کفر کا ارتکاب کیا اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ کسی صورت میں قبول نہ کی جائے گی۔ اور اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا تو اس کو توبہ قبول کی جائے گی کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور پہلی صورت میں بندے کا حق ہے جو مرتد توبہ سے واپس نہیں ہو سکتا۔ یہی سزا اس کی ہے جو اس کے خذاب اور کفر میں شک کرے۔ اس کی کافلی تفصیل الدرر کی فصل الجزیہ میں ہے)

قال الشامي رحمه الله:

(قوله فانه يقتل حدا) یعنی ان جزاءہ القتل علی وجه کو نہ حدا ۲

ترجمہ: قولہ: اسے بطور حد قتل کیا جائے گا یعنی اس کی سزا قتل ہے اس لیے کہ یہ اس کے لیے حد ہے)

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

ویکفر فقط بوجہ سب شیخین او سب عائشہ رضی اللہ عنہا و استحلال

محرمات!

☆ (ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاطمہ عظمیٰ رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنے ☆ اور حرام امور کو حلال قرار دینے کے باعث انسان صرف کافر ہوتا ہے۔ یعنی اس کی سزا بطور حد قتل نہیں ہے)

علامہ شامی فتاویٰ حامد یہ میں شیعوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

و قد اکثر مشائخ الاسلام من علماء الدولة العثمانية لازالت موبدة بالنصرة العلية في الافناء في شان الشيعة المذكورين و قد اشيع الكلام في ذلك كثير منهم والقوا فيها الرسائل و ممن افنى بنحو ذلك فيهم المحقق المفسر ابو السعود آفندي العمادى و نقل عبارته العلامة الكواكبي الحلبي في شرحه على منظومته الفقهية المسماة الفرائد السنية و من جملة ما نقله عن ابي السعود بعد ذكر قبائحهم على نحو ما مر فلذا اجمع علماء الاعصار على اباحة قتلهم و ان من شك في كفرهم كان كافرا لجنود الامام الاعظم و سفيان الثوري والاوزاعي انهم اذا تابوا و رجعوا عن كفرهم الى الاسلام نجوا من القتل و يرجي لهم العفو كما ان الكفار اذا تابوا اما عند مالك والشافعي و احمد بن حنبل و ليث بن سعد و سائر العلماء العظام فلا تقبل توبتهم و لا يعتبر اسلامهم و يقتلون حدا الخ فقد جزم بقول توبتهم عند امامنا الاعظم و فيه مخالفة لما عن المجموعة و يظهر لي ان هذا هو الصواب<sup>۱</sup>

(ترجمہ: سلفی علماء اللہ تعالیٰ ہمیشہ مالی شانِ امرت سے اس کی تائید فرماتا ہے وہی کہ علمائے کرام نے

۱۔

۲۔ تنقيح الفتاوى الحامدية جلد ۱ : صفحہ ۱۰۵ المكتبة الحبيبية كوتنه

مذکور شیعوں کے بارے میں کثرت سے فتویٰ دیئے ہیں۔ ان میں سے کثیر تعداد نے ان کے بارے میں میر حاصل کلام فرمایا ہے۔ اور ان کے متعلق رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ ایسا فتویٰ صادر فرمانے والے علماء میں سے صاحب تحقیق اور مفسر قرآن حضرت ابو مسعود آخدی عمادی رحمہ اللہ بھی ہیں، علامہ کو انکی طبعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی عبارت کو اپنے فقہی حکومت کی شرح میں نقل فرمائی ہے۔ جس کا نام الفرائد المصبیہ ہے۔ حضرت علامہ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے شیعہ مذہب کی قباحوں کا اسی طرح ذکر کیا جو پہلے مذکور ہو چکا پھر آپ نے ان کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام زمانوں کے علماء نے ان کے قتل کو مباح قرار دیا ہے اور جو شخص ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری، اور امام ازہری رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اگر وہ اپنے کفر سے توبہ کریں کفر سے رجوع کر کے اسلام لے آئیں تو وہ قتل ہونے سے بچ جائیں گے اور باقی کافروں کی مانند ان کی معافی کی امید ہے جب کہ وہ توبہ کر لیں لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور باقی علمائے عظام کے نزدیک ان کی توبہ قبول نہ کی جائے ان کے اسلام کا اعتبار نہ کیا جائے اور حد کے طور پر ان کو قتل کر دیا جائے۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی توبہ کی قبولیت یقینی ہے۔ لیکن مجموعہ سے منقول حکم شرعی اس کے مخالف ہے اور مجھ پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ درست یہی ہے۔)

بہر نفع بصورت سلسلہ اسلام یہ اور جاری ہونے احکام اسلام کے اگر ایسے لوگ توبہ نہ کریں باحق واجب القتل ہیں۔ اور اگر توبہ کر لیں اور اپنے اقوال کفریہ سے رجوع کر لیں بطریق حد بعد توبہ ان کے قتل میں اختلاف ہے اور قول راجح علامہ شامی رحمہ اللہ کے نزدیک عدم قتل ہے۔ جب وہ توبہ کر لیں مرقول فیصل اور حج یہ ہے کہ بعد توبہ اگر آثار استقامت علی التوبہ ان سے ظاہر ہوں قتل نہ کئے جائیں اور اگر توبہ بطریق غریب و کفر ان کے انعام و اقبال سے ظاہر ہوں تو حاکم اسلام پر لازم ہے کہ ضرور ایسے لوگوں کو قتل کر دیں۔

چنانچہ صفحہ ۱۰۴ اور صفحہ ۱۰۵ جلد الاول عقود الدریہ میں علامہ شامی رحمہ

اللہ تحریر فرماتے ہیں:-

و قد اجاب العلامة الفهامة ابو السعود المغنی رحمہ اللہ تعالیٰ عن هذه المسئلة بما حاصلہ ان المسئلة خلافیة فقد عرض علی السلطان المجاہد فی سبیل الرحمن سلیمان خان بن مسلم خان فی امر الجمع بین القولین والرعاية للمؤمنین بان الاولی ان ينظر الی حال الشخص النائب عن سب الرسول ﷺ فان فہم منہ صحت التوبة و حسن الاسلام و صلاح الحال بعمل بقول الحنفیة فی قبول توبتہ و بکفی بالتعزیر والحبس تادیبا و ان لم يفہم منہ الخیر بعمل بمذہب الغیر فلا يعتمد علی توبتہ و اسلامہ و بقتل حدا فامر السلطان جمیع قضاة ممالکہ ان يعملوا بعد الیوم بهذا الجمع لما فیہ من النفع والقمع!

(ترجمہ: حضرت علامہ ابوسعود مفتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ رام خدا میں جہاد کرنے والے سلطان سلیمان خان بن مسلم خان کے سامنے دو اقوال کے درمیان تلیق اور اہل ایمان کی رسایت کے لیے یہ مسئلہ پیش کیا گیا (تو یہ فیصلہ کیا گیا) کہ بھڑیہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنے کے بعد توبہ کرنے والے شخص کے حال کو دیکھا جائے اگر اس کی جانب سے توبہ کی درستی اسلام کی خوبی اور حال کی بھڑی معلوم ہوتی ہو تو قبول توبہ میں استناف کے قول پر عمل کیا جائے اور اس کی تادیب کے لیے تعزیر اور قید پر اکتفا کیا جائے اور اگر اس سے بھڑی معلوم نہ ہوتی ہو تو دہرائندہ کے مذہب پر عمل کیا جائے۔ لہذا اس کی توبہ پر اعتماد نہ کیا جائے۔ اور اسے حد کے طور پر قتل کیا جائے۔ لہذا سلطان مذکور نے اپنے ممالک کے تمام قاضیوں کو حکم دیا کہ آج کے بعد اس تلیق کے مطابق عمل کیا جائے کیوں کہ اس میں اسلام کا نفع اور کفر کا خاتمہ ہے)

الحاصل اس زمانہ میں خصوصاً ہندوستان میں حاکم شرع ہے اور نہ جمیع احکام اسلام جاری۔ ضرور ہے کہ اس قسم کے لوگ خصوصاً قاتل اقوال مذکورہ اور اس کے معتقدین اگر وہ اپنے عقائد قاسدہ مکفرہ سے توبہ نہ

کریں۔ اور ان کے نکاح میں جو اہل سنت اپنی بیٹیوں کو دے چکے ہیں ان سے بذریعہ عدالت ضرور جدا کریں اس واسطے کہ بعد مرتہ ہو جانے کے نکاح مرتہ قائم نہیں رہتا۔ لہذا اگر وہ تو یہ کرے از سر نو پھر تجدید نکاح کرنی جائے۔ اور اگر وہ جو ہے نکاح رکھنے کو شرط مالورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے۔

چنانچہ صفحہ ۱۰۰ جلد اول فتاویٰ رضویہ میں ہے:-

لو ارتد والعباد باللہ تحریم امرائہ و یجدد النکاح بعد اسلامہ و هو فسخ عاجل فلا یحتاج الی قضاء و لا ینقص عدد التطلیقات کما فی الدر المختار<sup>۱</sup>

☆ (ترجمہ: نعمیہ! اگر کوئی شخص مرتہ ہو جائے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے نکاح کی تجدید کی جائے گی اور اسے فی الفور نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ لہذا اس بارے میں قاضی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے طلاقیں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی ہے)

☆ ورنہ بعد ارتد جو وہی واقع ہوگی اس کا حکم نرنا کا ہے۔ اور اس سے جو اولاد بیٹا ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی۔

چنانچہ صفحہ ۱۰۱ جلد اول فتاویٰ رضویہ میں ہے:

و المولود بینہما قبل تجلید النکاح بالوطی بعد بالتکلم بکلمۃ الکفر ولد الزنا

ثم ان اتی بکلمۃ الشہادۃ علی العادۃ لا یجزیہ ما لم یرجع عما قالہ لان باتیانہا علی العادۃ لا یرفع الکفر و یومر بالتوبۃ والرجوع عن ذلک ثم یجدد النکاح<sup>۲</sup>

(ترجمہ: ارتد اور اس کے بعد ایمان قبول کے درمیان یعنی کلمہ کفر بولنے کے بعد تجدید نکاح سے قبل وہی کے ساتھ جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ اگر عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھے یہ اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ جب تک اسے کلمہ کفر سے رجوع نہ کرے کیوں کہ عادت کے اعتبار سے کلمہ شہادت پڑھنے سے کفر قیض نہیں ہوتا اسے کفر سے توبہ اور رجوع کا حکم دیا جائے گا اس کے بعد تجدید نکاح کی جائے گی)

۱۔ تفتیح الفتاویٰ الحامدیہ جلد ۱ : صفحہ ۱۰۲ المکتبۃ الحبیبیہ کونستہ

۲۔ ایضاً

اور ظاہر ہے کہ جب مرتد کا قبیلہ ارتداد جو نکاح تھا وہی باقی نہیں رہتا پھر بعد ارتداد جب تک صدقہ دل سے توبہ نہ کرے اور جتنی طور سے بھرائی معتبرہ اس کی بچی توبہ ظاہر نہ ہو جائے مسلمان عورت کا اس کے ساتھ کب نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اس کو بچی دینا اور اپنی بہن بچی کا اس کے ساتھ نکاح کرنا عین ایسا ہے جیسے کہ گھر یا ہندو یا یہودی یا نصرانی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے اور ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر دینے والے اگر ان کو اچھا سمجھ کر ان کے ساتھ نکاح کر دیں وہ خود مرتد ہیں۔ ورنہ قیامت تک ان غریب عورتوں کے ذمہ کا عذاب ان کے ورثہ کی گردن پر رہے گا اور اگر بوجہ نکاح وہ عورت بھی مرتد ہو گئی تو اس کے عذاب ارتداد میں وہ ورثہ بھی ضرور معذب ہوں گے۔

حورہ: العبد المذنب رقتہ رب العالی  
ابو محمد محمد دیہ اعلیٰ المستفی فی جامع اکبر آباد



جو ان اقوال مکفرہ کا مصدق ہے وہ کافر ہے۔ اس کے ساتھ مسلمہ غیر مصدقہ کا رشتہ زوجیت جائز نہیں۔ اور زوجین میں سے کسی ایک کا بعد نکاح ان اقوال کفریہ کی تصدیق کرنا موجب افتراق ہے۔  
نقطہ ضیاء الاسلام امام مسجد جامع اکبر آباد

جو ان اقوال کفریہ کا مصدق ہے وہ کافر ہے

حوالہ النبی

معتقدان اقوال کا اور قائل ان اقوال کا کافر مطلق ہے۔ اس کے کفر میں کچھ شک نہیں۔ اور ان اقوال کے قائل اور معتقد کے ساتھ نکاح مطلق جائز نہیں۔ اگر کرے بھی قائل واسطے افتراق کے ہے۔

سید عبداللطیف دلائی

مدرسہ مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ



## ﴿فتویٰ نمبر..... 240﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ عبدالقادر نے حضور سرور عالم ﷺ کی توہین کی۔ اور اس پر علماء کا فتویٰ کفر آچکا ہے۔ اور وہ تو بہ سے اٹھا کر کتا ہے۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمانوں سے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ مطلقہ بیویاں مہر کی لین دین دار ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ ملاحظہ فرمایا جائے۔ عہد اللہ ماجور ہوں گے۔

۲۱ جون ۱۹۸۱ء

محمد رمضان چیشی امام مسجد بنالین کوئٹہ

## الجواب

اللہم رب زدنی علما۔

☆ جو شخص بوجہ توہین رسول اللہ ﷺ مرتد ہو جائے اور جس پر علمائے ان اقطاع کی توہین سے کفر کا فتویٰ دے دیا ہو اور وہ اقطاع کے کہنے سے اٹھا رہی نہ کرے ان اقطاع کو با وصف تجبیہات علماء کفر نہ جانے اور ان اقطاع کفر یہ کو نہ کہنے اور لکھنے سے بھی اٹھا رہی ہو۔ اور ان اقطاع کفر یہ کے کہنے کے بعد اس شخص پر شہود معتبرہ گزر جائیں۔ ☆ تو بلاشبہ اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر وہ تو بہ کر لے دوبارہ نکاح کرے۔ ☆ ورنہ اس زمانہ کی دلی سے جو اولاد ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی۔ اور اگر وہ تو بہ نہ کرے اس کی بیوی دوسری جگہ احتیاطاً حاکم سے اجازت لے کر نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۰۰ جلد اول فتوہ الدریہ فی تحقیق الفتاویٰ الحامد یہ میں ہے۔

و لو ارتد و العباد بالہ تحرم امراتہ و بحد النکاح بعد اسلامہ و هو فسخ عاجلا فلا بحثا الی قضاء ولا بنقص عدد الطلقات کما فی الدر المختار و بعد الحج و لبس علیہ اعادۃ الصوم و الصلوٰۃ و المولود بینہما قبل تجدید النکاح با لوطی بعد النکاح



بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتى بكلمۃ الشہادۃ علی العادۃ لا یجزئہ مالہم برجع عما قالہ  
 (ترجمہ: اگر کوئی شخص الہیاء باللہ مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد  
 اس کا نکاح از سر نو پھلایا جائے گا۔ ارتداد سے فی الفور نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ لہذا قاضی کے فیصلے کی اس میں  
 ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ اس سے طلاق کی تعداد کم ہوتی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ہذا دوبارہ ایمان لانے  
 کے بعد وہ حج کا مادہ کرے۔ روزے اور نماز کا مادہ اس پر لازم نہیں ہے۔ کلمہ کفر بکئے اور دوبارہ ایمان قبول  
 کرنے کے درمیان جہاد سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ولد اثرنا ہے۔ ہذا ارتداد کے بعد اگر مادہ کے انداز میں  
 کلمہ شہادت پڑھ لے تو وہ ایمان کے لیے کافی نہیں۔ جب تک اپنے بکے ہوئے کفر سے رجوع نہ کرے وہ مومن  
 نہیں ہو سکتا۔) فقہ

حورہ: العبد الرائجی رحمہ ربہ بالتوی

ابو محمد محمد دین ارطی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 241﴾

## سوال

گزارش ہے کہ حاجی وارث علی خان سوداگر کے بمائی حاجی عاشق الہی صاحب کا نواسا جس کی عمر قریب آٹھ دس ہوگی جس وقت جامع مسجد میں نماز پڑھنے آتا ہے نہایت شرارت کرتا ہے۔ بارہا منع کیا گیا کہ بڑے آدمیوں کی صف میں شریک نہ ہو کرے۔ لڑکوں کی جماعت جو پیچھے کھڑی ہوتی ہے شامل ہو کر نماز پڑھے مگر باز نہیں آتا۔ جماعت میں شریک ہو کر کچھ ایسی حرکات کرتا ہے جو قریب کے کھڑے ہونے والوں کو ناگوار کرتی ہیں۔ چنانچہ ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء کو وہ لڑکا عشاہ کی جماعت میں شریک اپنی مادرت کے موافق کچھ حرکات کرتا رہا۔ نماز ختم ہونے پر شیخ کلن میدہ فروش نے اس کی شکایت جناب امام صاحب سے کی۔ اس بات پر عبدالجبار سوداگر اور شیخ کلن صاحب میں کچھ تیزی کے ساتھ گفتگو ہوئی گئی۔ جس کو اس وقت رفع کر دیا گیا۔ لیکن کئی لوگ اس امر کے شاک ہیں کہ اہل حدیث یعنی غیر مقلد کچھ عرصہ سے جامع مسجد میں نماز کے لیے آنے لگے ہیں ان کو روکنا چاہئے کہ آئندہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا ہونے کا احتمال نہ رہے۔ اطلاع عرض ہے۔

۱۵ جولائی ۱۹۸۸ء

دلاور حسین موذن جامع مسجد آگرہ

## جناب مائی

واقعی کئی شخصوں نے مجھ سے اس امر کی شکایت کی ہے کہ اہل حدیث کو ہماری مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دینا چاہئے۔ مگر چونکہ اس کی بابت کبھی کا کوئی ناسم حکم نہیں ہے اور نماز کے واسطے کسی شخص کو روک دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے اس لیے اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔ مگر اس واقعہ کے پیش آنے سے آئندہ اور جھگڑوں کے ہونے کا احتمال ہے اس سبب سے ہمارے صدور و حکام مناسب رپورٹ موذن ارسال خدمت ہے۔ فقط

محمد ضیاء الاسلام امام مسجد اکبر آباد

۱۶ جولائی ۱۹۸۸ء

تہی پایا جائے کہ دہلی حدیث کو مسجد جامع میں نماز پڑھنے سے روک دیا جائے یا نہیں۔

محمد عبدالغفار علی عنہ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔

## الجواب

### وهو الموفق للصواب

☆ اس زمانہ کے دہلی حدیث جن کو زمانہ ندر میں وہابی کہتے تھے۔ پھر خطاب غیر مقلد کے ساتھ مشہور ہوئے یوں بدعت اور حرام کہنے کا قلید کے امام معین کی ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم سے غیر مقلد اور لاندہب کہلائے گئے۔ پھر اس منصب سے ناراض ہوئے۔ چونکہ فی الحقیقت اس طریقہ کے بانی کا نام محمد بن عبد الوہاب نجدی تھا ان لوگوں نے اپنا نام محمدی رکھا۔ اور ناواقف مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لہذا سچے محمدی ہم ہیں اور جو لوگ اپنے آپ کو خلیفہ شافعی مانگی، خلیفہ کہتے ہیں وہ بدعتی یا مشرک ہیں۔ وہ محمدی نہیں رہے۔ حالانکہ بمقابلہ یہود و نصاریٰ جب پوچھا جاتا ہے تو سب منہی ہوں یا شافعی بلکہ روافض خارجی بھی کہتے ہیں کہ ہم محمدی ہیں۔ اور آپ میں جب پوچھا جاتا ہے تو کوئی محمدی کہتا ہے کہ میں منہی ہوں یعنی تحقیق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ وہی حداد و مرا کہتا ہے میں شافعی ہوں۔ مگر جب یہ راز سر بسہ مسلمانوں پر کھل گیا کہ فی الواقعہ محمدی کہنے سے ان کی غرض ہے یہ کہ ہم محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار ہیں۔ جیسے علامہ شامی علیہ الرحمۃ اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں حرمین شریفین پر چڑھائی کر کے وہاں کی تمام زیارتوں کو منہدم کر دیا تھا اور مامطور سے سادات کرام کو قتل کیا تھا۔ اور حضور و عالم ﷺ کی شان میں خست گستاخیاں دے باکیاں کیں۔ یہاں تک کہ لوگ اس فرقہ سے نفرت کرنے لگے تو اب چند روز سے انہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہے۔ ان کے تعلق عرصہ دراز ہوا کہ ایک تنہی باتفاق علماء دینی کانپور و دہلی و بوند و علماء شہر اند و چھاؤنی اند و مصطفیٰ آدھر عرف رام پور و افغاناں چونکہ بہت تحقیق کے ساتھ مع بیان عقائد و اعمال اس فرقہ کے بحوالہ صفیہ و طران کی نئی پرانی تصنیفات سے مرتب ہو کر کسی بہ جامع التواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد

شائک ہو چکا ہے۔ اور وہ اتفاق سے امام صاحب کے پاس نکل بھی آیا اور اسی کے موافق میری بھی تحقیق ہے۔ اور اسی کے مطابق میرے استاذ الاسلام حضرت مولانا وسیدنا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ علیہ السلام ارشد حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ جو طریقت نواب کلب علی خان صاحب مرحوم کی تحقیق ہے۔ لہذا وہی فتویٰ مطلوبہ مسکئی جماعت الشواہد ادر سال مذمت ہے۔ اس کو کلاماً حفظ فرمایا جائے۔ اور اس کو عین میری ہی فتویٰ سمجھایا جائے۔ اس میں باتفاق صحیح علماء کرام اہل سنت و جماعت صاف کو حق شنو، صداق لا مبغضون، لومۃ لایم بھی لکھا ہے کہ جو حکم اہل سنت و جماعت کے نزدیک رافضی، خارجی، شیعہ وغیرہ کا ہے وہی حکم غیر مقلدوں کا ہے جو چند روز سے اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ جیسے ان کے آنے سے سچمین فتنہ و فساد ہے اور خوف ناپاک کر دینے مسجد کا ہے، ویسا ہی خوف فتنہ و فساد و خوارج و روافض سے تھا۔ جب ان کا خوف جتنی ہو گیا مسجد اہل سنت میں آنے سے روافض و خوارج کو عموماً تمام جگہ منع کر دیا گیا۔ علی حد اکثر شہروں میں ان کو بھی منع کر کے فتنہ و فساد مسجد رفع کر دیا گیا ہے۔ اور جہاں ان کی ممانعت میں سستی کی گئی وہاں اول اول کو فتنہ و فساد کم ہوتا دیکھا گیا مگر رفتہ رفتہ جب چند لوگوں کو اپنا سا کر لیا میرا تجربہ ۲۰ سالہ ہے کہ پھر اتنا فساد بڑھتا کہ سرکار سے چارہ جوئی کرنی پڑتی ہے، فروغ نہیں ہوتا۔ اور پھر اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسی مسجد میں مصطفین نماز بہت کم رہ جاتے ہیں۔ باہم اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے نزدیک پانی کتنا بھی کم ہو یا زیادہ کسی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ بو مزہ نہ بدل جائے۔ چنانچہ صفحہ ۶۷۷ نظر لیتے تو یہ اور درجہ یہ کہ ان کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے اور حنفی بلکہ تمام شمس مزاج اگر گڑے بھر پانی میں ایک قطرہ چیشاب بھی گر جائے تو گڑے تک کو ناپاک جانتے ہیں۔ خواہ رنگ بو مزہ کچھ بھی نہ بدلے۔ لہذا باہم بعد واقف ہونے ان کی ایسی حرکات پر سخت جھگڑے ہو کر مسجدیں خراب اور ویران ہو جاتی ہیں الاحوال ایسے لوگوں کا مساجد احاف سے روک دینا لازمی امر ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ

ماکان لہم ان یدخلوها الا خائفین۔

(ترجمہ) کون بڑھ کر ظالم ہے اس شخص سے کہ مساجد اللہ کو اللہ کا نام ذکر کئے جانے سے منع کرے اور کوشش کرے مساجد کی خرابی میں ساتھ ساتھ فتنہ و فساد اور بیان عقائدِ فاسدہ اور امثالِ خبیثہ کے۔ ان کو لائق نہیں کہ بے ہرزہ بلا خوف مسجد میں آسکیں۔

علامہ فخر الدین رحمہ اللہ صفحہ ۴۵۴ جلد اول کبیری (تفسیر کبیر) میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

و ہذا یقتضی ان یمنعوا من دخول المسجد۔

یعنی اس آیت کا اتھنا ہے کہ ایسے لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا جائے۔ واللہ اعلم

حورہ: العبد الراجی رحمہ ربہ التوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لہنمی

مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ القرآن المجید: سورۃ البقرہ: آیت: ۱۱۳

۲۔ التفسیر الکبیر: جلد ۳، صفحہ ۴، المطبعة البیہیہ المصریہ

## ﴿فتویٰ نمبر..... 242﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین کہ عبدالقادر نے حضور سرور عالم ﷺ کی توہین کی۔ اور اس پر علماء کا فتویٰ کفر کا آچکا ہے اور وہ تو پے سے انکار کرتا ہے۔ اس کا نکاح بھی عند الشرت ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اس کا بھتیجا سراج احمد اس کا معاون ہے۔ اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمان سے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ اپنے مہر کی لین دین دار ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب براہ کرم جلد عطا فرمایا جائے۔ آمین

۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

ملا محمد رمضان ٹیڑا امام پٹنہ پورہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا اللهم لا نجعلنا من المعداهين في الدين ولبنا

على الصراط المستقيم والدين القويم امين ثم امين۔

جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں جو شخص مالم ہو یا جاہل کلمہ توہین و گستاخی قلم سے یا زبان سے نکال بیٹھے یا آپ کے کسی فرمان یا کسی قول و فعل کے ساتھ تحسخر کرے یا اس کو ہلکا جانے اور ذلیل سمجھے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے اور نہ ان امور مذکور کو کفر سمجھے نہ اس کے مرتکب کو کافر جانے یا وجود ہونے ان کلمات کے با اتفاق بدل عرف کلمات توہین یا تحسخر یا استخفاف کرے تو وہ بلاشبہ وہ کافر ہے۔ اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ علامہ صفحی رحمہ اللہ تو درجنار میں یہی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ بھی کرے تو حاکم اسلام پر لازم ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول نہ کرے۔ اور اس کو عداقل کر دے۔ مگر مذہب صحیح یہی ہے کہ نزدیک حنیف کے اس کی توبہ قبول کر کے قتل سے بچا لیا جائے خصوصاً اس زمانہ میں کسی طرح حکم قتل نافذ نہیں ہو

سکتا۔ ☆ البتہ قبول تو یہ یا انکار کرنے ان کلمات کفریہ سے اور جاننے ان کلمات کے کفر اور اقرار کر لینے یا کلمہ دینے اس امر کے کہ میں ان کلمات کو کلمات کفر وارتد اذہکھتا ہوں جو شخص اس کو کافر نہ جانے بلکہ جو شخص اس کے کفر میں ڈرا شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور جب وہ بھی کافر ہے تو اس کا نکاح بھی جاتا ہے۔

☆ اور چونکہ کلمات کفریہ کہہ کر انکار کرنا اور ان کلمات کے کلمات کفر ہونے کا اقرار کر لینا بھی قائم مقام تو یہ ہے لہذا بعد انکار اور اقرار کر لینے اس امر کے کہ یہ کلمات جو میری طرف منسوب کیے گئے ہیں بلاشبہ کلمات کفر ہیں یا بعد تو یہ کہ پھر اس کو کافر کہنا بلاشبہ بڑے بڑے مجتہدوں کی تکفیر کرتا ہے۔ اعاذنا اللہ و جمع المومنین منہ چنانچہ صفحہ ۳۱۷ در مختار مطبوعہ علی ہاشم روالپور مصری کے جلد ۱۸ ٹ میں ہے:

و كل مسلم ارتد فوبنه مقبولة الاجماعه تكررت ردتہ على مامر والكافر بسبب  
نبي من الانبياء فانه يقتل حدا ولا يقبل توبنه مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله  
تعالى والاول حق عبد لا بزل بالنوبة ومن شك في عذابه وكفره كفرو تمامه في الدرر  
في فصل الجزية معزيا للبرازية وكذا لو أبغضه بالقلب فنج واشباه وفي فتاوى المصنف  
و بحسب المحافى الاستنزاء والاستخفاف به لتعلق حقه ابصاراً!

(ترجمہ: ہر مسلمان جو مرتد ہو جائے اس کی توہین کی جائے گی لیکن اس جماعت کی توہین نہ کی جائے گی جس نے تکرار کے ساتھ ارتد ادا اختیار کیا۔ ☆ نیز وہ شخص جو انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو برا بھلا کہہ کر کافر ہوا یا اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توہین بالکل قبول نہ کی جائے گی۔ اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہے تو اس کی توہین کی جائے گی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور پرہیزگار کا حق ہے جو صرف توہین سے زائل نہیں ہوتا۔ نیز جو ایسے شخص کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر قرار دیا جائے گا۔ اس کی پوری تفصیل اللہ ربی فضل جزیہ میں ہے اور انہوں نے اس کی نسبت فتاویٰ ازہدیٰ کی طرف کی ہے۔ اور یہ حکم اس شخص کا ہے جو اس کے ساتھ دل سے دشمنی کرے۔ فتح اللہ بر مشاہد حضرت مصنف (علامہ قمر شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے فتاویٰ میں ہے کہ کلمہ خدا کرنے والے اور ہلاک جاننے والے کو بھی اس سے ملحق کرنا واجب ہے کیونکہ بندہ کا حق اس سے قطع رکھنا ہے)

قال الشامي رحمه الله:

(قوله وتسامه في الدرر) حبت قال نفلا عن البزاية قال ابن سخون المالكي

اجمع المسلمون ان شاتمه كافر و حكمه القتل و من شك في عذابه و كفر كفر الخ

قلت وهذه العبارة مذكورة في الشفاء للقاضي عياض المالكي نقلها عنه البزاي

واخطا في فهمها لان المراد بها ما قبل التوبة والالزم تكفير كثير من الانعمة المجتهدين

القاتلين بقول توبنه و سقوط القتل بها عنه على ان من قال بقتل و ان تاب بقول انه اذا

تاب لا يعذب في الآخرة كما صرحوا به و قدناه انما فلعلم ان المراد ما قلناه قطعاً!

(ترجمہ: قولہ: اس کی پوری تحصیل الدرر میں ہے۔ کیوں کہ انہوں نے فتاویٰ: از یہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا

حضرت علامہ ابن خنوں مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دہلی ایمان کا اجماع ہے کہ انبیاء کے کرام میں سے کسی نبی

کو کالی دینے والا کافر ہے۔ اور اس کا حکم قتل ہے۔ اور جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر

ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت شفاء قاضی عیاض مالکی میں ہے انہوں نے اسے علامہ ابن ازہری رحمۃ اللہ علیہ سے

نقل کیا ہے۔ اور اسے دیکھنے میں غلطی کی ہے۔ کیوں کہ مراد یہ ہے کہ تو بہ کرنے سے پہلے اس کے حکم قتل ہے۔

ورنہ کثیر مجتہدین ان کی تکفیر لازم آئے گی۔ جن کا یہ کہنا ہے کہ اس کی تو بہ قبول ہوگی اور تو بہ کے باعث اس سے

سزائے قتل ساقط ہو جائے گی۔ علاوہ بریں جو یہ کہتے ہیں کہ اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ تو بہ کر لے وہ یہ بھی

کہتے ہیں کہ جب اس نے تو بہ کر لی تو آخرت میں اسے عذاب نہ دیا جائے گا۔ علماء نے اس کی تصریح فرمائی

ہے۔ اور ہم نے تمہاری وہ پہلے اسے ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد قطعی طور پر وہی ہے جو ہم نے

یان کی ہے لفظ و اللہ اعلم بالصواب

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العتوی

ابو محمد محمد دیرعلی الرضوی الصلحی مسجد جامع اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر ..... 243﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا قائل نہیں ہے بلکہ اب بھی بعض لوگوں کو نبی مانتا ہے لہذا انفس قلعی سے جواب با صواب دے کر مایوس ہوں۔ والسلام

## الجواب

وہو الموفق للصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً الحمد لله والصلوة علی خاتم الانبیاء ورسله وآله وصحبه وسلم اللهم رب زدنی علماً۔

اللہ عزوجل اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے :-

ماکان محمد ابداً احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین ؑ

(ترجمہ: اور اے لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں)۔

لہذا جو شخص حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء والمرسلین نہیں مانتا وہ منکر ہے اس آیت کلام اللہ کا۔ اور منکر ایک بھی آیت کلام اللہ کا کافر ہی نہیں بلکہ مرتد ہے۔ اور مرتد کے احکام یہ نسبت کافر کے بہت سخت ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ مالکیہ یہ ہیں:

اذا لم يعرف الرجل ان محمداً صلى الله عليه وسلم آخر الانبياء عليهم و علی

نبينا السلام فليس بمسلم كذا في النعمة ۱

(ترجمہ: جب کوئی آدمی نہ جانتا ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ یورپیہ میں اسی طرح ہے)

وايضاً فيه

و بحسب اكفار الزيدية كلهم في قولهم بانتظار نبى من العجم ينسخ دين نبينا و

سيدنا محمد ﷺ كذا في الوجيز للكردي ۲۔

☆ (ترجمہ: زید یہ فرقہ کے تمام افراد کو کافر قرار دیتا واجب ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم عجم کے ایک نبی کے انتظار میں ہیں جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو منسوخ کر دے گا۔ امام کروری کی وجہ میں اسی طرح ہے)۔

اور جب ایسے شخص کو کافر کہنا اور جانتا واجب ہے جو خطر ہو اور مجوز ہو پیغمبر جدید کے آنے کا بعد نبی کے مستقل پیغمبر ہو کر تو ایسے شخص کا کافر جانا ضروری واجب ہے جو باطل کسی بھی مستقل کی موجودگی کا معتقد ہو۔ اور یہ جو عقیدہ اہل سنت کا ہے کہ نبی علیہ السلام آخر سب قیامت میں تشریف لائیں گے وہ پیرو شریعت محمد رسول اللہ ﷺ ہو کر آئیں گے نہ کہ نہایت بھی مستقل کے۔

حورہ: ابو محمد محمد دین علی الرضوی



|    |                    |       |          |            |
|----|--------------------|-------|----------|------------|
| ۱۔ | القنای العالمگیریہ | جلد ۲ | صفحہ ۲۶۳ | مطبوعہ مصر |
| ۲۔ | القنای العالمگیریہ | جلد ۲ | صفحہ ۲۶۳ | مطبوعہ مصر |

## ﴿فتویٰ نمبر..... 244﴾

## سوال

بخدمت مفتی صاحب انجمن اسلام آگرہ۔ مسئلہ شہادت اللہ صاحب بی ایل نے جو تقریر کی ہے ان کا اسلام بغیر ان مسئلوں کے صاف طور پر ظاہر کئے ہوئے جو جناب نے ان سے دریافت کئے، عند الشرح مقبول ہے یا نہیں؟

سائل: علیم الدین دہلوی اسلام آگرہ کناری بازار

۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم رب زدنی علما

یقیناً ظاہر ہے کہ باب اللہ، محمد، اللہ وغیرہ مدعی نبوت اور رسالت ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ ایمان وغیرہ سے شہر بدر کئے گئے۔ بہت کچھ مصیبتوں میں وہ اور ان کے پیروکار جلا ہوئے۔ چنانچہ یہ امر مسز صاحب کی مولود و مترجمہ اس کتاب سے بھی ظاہر ہے جس کو علی رؤس الاشہاد دکھلاتے تھے۔ اور مجھ سے جلسہ مسلم لبریری (الانبریری) میں بھی انہوں نے ان کو نعوذ باللہ فی اور رسول برحق ہونے کے دلائل پیش کر کے گفتگو کی تھی۔ اور میں نے ان کو چپ کر دیا تو انہوں نے اس کا جواب مفصل لکھ کر بھیجے کا وعدہ بھی کیا تھا جو باوجود عتاب تک نہیں پہنچا۔ اور ان کی معتمدہ کتاب البہانی مسکى بالواج بھی دکھائی تھی۔ چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ 10 میں مسز صاحب خود لکھتے ہیں:-

سید مرزا علی باب نے تنقیری کا جھوٹی کیا ہے۔

اور جلد ثانی فتاویٰ عالمگیری یہ مطبوعہ مصر کے صفحہ 291 میں ہے:

لو قال انا رسول الله اوقال بالغارسة من يهضميرم بريد به من يهضميرم مي برم بكفور  
(یعنی اگر کوئی شخص معنی قاصد کے مراد لے اور یوں کہے کہ میں رسول اللہ یا پیغمبر ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا)  
اور مسر صاحب کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ محمد علی باب نے تو حقیقی پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا نہ کہ بمعنی  
قاصد پر۔ اہل سنت والجماعہ حنفیوں کے نزدیک اس کے کفر میں کیا شک رہا؟ مسر صاحب اسی کتاب کے صفحہ  
267 مضمون نو کو لکھتے ہیں۔

البتہ ان کی یعنی محمد علی باب کی تاریخ ایسا ہے جس کو تحصیل کے ساتھ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان  
کی زندگی میں بہت سے واقعات ایسے ضرور پیش آئے جیسے کہ پیغمبروں کو پیش آئے ہیں۔  
اور پھر اسی کتاب میں اس قسم کے مضمون بجاہد اللہ اور عبد الجہاد کی نسبت لکھ کر اپنے آپ کو نام ان  
مدعیان نبوت کا لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

نام یثاق بہا شست اللہ

اور بحر الرائق کے صفحہ 1033 جلد ناسخ میں ہے

ان الرضا بكفور غير كفور

(یعنی دوسرے شخص کے کفر پر راضی رہتا یعنی اس سے نفرت نہ کرنا بھی کفر ہے)

پھر جو بیوں نے نبیوں کی تصدیق پر لوگوں کو کٹائیں چھپوا کر آمادہ ان کی طرف سے جواب کا ہوئے  
چنانچہ مسر صاحب کی کتاب کے صفحہ 1 سے ظاہر ہے۔ وہ جب تک ان لوگوں کے کفر کا اقرار نہ کرے اور ان  
کے دعویٰ نبوت کو کفر نہ جانے اور اپنے لکھے ہوئے امور سے توبہ نہ کرے پھر دلائل اللہ محمد رسول اللہ ﷺ اور

|    |                    |                |                          |
|----|--------------------|----------------|--------------------------|
| ۱۔ | القنای العالم گیبہ | جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ | مطبوعہ مصر               |
| ۲۔ | الوایح صفحہ        | مطبوعہ         |                          |
| ۳۔ | البحر الرائق :     | جلد ۵ صفحہ ۱۳۳ | مطبوعہ دار المعرفہ بیروت |

سنی منہی کہنے کے باوجود انکا کفر ان مدعیان نبوت کے شرما کیے مسلمان ہو سکتا ہے؟ ہذا کفر کو کفر کہنا حکم شریعت بیان کرنا ہے۔ ہرگز کالی نہیں۔ البتہ تیغیہرو جی کو کافر کہنا بہت بری کالی ہے کہ جس سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ چنانچہ ہوجب اپنے عقیدہ کے مسٹر صاحب نے فرمایا کہ میں کسی کو کالی نہیں دیتا۔ یہ جواب مختصر ہے۔ اگر تفصیل کی ضرورت (ہو) تو مع حوالہ دئے کتب مفصل لکھ دیا جائے گا۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی مفتی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 245﴾

## سوال

آپ اہل اہل بیت علیہ السلام کے غیر مسلم ہونے میں مصلحت الہی کیا تھی؟

## الجواب

☆ آپ اہل اہل بیت علیہ السلام کفر و شرک سے پاک تھے۔ سب موجد تھے اور آنحضرت پر ایمان لانے کا زمانہ آپوں نے نہ پایا۔ اس میں حضور کی رفعت شان منکورتھی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں موجود ہے:-

ووجدک ضالاً فہدی ووجدک عانلاً فاعنی (۱)

(ترجمہ: اور آپ کو آپ کے رب نے اپنی محبت میں گھوٹا ہوا اور خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور آپ کو حاجت مند یا عیال دار پایا تو غنی کر دیا)

گویا یہ شہ پہلی حضور کی ذات اقدس سے عرفیہ کر دیا کہ شاید تعلیم الہی سے حضور کو علم و ادب آیا ہو۔ اس واسطے ارشاد ہے

ادبى ربى فاحسن تادیبى (۲)

(ترجمہ: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا لہذا اس نے مجھے اچھا ادب سکھایا۔)

سبحان اللہ یہ بالحدیث شان محض افضال الہی ہے۔

کتبہ المغنی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



(۱) القرآن الحکیم: سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۷، ۸

(۲) الجامع الصغیر مع فیض الفکر جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، مطبوعہ: دار المعرفۃ بیروت

## ﴿فتویٰ نمبر..... 246﴾

## سوال

عدل کیا ہے؟ اور عادل کے درجات بیان فرمائے جائیں۔

جناب مولوی غلام محی الدین خاں صاحب

امام مسجد شاہجہاں پور ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء

## الجواب

عدل بمعنی انصاف جس کا بیان قرآن شریف میں ہے۔

ان الله يحب المقسطين۔

(ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

اس کا سلا را یہ ہے۔

اور عدل جو باصلاح حدیثین و فقہاء ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کی اچائیاں اس کی برائیوں پر

تالاب ہوں۔ وہاں پر باعتبار حسن ظن ہی مرحوم ہے۔

قرآن شریف میں ہے۔

الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش الا اللبس ان ربك واسع المغفرة۔

(ترجمہ: جو لوگ صغیرہ گناہوں کے علاوہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے اجتناب کرتے ہیں بلاشبہ تمہارا

پروردگار وسیع بخشش والا ہے۔)

لعمدہ بمعنی گناہ و خفیف یا ارتکاب گناہ مجبوراً وغیرہ کے ہیں۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

۱۔ القرآن الحکیم: سورة المائدہ: آیت ۴۲

۲۔ القرآن الحکیم: سورة الحجرات: آیت ۹

۳۔ القرآن الحکیم: سورة الحجم: آیت ۳۲

# حضرت و اباحت



---

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 247﴾

## سوال

مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھ سے؟ بعض حدیثوں میں ایک ہاتھ سے معلوم ہوتا ہے۔

بیٹو! بالتحقیق

سائل: رفعت اللہ خان النجاشی محلہ شاہ جہاں پور

۱۰ مارچ ۱۹۲۶ء

## الجواب

## هو المصوب

مصافحہ باتفاق علماء و فقہاء دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ چنانچہ حدیث مجملہ طبرانی میں ہے۔

قال عليه السلام اذا تصافح المسلمان لم تفرق أكفهما حتى بغض لهما

(ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کی پھلیاں الگ ہونے سے پہلے ان کی بخشش کر دی جاتی ہے)

پس اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا تو کفہما ہوتا لہذا کفہما جس کے معنی ہاتھوں کے ہیں اور دو سے زائد کو شامل ہے نہ ہوتا۔

اور بخاری میں حضرت امام نے لکھا ہے کہ

صافح حماد بن زيد بن المبارك ببديهة ۲

۱۔ الجامع الصغير مع شرحه فيش القدير جلد اول صفحہ ۳۱۸ بحوالہ طبرانی فی الکبیر  
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ صفحہ ۴۸۱ حدیث رقم ۸۰۷۶

مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بیروت

۳۔ صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۶ نور محمد اصح المطابع کراچی

حماد (بن زید) نے حضرت ابن مبارک سے (دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

پس معلوم ہو کہ زمانہ تا بعین بھی دونوں ہاتھ سے رائج تھا۔

اور جس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نے ایک ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لے کر تعلیم فرمائی۔

تو ظاہر ہے کہ یہ مصافحہ ملاقات کا نہ تھا بلکہ تعلیم کے وقت ایک ہاتھ یا کلائی یا سر پکڑ کر شاگرد کو استاد

سمجھاتا ہے۔ اس سے مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہوئے کا نشان نہیں۔ اور جہاں لفظ آیا ہے اس سے مراد اس

جنس دونوں ہاتھ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ابوداؤد میں ہے۔

ضرب بیدہ علی الارض (فی التیمم)۔

ترجمہ: آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا (یہ حدیث باب التیمم میں ہے)

ظاہر ہے کہ ایک ہاتھ کو زمین پر مارنے سے تنہا بازنہیں اور اس طرح اکثر مقام پر یہ تصریح وارد ہے

اور غیر مقلدین اکثر احادیث سے بوجہ کم مہارت سیاق عبارت عرب و قرینہ استعمال وغیرہ او لے متنے

کر دیتے ہیں۔ فقہ

کعبہ: ائمتنی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



۱۔ احمد عہ مبارک میں ہے۔

قال ابن مسعود علمنی النبی ﷺ التشہید و کفی بین کفہ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے تشہید سکھایا جب کہ میری پٹلی آپ کی دونوں

پتیلیوں کے درمیان تھی۔ (صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۶ نور محمد اصح المطابع کراچی)

۲۔ سنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۵۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۱۔ سنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۱۲۹ رقم الحدیث ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 248﴾

## سوال

معاذہ جو نماز جو معمول بعض جگہ ہے یہ سنت ہے یا نہیں۔ کیوں کہ معاذ کا سنت ہونا معمول ہے۔  
حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتوی نے اس کی بابت خلافت طریقتہ سلف صالح لکھا ہے۔ اور بعض  
فقہانہ بدعت مباحہ فرمایا ہے۔ تحقیق کیا ہے؟

۱۱۳۳ھ اپریل ۱۹۱۶ء

مولوی مطیع اللہ الترمذی پوٹ مال جامع مسجد

## الجواب

## هو المصوب

معاذہ عند القاء سنت مکرہہ ہے۔ بعض فقہانہ اس واسطے اس میں تعین و تخصیص کو جائز رکھا ہے۔  
مرقاۃ میں ہے:-

نعم لو دخل احد في المسجد والناس في الصلوة او على ارادة الشروع فيها فبعد  
الفراغ لو صافحهم لكن بشرط سبق السلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة  
المستنونة انتهى۔

(ترجمہ: ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جب لوگ نماز میں معروف ہوں یا اسے شروع کرنے کا ارادہ  
رکھتے ہوں تو نماز سے فراغت کے بعد اگر ان سے مصافحہ کرے لیکن شرط یہ ہے کہ مصافحہ سے پہلے سلام کیجئے  
یہ صورت مستنونہ مصافحہ سے ہے۔)

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۳۶۳۵

مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۹ صفحہ ۷۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

پس صورت جائز مصافحہ بعد الصلوٰۃ ہے کہ جو شخص ایسے وقت نماز میں آیا کہ سلام و مصافحہ ابتدا نہ کر سکا تو بعد نماز اول السلام تکیم کیے اور مصافحہ کرے تو بالافتاح جائز ہے۔ اور اگر ابتداء سے داخل ہو کر سلام و کلام و قیام وغیرہ کیا اور پھر بعد نماز اس نے مصافحہ کرنا شروع کیا تو یہ صورت بالافتاح مکروہ اور بدعت مذمومہ ہے۔  
مرقاۃ میں ہے:

و قد يكون جماعۃ يتلاقون من غير مصافحة و يتصاحبون بالكلام و مذاكرة العلم  
و غیرہ مسئلہ مذہبہ ثم اذا صلوا يتصافحون فاین هذا من السنة المشروعة و لہذا صرح  
بعض علمائنا بانہا مکروہۃ و انہا من البدع المذمومۃ  
(ترجمہ: کبھی ایسے ہوتا ہے لوگ بغیر مصافحہ کے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور باتیں کرنے، علم کا تذکرہ  
کرنے کے لیے دراز مدت تک بیٹھے رہتے ہیں اور جب نماز ادا کرتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں یہ کہاں کی شروع  
سنت ہے لہذا ہمارے بعض علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ عمل مکروہ ہے اور یہ مذمومہ بات سے ایک ہے)  
پس روایات بالا سے فرق سنت و بدعت ظاہر ہو گیا۔

فساد عوا الی الخیر

(ترجمہ: نیکی کی جانب ایک دوسرے سے سہمت لے جانے کی کوشش کرو)  
قال علیہ السلام :

☆ العمل القلیل من السنۃ خیر من عمل کثیر فی بدعۃ

☆ (ترجمہ: سنت کا تھوڑا سا عمل بدعت کے بہت سے عمل سے بہتر ہے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ علی مدظلہ



|    |                                           |                                       |                                    |
|----|-------------------------------------------|---------------------------------------|------------------------------------|
| ۱۔ | المرقاۃ شرح المشکوۃ                       | جلد ۹                                 | صفحہ ۷۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان |
| ۲۔ | الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر جلد ۳     | صفحہ ۳۶۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت میں | درجہ ذیل الفاظ سے یہ حدیث منقول ہے |
|    | عمل القلیل فی سنۃ صبر من عمل کثیر فی بدعۃ |                                       |                                    |

## ﴿فتویٰ نمبر..... 249﴾

## سوال

جو شخص ماسداور کینڈور ہو اور جواب اسلام نہ دے اور وقوع اسلام کی دوسرے سے رکھے۔ اور خود اسلام نہ کرے ہو۔ اس کے اسلام کا جواب نہ دینے سے یا اس کو اسلام نہ کرنے سے شرعاً گناہ ہے؟۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور کے اذکبر ۱۵۰۰ھ

## الجواب

جو ماسداور تکبیر ہو اور اس کو اسلام نہ کرنا چاہئے۔ کیوں کہ حدیث میں ہے۔

☆ التكبير مع المتكبر عبادة (۱)

(ترجمہ: تکبیر کرنے والے کے ساتھ تکبیر کرنا عبادت ہے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 250﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ مرد کو رنگ پہننا کون سا درست ہے؟ کتابوں میں کسی رسم و عہد کے رنگ مرد کو حرام لکھا ہے۔ باقی رنگ ہبز و پتھر و خام کون سا جائز ہے یا ناجائز؟

سائل: مولوی علاء الدین

نگہ پر گزرتا حسن ضلع کھیزئی ناوہ

۲۲ فروری ۱۹۶۶ء

## الجواب

مرد کو حائے و عہد کے رنگ اور رسم اور سرخ رنگ کے کوئی رنگ نہ کرے۔ ہاں جس میں مشابہت عورتوں کی ہو جاوے یا کوئی بدعت مل جاوے تو وہ نہ کرے۔ جس طرح ماتم میں سیاہ لباس پہننا یا ایسا چمک دار کہ جس سے زمانہ پن معلوم ہو مرد کو نہ چاہئے۔ اسی طرح موزہ جو سیاہ کے سفید یا سرخ خالص نہ پہنے مالم گیر یہ میں ہے۔

وَيَكْرَهُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَلْبِسَ الثَّوْبَ الْمَصْبُوغَ بِالْعَصْفَرِ وَالزَّعْفَرَانِ وَالْوَرْدِ كَذَا فِي  
قَاضِي عَنَّا وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لَا بَأْسَ بِالصَّبِغِ الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ كَذَا فِي الْمُلَقَطِ ۱  
ترجمہ: مصفر و زعفران اور ورد سے رنگ ہوا کپڑا پہننا مرد کے لیے مکروہ ہے۔ قاضی خان میں اسی طرح ہے  
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سرخ اور سیاہ رنگ میں کوئی حرج نہیں  
ولا يجوز صبغ الثياب اسود او اكهب تاسفا على الميت ۲

۱۔ شاہی عالم گیریہ جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر

۲۔ شاہی عالم گیریہ جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر

ترجمہ: سیاہ رنگ اور نیا۔ لے رنگ کے کپڑے میت پر افسوس کے اظہار کے لیے پہننا جائز نہیں ہے۔  
 والخف الاحمر خف فرعون والخف الابيض خف هامان والخف الاسود خف  
 العلماءؑ

☆ (ترجمہ: فرعون کے موزے سرخ رنگ کے تھے، هامان کے موزے سفید رنگ کے تھے اور سیاہ رنگ کے  
 موزے علماء کے موزے ہوتے ہیں) کو اللہ تعالیٰ اعلم

مکتبہ: المفتی السید محمد عظیم شاہ غفرلہ





## ﴿فتویٰ نمبر..... 251﴾

## سوال

پھول کا کجرا گلے میں پہننا درست ہے یا نہیں؟۔ امام کو عید کی نماز پر جانے کے بعد دو پیسے بیسیر جو مقتدی دیں لینا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

پھولوں کا پار پہننا اور بیسیر مقتدی خوشی سے جوڑ کر کریں اس کا لینا جائز ہے۔

والله تعالى اعلم و علمه اتم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیر علی ارضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 252﴾

## سوال

انجمنی مرد کا بھونا پانی یا کھانا انجمنی عورت کو پینا کھانا جائز ہے یا نا جائز؟ اسی طرح انجمنی عورت کو انجمنی

مرد کا؟

۲۵ جمادی الثانیہ

احمد علی ساکن فرخ آباد

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

مکروہ ہے چنانچہ صفحہ ۳۰۰ درجین مطلبہ مع رد المحتار میں ہے

بکرة للمرأة سور الرجل وسورهاله !

(ترجمہ: عورت کے لیے انجمنی مرد کا بھونا اور مرد کے لیے انجمنی عورت کا بھونا مکروہ ہے)

قال الشامي رحمه الله :

(قوله ويكره) تقدمت المسئلة في الطهارة في بحث الاسار والعلة فيها كما ذكره

في المصحح هناك ان الرجل يصير مستعملاً لجزء من اجزاء الاجنبية وهو ريقها المختلط

بالماء وبالعكس فيما لو شربت سوره و هو لا يجوز وقد منا الكلام هناك فراجعوه و قال

الرملي رحمه الله يجب تقييده بغير الزوجة والمخارج.

۱۔ الدر مختار مع رد المحتار : جلد ۵ ، صفحہ ۳۰۲ ، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار : جلد ۵ ، صفحہ ۳۰۲-۳۰۳ ، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: قولہ: مکروہ ہے۔ یہ مسئلہ کتاب المہارت میں جموں نے پانچوں کے احکام میں گنہ چکا ہے۔ اور کراہت کا باعث اس میں جیسا کہ لائحہ میں اسی مقام پر فرمایا کہ ایسی صورت میں مردانہ جمعی عورت کے اجزاء میں کچھ جو کہ اس کا پانی میں ملا ہوا تھوک ہے کے استعمال کرنے کا مرکب ہو گیا۔ اگر عورت پانی پیئے تو اس کا عکس ہوگا جو کہ جائز نہیں ہے۔ اس پر گفتگو پہلے ہم کر چکے ہیں اس کی طرف رجوع کیجئے۔ امام ربلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حکم کو بیوی اور محرم عورتوں کے علاوہ مستورات کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے۔

حورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ الفتویٰ

ابو محمد محمد دیہ ارطی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....253﴾

## سوال

ہندو یا مسلمان سود خوار کی دعوت کھانا جب کہ علاوہ کاروبار سودی کے، وہ کاشتکاری پیشہ بھی ہو  
جائز ہے کہ نہیں؟

۷ ارمضان ۱۴۳۶ھ

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر زیادہ آمدنی طریق حلال سے ہے اور کم حرام سے تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے۔ ہذا اگر زیادہ  
آمدنی مال حرام سے ہے اور کم حلال سے تو اس کی دعوت کھانا بلاشبہ حرام اور ناجائز ہے۔  
چنانچہ صفحہ ۴۴۸ جلد ناسخ فتاویٰ عالمگیریہ مطلوبہ مصر میں ہے:

اھدی رجل شبتا او اضافہ ان كان غالب ماله من الحلال فلا بأس به الا ان يعلم بانہ  
حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغي ان لا يقبل الهدية و لا باكل الطعام الا ان يخبره بانہ  
حلال ورنه او استقرضه من رجل كذا في الينا ببع!

(ترجمہ: کسی آدمی نے کوئی چیز تحفہ دی یا اس نے دعوت کی اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہے تو اسے قبول کرنے  
میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اسے یقین ہو کہ وہ حرام ہے تو قبول کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر اس کا زیادہ تر مال  
حرام ہے تو مناسب یہ ہے کہ نہ ہدیہ قبول کرے اور نہ ہی کھانا کھائے۔ ہاں اگر وہ اسے تبادلے کو حلال ہے  
اور میں نے اسے وراثت میں پایا ہے یا میں نے کسی آدمی سے قرض لیا تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)  
اسی فتاویٰ کے ۴۷ میں ہے:

لا یجیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم انه غیر راض بفسقه و کذا دعوة من کان  
غالب ماله حرام ما لم یخبر انه حلال و بالعکس یجیب ما لم یتبین عنده انه حرام کذا فی  
التمرتاشی!۱

(ترجمہ: اعلانیہ فسق و فجور میں چمکا آدی کی دعوت قبول نہ کرے تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ اس کے فسق پر  
راستی نہیں ہے۔ یہی حال ایسی دعوت کا ہے اگر اس کا زیادہ تر مال حرام ہو تو قبول نہ کرے جب تک وہ اسے  
بتانے دے کہ یہ طلال مال سے ہے۔ اور معاملہ اگر اس کے عکس ہو تو قبول کر لے جب تک اس پر واضح نہ ہو  
کہ یہ حرام مال ہے۔ ایسی صورت میں قبول نہ کرے)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی ر

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرشوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 254﴾

## سوال

ہولی کے دن چندہ کر کے (جسہ ۱) کرنا اور بنود سے چندہ لینا اور کھانا وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
اگر دوسرے روز کریں تو کیا عکم ہے؟ مگر بنود کھانے میں شرکت نہیں کریں گے۔ جسہ میں وعظ میں تارے  
غزاد سے کر لیا جائے۔

۹ مارچ ۱۴۲۹ھ

ضیغ اللہ پارچہ فروش علی حسن کلی

نواب خان امر او شیخ محمد ظلیل سودگر ان بان منڈی و جامع مسجد

## الجواب

## هوالمصوب

غیر مذہب کے تہوار ہولی، دوالی وغیرہ میں تقسیم و فحشی کرنا مسلمان کو منع ہے۔ کیوں کہ شہ اور شرکت  
گناہ میں لازم آتی ہے۔ اور بطور خود چندہ کرنا، کھانا، سیر و شکار نہیں اور دہلی بنود کو چندہ میں شریک کرنا اور ان کو  
کھانے میں شریک نہ کرنا خلاف اخلاق ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

لا یأکل طعامک الا تقی ۲۔

یعنی اپنا کھانا نیک کو کھلا دے

اور خود بھی کھانا نیک مرد کا کھائے اور حالت بے اختیار میں اس سے مستثنیٰ ہے۔ لہذا سیر اور کھانا اور وعظ  
یہ سب امر ہولی اور غیر ہولی (ہندوؤں کے تہوار) سب میں مسلمانوں کو جائز نہیں۔ صرف تہذیب بنود کے باعث  
منع ہے۔ واللہ اعلم و حکمہ احکم

کتاب: المفتی السید محمد اعظم شاہ

۱۔ لفظ "جسہ" لغتاً ذرہ سے لکھا گیا ہے اسلئے لفظ ۱ سے یہ لفظ پڑھنا چاہئے۔ مرتب غنی عنہ

۲۔ مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 255﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں مسماۃ بیہنا اتحالی خاوند کے اپنے والدین کے ہاں بیٹہ رہے۔ عرصہ پانچ ماہ کا گزر جائے اس عرصہ میں چند بار بلایا نہ آئی۔ وارثان مسماۃ متشخصی اس امر کے ہوں کہ خاوند مسماۃ مکان مسماۃ کے نام لکھ دے یا قارئین خطی مسماۃ کو دے۔ لہذا استخفاف میں کیا جاتا ہے امورین میں کوئی ایک خاوند پر لازم ہے؟ اگر دونوں نہ ہوں یعنی نہ مکان لکھے نہ قارئین خطی دے اس حالت میں کوئی قصور خلاف شرعی ذات مسماۃ سے صادر ہو اس کا گناہ اوپر ذات مسماۃ کے ہے یا خاوند کے؟ مدد بھی مانگ رہا ہوں۔

۸ صفر ۱۴۳۳ھ

زمان نان محلہ ماڈر وازہ آگرہ

## الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں شوہر پر نہ قارئین خطی دینا لازم ہے نہ اور نہ تحریر بہینا مکان تمام مسماۃ لازم ہے۔ اور جو گناہ کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا۔ مرتکب گناہ کے سوا دوسرا اس کی سزائیں پاسکتا۔  
قرآن مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے:-

ولا تزر وازرة وزر اخرى.

|                    |                |              |
|--------------------|----------------|--------------|
| i. القرآن المجید   | سورہ الانعام . | آیت نمبر ۱۶۳ |
| ii. القرآن المجید  | سورہ الاسراء : | آیت نمبر ۱۵  |
| iii. القرآن المجید | سورہ الزمر :   | آیت نمبر ۷   |
| iv. القرآن المجید  | سورہ الحج :    | آیت نمبر ۳۸  |

(ترجمہ: کوئی اٹھانے والے کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا)

البتہ باوصفِ قدرت اگر شوہر اپنی زوجہ کو امور مختلف شرعی سے منع نہ کرے گا نہ منع کرنے کی مزاحمت  
ماخوذ ہوگا۔

☆ الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعبہ را

(ترجمہ: خبردار اہم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا  
جائے گا)

فرمانِ سید الانس والجان رحمہ اللہ ہے۔

اور اگر وہ یقیناً واقف ہے کہ یہ زنا کرتی ہے اور غیر مردوں سے لاتی رہتی ہے اور پھر اس کو طلاق نہ دے  
اور اس کو امور شیعہ پر تنبیہ نہ کرے مطلقاً اس حدیث صحیح کا ہوگا۔ جو مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ پہلی موقفِ جنت  
کی خوشبو ستر ہزار برس کے فاصلہ سے سونگھ لیں گے مگر دیوٹ کو خوشبو جنت نہ پہنچے گی۔ ۲۔

حزوہ: العبد الراعی ذمہ رہا القوی

ابو محمد دیہ اعلیٰ مفتی مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ صحیح البخاری: باب الجمعة فی القری والمعن حدیث رقم ۸۹۳ مطبوعہ شرکت دار ارقم بیروت

۲۔ صحیح البخاری باب العبد راع فی مال سیدہ حدیث رقم ۲۴۰۹ مطبوعہ شرکت دار ارقم بیروت

نوٹ: یہ حدیث پاک بخاری شریف میں درج مقامات کے علاوہ کتاب الوصیاء کتاب الحن کتاب النکاح کتاب الاحکام  
میں مسلم شریف کی کتاب الامارۃ سنن ابوداؤد کی کتاب الامارۃ جامع ترمذی کی کتاب بیاد وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو  
المعجم المفہر س لالفاظ الحدیث النبوی جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ لیدن۔

۳۔ النہایہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران میں یہ الفاظ ہیں

نحرم الجنة علی القیوت۔

یعنی اٹھاؤ غریب اللہ سے ۱۴۴۱ھ کی حوزہ کی جلد اول صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ دارالپارکہ کربلا میں بھی ہیں۔



## ﴿فتویٰ نمبر..... 256﴾

## سوال

کیا مسجد میں سوال کرنا اور سوال کرنے والے کو دینا ناجائز ہے یا مکروہ یا حرام؟ شرع شریف کا اس بارہ میں کیا حکم ہے؟ مع نام کتاب و صفحہ سے آگاہی فرمائیں۔

غلام نبی زار آگرو۔

۲۷ رجب الاول ۱۴۳۵ھ

## الجواب

بعض فقہاء کے نزدیک اگر مسائل مسجد میں صفوں میں گشت نہ لگائے اور لوگوں پر چڑھتا نہ پھرے تو اس کو دینا جائز لکھتے ہیں۔ قول بخاری معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً مسجد میں سوال کرنا حرام ہے۔ اور مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے:-

وبحرم فيه السؤال وبكره الاعطاء مطلقا وقبل ان تخطي

(ترجمہ: مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سوال کرنے کو دینا ہر صورت میں مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر لوگوں کی گردنیں پھلا گئے تو دینا حرام ہے)

مفت شامی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر صفوں میں لوگوں پر چڑھتا نہ پھرے تو دینا جائز ہے

حبث قال رحمه الله في صفحة ۴۸۸ من رد المختار المصري

بكره اعطاء سائل المسجد الا اذا لم يخط رقاب الناس في المختار لان علما

تصدق بخاتمته في الصلوة فمدحه الله تعالى ويوتون الزكوة وهم راكعون

|                                 |                  |       |
|---------------------------------|------------------|-------|
| ۱۔ الدر المختار مع رد المختار : | جلد ۲ ، صفحہ ۳۷۵ | بیروت |
| ۲۔ رد المختار :                 | جلد ۲ ، صفحہ ۳۷۵ | بیروت |

(ترجمہ: مسجد میں مانگنے والے کو دینا مکروہ ہے۔ لیکن مختار یہ ہے کہ اگر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگتے تو دینا جائز ہے۔

☆ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کی حالت میں صدقہ کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح یوں فرمائی وہ زکوٰۃ حاجت رکوت میں ادا کرتے ہیں۔ المائدہ ۶۵)

وهكذا في صفحة ۵۶۸ من غيبة المسنعلى المطبوعة في المطبع المجنباتي

الدعوى !

حورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد دیدا علی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱. غيبة المسنعلى : صفحه ۵۶۸ مطبوعه ديوبند

نوٹ: اس کی عبارت میں ہے

وعلم معانفهم حرمة السؤال في المسجد لأنه كشذان الضالة والبيع ونحوه وكرهه الإعطاء لأنه

يجعل على السؤال وقيل إذا لم ينخط الناس ولم يمر بين يدي مصل والاول احوط

ترجمہ: مانقل بحث سے "علوم ہوا کہ مسجد میں سوال کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ گم شدہ چیز کو تلاش کرنے اور بیچ و خرید کی مانند ہے۔ یہ بھی "علوم ہوا کہ مسائل کو دینا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ اسے بھی سوال کے حکم پر محمول کیا جائے گا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ سوال کرنا اور مسائل کو دینا مکروہ نہیں جب کہ دونوں کی گردنیں نہ پھلانگتے اور نمازیں کے سامنے سے نہ گذرے لیکن یہ لا قول حوط ہے۔

## ﴿فتویٰ نمبر..... 257﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا جماعت خانہ پرنسبت محض کے بلدیہ پر واقع ہے جس میں چڑھنے اترنے کو پختہ بیڑھی بنی ہوئی ہے۔ بیڑھی کے اٹھان کی جگہ میں ایک پتھر پر عربی حروف میں رمضان المبارک کندہ کر کر چن دیا گیا ہے۔ جماعت خانہ میں آنے جانے والے اس پر قدم رکھ کر آتے جاتے ہیں۔ اس صورت میں علماء و دین کے نزدیک کیا حکم ہے۔ بجا دلی اور گناہ ہے یا نہیں؟ زید جو عالم اور سید کہلاتا ہے اور اس مسجد کا پیش امام بھی ہے کہتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی بجا دلی نہیں ہوتی کیوں کہ دو منزلہ مکان میں ماحت کے درجہ میں قرآن شریف 'امادیہ' فقہ کی کتابیں رکھی ہوں اور دوسرے درجہ پر جانا چلتا پھرنا کسی طرح منع نہیں ہے۔ اور آج تک اس کو کسی نے منع نہیں کیا۔ اور اس کے ہام پر ہر کس آتا جاتا ہے۔ ان صورت میں جو حکم ہے وہ اس بیڑھی کے لیے بھی ہے۔ اور عمر جو ایک نوادار عالم (ہے) وہ کہتا ہے کہ اس پتھر کو یہاں سے نکال دینا چاہئے کیوں کہ یہ کلمات قرآنی ہیں اور کلمات قرآن کا ادب لازمی ہے اور عمر اس کی بجا دلی کرنا یا کرنا خارج از ایمان ہونے کی علامت ہے۔ دہے تفسیر کبیر و کتاب تاجہ الموعظ سے اللہ کا نام بتلاتا ہے اور اللہ کے نام کی عمر بجا دلی کرنا اور کرنا خود گمراہ ہونا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔ ہڈیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کون کون حق پر ہے زید یا عمر؟ بحوالہ کتب و عبارت و صفحات مفصل تحریر فرمادیں۔

اور زید کے اصرار نے دو اڑھائی سال سے اس پتھر کندہ شدہ کلمات رمضان المبارک کی شب و روز بجا دلی کی اور لوگوں سے کرائی۔ اس کا وبال کا مستحق کون ہوگا؟ کلمات قرآن کی وجہ سے بجا دلی ہوگی یا نہیں؟ اور عمر کلمات قرآن یا اسباب الہی کی بجا دلی کرنے سے بجا دلی نہیں ہوتی ایسا دھوکہ دے کر فتویٰ دینے والے کی بابت کیا حکم ہے اس کو مسلمان سمجھا جائے یا نہیں؟ اس کے ہاتھ کا ڈبیچہ کھلتا اور اس سے نجات چڑھتا اور اس کے پیچھے نماز پڑھتا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پتھر کو نکالنا چاہئے یا نہیں؟

سیٹھ حاجی حسن صدیق موٹی والا بازار

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما. اربنا لاحق حقا والباطل باطلا.

صفحہ ۱۲۲ جلد دوم فقیر کبیر میں ہے

اختلفوا في رمضان على وجوه أحدها قال مجاهد انه اسم الله تعالى ومعنى قول القائل شهر رمضان أى شهر الله وروى عن النبي ﷺ انه قال لا تقولوا جاء رمضان وذهب رمضان ولكن قولوا جاء شهر رمضان وذهب شهر رمضان ☆ فان رمضان اسم من اسماء الله تعالى!

یعنی حضرت مجاہد مفسر فرماتے ہیں کہ رمضان اللہ کا نام ہے اور آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں مت کہا کرو کہ رمضان آیا رمضان گیا بلکہ یوں کرو مہینہ رمضان کا یعنی اللہ کا مہینہ آیا اور مہینہ رمضان کا گیا ☆ اس واسطے کہ رمضان ایک نام ہے من جملہ اناموں کے جو اللہ کے ہیں۔

علاوہ ازیں فقیر عزیز ی اور زمرۃ المجالس وغیرہ دوسری کتب میں بھی یہ مضمون نظر سے گزرا ہے۔

اور نعتیہ طالبین میں حضرت نوحؑ الاکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل قول ہے کہ:

☆ جمع حروف جمعی من جملہ اسماء الہی اللہ کے نام ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۰۲ غبۃ الطالبین مطبوعہ لاہور مترجم میں ہے:-

روى عن النبي ﷺ انه قال لعثمان بن عفان لما سال عن اب ت ت الى آخر الحروف فقال الالف من اسم الله الذى هو الله والباء من اسم الله الذى هو الباري والياء من اسم الله الذى هو المنكبر والطاء من اسم الله الذى هو الباعث والوواو حنى الى آخرها وذكر كلها من اسماء الله وصفاته عز وجل غير مخلوقة وقال النبي ﷺ في حديث على

کرم اللہ وجہہ لعا سال عن محی ابجد هو زحطی الی آخرها با علی الاتعرف نفسہ  
ابجد والالف من اسم اللہ عز وجل هو اللہ والباء من اسم اللہ الذی هو الباری والجم من  
اسم اللہ الذی هو الجلیل الی آخرها ف ذکر النبی ﷺ انہا من اسماء اللہ تعالیٰ ۱

(ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب انہوں نے  
الف با تا تا تا تا تا تا کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ الف اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا حصہ ہے جو اللہ  
ہے۔ با اللہ تعالیٰ کے نام مبارک باری کا حصہ ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تمام حروف کو آخر تک شمار فرمایا  
اور بیان فرمایا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا حصہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی  
اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک میں فرمایا جب انہوں نے تمام حروف ابجد کے معنی دریافت کیے اے علی!  
کیا تم ابجد کی تفسیر جانتے ہو الف اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا حصہ ہے جو اللہ ہے الخ اس طرح نبی پاک  
ﷺ نے ذکر فرمایا کہ یہ تمام حروف اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک کا حصہ ہیں)

اسی واسطے فقہاء دیوار مسجد و غیرہ پر مطلقاً لکھنے سے منع فرماتے ہیں اس خوف سے کہ کبھی یہ حرف گر  
جائیں اور پاؤں سے مسل جائیں چنانچہ صفحہ ۴۹۰ درجہ مطبوعہ مصر علی ہاشم درالحجاز میں ہے

لا ینغی الکتابۃ علی جدرانہ ۲

(ترجمہ: مسجد کی دیواروں پر نہیں لکھنا چاہئے)

قال الشامی رحمہ اللہ

ای خوفا من ان یسقط و توطأ ۳

(ترجمہ: اس خوف کے باعث کہ کتابت شدہ الفاظ گر پڑیں گے اور پاؤں تلے روندے جائیں گے)

|                                 |         |          |                         |
|---------------------------------|---------|----------|-------------------------|
| ۱۔ غنیۃ الطالبین :              | جلد اول | صفحہ ۶۱  | مطبوعہ مکتبہ خاور لاہور |
| ۲۔ الدر المختار مع رد المحتار : | جلد ۱   | صفحہ ۳۹۰ | مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ      |
| ۳۔ رد المحتار :                 | جلد ۱   | صفحہ ۳۹۰ | مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ      |

ہاں البتہ اگر اس احکام سے لکھا جائے کہ پاؤں سے کھدنے اور بے ادبی کا احتمال نہ ہو جیسے اکثر عمارت شاہوں میں آیات قرآنی کندہ ہیں اور اکثر مساجد میں تاریخیں کندہ ہوتی ہیں مضائقہ نہیں۔

بہر پنج حصہ و فقہا یہ ہے کہ کتبہ بن و مذہب آیات و حروف نہ ہو ۶۱ اسی بنا پر بعض فقہاء کرام تحریر فرماتے ہیں کہ قبل از غسل میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ صفحہ ۶۱۱ در مختار میں مذکور ہے:

و تکرہ القراءة عندہ حتی یغسلہ!

☆ (ترجمہ: میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے جب تک اسے غسل نہ دے دیا جائے)

عبارة الزیلعی

حتی یغسلہ!

(ترجمہ: جب تک اس کو غسل نہ دے دیا جائے میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے)

و عبارة النہر

قبل غسلہ!

(ترجمہ: غسل سے قبل میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے)

☆ اور فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ سراجیہ سے منقول ہے کہ نشانہ پر فرعون یا ابو جہل کا نام لکھ کر اس پر حیر لگانا بھی مکروہ ہے اس واسطے کہ حروف تجنی جن سے یہ نام مرکب ہیں واجب الحرمت ہیں۔

چنانچہ صفحہ ۳۰۳ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-

اذا کتب اسم فرعون او کتب ابو جہل علی غرض بکرہ ان ہر موا الہ لان لظک

الحروف حرمة کذا فی السراجیہ!

|    |                                                         |                           |
|----|---------------------------------------------------------|---------------------------|
| ۱۔ | الذو المختار مع رد المختار: جلد ۳ صفحہ ۷۹               | دار الفرائد العربی بیروت  |
| ۲۔ | نبین المحققین شرح کفر اللطائف للزیلعی: جلد اول صفحہ ۲۴۵ | مکتبہ امدادہ مفتان        |
| ۳۔ |                                                         |                           |
| ۴۔ | الفتاویٰ العالمگیریہ                                    | جلد ۵ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ مصر |



ترجمہ: طالب علم کے پاس تھیلا ہو اس میں ادا بیٹھ مبارکہ یا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دُعا کر اُکرام کی کتب ہوں اس تھیلے کو حفاظت کی نیت سے سر ہانہ کے طور پر استعمال کرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر حفاظت کی نیت نہ ہو پھر سر ہانہ بنانا مکروہ ہے)

الحاصل کسب دینی اور اسماء جناب باری تعالیٰ یا حرفہ چچی واجب الحرمۃ ہیں اگر بغرض حفاظت صندوق میں بحالت سفر رکھ کر اس پر بیٹھ جائے یا حجرہ میں بغرض حفاظت رکھے اور اس کی چیت پر بیٹھے یا بغرض حفاظت سر کے نیچے رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ اور بلا ضرورت حفاظت اگر اس طرح رکھے جائیں کہ ان کی توہین و تذلیل ہو تو قلعان جائز اور حرام ہے۔  
چنانچہ صنف کورہ عالمگیریہ میں ہے:-

النوم بالکتاب الذی فیہ الاخبار لا يجوز الا علی نية الحفظ کذا فی الملخص  
ووضع المصحف تحت راسه فی السفر للحفظ لا باس به و بغير الحفظ بکروہ کذا فی  
خزانة الفتاویٰ!

(ترجمہ: ایسی کتاب کو سر ہانہ بنانا جس میں احادیث مبارکہ ہوں جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر حفاظت کی نیت سے ہو جائز ہے۔ ملاحظہ۔ سفر میں قرآن مجید کو حفاظت کی خاطر سر ہانہ بنانے کوئی حرج نہیں ہے لیکن حفاظت کی نیت کے بغیر مکروہ ہے۔ خزائن الفتاویٰ)

فی صفحہ ۲۳۷

کل مکروہ ای کراهة تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبة بالنار عند محمد  
رحمہ اللہ و عندہما إلی الحرام اقرب انتہی مختصر<sup>۱</sup>

(ترجمہ: ہر مکروہ یعنی مکروہ تحریمی روزخ میں سزا کے معاملہ میں حرام کی مانند ہے۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول)

۱۔ الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ۵ صفحہ ۳۲۲ مطبوعہ مصر

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۳۰۹ دار اسما والذرائع العربی بیروت



ہے اور شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک حرام کے قریب ہے)

قال الشامي رحمه الله:

قوله كراهة تحريم و هي المرادة عند الاطلاق كما في الشرح و قيد بما اذا كان

في باب الحظر والاباحۃ۔

(ترجمہ: قولہ: مکروہ تحریمی الخ اور جب مکروہ دلوایا جائے اور اس کے ساتھ کوئی قید نہ ہو تو پھر یہی مراد ہوتا ہے جیسا

کہ شرح میں ہے اور اسی میں ہے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ فقہ باب الحظر والاباحۃ میں ہو)

اور ظاہر ہے یہ مسائل باب الکراہۃ والحظر والاباحۃ ثانی اور عالمگیری نقل کئے گئے ہیں۔

لہذا اس پتھر کو نکلوں اگر تو جن وسائل اساء الہی سے تو پر کرنا ضرور ہے۔ واللہ اعلم

حزقہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی رضوی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....258﴾

## سوال

تعویذ موم جامہ میں سلا ہوا اگر بوقت بیت اللہ ساتھ چلا جائے یا حالت غسل میں بازو وغیرہ میں بندھا ہو اس میں کوئی ممانعت شرعی تو نہیں ہے؟

## الجواب

اگر تعویذ میں آیت کلام اللہ یا اللہ کا نام ہے تو باوجود موم جامہ کے بھی اس کو پاخانہ میں لے جانا مکروہ ہے اور اگر اس کو باندھے ہوئے پاک جگہ میں بیٹھ کر پیشاب کرے تو جائز ہے۔ مگر بنانے کی حالت میں چونکہ پانی مستعمل کا اس تک اثر کرنا چھینی ہے لہذا اس حالت میں باندھے رہنا قلعہا ناجائز ہے۔  
چنانچہ صفحہ ۳۵۸ جلد ناسک عالمگیری مصری میں ہے:-

مسئل الفقہ ابو جعفر رحمہ اللہ عن کان فی کلمہ کتاب فجلس للبول بکرہ  
ذلک قال ان کان ادخلہ مع نفسه المخرج بکرہ و ان اخنار لنفسه مبالا طاهرا فی مکان  
طاهر لا بکرہ کذا فی المحیط!

(ترجمہ: فقید ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کی آستین میں کتاب ہو پھر وہ پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ گیا یہ اس کے لیے مکروہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا اگر اس نے کتاب کو اپنے ساتھ بیت اللہ میں داخل کیا تو مکروہ ہے اور اگر اس نے پیشاب کرنے کے لیے پاک جگہ کو پیشاب گاہ بنایا تو مکروہ نہیں محیط)

حورہ: العبد الراحمی رحمۃ ربہ

ابو محمد مدد علی ارضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 259﴾

## سوال

ایک شخص قرآن ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ اور لوگوں کو پڑھاتا ہے۔ مسائل اردو اور ہندی میں پڑھاتا ہے کیا ہندی پڑھانا حرام یا ناجائز یا جائز؟

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللہم رب زدنی علما

مطلقاً ہندی پڑھنا پڑھانا یا کوئی اور زبان کا بقدر کاروباری امور دنیا جائز ہے بشرطیکہ بطریق کفر نہ پڑھائی جائے یعنی بجائے بسم اللہ گیتیش یا رام چند رو غیرہ کا نام بطریق عظمت نہ پڑھایا جائے۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی (رضوی) لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 260﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ ایسے عالم کے جو اپنی کتاب میں یہ عمل لکھتا ہے اور اس کے کرنے کی عام مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ فلاں آئے کلام اللہ انکور کے پتہ پر لکھ کر بغرض اساکہ دان پر باندھنا درست ہے۔ دوسرا شخص اس کی تائید میں کہتا ہے کہ یہ مولانا اشرف علی صاحب نے بھی زور میں لکھا ہے۔ اس پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیریہ اور قاضی خان اور فتاویٰ ہز از یہ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی کے نکیر سے خون آتا ہو اور وہ بندہ ہوتا ہو اسے خون سے پیشانی پر قرآن کی آیت لکھے شفا ہوگی۔ کیا اس کو ابو بکر اسکاف نے اور بعض کا قول ہے کہ اگر قرآن کو پیشاب سے لکھے تو بھی حرج نہیں ہے مگر اس میں شفا ہو اور مردار کی کمال پر قرآن کا لکھنا درست ہے۔ نعوذ باللہ منہا

۲۲ شوال ۱۳۶ھ

مولوی تاج محمد ساکن قائم گنج مال متیم

فیروز آباد ضلع اکبر آباد

## الجواب

وہو الموفق للصواب:

اللہم رب زدنی علما

صفحہ ۲۵۸ جلد خامس من فتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ باب خامس فی

آداب المسجد والمصحف و ماکتب فیہ شی من القرآن او کتب اسم اللہ تعالیٰ میں ہے۔

کتابۃ القرآن علی ما یفترش و یسط مکروہۃ کذا فی الغرائب بساط او مصلی

کتاب علیہ الملک للہ یکرہ بسطہ والقعود علیہ واستعمالہ و علیٰ هذا قالوا لا يجوز ان يتخذ قطعة يياض مكتوب علیہ اسم اللہ تعالیٰ علامۃ فیما بین الاوراق لعل فیہ من الابتذال باسم اللہ تعالیٰ و لو قطع الحرف من الحرف او خیط علی بعض الحروف فی البساط او المصلیٰ حتی لم یبق الکلمۃ متصلۃ لم یسقط الکراهۃ و کذا لک لو کان علیہا الملک لا غیر و کذا لک الالف وحدها واللام وحدها کذا فی الکبریٰ اذا کتب اسم فرعون او کتب ابو الجہل علی غرض یکرہ ان یرموا الیہ لان لتلک الحروف حرمة کذا فی السراجیۃ ۱۔

(ترجمہ: قرآن مجید کو ایسی چیز پر لکھنا جسے کچھ بنا یا جاتا ہو یا زمین پر بچھا یا جاتا ہو مکروہ ہے۔ الفرائض ۲۔ کچھ بنا یا مصلیٰ جس پر الملک اللہ (بادشاہت اللہ کی ہے) لکھا ہوا ہے کچھ بنا یا اس پر بیٹھا اور اس کا استعمال مکروہ ہے۔ ۳۔ اور ایسی بنا پر علمائے کرام نے فرمایا (کاغذ کا) سفید ٹکڑا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے اور اوراق کے درمیان بطور نشانی کے رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس میں باری تعالیٰ کے نام کی توہین ہے۔ ۴۔ اور اگر کچھ نے یا مصلیٰ پر لکھے ہوئے ان کلمات سے ایک حرف کو دوسرے سے الگ کر دیا جائے یہاں تک کہ ایک لکھ متصل نہ رہے تب بھی کراہت ساکت نہیں ہوتی۔ ۵۔ یہی حکم ہے جب اس پر الملک لکھا ہو اس کے سوا کچھ اور نہ لکھا ہو یا الف یا لام اکلیا لکھا ہو۔ کبریٰ ۶۔ فرعون یا ابو جہل کا نام کسی نشانہ لگانے کی جگہ پر لکھا ہو اس کی طرف تیر اندازی مکروہ ہے۔ کیونکہ ان حروف کی ایک حرمت ہے۔ سراجیہ)

و ايضا فيه في آخر تلك الصفحة :

ولا يجوز في المصحف الخلق الذي لا يصلح للفراغ ان يحلده به القرآن ۲۔

۳۔ (ترجمہ: بوسیدہ قرآن مجید جو چھنے کے لائق نہ رہے اس کے اوراق سے قرآن مجید کو جلد کرنا جائز نہیں ہے)

۱۔ الفتاویٰ العالم گبریہ : جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ مصر

۲۔ الفتاویٰ العالم گبریہ : جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ مصر

☆ بلکہ ابتداً مسئلہ مذکورہ میں فتاویٰ قاضی خان سے تو جن بیویوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے ان کو بھی بلا طہارت ہاتھ میں لینا مکروہ ہے۔

و یکبرہ لمن لا یکون علی الطہارۃ ان باخذ فلو ما علیہا اسم اللہ تعالیٰ کذا فی فتاویٰ قاضی خانؒ

☆ (ترجمہ: جو شخص طہارت کے ساتھ نہ ہوا ہے ایسے بیویوں کو پکڑنا جن پر اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہو مکروہ ہے) اندریں صورت ظاہر ہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک ایک ایک حرف قرآن سے جب اس درجہ تقسیم مد نظر ہے کہ اگر نشتہ پر ابو جہل یا فرعون لکھا ہو تو نام فرعون و ابو جہل چونکہ مرکب ہے ان حروف تقسیم سے لٹکاؤ تقسیم ان حروف کے اس کی طرف تیر پھینکنا تک جائز نہیں رکھتے تو بجز منہ تحصیل خواہش نفسانی بلاشبہ مولوی اشرف علی لکھنوی یا کوئی اور آیہ کلام اللہ کو انگور کے پتہ پر خواہ کاندہ پر لکھ کر دان پر باندھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔

☆ اب رہا یہ امر جو فقہاء پر بلا غم مقصود اجماع رکھا گیا ہے کہ فتاویٰ مانگیر یہ اور نہایت اور بڑا از یہ میں پیشاب سے یا خون نگیرد سے آیہ کلام اللہ کو لکھنا جائز لکھا ہے اس کی مثال عینہ ایسی ہے جیسے و النسم سگاری کی قید کو علیحدہ کر کے کوئی کہے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے:-

ولا نفر بوا الصلواتۃ

ترجمہ: نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اور اس طریق سے دلیل پکڑے اس امر پر کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ نماز پڑھنا تو درکنار نماز کے قریب جانا بھی درست نہیں۔ نعوذ باللہ من تلک الاتہامات والافہام الکاسدات اس واسطے کہ صفحہ ۳۹ بلد خاص کتاب فکر احیہ باب ثامن عشر فتاویٰ مانگیر یہ میں ہے:

۱۔ الفتاویٰ العالمگیریہ : جلد ۵ صفحہ ۳۲۲ مطبوعہ مصر

۲۔ الفرقان مجید : سورۃ النساء : آیت نمبر ۴۳

اعلم بان الاسباب المزيلة للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء المزيل للضرر العطش والخيز المزيل للضرر الجوع والى مظنون كالفصد والحجامة و شرب المسهل وسائر أبواب الطب اعنى معالجة البرودة بالحرارة و معالجة الحرارة بالبرودة وهى الاسباب الظاهرة فى الطب والى موهوم كالكى والرقة اما المقطوع به فلبس تركه من النوكل بل تركه حرام عند خوف الموت و اما الموهوم فشرط النوكل تركه اذ به وصف رسول الله ﷺ المنوكلبن اما الدرجة المنوسطة وهى المقتونة كالمداواة بالاسباب الظاهرة عند الاطباء ففعله ليس مناقضا للنوكل !

☆ (ترجمہ: وہ اسباب جو نقصان اور تکلیف کو زائل کرنے والے ہیں (ان کی تمین تمہیں ہیں)

(۱) چھینی طور پر ضرر کو زائل کرنے والے جیسے پانی کہ پیاس کی تکلیف کو زائل کرتا ہے اور روٹی جو بھوک کی تکلیف کو ختم کر دیتی ہے۔

(۲) غلٹی اسباب مثلاً فصہ لگوانا، پچھنے لگوانا، ہلاب آورد و اکاچینا اور طب کے تمام ابواب یعنی سردی کا علاج گرمی سے اور گرمی کا علاج سردی سے کرنا۔ اور یہ طب میں ظاہر اسباب ہیں۔

(۳) موهوم اسباب۔ جیسے اعشاء کو داغنا، تعویذ لینا، من میں سے چھینی اسباب کو ترک کرنا توکل نہیں ہے۔ بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو ان کا ترک حرام ہے۔ موهوم اسباب میں توکل کی شرط یہ ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اسی صفت کے ساتھ توکل کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ باقی رہے دویائی درجے کے اسباب جو کہ غلٹی ہیں مثلاً حکماء کے نزدیک ظاہر اسباب کے ساتھ علاج کرنا تو یہ توکل کے منافی نہیں ہیں)

یعنی وہ اسباب جو دافع ضرر نفسانی ہیں اگر وہ چھینی ہیں ان کا چھوڑنا موجب گناہ ہے بلکہ بوقدر خوف موت ان کا ارتکاب لازم اور واجب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ چھپے سارے کے پانچویں رکعت میں ہے۔

فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لاثم فان الله غفور رحيم۱

(ترجمہ: لہذا جو مجبور ہو جائے بھوک میں اور گناہ کی طرف ہچکنے والا نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

قال العلامة ابوالسعود الحنفی رحمۃ اللہ فی تفسیر المطبوعہ علی هامش الکبیر

فی صفحہ ۳۵۷ :

قوله تعالى فمن اضطر متصل بذكر المحرمات ای فمن اضطر الی تناول شیء من

هذه المحرمات فی مخمصة ای مجاعة بخاف لها الموت او مبادیه غیر متجانف لاثم قبل

غیر مائل و منحرف الیہ بان با کلہا تلذذاً او مجاوزاً حد الرخصة او بنزعها من مضطر

آخر کقولہ تعالیٰ غیر باغ ولا عاذ فان اللہ غفور رحیم لا یواخذہ بذالک بناء علیہ

(ترجمہ: قولہ: پس جو شخص مجبور ہو جائے الخ یہ حرمت کے متصل بعد ہے یعنی جو شخص ان حرام چیزوں میں سے

کسی کے کمانے پر ایسی بھوک کی حالت میں مجبور ہو جائے جس کے باعث موت یا اس کے مبادی کا خوف ہو

لیکن وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا اور اس کی جانب ہچکنے والا نہ ہو اس طرح سے کہ اسے لذت حاصل

کرنے کے لیے کمائے یا رخصت کی حد سے زیادہ کمائے یا کسی اور مجبور سے چھین کر کمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا غیر باغ یعنی نہ وہ بغاوت کرنے والا اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور

رحم فرماتے والا ہے یعنی اس کے کمانے کی بنا پر اس سے مواخذہ نہ فرمائے گا)

صفحہ ۳۵۹ تاوی مالکیم یہ میں تحریر فرماتے ہیں

بحوز للبلبل شرب الدم والبول واکل المینۃ للندای اذا أخبره طبیب مسلم ان شفاءه

فیه و لم یجد من المباح ما يقوم مقامه و ان قال الطبیب بتعجل شفاء کفیه و جهانہ۲

۱۔ القرآن العجید: سورۃ العائدہ: آیت ۳

۲۔ الفتاوی العالمگیریہ: جلد ۵، صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ مصر



☆ یعنی اگر غریب یہ کہہ دے کہ یقیناً اس بٹا کو بغیر چیشاب پینے کے پامردار کھانے کے کبھی شفا نہ ہوگی اور کوئی ایسی ماح دوا نہیں رہی کہ جس سے امید شفا ہو۔ تو اندریں صورت چیشاب پینا پامردار کھانا بقدر دوا جائز ہے۔ اور اگر یہ کہے کہ شفا کی اور بھی جائز دوا ہونے کی امید ہے مگر چیشاب اور مردار سے امید ہے جلد شفا ہو جائے تو بموجب آیہ مذکورہ صحیح روایت یہی ہے کہ جائز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر کسی ظالم سے خوف جان جانے کا یقینی ہو اور زبان سے کلمہ کفر کہہ دینے سے جان بچ جائے اور دل میں ایمان راسخ ہو کلمہ کفر تک کہہ دینے کی قرآن مجید سے رخصت ثابت ہے چنانچہ سپارہ چار دم ہیرویں رکھتے ہیں۔

من کفر من بعد ایمانه الامن اکره و قلبه مطمئن بالايمان و لكن من شر بالکفر  
صدراً فلعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم ۱

(ترجمہ: جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے مگر جس کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے لیکن اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جس نے کھواۓ کفر کے ساتھ تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے)

اور صفحہ ۷۷۷ جلد سادس تفسیر ابوسعود مذکور میں ہے تفسیر آیہ مذکورہ میں

روى ان مسلمة الكذاب اخذ رجلين فقال لاحدهما ما تقول في محمد ﷺ  
قال رسول قال فما تقول في قال فانت ايضا فخللاه وقال للاخر ما تقول في محمد ﷺ  
قال رسول الله قال فما تقول في قال انا اصم فاعاد ثلاثا فاعاد دجوابه فقتله فبلغ ذالك  
رسول الله صلى الله عليه و اله وصحبه و سلم فقال اما الاول فقد اخذ برخصة الله تعالى و  
اما الثاني فقد صدع بالحق ۲

۱۔ القرآن العظيم: سورة النحل \* آیت ۱۰۶ .

۲۔ تفسیر ابوسعود جلد صفحہ مطبوعہ

☆ ترجمہ بیان کیا گیا ہے کہ مسئلہ کذاب نے دو پہلی ایمان مردوں کو پکڑا ایک سے کہا تو (حضرت) محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس نے پوچھا تو میرے بارے میں کیا کہتا ہے تو اس نے جواب دیا تو بھی۔ اس پر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ دوسرے مسلمان سے پوچھا تو (حضرت) محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس پر اس نے کہا تو میرے بارے میں کیا کہتا ہے تو اس نے جواب دیا میں کوٹھک ہوں۔ اس نے سوال کو تین بار دہرایا تو اس مسلمان نے اسی جواب کو دہرایا۔ لہذا اس نے اسے قتل کر دیا۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو فرمایا پہلے مسلمان نے رخصت کو پتلیا اور دوسرے نے حق کا اعلان کر دیا۔

خلاصہ مضمون آچے کریمہ اور حدیث مذکور یہ ہوا کہ خوف جان بچانے کے واسطے ظالم سے کلمہ کفر کہہ دینا تک جائز ہے۔ چنانچہ حدیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ مسئلہ کذاب کے خوف سے جن صحابی نے جان بچانے کے لیے زبان سے مسئلہ کو کہہ دیا تھا تو بھی رسول اللہ ہے اور دل سے اس کے منکر تھے ان کی نسبت حضور ﷺ نے موعظ حکم آچے کریمہ یہی فرمایا کہ انہوں نے اس امر پر عمل کیا جو ان کے لیے جائز تھا اور جنہوں نے جان دی لی اور شہید کر دیئے گئے مگر مسئلہ کذاب کو رسول نہ کہا ان کی قریف کی اور فرمایا جو عزیمت اور بڑے مرتبہ کی بات تھی انہوں نے اس کا اختیار کیا۔

علیٰ حدائق اس جملہ فقہاء خصوصاً صاحب فتاویٰ مالگیری تحریر فرماتے ہیں کہ اگر چہ ادنیٰ تو تین کلام اللہ کفر ہے یہاں تک کہ اگر کوئی دف کے ساتھ قرآن پڑھے یا قرآن کو بابت طوفان کھدے کافر ہو جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۲۹۴ جلد ثانی فتاویٰ مالگیری میں ہے۔

اذا قراء القرآن علی ضرب الدف والقصب فقد کفر رجل بقرء القرآن فقال رجل ابس چه باتگ طوفان است فهذا کفر کذا فی المحيط لو قال قرات القرآن کثیرا فاعما رفعت الجنابة عنا بکفر کذا فی الخلاصة من قال بغيره قل هو الله احد را پوست باز کر دی او قال السم نشرح را گریبان گرفتہ او قال لمن بقرء بس عند المریض بس در دھان



اور جب ظاہر ہے کہ یوحنا کفر ہونے کے کوئی مسلمان ایسے عمل کا تجربہ نہیں کر سکتا جس میں قرآن مجید کی بے جا دلی ہو۔ اور ایسے معاملات میں کافر کے کہنے کے اعتبار نہیں۔ تو الاحوال یہ مسئلہ از قسم تطبیق باحوال العباد ہی ہوا جیسے کوئی کسی سائل سے کہے کہ اگر میں حضرت اقلیم کا پادشاہ ہو جاؤں تو تجھ کو اپنا سارا مال و متاع دیدوں۔ اس کہنے سے تمام اہل زبان جانتے ہیں کہ قائل کا یہی مقصود ہوتا ہے کہ نہ میں حضرت اقلیم کا پادشاہ ہوں نہ تجھ کو گھریار دوں۔ چنانچہ سننے والا اس کا ام کوں کر فوراً کہہ دیتا ہے کہ تم کو دینا ہی مقصود نہیں۔ علیٰ هذا فقہا کا شفا و یحییٰ پر اس عمل کا مطلق کرنا دلیل صریح ہے کہ بیان اس حکم سے مقصود فقہا میان حرمت و عمل مذکور ہی نہیں ہے بلکہ بیان کرنا اس امر کا ہے کہ ایسے عمل کا کرنا کفر ہے۔ مگر جس موقع پر قرآن مجید سے کلمہ کفر منہ سے کہہ دینے کی رخصت ہے اس امر کی بھی رخصت ہے۔ اور اس طریق پر بیان کرنے سے ائمہ و علمائے جان انسان ہے نزدیک منافق اُنس و جان کے کہ جس کے بچانے کے واسطے بصورت یقین قرآن سے کلمہ کفر منہ سے کہہ دینا جائز ہے علیٰ ہذا فعلی کفر فعل ایسے اعمال کے کرنا بھی اگر کسی ذریعہ سے یقین شفا ہو جائے جائز ہے۔ مگر ایسے اعمال پر یقین شفا ہونا ہی محال ہے۔ لہذا اسی غرض سے فتاویٰ مانگیر یہ میں مطلقاً رقیہ اور دارخ وغیرہ کے علاج کو اسباب تلفونہ سے بھی نہیں گنا بلکہ اسباب موصومہ سے شمار کیا ہے۔ جن کا چھوڑ دینا بصورت جائزہ افضل لکھا ہے۔ چہ جائیکہ اندریں صورت ایسے اعمال کا کرنا جو سر کفر ہوں باوجود موصوم ہونے کے کب جائز ہو سکتے ہیں؟ اور ایسے موصوم امور عند الفقہاء کس طرح یقینی ہو سکتے ہیں؟ اللہ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمادے۔ شعر

چشم بد اندیش بود کندہ یاد کہ عیب نما ید ہنوش در نظر

(ترجمہ: ایسے بد اندیش کی آنکھ نہ رہے جس کو ہر بھی عیب نظر آئے)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 261﴾

## سوال

یہاں پر اطراف و جوارب میں طاعون شروع ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں اصلی مقام کو چھوڑ کر شہر سے باہر بھید و حشمت عمال و اطفال یا دیگر مواقع میں چلنا شرعاً درست ہے کہ نہیں ہے؟ اور ڈاکٹر حکماً کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کے پلو ہیں۔ اول چوبوں میں یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ حالت ہو تو مکان کو چھوڑ دینا چاہئے اور اسباب میں آگ لگا دی جائے یا کد دیک میں جوش دے دیئے جائیں۔ اور ایسے مریض سے نہ ملنا چاہئے تو کیا اہل اسلام کو (یہ) سب کرنا شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ اور حضور مقبول ﷺ نے اس کی کیا اصلیت ظاہر فرمائی ہے؟ اور ایسی اموات والے شہید کہلاویں گے یا کیا؟

۷ مارچ ۱۴۳۶ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حضور سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں:

لا عدوی ولا طلوة!

ترجمہ: کسی کا مرض خواہ وہ طاعون ہو یا چھک 'خواہ ہیضہ' خواہ (کوئی اور) کسی کو اور نہیں لگتا اور ہڈی کوئی چیز نہیں۔

اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ:

فأرشزہ فإرشز کوئدرست اوئشز کے پاس نہ لاؤ۔

۱. أ. الجامع الصغير مع طبخ الفقير : جلد ۶ صفحہ ۳۳۶ دار المعرفہ بیروت

بحوالہ مسند احمد وصحیح مسلم

۲. مشکوٰۃ المصابیح : صفحہ ۳۹۱ بحوالہ بخاری

اس قسم کی تمام امادیٹ نقل کر کے علامہ شاہ ولی صفحہ ۳۸۰ جلد دوم کتاب انکرامیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

فثبت بملك ان الخروج من الارض التي وقع بها الطاعون مكره للفراشه و مباح

لغير الفراشه

ترجمہ: ان تمام امادیٹ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر خوف طاعون سے یہ سمجھ کر کہ اگر یہاں رہوں گا ضرور اڑ کر لگ جائے گی کہیں دوسری جگہ بھاگ جائے مگر وہ یعنی مکرہ تحریر ہے۔ ہاں اور اگر بوجہ وحشت کثرتِ اموات اور پریشانی کے لوگوں کو پریشان دیکھ کر اور یہ یقین کر کے کہ بغرض دفعِ وحشت جانا ہوں ورنہ یقیناً موت یہاں چھوڑے اور نہ ہاں چھوڑے اور قتل الوقت کچھ نہیں ہوتا تو مضائقہ نہیں۔

یہی مضمون امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں اور اس کی تائید فرماتے ہیں علامہ زبیدی حنفی شارح احیاء العلوم شرح احیاء مسکى بہ اتحاف السادة المتقين کی جلد ناسع صفحہ ۶۶۶ میں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقصود ممانعت یہ ہے کہ تندرست مریضوں کو تنہا چھوڑ کر کہیں نہ بھاگ جائیں۔

حورہ: العبد الرائی دامت ربہ

ابو محمد محمد دیدار علی الصبحی الحنفی

فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 262﴾

## سوال

شرح وقایع درختار مشکوٰۃ شریف وغیرہ ترجمہ اردو جس میں کہ مخالفین نہ ہو کس مطبع اور پتہ سے طلب کی

جائے۔

۷ مارچ ۱۴۳۶ھ

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملاحظہ فرمائیے کہ اس مسئلہ کے واسطے عمدہ کتاب ہے۔ مظہر حق شرح مشکوٰۃ اور تلخیص الاوطار ترجمہ درختار چمبی کتابیں ہیں۔ مگر ان کے مصنفین میں کسی قدر وہابیت تھی۔ لہذا ایسے مقامات خود کھٹک جاتے ہیں۔ ان پر عمل نہ کرے ☆ اور بہتر یہی ہے کہ اگر فارسی کی ایافت ہو تو صحاح شرح مشکوٰۃ اور تفسیر عزیزی فارسی کا مجبوراً اردو کا مطالعہ کیا جائے

حورہ: العبد الراجی رحمۃ رب

ابو محمد محمد دین اعلیٰ العسفی فی جامع اکبر آباد

۷ مارچ ۱۴۳۶ھ



میراث



.....

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 263﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ زیہ نے اپنی بیوی کو جس کا مرتبہ تیس (۳۲) روپیہ تھا جو ہر شرعاً  
ٹھہری مشہور ہے ایک مکان قیمتی چھینا چھ سو روپیہ کا جو ملک زیہ تھا اس غرض سے دے دیا کہ میرے بعد کسی میرا  
بیٹا جو دھری بیوی سے ہو اس کو نہ نکال دے اور اس کے نام بیٹا مل لکھ دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ میرے مہر میں دیتا  
ہوں۔ اور پھر دونوں میاں بیوی اس مکان میں رہتے رہتے جیسے قدم سے رہتے تھے۔ زیہ مر گیا اور اس نے یہ  
ورثہ چھوڑے۔ زہدہ اور دو لڑکی اور ایک لڑکا دھری بیوی سے اور ایک ماموں زاد بھائی۔ پھر زہدہ زیہ جو تو مسلمہ تھی  
اولاد مرغی اور کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا شوہر کی اولاد کے جو دھری بیوی سے تھی۔ اور وقت مرگ زیہ سے وہی  
لڑکے مع زہدہ زیہ کے اس مکان پر بدستور سابق اب تک قابض ہیں اندریں صورت اس مکان کا کون مستحق  
ہے؟ بیتوا توجروا

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں زیہ نے مکان قیمتی چھ سو روپیہ کا جو اپنی زہدہ کو بعوض مہر کے جو مبلغ تیس (۳۲) تھا  
مہر کیا تھا۔ نقویہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کہہ کر دیا ہے کہ اب تیرا مہر بجائے تیس چھ سو روپیہ کا زائد فی المہر کر دیتا  
ہوں زیہ یہ صریحاً مفہوم ہے کہ یہ بیوی کیا ہے۔ سہرہ بیچ اگر زیہ کی غرض اس سے بھی تسلیم کر لی جائے کہ مہر  
زیادہ کر کے مہر میں دیا ہے تو زہدہ زیہ سے قبولیت زیادتی کی تصریح نہیں پائی جاتی لہذا یہ زیادتی صحیح نہیں  
ہوتی۔

کما فی الدر المختار :

او زید علی ما سعی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس۔

☆ (ترجمہ: مقرر شدہ مهر سے زائد کر دیا جائے تو وہ زیادتی خاوند کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے بشرطیکہ بیوی اس زیادتی کو مجلس کے اندر قبول کر لے)

قال الشامی رحمہ اللہ:

فانما الی الزیادة فی المهر) بصر ان قبلت فی مجلس الاقراء۔

(ترجمہ: کیونکہ مهر میں وہ اضافہ صحیح ہے بشرطیکہ خاوند کی طرف سے زیادتی کے اقرار کی مجلس میں بیوی اس اضافہ کو قبول کر لے)

و فی الخاتبة المصرية فی صفحة ۳۳۷ من الجزء الاول

ان الزیادة فی المهر لا بصر من غیر قبول المرأة۔

(ترجمہ: مهر میں اضافہ بیوی کے قبول کرنے کے بغیر صحیح نہیں)

علاوہ بریں تحریر زوج سے قصد زیادتی فی المهر مفہوم نہیں، بلکہ مصلحتاً بخوف اپنے بیٹوں کے اگر غور کیا جاتا ہے تو یہی سمجھتا جاتا ہے کہ اپنی زوجہ کے نام اس واسطے بیٹا ملے گا کہ میرے بعد میرے بیٹے اس کو میرے گھر سے نکال نہ دیں کما هو ظاهر من صورة السؤال  
(ترجمہ: جس طرح کہ صورت سوال سے ظاہر ہے)

اور مهر کے زائد کرنے میں بوجہ روایات بڑا زہر عند اہلہ قصد زیارت صحیح زیارت فی المهر میں زوج کی جانب سے ضروری ہے۔

کما هو فی الدر المختار :

|                                                |                                  |
|------------------------------------------------|----------------------------------|
| ۱۔ الدر المختار مع رد المختار : جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ | ۲۔ فار اسماء التراث العربی بیروت |
| ۲۔ الدر المختار مع رد المختار : جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ | ۳۔ فار اسماء التراث العربی بیروت |
| ۳۔ فتاویٰ قاضی خان : جلد اول صفحہ ۱۷۵          | ۴۔ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ         |

و فی البزازیة الاشبه ان لاتصح (ای الزبادة فی المهر) ولا تجعل زیادة بلا قصد

الزبادة

(ترجمہ: اشہ یہ ہے کہ عورت کے قبول کے بغیر مهر میں اضافہ صحیح نہیں ہے۔ نیز مهر میں اضافہ نادر کی طرف سے اضافہ کے قصد کے بغیر نہیں کیا جائے گا)

اور بسبب ندر کئے زہد زید کے صورت مذکورہ میں کوئی وارث اسی روایت پر فتویٰ دینا انساب اور جب ثابت ہو گیا کہ یہ مکان صورت مسئلہ میں زیادتی النہر نہیں ہے تو یہ مکان سیدنا ائیں رہ گیا۔ پھر میرہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہوا کہ محبت میرہ میں مویوب لہ کا قبضہ کامل کر لینا مکان مویوب پر شرط تھا۔ اور صورت مسئلہ میں شوہر یعنی زید واپس مکان بدستور اسی مکان مویوب میں مع سامان نامرگ رہتا رہا اور اب تک حسب دستور سابق وہی لڑکے مع زہد زید اس پر قابض ہیں۔

اور صفحہ ۵۶۹ در مختار میں ہے

و هبة المشغول لا تجوز

(ترجمہ: مشغول چیز کا ہبہ درست نہیں ہے)

لہذا چونکہ مکان مویوب سے بویہ عدم محبت میرہ ملک زید سے نہیں گیا اور بدستور زید ہی مالک مکان رہا۔ مکان مذکور در زید پر اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بعد اٹائے دین میر زہد زید کے بتیس روپیہ میر کے اور مصارف تجبیر و عین وغیرہ کل مال زید کے بتیس (۳۲) حصہ کر کے چار حصہ زہد زید کو اور سات سات حصہ زید کے دونوں بیٹوں کو اور چودہ حصہ ہر زید کو دے دیئے جائیں گے اور بعد انتقال زہد زید چونکہ زہد زید اولاد اور لا وارث محض ہے نہ کسی کو کچھ وصیت کر کے مری ہے لہذا اس مال کے مستحق و محتاج مسلمان ہیں جو محنت مزدوری کرنے سے اور کمانے سے ماہر ہیں۔

۱ (۱) البزازیة علی هامش المجلد ۱: صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ مصر

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۸۲

۲ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۸ صفحہ ۵ دار اسباب النراث العربی بیروت

کما فی دلیل الوراث نقلًا عن رد المحتار:

و حاصلہ ان مصرفہ (ای مصرف النکۃ النی لا وارث لہا) الفقراء العاجزون۔  
 ہن (ترجمہ: خلاصہ بحث یہ ہے کہ ایسا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا مصرف وہ قراء ہیں جو عاجز ہوں)  
 اور اگر اس کے شوہر متوفی کے عزیزوں میں اس طرح کے قراء ہوں تو یہ نسبت غیروں کے پیچہ رکھنے  
 علاقہ قرابت فی الجملہ اس کے مصرف قرار دیے جائیں انب ہے۔ مختل

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتقری

ابو محمد دیواری علی مرتضیٰ

جامع مسجد اکبر آباد




---

|                              |                  |                         |
|------------------------------|------------------|-------------------------|
| ۱. دلیل الوراث حاشیہ السراجی | صفحہ ۵           | مکتبہ امدادیہ ملتان     |
| ۲. رد المحتار :              | جلد ۳ : صفحہ ۲۵۶ | دار احیاء التراث العربی |

نوٹ: رد المحتار میں "العاجزون" کا لفظ "الفقراء" سے مقدم ہے۔

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 264﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ عبدالرحیم ہائی نے اپنے مرنے سے تین سال پہلے اپنی املاک اتر قسم مکانات اپنے ایک نابالغ لڑکے اور دو نابالغ پوتوں کے نام لکھوا کر رجسٹری کر دیا اور نامرگ املاک پر اپنا قبضہ رکھا بیٹا مسکین خیر اپنی زندگی میں وارثوں کو نہ ہونے دی۔ اب وہ شخص فوت ہو گیا تو بڑے لڑکے نے بیٹا مدعا پر کیا۔ پس مرنے والے کے حقیقی وارث حسب ذیل بیٹا نہ کرنے پر حصہ ترکہ پاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ان وارثوں کا حق ہے تو فی ہزار ایک فرد کو کیا ملنا چاہئے؟ اور مرنے والے نے جو کیا وہ کیا؟۔ بنو! توجروا

مرنے والے کی حقیقی وارث

دو لڑکے یعنی ایک بڑا لڑکا (پوتوں کا باپ) ایک نابالغ لڑکا نہ کر رہا الا دو لڑکیاں شادی شدہ ہو ہر والی ایک بیوی۔

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ صورت مسئلہ میں ای طرح یہ کہ بعض ورثہ کو جائیداد سے بالکل محروم کر دیا جائے حرام تو نہیں مگر مکروہ اور ظلم بلاشبہ ہے چنانچہ صفحہ ۲۶۱ شایع مشکوٰۃ شریف میں طبعی شرح مشکوٰۃ سے منقول ہے

ولو وهب لبعضهم اى بعض الاولاد دون بعض فمذهب الشافعى و مالک و ابى حنيفة رحمهم الله انه مكروه و ليس بحرام والهيئة صحيحة ۱.

۱. صاحبہ مشکوٰۃ العصابیح صفحہ ۲۶۱ مکتبہ امدادیہ ملتان
۲. شرح الطیبی جلد ۷ صفحہ ۲۴۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکة المكرمة

(ترجمہ: اگر کسی شخص نے اپنی محض اولاد کو کوئی چیز بید کی اور محض کو نظر انداز کر دیا تو اس بارے میں امام شافعیؒ امام مالک اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حرام نہیں اور بہتر (درست) ہے)

☆ مگر تکمیل مہرہ میں چونکہ موجب لہ کا قبضہ فی موجبہ پر شرط ہے ہذا اور نابالغ بچوں پر جب بید کیا جائے ان کے اس دلی اقرب یا البعد یعنی نزدیکی رشتہ دار جیسے باپ یا دور کے رشتہ دار جیسے ماں بھائی وغیرہ کا قبضہ قائم مقام قبضہ ان نابالغ بچوں کے جن پر بید کیا گیا ہے شرما قرار پایا ہے۔ بصورت ہونے اس ولی کے مکفل پرورش ان نابالغوں کا جن پر اس نے بید کیا ہے بہتر نام ہو گیا۔ کما فی الفتاویٰ العالمگیریہ

ولو كان الصغير في عبال الجد أو الاخ أو الام أو العم فوجب له حبة فقبض الهبة من كان الصغير في عباله والاب حاضر اختلف المشايخ فيه والصحيح الجواز حكذا في فتاوى قاضى خان وبه يفتى حكذا في فتاوى الصغيرى ١ فلفظ

(ترجمہ: اگر نابالغ، داد یا بھائی یا ماں یا چچا کی کنالت میں ہوا سے کوئی چیز بید کی گئی تو اس نے اس پر قبضہ کیا جس کی کنالت میں وہ نابالغ ہے اور باپ حاضر ہے اس بید کے مکمل ہونے میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز ہے فتاویٰ قاضی خان۔ اسی پر فتویٰ ہے فتاویٰ مہری۔)

وابضا فيه و حبة الاب لطفله نسم بالعقد ولا فرق في ذلك بينما اذا كان في يده او في مودعه وكذا لو و حبه امه و هو في بدنها والاب ميت وليس له وصى وكذا كل من بعوله كذا في التين و حكذا في الكافى ٢

☆ (ترجمہ: باپ اپنے نابالغ بچے کو بید کرے تو وہ عقد کے ساتھ کال ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں خواہ وہ شے اس کے باپ کے قبضہ میں ہو یا اس شے کو اپنے پاس ودیعت رکھنے والے کے پاس ہو۔۔۔ اور اسی طرح اگر اس نے اپنے نابالغ بچے کو بید کیا اور وہ شے اس کے قبضہ میں ہے اور باپ مر چکا ہے نیز اس کا وصی بھی کوئی نہیں۔ اور یہی حکم اس شخص کے لیے ہے جو اس بچے کی کنالت کر رہا ہے۔ تمییز۔ کالی)

لہذا بہرہ پد رواہب ان ناباقوں پر جن کا پرورش کنندہ بھی باپ ہی تھا سرما صحیح اور تمام ہو گیا۔ اب بعد مرگہ واسب غنی موصوب میں کسی وارث کا حق نہیں۔ جلد مال موصوب کے دی نابانٹ مالک ہیں جن پر واسب بہرہ کر گیا۔

البتہ اگر باپ جس نے ان نابانٹ بیٹے پوتوں پر بہرہ کیا ہے ان ناباقوں کی پرورش سے بالکل دست بردار تھا اور ان کی پرورش علاوہ باپ کے جس نے ان پر بہرہ کیا ہے اور کوئی آدی پرورش کرتا تھا تو باشبہ وہ بہرہ ناقص سمجھا جائے گا۔ اور ورثہ اس کے بعد ما تقدم علی الارث سے اس قدر حقوق کے مستحق ہوں گے کہ کل مال میت کے اڑتالیس حصے کر کے چھ حصے تو اس کی زہدہ کو دیے جائیں گے اور چودہ چودہ حصے بیٹوں کو اور سات سات حصے بیٹیوں کو مگر ظاہر مال سوال سے یہ بات بہت بعید ہے کہ ان کے نام بہرہ کر گیا ہے اور ان کی پرورش سے ناقل رہا۔ حوصودہ

زید مسئلہ ۳۸

میت

|      |          |          |         |        |   |
|------|----------|----------|---------|--------|---|
| زہدہ | ایک لگاں | ایک خورد | بٹ خانم | بٹ نکم |   |
| مریم | حبیب     | عمر      | ۷       | ۷      | ۷ |
| ۱۶   | ۱۳       | ۱۳       |         |        |   |

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی النعمی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر..... 265﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیہ فوت ہو گیا۔ اس نے اپنا وارث اپنی زوجہ کو اور اپنے ماموں زاد بھائی کو جس کو زیہ نے مثل اپنی اولاد کے پرورش کیا تھا چھوڑا۔ اور زیہ چونکہ لا ولد ہے اس لئے ماموں زاد بھائی کے لئے کے کو متبہن کر لیا تھا۔ جب کہ زیہ بیمار ہوا اور اس کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی تو اس نے ایک وصیت نامہ بنام اپنے ماموں زاد بھائی کے اس مضمون کا لکھا کہ میرا مکان سکونت اور تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا مالک و قابض میرا ماموں زاد بھائی ہے۔ اور بحالہ شمول خود و نفوس وغیرہ کے میری زوجہ کے اخراجات کے کفیل و ذمہ دار میرے ماموں زاد بھائی ہوں گے۔ اور اگر میری میری زوجہ علیحدہ رہنا چاہے تو صرف چار روپیہ ماہوار میرے ماموں زاد بھائی دیا کریں گے۔ اور اگر میری زوجہ با عنت و عصمت نہ رہے تو میری زوجہ کے اخراجات کے کفیل و ذمہ دار نہ ہوں گے۔ اور زوجہ کے عقد ثانی کرنے کی حالت میں کس قدر شرعی حصہ پانے کی مستحق ہے؟ اور ماموں زاد بھائی اور جینی کو کس قدر شرعی حصہ ملے گا؟ بینوا و نوجو و

سائل: فقیر محمد مندوی، میدان آگرہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم وب زدنی علما

صورت مسئلہ میں کل مال زیہ سے چوتھائی یعنی چہارم حصہ زوجہ زیہ کو ملے گا۔ بقولہ تعالیٰ

و لھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔

(ترجمہ: اور (تمہاری) بیویوں کے لیے تمہاری پھوڑی ہوئی میراث سے جو تمہاری حصہ ہے اگر تمہاری اولاد ہو) اور باقی تین ربع زید کے ماموں زاد بھائی کو ملیں گے کیونکہ نہ ہونے کی ذی القربى نسبہ و مصیبت کے اور ہونے ماموں زاد بھائی کے ذی الارحام سے۔

کما فی الشامی فی صفحہ ۳۵۰ من الجزء الخامس:

قوله ذی الارحام ای یسدا بهم عند عدم ذی الفروض التسیبہ و العصباء فیأخذون کل المال و ما بقی عن احد الزوجین لعدم الرد علیہما۔

☆ (ترجمہ: قولہ: ذی الارحام یعنی اگر کسی ذی القربى اور مصیبت سے کوئی وارث موجود نہ ہو تو ذی الارحام سارے کا سارا ترکہ یا میاں بیوی میں ایک سے جو بیچ جائے وہ حصہ لے لے گا۔ کیونکہ حصوں سے باقی ماندہ مال میاں بیوی کی طرف لوٹ کر نہیں آتا)

اور چونکہ صورت مسئلہ میں ماموں زاد بھائی مستحق میراث ہو کر داخل ورثہ ہو گیا لہذا بموجب حدیث صحیح

الا و صیۃ لوارث۔

☆ (ترجمہ: خیر دار وارث کے لیے وصیت باطل ہے)

اب اس کے حق میں وصیت نامہ نہ نافذ نہیں ہو سکتا۔ کما هو ظاهر من الشامی حیث قال

المولیٰ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فی صفحہ ۳۵۹ رد المحتار المعصری

(قوله و کونہ غیر وارث وقت الموت) ای لا وقت الوصیۃ حتی لو اوصی لاختیہ و

هو وارث ثم ولد له ابن صححت الوصیۃ للاخ و لو اوصی لاختیہ و له ابن ثم مات الابن قبل

۱. رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۳۱۵ \* دار احیاء التراث العربی بیروت.

۲. سنن ابی داؤد: صفحہ ۳۱۷ حدیث رقم ۴۸۷۰ مطبوعہ دار السلام للنشر و التوزیع ریاض

۳. جامع الترمذی: صفحہ ۳۸۶ حدیث رقم ۲۱۴۰ ایضا

۴. سنن النسائی: صفحہ ۵۱۵ حدیث رقم ۲۳۷۳۷۱

۵. سنن ابن ماجہ: صفحہ ۳۹۱ حدیث رقم ۴۷۱۳ \* ۴۷۱۴ \* ۴۷۱۵ ایضا

فوت الموصلی بطلت الوصیة زیلعی ۱۔

☆ (ترجمہ: قولہ: کسی کے لیے وصیت تب جائز ہوگی جب وہ وصیت کنندہ کی موت کے وقت وارث نہ ہو۔ یعنی وصیت کے وقت وارث ہونے سے وصیت کی درستی میں فرق نہیں آتا۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے بھائی کے لیے وصیت کی جب کہ وہ وارث تھا۔ پھر وصیت کنندہ کے پاس لڑکا پیدا ہوگا تو اب بھائی کے لیے وصیت درست ہے۔ اور اگر اپنے بھائی کے لیے اس وقت وصیت کی جب کہ وصیت کنندہ کا بیٹا تھا پھر وصیت کنندہ کے مرنے سے پہلے بیٹا فوت ہو گیا تو اب وصیت باطل ہے۔)

☆ اور حنفی بنا لینے سے حنفی مستحق میراث نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ کوڈ لینے اور بیٹا بنالینے سے کوئی کسی کا شرمانہ بیٹا بن سکتا ہے اور نہ بوجہ حنفی کے کسی کی میراث لے سکتا ہے۔

لانه قال جل مجدہ فی کتابہ القدیم واجب التعظیم والنکریم فی سورة الاحزاب۔

(ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی واجب التعظیم والقریم کتاب کی سورة الاحزاب میں فرمایا)

و ما جعل ادعائکم ابناء کم ذلکم قولکم بافوا حکم ۲۔

(ترجمہ: تمہارے حنفی تمہارے حقیقی بیٹے نہیں ہیں۔ یہ تمہارے منہوں کی باتیں ہیں۔)

و اخرج ابن ابی داؤد بسندہ عن عائشة زوج النبی ﷺ وام سلمة ان ابا حذيفة

بن عتبة بن ربيعة بن عبد شمس كان بنی سألما و انکحه ابنة اخيه حذيفة بنت الوليد بن

عتبة بن ربيعة و هو سولي لامرأه من الانصار كما بينی رسول الله ﷺ زیندا و كان من

بنی رجلا فی الجاهلیة دعاه الناس ابنه و ورث ميراثه حتى انزل الله عز وجل فی ذلک

ادعوه لم آياتهم الی قوله فاخوانکم فی الدین و موالیکم فردوا الی آياتهم فمن لم يعلم له

۱۔ رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷۷ \* دار احیاء التراث العربی بیروت.

۲۔ الفرقان الحکیم: سورة احزاب آیت نمبر ۳

اب کان مولیٰ و اخافى الدين ۱۔

(ترجمہ: امام ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو حنفی بتایا تھا اور اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ اور وہ انصار میں سے ایک عورت کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جس طرح حضور نبی پاک ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا حنفی بتایا تھا۔ جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کو اپنا حنفی بتا دیتا لوگ اسے اس کا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔ اور وہ اس کی میراث کا وارث بنتا تھا۔ یہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ادعواهم لآبائهم الى قوله فانحوكم في الدين ومواليكم

اس پر لوگوں نے ان کو دہرایا آپ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا اور جس کے باپ کا علم نہ ہوتا وہ حنفی بنانے والے کا مولیٰ اور نبی بھائی قرار پا جاتا۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العزیز

ابو محمد محمد دین علی ارضوی لکھنوی

جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الدر المنثور فی التفسیر بالمعانی: جلد ۵ صفحہ ۱۸۱ دار المعرفہ بیروت

نوٹ: امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عبد الرزاق ابن ہفصہ رحمہ اللہ ابن ابی حاتم مبراہی ابن مرہویہ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے لیکن جناب ابن ابی داؤد کے حوالہ سے ہے۔ سنن ابی داؤد میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔ مر جب علی حدیث

## ﴿فتویٰ نمبر..... 266﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ مریم نے وقت انتقال یہ وصیت کی کہ میرا اس قدر مال یعنی زور میرے بعد میرے بیٹے خالد کی جب شادی ہو جائے اس کی بیوی کو دے دیتا۔ اور مریم کو اس کا شوہر جو نان و نفقہ وسعت کے ساتھ دیتا تھا۔ اس سے بھی مریم نے کچھ پس انداز رکھا تھا۔ مگر مریم کے نام سے شوہر سے کچھ وصول نہیں ہوا۔ اور مریم کچھ لوگوں کے ذمہ قرض بھی چھوڑی تھی۔ مگر ان کو بلا رضا دینے ورنہ شوہر مریم نے معاف کر دیا۔ اور تجنیف و عین مریم کے مصارف شوہر مریم نے بلا درخواست و رش اپنے ذمہ لے لئے۔ اور اس کا کل مال برضا مندی شوہر میرے پاس چونکہ میں مریم کا باپ ہوں موجود ہے۔ مگر شوہر مریم کہتا ہے کہ کل مال مریم ایک مسجد میں جو بافضل زیر تعمیر ہے لگا دو ورنہ میں دوسری جگہ لگا دوں گا۔ حالانکہ مریم اسے ورنہ چھوڑ کر مری ہے۔ شوہر زیادہ تر خس الدین مار دے نہ بن، ابن خالد جس کی عمر تقریباً ڈھائی برس کی ہے اور اس کو ہم ناما ماموں پرورش کر رہے ہیں۔ اس صورت میں جیسا حکم دیا گیا جائے۔ بینوا و نوجروا

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ صورت مسئلہ میں اگر خالد کی معنی مریم کی وصیت کرنے کے وقت ہو چکی تھی تو وصیت مریم زوجہ خالد کے واسطے تہائی کل مال متروکہ مریم میں نافذ ہو جائے گی۔ اس تہائی کو کوئی وارث لے کر خرچ نہیں کر سکتا۔ اور اگر معنی نہیں ہوئی تھی اور موصی بہا زوجہ خالد مجبورہ تھی بلکہ معدومہ اس طرح کہ خالد کی کبھی کسی وجہ سے مثلاً شادی ہی نہ ہو اور ہو تو کس سے ہو کہاں ہو وہ وصیت قطعاً نافذ نہ ہوگی۔ ☆ اس واسطے کہ نفاذ وصیت میں موصی لا کا معلوم ہونا بھی شرط نفاذ ہے۔

چنانچہ صفحہ ۳۵۹ جلد ناس کتاب الوصایا درختار میں ہے:-

وہل بشرط کونہ (ای الموصی لہ) معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ

### فی الباب الاثنی عشر

(ترجمہ: کیا جس کے لیے وصیت کی جائے اس کا معلوم ہوا شرط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں جیسا کہ علامہ ابن

سلطان اور دوسرے علماء نے آنکھ بآب میں بیان فرمایا ہے)

لہذا کل مال مریم بلا نفاذ وصت جملہ ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اور میر مریم اگر شوہر نے ادا نہیں کیا تھا وہ بھی

بمراہ کل مال مریم کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اور کل ورثہ کو حق ہے کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے میر مریم کو شوہر مریم

سے جب چاہیں وصول کر لیں۔ چنانچہ کتاب المدانیات صفحہ ۲۲۲ جلد دوم العقود المدراۃ میں ہے۔

ماتت المرأة والمهر علی الزوج فانجله سائر الورثة شہرا فلیهم ان یطالیوہ قبل شہر

الجواب نعم

☆ (ترجمہ: عورت مرگی۔ میر ابھی خاوند کے ذمہ ہے تو تمام ورثہ نے اسے ایک ماہ کی مہلت دے دی تو کیا

ان کو حق حاصل ہے کہ وہ مہینہ ختم ہونے سے پہلے اس سے مطالبہ کریں؟ جواب: ہاں)

☆ ہاں البتہ بلا اجازت شوہر علاوہ حق مان و نقد ضروریات اگر مریم نے مال زوج سے چرا کر لیا تھا اور

یقیناً زوج کو معلوم ہو جائے تو اس کو شوہر میں محسوب کر سکتا ہے۔

☆ اور جب مصارفہ تجنیذ و تکلیفی مریم کو بلا درخواست کسی وارث شوہر مریم نے اپنے ذمہ لے لیا تو اب

اس کو مال مریم سے وضع نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا سمجھا جائے گا۔

چنانچہ صفحہ ۲۲۲ جز دوم فی عقود المدری فی تصحیح فتاویٰ حامد یہ میں ہے:

وفی العمادة من احکام السفل والعلو المنبرع لا یوجع بما نبرع به علی غیرہ

کما لو قضی دین غیر بغیر امرہ

(ترجمہ: فتاویٰ حمادیہ کے احکام السفل والعلو میں ہے کہ اپنی خوشی سے کسی کو کوئی چیز دینے والا دینی ہوئی

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷۷-۷۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ تفسیح الفتاویٰ الحامدیہ: جلد ۲: صفحہ مطبوعہ

۳۔ تفسیح الفتاویٰ الحامدیہ: جلد ۲: صفحہ مطبوعہ

چیز کو واپس نہیں لے سکتا جیسا کہ کسی پر قرض ہو اس کے حکم کے بغیر وہ قرض واداکر دے۔

لہذا کل مال متروکہ مریم معدہ کے بلا وضع معارف تجنیف و تحفین اور بلا نفاذ وصیت بصورت ثانی اور بعد نفاذ وصیت اور جدا کر لینے ثبانی کے کل مال مریم سے باقی مال مریم بصورت اول اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال مریم کے بارہ حصہ کریں اس میں سے تین حصہ شوہر مریم مسمیٰ زید کو دیے جائیں گے۔ ان تین حصوں کا شوہر مریم کو اختیار ہے۔ باقیہ مسجد میں خرچ کرے۔ خواہ اپنے خرچ میں لائے۔ باقی دو حصہ شمس الدین مریم کے باپ کو اور دو حصہ نصب ام مریم کو پانچ حصہ خالد ظلیل باپ ام مریم کو تین کوٹا وقت بلوٹ خالد کہیں صرف نہیں کر سکتا نہ مسجد میں نہ کہیں اور۔ پرورش خالد کے معارف زید والد خالد کے ذمہ ہیں۔ البتہ مریم کے ماں باپ کو اپنے دو حصوں کا مثل زید کے اختیار مائل ہے۔ جہاں بھی چاہیں خرچ کریں۔ خواہ اپنے خرچ میں لائیں۔

مریم بنت شمس الدین مسئلہ ۱۲

میت

|     |           |     |      |    |    |     |     |
|-----|-----------|-----|------|----|----|-----|-----|
| زوج | اب        | ام  | ابن  | اخ | اخ | اخت | اخت |
| زید | شمس الدین | نصب | خالد | م  | م  | م   | م   |
| ۳   | ۲         | ۲   | ۵    |    |    |     |     |

اور موجودگی ام مریم کے بہن بھائی کو کچھ نہیں ملے گا اور سوتیلی ساس اور نندوں کو شریعتاً کچھ نہیں ملتا۔ اور جس کے ذمہ مریم نے کچھ قرض چھوڑا تھا اس میں بھی، جو جب اپنے اپنے حصہ کے سب تھا دھاریک ہیں۔ ہر دشویر کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ مگر اس وقت معاف ہو سکتا ہے کہ شوہر مریم بقدر حصہ ورثہ کو اپنے پاس سے دے اور ان کو معاف کر دے۔ واللہ اعلم بالصواب

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی

المفتی فی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 267﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسی ریاض الدین نے انتقال کیا اور ایک بی بی سماءؓ نبی ینکیم اور چار لڑکے مسی سراج الدین و اکرام الدین و وہاب الدین و وجیہ الدین اور دو لڑکیاں سماءؓ امیر جان اور احمدی ینکیم وارث چھوڑے۔ اور پھر ۹ ماہ کے بعد بی بی نے بھی انتقال کیا اور مذکورہ بالا لڑکے و لڑکیاں چھوڑے۔

موافق شرع شریف کے کل جائداد سے ہر ایک وارث کیا کیلا سکتا ہے؟ ہر کل جائداد کتنے سہام پر تقسیم ہوگی؟ سماءؓ احمدی ینکیم نے اپنا حصہ عدالت کے باضابطہ کارروائی کر کے پا لیا ہے۔ اور مسی اکرام الدین نے اپنا حصہ با تقسیم کئے ہوئے ایک ہندو کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اس ہندو سے مسی شرف الدین (زوج سماءؓ امیر جان) نے اسی حالت میں خرید لیا ہے۔

بعد انتقال مسی ریاض الدین مرحوم مورث کے کل جائداد حتر و ککا اقسام و انتظام مسی وجیہ الدین کے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت سے اب تک کل کرایہ و غیرہ وصول کرتے رہے۔ اور سوائے مسی سراج الدین کے کل ورثہ کو اس کی آمدنی حصہ رسد دیتے رہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسی سراج الدین والدین کے انتقال سے اب تک کل جائداد کی آمدنی میں سے بحساب حصہ رسد اپنا کل حصہ پاسکتا ہے یا نہیں؟۔ جینوا توجروا

سراج الدین

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما.

صورت مسئلہ میں چونکہ سماءؓ نبی ینکیم زوجہ ریاض الدین کے بھی وہی چار پر اور دو بیٹیاں وارث ہیں جو ریاض الدین مرحوم کے وارث تھے لہذا بصورت انحصار ورثہ کے ورثہ مذکورہ میں بعد ماتقدم علی الارث کل



چانکا اور حقولہ وغیرہ حقولہ ریاض الدین مرحوم کی نبی عظیم کو کاحدم رکھ کر دس حصہ کر کے دو دو حصے چاروں بیٹوں کو  
اور ایک ایک حصہ روٹیوں کو دیا جائے گا۔ صورتہ حکذا  
ریاض الدین مسئلہ ۱۰

### میت

|     |     |     |     |     |     |
|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| ایک | ایک | ایک | ایک | ایک | ایک |
| ۲   | ۲   | ۲   | ۲   | ۲   | ۲   |

☆ اور مسکی اکرام الدین نے جو اپنا حصہ بلا تقسیم فروخت کر دیا اگر عند تقسیم دوسرے شریکوں کو کچھ نقصان  
نہ پہنچے تو بقول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بقدر اس کے حصہ کے بیچ مہج ہوگی ورنہ بالا اتفاق بیچنا جائز رہے گی۔  
اور حسب خواہش شریک یا اس کو باطل قرار دیا جائے گا اور مشتری سے واپس کرا کر کل چانکا اور بموجب تقسیم مذکور تقسیم  
کی جائے گی۔ کما فی الفتاوی الحامدیہ

قال فی البزازیة فی مسائل بیع المشاع دار بین الثین باع احدهما بینا معینا من  
رجل لا یجوز عن الثانی انه یجوز فی نصیبه و فی شرح الطحاوی لو باع احد الشریکین  
من الدار نصیبه من بیت معین فللاخیر ان یمطله و مثله فی الخانیة و العمادیة معللین بتضرر  
الشریک بذالک عند القسمة ۱۔

(ترجمہ: بزازیہ میں بیع مشاع کے مسائل میں ہے۔ ایک گھر دو آدمیوں کے درمیان مشترک ملکیت کا ہے۔ ان  
میں سے ایک نے اپنا ایک مہینہ کمرہ کسی کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ جائز نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت  
ہے کہ اپنے حصے سے جائز ہے۔ شرح المحامد میں ہے دو شراکت داروں میں سے ایک نے اپنے حصہ سے  
ایک مہینہ کمرہ فروخت کر دیا تو دوسرے شریک کو حق حاصل ہے کہ اسے باطل قرار دے دے فتاویٰ حنائیہ میں  
بھی اس طرح ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ تقسیم کے وقت اس سے شریک کو نقصان ہوگا۔)

☆ اور مسکمی وجہہ الدین نے بلا اجازت سراج الدین جو جامدا شتر کہ غیر مقومہ سے کرایہ وصول کیا ہے وجہہ الدین پر لازم ہے کہ بقدر حصہ سراج الدین آج تک جو کرایہ وصول کیا ہے وہ سب حساب کر کے سراج الدین کو دے بلکہ اگر سراج الدین موجود بھی نہیں ہوتا وجہہ الدین پر لازم تھا کہ بقدر حصہ سراج الدین جس قدر کرایہ وصول کیا تھا اس کو صدقہ کر دیتا۔ چنانچہ کتاب الشرح کا مادہ یہ میں ہے۔

غاب احد شریکی الدار قاراد الحاضر ان یسکنھا رجلا او یوجرھا لا یتقی ان یفعل ذالک دیاتۃ اذا التصرف فی ملک الغیر حرام ولا یمنع قضاء اذ الاتسان لا یمنع من التصرف فیما یدوہ لو لم یزاعہ قلو آجرو و اعتد الاجر یرد علی شریکھ قدر تصبیہ لو قدر والا یصدق لتکون الخیث فی حق شریکھ فکان ککفا صب آجر یصدق بالاجرا یرد علی مالکھ اما تصبیہ فیطیب لہ۔

(ترجمہ: ایک گھر کے دو خراکت داروں میں سے ایک موجود نہیں۔ موجود خراکت دار نے چاہا کہ کسی آدمی کو وہاں غمراہانے یا اسے کرایہ پر چڑھا دے۔ دیکھنا اسے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں تصرف حرام ہے۔ لیکن قاشی اسے نہیں روکے گا۔ کیوں کہ جو چیز کسی کے قبضہ میں ہو اسے اس میں تصرف کرنے اس وقت تک قاشی نہیں روک سکتا جب تک کوئی نزاع کرنے والا موجود نہ ہو۔ اگر اس نے اسے کرایہ پر چڑھا دیا اور کرایہ وصول کر لیا تو اپنے حصہ دار کو اس کے حصہ کے برابر اس کرایہ سے ادا کرے بشرطیکہ اسے ادا کرنے پر قادر ہو ورنہ اس کو صدقہ کر دے کیوں کہ اس کے شریک کے حق میں خیانت اس میں پختہ ہوگئی ہے تو وہ اس صاحب کی مانند شمار ہوگا جس نے غصب کر دہ چیز کو کرایہ پر چڑھا دیا تو وہ کرایہ کو صدقہ کر دے یا اس کے مالک کو واپس کر دے اس کا اپنا حصہ اس کے لیے پاکیزہ ہے۔)

حروہ العبد الراعی رتہ ربہ بالتقویٰ

ابو محمد محمد دیلمی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر..... 268﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ مسی امیر جان ملاحظہ مرض میں کہ جس سے شفا یاب نہیں ہوئے اور اسی میں انتقال کر گئے اپنی بیوی کی خدمت سے خوش ہو کر دو عدد مکان تھینا قینا چند رہ سو کے دیے۔ یہ کہ جن میں وہ وقت حید بھی قابض تھی اور اب تک ہے۔ اور پہلے سے اسی میں رہتی تھی۔ اور مقدار مہر کل پانچ سو روپیہ تھے۔ جس کے کواہ یہ تین شخص ہیں۔ اب بعد وفات امیر جان کی بہن کی دختر ان مکانات کو ترکہ خیال کر کے تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ شرع شریف سے ان کو جو کچھ ملتا ہے لکھ دیا جائے۔ اور سوائے مکانات کے صرف ایک کوٹھی جو علاوہ مکانات کے ہے اور کوئی جاگہ انہیں چھوڑی۔

سائل: منصب علی خان

۱۹ شوال ۱۳۳۳ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين واله وصحبه

اجمعين

صورت مسئلہ میں امیر جان مرحوم نے دو مکان تھینا قینا چند رہ سو کے جو اپنی بیوی کو دیئے ہیں ظاہر ہے کہ علاوہ بعض مکان قینا پانچ سو کے جو قدر مہر ہے دو حصہ باقی قینا ایک ہزار یا کم و بیش کے بعد تقسیم اور جدا کرنے حصہ مہر کے حصہ نہیں کئے ہیں۔ اور حصہ مشاء الکی چیز کا جو تقسیم ہو سکے اور تقسیم سے بیکار نہ ہو جیسا کہ حیثیت مکانات مذکور سے ظاہر ہے ناجائز ہے۔ کو حصہ مشاء علاوہ بہرہ دہری طریق سے مملوک کیا مقبوض موجب لہ ہی کر دیا جائے یا پہلے سے ہو جس طرح صورت مسئلہ میں کچھ حصہ مکان بغیر تقسیم و تحدد مہر میں امیر جان مرحوم نے دیا ہے اور کچھ بطریق حصہ۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

و لو وهب من شريكه لا يجوز لان المحكم يدار على نفس الشروع ۱  
(ترجمہ: اگر کسی نے اپنے شراکت دار کو شراکت والی چیز بہی کی تو جائز نہیں کیوں کہ ہم جو ان کے قول کا دار و مدار  
تقسیم نہ ہونے پر ہے)

و في الفتاوى العالمگیریة عن المحيط السرخسی رحمة الله عليه  
رجل دفع الى رجل تسعة دراهم وقال ثلاثة قضاء من حقك وثلاثة هبة لك و  
ثلاثة صدقة فطاع الكل بضمن ثلاثة الهبة لانها هبة فاسدة ولا بضمن ثلاثة الصدقة لان  
صدقة المشاع جائز الا في رواية ۲

(ترجمہ: ایک شخص نے کسی دوسرے کو نو درہم دیئے اور کہا تین درہم تیرے حق کی ادائیگی کے لیے ہیں تین  
درہم تیرے لیے بہ ہیں اور تین درہم صدقہ ہیں۔ وہ ساری رقم ضائع ہو گئی تو وہ شخص بہ کے تین درہموں کا  
ضامن ہوگا کیونکہ کہ وہ قاسد بہ تھا۔

صدقہ کے تین درہموں کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ کہ صدقہ تقسیم کیے بغیر بھی درست ہے ہاں ایک  
روایت کی رو سے درست نہیں ہے۔

و أيضا فيه عن المضاربة الكبير

انه اذا كان دفع الى آخر الفسا قال نصفها مضاربة ونصفها هبة لك فهل لك

الالف في يده ضمن المضارب حصه الهبة كذا في الفتاوى الغياثية ۳

☆ (ترجمہ: اگر کسی دوسرے آدمی کو ہزار روپے دیئے اور کہا ان میں سے آدھے مضاربیت کے لیے ہیں اور  
آدھے تیرے لیے بہ ہیں۔ اس کے ہاتھ میں وہ ہزار روپے ہلاک ہو گئے تو مضارب بہ کے حصہ کا ضامن  
ہوگا۔ فتاویٰ فیاضیہ میں اسی طرح ہے)

|    |                                     |                              |
|----|-------------------------------------|------------------------------|
| ۱۔ | الہادیہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۲              | مطبوعہ مکتبہ شرکت علمہ ملتان |
| ۲۔ | الفتاویٰ عالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۹   | مطبوعہ مصر                   |
| ۳۔ | الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۹ | مطبوعہ مصر                   |

☆ علاوہ بریں یہ ہے مرض الموت میں۔ اور بہر مرض الموت میں اگرچہ ابتداء عہد ہوتا ہے مگر بعد موت متقلب ہو سکتا ہو جاتا ہے۔ اس طرح بہر مرض الموت کا بعد الموت مگر وارث کو کیا گیا ہے اور قبضہ دے کر تمام بھی کر دیا گیا چونکہ وصیت وارث کو ناجائز ہے نا جائز ہو کر جملہ ورثہ لاحق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صفحہ 181 جلد ثانی انصোলین میں ہے جامع الفتاویٰ سے۔

وہب قضا لامرأته فاعتقته ثم مات المريض نفذ وتضمن الفیمة اذا التملیک فی الابتداء صح لکن انقلب وصیة بعد ذلک وهو المختار۔  
(ترجمہ: اپنی بیوی کو ایک غلام بہہ کیا۔ اس بیوی نے اسے آزاد کر دیا۔ پھر خاوند مرلیض مر گیا۔ تو حق نافذ ہوا اور عورت اس غلام کی قیمت کی ضامن ہو گئی کیوں کہ عورت کو مالک بننا آواز میں درست تھا لیکن بعد میں وہ وصیت میں تبدیل ہو گیا۔ یہی مختار ہے)

اور اگر غیر کو بہہ کیا ہے چونکہ ابتداء بہر ہے بغیر قبضہ کے تمام نہ ہوگا۔

کما فی تنفیح الفتاویٰ الحامدیہ :

وہب فی مرض الموت ولم یسلم حتی مات تبطل البتة لان الہبة فی مرض الموت وان كانت وصیة لکنها حبة حقیقة فتفقر الی القبض ولم توجد۔  
(ترجمہ: کسی نے بہہ کیا لیکن بہر کردہ چیز موبہ بہ کو اپنے مرنے تک پر دہ کی۔ تو بہر ہی غایب ہو جائے گا۔ کیونکہ بہر مرض الموت میں اگرچہ وصیت بن جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ بہر ہوتا ہے۔ لہذا اس کے صحیح ہونے کے لیے موبہ بہ کے قبضہ کی ضرورت ہے جو پایا نہیں گیا)

اور چونکہ یہ مال وصیت ہے بعد الموت مجبزا اگر کل مال عہد کر دیا ہے باوصف قبضہ دو ٹوٹ مال جائداد مقبوضہ سے موبہ بہ کے لیے ورثہ کو واپس دینا لازم ہوگا

کما فی صفحہ 180 جلد ثانی جامع الفصولین من الزیادات :

مريض و حب شيئا لا يخرج من الثلث برد الموهوب له مازاد على الثلث

بلاخبار

(ترجمہ: مریض نے کوئی چیز میری۔ جو اس کے ترکہ کا تہائی نہیں بلکہ زائد مفتی ہے تو موهوبہ ترکے کے تہائی سے زائد واپس کرے گا۔ اس میں اس کی پسندیدگی کا اعتبار نہیں)

وفيه من الفناوى الصغرى لصدر الشهيد

وحب داره فمات ولا مال له ولم تنجز الورثة فمسخت في الثلثين و لم يطل الهبة في

الثلث

(ترجمہ: مرض الموت میں اپنا گھر کسی کو میر کیا۔ ورثہ نے اس کی اجازت نہ دی تو ایک تہائی میں میر باطل نہ ہوگا۔ اور تہائی میں میر صحیح ہو جائے گا)

اور جب میر صحیح نہ ہوا۔ اور علاوہ حصہ مردہ مکان اور نیز تیل کی کوٹھی ملوک امیر جان ری تو بعد وفات امیر جان بعد از تقدیم علی الارث کل جائداد امیر جان کی بقدر حصہ میر سلاطین سو روپیہ منہا کر کے اگر بچ بھائی اور زوجہ کے اور کوئی وارث ذوی القروض اور معیون سے نہیں پڑا چار حصہ کر کے ایک حصہ زوجہ امیر جان کو دیا جائے گا اور باقی کی مالک بھائی ہوگی۔ پوچھ ہونے بھائی کے ذوی الارحام سے اور عدم جواز رد کرنے باقی کے زوجین پر۔

کما فی الدر المختار

و ذوالارحام هو کل قریب یس بذی سهم ولا عصبه فهو قسم ثالث حبشہ ولا

برث مع ذی سهم ولا عصبه سوى الزوجین لعدم الرد علیہما فباخذ المنفرد جمیع

العمال بالقراۃ

(ترجمہ: ڈورم ہر وہ وارث ہوتا ہے جو نیکو ڈورم ہو اور نہ ہی عصبہ ہو۔ یہ ورثہ ان کی تیسری قسم ہے۔ اس قسم ورثہ رڈو سم اور عصبہ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے۔ ہاں خاوند اور بیوی کی موجودگی میں وارث بنتے ہیں۔ کیوں کہ حصوں سے بچا ہوا ترکہ ان کی طرف نہیں لوٹتا تو ڈورم اکیلا سارا مال رشتہ داری کی وجہ سے حاصل کر لیتا ہے)

قال الشامی رحمۃ اللہ :

قوله فباخذ المتفرد ای الواحد منهم من ای صنف کان جمیع العمال ای او ما بقی

بعد فرض احد الزوجین

(ترجمہ: قولہ ڈورم اکیلا سارا ترکہ حاصل کرے گا۔ یعنی ڈورم رشتہ داروں میں کوئی ایک اگرچہ وہ کسی قسم سے تعلق رکھتا ہو سارا ترکہ پالے گا یا زوجین کے حصوں سے جو بچے گا وہ پالے گا) خلاصہ

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہما اللہ

مفتی مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 269﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساقہ چھوٹی بڑا ایک مکان مالیت ڈھائی ہزار کا چھوڑ کر مرگئی اور مساقہ مذکور نے مساقہ اچھو متوا اتنا یہ تین لڑکیاں چھوڑیں اور مسمیٰ کلا ایک بھتیجا چھوڑا اور ان چاروں کے سوا اور کوئی حقدار نہیں۔

مساقہ چھوٹی نے نصف مکان اپنی زندگی میں مساقہ اچھو اپنی لڑکی کے نام حصہ لکھ کر رجسٹری کر دیا ہے اور ۱۲ برس اپنی زندگی بھرا ہی مساقہ اچھو اپنی لڑکی کے گھر رہی۔ وہیں مری۔

اب وہ نصف مکان بھی کہ جو مساقہ اچھو کے نام بیچ کر کے رجسٹری کر دیا ہے وہ بھی حصوں میں آ سکتا ہے یا نہیں؟ اور کون کون حقدار ہیں؟

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اگر فی الواقع چھوٹی نے اپنا نصف مکان معزز میں قیمتی دواڑھائی ہزار اپنی بیٹی مساقہ اچھو کے نام بیچ کر دیا ہے اور آدھا حصہ زمین کر کے بیچا تھا تو بلا تکلف وہ بیچ صحیح ہوگئی۔ اور تجزیہ رجسٹری سے یہی ظاہر ہو رہا ہے۔ لہذا وہ ملک اچھو ہو گیا۔ قتل موت و جد موت چھوٹی اس میں کوئی دعوئی نہیں کر سکتا۔ رہا باقی نصف مکان وہ ورثہ چھوٹی میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال چھوٹی کا بعد ما تقدم علی الارث نو حصہ کر کے دو دو حصہ بیٹیوں کو دیئے جائیں گے اور تین حصہ باقی کلا بھتیجا کو دیں۔ صورتہ حکذا

چھوٹی مسئلہ ۶۳

میت

ابن الارخ

بنت

بنت

بنت

کلا

اتنا

متوا

اچھو

۳

۲

۲

۲

حورہ: العبد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 270﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت حصہ شرعی کے ایک شخص مسکٰی کریم اللہ الاولاد فوت ہو گیا۔ اس نے صرف اپنی زوجہ کا بیٹے کا زیور کچھ زلفہ برتن و کپڑا وغیرہ استعمالی زوجہ کے پاس چھوڑا۔ جو کچھ زلفہ تھا وہ اس کی ولیہ نے مرحوم کے گورکن نکاحہ سم چہلم میں صرف کیا۔ صرف زیور بیٹے کا چارہ برتن استعمالی اس کی بیوہ کے پاس موجود ہے۔ مرحوم کی ایک حقیقی بہن اور ایک بھائی جو دوسرے باپ سے پیدا ہوا موجود ہے۔ اس مال میں کچھ حصہ حقیقی بہن اور اس بھائی کا جو دوسرے باپ سے پیدا ہوا ہے واجب ہوتا ہے؟ اور اگر واجب ہے تو ان ہر ایک کے حصہ میں کیا کیا بچھتا ہے؟

سائل: بسم اللہ خان از زرہ باندی کوٹ۔

۲۷ فروری ۱۹۸۸ء

### الجواب

صورت مسئلہ میں بعد تقسیم علی الارث اگر متوفی اور موجود بھائی کی ماں ایک ہی ہے یعنی یہ بھائی اخیانی ہے تو کل مال کریم اللہ کے سولہ (۱۶) حصہ کر کے چار (۴) حصہ زوجہ کو دیئے جائیں گے اور ۹ حصہ حقیقی بہن کو اور تین (۳) حصہ اخیانی بھائی کو۔

اور اگر بھائی موجود کے ماں باپ اور متوفی کے ماں باپ بالکل جدا ہیں تو اس فرضی بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور کل مال کے چار حصہ کر کے ایک حصہ بیوی کو ملے گا اور باقی بہن کو۔

للصورة الاولى هكذا

کریم اللہ مسئلہ ۱۶

|      |     |           |
|------|-----|-----------|
| زوجة | میت | اخ اخیانی |
| ۱۴   | ۹   | ۳         |

الصورۃ الثانیۃ حکذا

کریم اللہ مسلد

میت

اشت حققی

زہرہ

۳

۱

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ بالقوی  
ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد  
۱ مارچ ۱۹۸۸ء



## ﴿فتویٰ نمبر..... 271﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذیل مجملہ ایک منزل مکان کے نصف کا مالک تھا۔ اور اس کی زوجہ تھیں۔ جب ذیل نے انتقال کیا تو اس نے زوجہ اول کی اولاد میں ایک لڑکی تھیں نیگم اور ایک لڑکا مسی ایقہ علی چھوڑا اور زوجہ اول بحیات ذیل انتقال کر گئی اور زوجہ ثانی سہارہ مریم سے دو لڑکیاں نیاز نیگم و ریاضی نیگم چھوڑیں۔

بعدہ ریاضی نیگم کا انتقال ہوا اس نے ایک ماں مریم اور ایک حقیقی بہن سہارہ نیاز نیگم اور ایک بھائی علاقہ مسی ایقہ علی اور ایک بہن علاقہ مسہارہ تھیں نیگم چھوڑی۔

بعدہ زوجہ ثانی مریم کا انتقال ہوا اس نے اپنی اولاد میں منتقل ایک لڑکی نیاز نیگم چھوڑی۔  
اس کے بعد زوجہ اول کے لڑکے ایقہ علی کا انتقال ہوا اس نے اپنا ایک لڑکا یوسف علی اور تین لڑکیاں وحیدہ نیگم سعیدہ نیگم عزیزہ نیگم اور ایک زوجہ سہارہ زینب اور بہن حقیقی تھیں چھوڑی۔  
شرعاً مال ذیل کس طرح تقسیم ہوگا؟

سائل: ایقہ علی خان محلہ حنیالی دہلی کی منڈی آگرہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اللہم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعدہ تقدم علی الارث کل مال ذیل کے دس ہزار چار سو (۱۰۴۰۰) حصہ کر کے اٹھارہ سو بیس (۱۸۲۰) تھیں نیگم کو دیئے جائیں گے اور بیٹا لیس سو بیس (۲۵۲۰) نیاز نیگم کو اور چار سو بیس (۴۲۰)

حامد کو اور چار سو بیچن (۳۵۵) نضب کو اور بارہ سو چوبتر (۱۷۷۳) یوسف کو اور چھ سو بیچن (۶۳۷) وحید کو اور  
اسنے سی حدیث کو اور عزیز کو بیچن کو دیے جائیں گے۔ شکل صورتہ ہکذا

زیچ مسئلہ ۸۰۷/۴۰۷/۵۴۰/۱۰۴۰

میت

| زہد                    | ابن       | بنت       | بنت        | بنت        |
|------------------------|-----------|-----------|------------|------------|
| مریم                   | لیاقت علی | عس بیگم   | نیازی بیگم | ریاضی بیگم |
| ۱۵/۶۵                  | ۱۳/۱۸۲    | ۷/۹۱/۱۸۲۰ | ۷/۹۱/۱۸۲۰  | ۷          |
| ریاضی بیگم مسئلہ ۱۳/۱۲ |           |           |            |            |

بیدہ (۷)

میت

| زوج          | ام    | اخت بیٹی   | اخت علاقہ | اخت علاقہ |
|--------------|-------|------------|-----------|-----------|
| حامد         | مریم  | نیازی بیگم | لیاقت علی | عس بیگم   |
| ۳۲۲/۳۲۰      | ۲۷/۲۸ | ۶۳۲/۸۴۰    | م         | م         |
| مریم مسئلہ ۱ |       |            |           |           |

بیدہ (۹۳)

میت

بنت نیازی بیگم

۱۸۶۰/۹۳

لیاقت علی مسئلہ ۸۰۷

بیدہ ۱۸۲۰

توافق بالصف

میت

| زہد    | ابن     | بنت       | بنت      | بنت       |
|--------|---------|-----------|----------|-----------|
| نضب    | یوسف    | وحید بیگم | سجد بیگم | عزیز بیگم |
| ۱۵/۴۵۵ | ۱۳/۱۷۷۳ | ۷/۶۳۷     | ۷/۶۳۷    | ۷/۶۳۷     |

الاحیاء

نخس یتکم نیاززی یتکم حامد فتنب یوسف وحید یتکم سعید یتکم عزیز یتکم

۱۸۲۰ ۳۵۲۰ ۴۲۰ ۴۵۵ ۱۱۷۴ ۶۳۷ ۶۳۷ ۶۳۷

المبلغ

۱۰۴۰۰

حورده: العبد الرائی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین ارغلی لکھی مفتی جامع مسجد اکبر آباد

مورخہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 272﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مورس باعلی امیر خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹا فیض اللہ خان، اور تین بیٹیاں حمیدہ امجدی، محمدی کو وارث چھوڑا  
اس کے بعد حمیدہ نے انتقال کیا۔ انہوں نے پانچ بیٹے فیاض بیگ، عظیم بیگ، ریاض الدین بیگ، اسماعیل بیگ، غفور بیگ اور دو بیٹیاں ہرمزی۔ حمور اور ایک بھائی فیض اللہ خان اور دو بہنیں امجدی محمدی کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد ہرمزی نے انتقال کیا انہوں نے ایک خاوند لطف اللہ خان اور دو بیٹے مسیح اللہ خان، شفیق اللہ خان اور پانچ بھائی مذکورہ اور ایک بہن حمور کو وارث چھوڑا۔  
اس کے بعد فیض اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹا لطف اللہ خان، دو بہنیں امجدی محمدی کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد مسیح اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک باپ لطف اللہ خان اور ایک بھائی شفیق اللہ خان اور ایک بی بی ثانیہ اور بیٹے حبیب اللہ و رفیع اللہ کو وارث چھوڑا۔  
اس کے بعد امجدی نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹی مسماۃ ممتازی ایک بہن محمدی اور ایک بہن حبیبہ لطف اللہ خان کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد مسماۃ محمدی نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹا محمود خان، ایک بہن حبیبہ لطف اللہ، ایک بہن جی مسماۃ ممتازی کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد رفیع اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک بھائی حبیب اللہ خان اور والدہ ثانیہ اور دادا لطف اللہ خان کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد لطف اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے دو بیٹے شفیق اللہ خان و لیاقت اللہ خان اور دو



حیات مسکله ۱۲

میت

این  
غفور یکاین  
فیاض یکاین  
ریاض یک

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳، ۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳، ۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳

این

عظیم یک

این

اسامیل

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳

اغت

اغت

اغت

بغت

بغت

احمدی

محمدی

فیض الله خان

حمو

برزوی

م

م

م

۱/۸/۱۲۸/۳۸۳/۱۱۵۲

۱

برزوی مسکله

پیدہ (۱)

میت

زوح (لطف الله) این (سبح الله)

۲/۲۸/۱۳۳/۳۳۲

۳

۱/۲/۳۲/۹۶

فیض الله مسکله

پیدہ (۱۹۳)

میت

اغت محمدی

اغت محمدی

این لطف الله

م

م

۱۹۲/۳۰۷۲/۹۶۶



مسجد الله خان مسئلہ ۴۸

| زیدہ (۳)      | میت           | میت           | میت           | میت           |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| ابن شعیب الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله |
| ۳۶/۱۸/۵۳      | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     |
| م             | م             | م             | م             | م             |

میت مسئلہ ۴۹

| زیدہ (۱۵۳۶)   | میت           | میت           | میت           | میت           |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| ابن شعیب الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله |
| ۳۶/۱۸/۵۳      | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     |
| م             | م             | م             | م             | م             |

میت مسئلہ ۵۰

| زیدہ (۲۳۰۳) | میت | میت | میت | میت |
|-------------|-----|-----|-----|-----|
|-------------|-----|-----|-----|-----|

ابن محمود خان

۱۷/۵۱/۱۵۳

رفیع الله مسئلہ

| زیدہ (۱۷)     | میت           | میت           | میت           | میت           |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| ابن شعیب الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله |
| ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     |
| م             | م             | م             | م             | م             |

لفظ الله مسئلہ

میت

| ابن شعیب الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله | ابن ربيع الله |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     | ۱۷/۵۱/۱۵۳     |
| م             | م             | م             | م             | م             |

الاحیاء

|         |         |         |            |         |      |
|---------|---------|---------|------------|---------|------|
| ریاض یک | فیاض یک | غفور یک | اسماعیل یک | عظیم یک | مو   |
| ۲۳۰۴    | ۲۳۰۴    | ۲۳۰۴    | ۲۳۰۴       | ۲۳۰۴    | ۱۱۵۲ |

الاحیاء

|           |                  |       |           |           |  |
|-----------|------------------|-------|-----------|-----------|--|
| حبیب اللہ | ممتازی محمود خان | شافیہ | شفیع اللہ | ایات اللہ |  |
| ۱۵۳       | ۶۹۱۲ ۲۰۷۳۶       | ۱۰۲   | ۹۸۰۲      | ۹۳۷۰      |  |

الاحیاء

|             |             |  |
|-------------|-------------|--|
| شوکت النساء | منیر النساء |  |
| ۳۶۸۵        | ۳۶۸۵        |  |

المبلغ

۶۹۱۲۰

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر — 273﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ

حبیب اللہ نے بعد انتقال پانچ بیٹے مسیان امان اللہ، خدا بخش، احمد، مسعود اللہ اور ایک بیٹی مسماۃ لائسن چھوڑی۔

بعد خدا بخش کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹی مسماۃ زینب اور چار بھائی اور ایک بہن مذکورہ صدر چھوڑی پھر مکی امان اللہ کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ مسماۃ شرافت اور ایک بنت مسماۃ اچھا اور تین بھائی اور ایک بہن مذکورہ بالا چھوڑی۔

من بعد مکی احمد میاں کا انتقال ہوا۔ انہوں نے دو بھائی اور ایک بہن مسطورہ چھوڑی۔ بعد ازاں مسماۃ امان اللہ کا انتقال ہوا۔ اس نے تین بیٹے مسیان مشوق اور ثناءیت اور امداد اور دو دختر مسماۃ منتوا اور حسو کو چھوڑا۔

اب حبیب اللہ مورث اعلیٰ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سائل: درج نہیں

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

## الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث کل مال حبیب اللہ کے پانچ ہزار پانسو چوالیس (۵۵۴۳) حصہ کر کے سولہ سو اسی (۲۶۸۰) حسو کو اور سولہ سو اسی (۲۶۸۰) ہی حصہ اللہ کو دیئے جائیں گے اور



## احرمیاں مسئلہ ۵

بیدہ (۱۵۰۹)

میت تہ ازل

|            |                |          |
|------------|----------------|----------|
| اغت حسو    | اغت - خدا اللہ | اغت لامن |
| ۲۶۰/۳۸۰    | ۲۶۰/۳۸۰        | ۱/۳۰     |
| لامن مسئلہ |                |          |

بیدہ (۱۰۵)

میت

|           |           |           |         |         |
|-----------|-----------|-----------|---------|---------|
| اکن معشوق | اکن عنایت | اکن امداد | بنت منو | بنت حسو |
| ۲۱۰       | ۲۱۰       | ۲۱۰       | ۱۰۵     | ۱۰۵     |

الاحیاء

|        |               |       |      |       |       |       |     |     |
|--------|---------------|-------|------|-------|-------|-------|-----|-----|
| حسو    | خدا اللہ نصیب | شرافت | اچھو | معشوق | عنایت | امداد | حسو | منو |
| ۱۶۸۰   | ۱۶۸۰          | ۵۰۳   | ۲۸۰  | ۵۶۰   | ۲۱۰   | ۲۱۰   | ۱۰۵ | ۱۰۵ |
| المبلغ |               |       |      |       |       |       |     |     |

۵۵۴۴

حورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ القوی

محمد دیر علی الرضوی لکھی، مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ



## س ﴿توئی نمبر..... 274﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ خواہہ وزیر نے وقت انتقال یہ وارث چھوڑے۔ زہبہ مسماۃ نجیحہ دو پسر ققی الدین، نقی الدین، دو پوتے، عظیم الدین و جبر الدین تین پوتی، بسم اللہ، منتو منغو۔ بعدہ نقی الدین کا انتقال ہوا اور یہ ورثہ چھوڑے زہبہ مسماۃ کرای بیگم والدہ نجیحہ، مراد رکلاں ققی الدین، دختران بدرالساہون، سرداری بیگم، بیجے عظیم الدین و جبر الدین، بیجیاں، بسم اللہ بیگم، منتو منغو۔ پھر نجیحہ کا انتقال ہوا۔ اس نے یہ ورثہ چھوڑے۔ بیبا ققی الدین، پوتیاں بدرالساہون، سرداری پوتے، عظیم الدین و جبر الدین، پوتیاں دختران پسر، بسم اللہ، منتو منغو۔ بعدہ ققی الدین کا انتقال ہوا۔ اور یہ ورثہ چھوڑے زہبہ محبوبا، بیجے عظیم الدین، ہتھیر الدین، بیجیاں، بسم اللہ، بیگم، منتو منغو، بدرالساہون، سرداری۔

شرمایہ لوگ جاگہ اور خواہہ وزیر سے کسی قدر مستحق ہوں گے۔ جینو اونو جو و

۲۵ فروری ۱۹۸۱ء

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما.

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الاراث اور انحصار الورث کے اشخاص مذکورہ میں، کل مال خواہہ وزیر کے نو ہزار دو سو سولہ (۹۲۲۶) حصہ کر کے چانچ سو چار (۵۰۴) حصہ کرای بیگم زہبہ نقی الدین اور بی بی بیگم بدرالساہون سرداری بیگم دختران نقی الدین سے ہر دختر کو آٹھ سو پچھانوے (۸۹۶) حصہ اور محبوبا زہبہ ققی الدین کو چار سو تھو (۱۵۰۶) حصہ اور عظیم الدین و جبر الدین، بانٹے خیر الدین مراد زردگان نقی الدین کو دو ہزار دو سو انیس (۲۰۲۹) حصہ ہر مراد زردگان کو بیسے چائیس گئے اور باقی ورثہ مذکورہ سوال بحرم درج ہیں گے۔

مسله ۳/۸/۱۹۲۸/۷۶۸

خواجه وزیر

میت

ایک (تقی الدین)

ایک (تقی الدین)

زوجه ذبیحہ

۳

۳

۱۲/۲۸

مسله ۷/۲۳/۷۶۸

تقی الدین

بیدہ (۷)

میت

بیدہ (۷)

میت

| زوجه        | والدہ | بنت   | بنت        | بنت         | اخ        |
|-------------|-------|-------|------------|-------------|-----------|
| اکرامی بیگم | نجیبی | پس    | پدر افسانہ | سرداری بیگم | تقی الدین |
| ۳/۹/۳۶      | ۳/۱۲  | ۱۶/۶۳ | ۱۶/۶۳      | ۱۶/۶۳       | ۱۳        |

نجیب مسئلہ ۱

بیدہ (۲۲۸)

میت

ایک (تقی الدین)

۶۰

مسله ۳ (تقی الدین)

بیدہ (۱۳۵)

تاجین

میت

ایک الاخ و جہر الدین بن خیر الدین التوفی فی حیۃ خواجه وزیر

زوجه محبوبہ

۳/۴۰۵

۱/۱۳۵

| مسئلہ درافتاء |                | مسئلہ ۱۶۴      |               |
|---------------|----------------|----------------|---------------|
| زوج           | این            | میت            | بیٹہ (۶۴)     |
| کریم الدین    | فتح الدین      | عزیز جہاں نیگم | شاہ جہاں نیگم |
| ۱۶/۴/۱۶       | ۶/۴/۱۳         | ۳/۱۲           | ۳/۱۲          |
| اکرامی نیگم   | سرداری نیگم    | محبوبین        | وجہ الدین     |
| ۳۶            | ۶۳             | ۱۳۵            | ۳۰۵           |
| کریم الدین    | عزیز جہاں نیگم | شاہ جہاں نیگم  | کریم الدین    |
| ۲۳            | ۱۲             | ۱۲             | ۱۶            |
| المبلغ        |                |                |               |
| ۷۶۸           |                |                |               |

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

محمد رفیع اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر..... 275﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذیہ کی حیات میں اس کے بیٹے عمر کا انتقال ہوا۔ اس وقت عمر نے حامد اور حمیدہ دو اولاد اور ایک صنف اپنی بی بی کو چھوڑا۔ پھر ذیہ کا انتقال بعد انتقال عمر اپنے بیٹے کے ہوا۔ اس وقت ذیہ نے ایک پنا پنا حامد اور پتی حمیدہ کو اور ایک بی بی اپنے بیٹے عمر کی چھوڑے۔ پھر حامد کا انتقال ہوا۔ حامد نے ایک ماں اور ایک بی بی اور ایک بیٹی اور ایک بہن حمیدہ چھوڑی۔ اب جو جائیداد موروثی سلسلہ سے متوفی تک منتقل ہوتی چلی آئی ہے اس کی تقسیم شرعی طور پر جس طرح ہو تجویز فرمائی جائے۔

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور انحصار ورثہ کے اشخاص مذکورہ میں کل جائیداد امر کے دو سواغای (۲۸۸) حصے کر کے چونسٹھ (۶۳) حصے تو صنف کو دیئے جائیں گے اور ایک سواغای (۱۱۹) حمیدہ کو اور ایکس (۲۲) زوجہ حامد کو اور چاراسی (۸۴) بنت حامد کو۔ صورتہ حکم

عمر مسئلہ ۱۲۳/۱۷۸۸

میت

|        |       |      |      |
|--------|-------|------|------|
| زوجہ   | بنت   | ابن  | اب   |
| صنف    | حمیدہ | حامد | ذیہ  |
| ۳/۹/۳۶ | ۱۷/۶۸ | ۳۳   | ۴/۱۲ |

| زید        | مسئله ۳   | میت                         | توافق بالسبب | بیده (۱۲) |
|------------|-----------|-----------------------------|--------------|-----------|
| ایکن الاکن | بنت الاکن | زهد الاکن التوفی الحسبی متر |              |           |
| حاده       | حمیده     | م                           |              |           |
| ۲۸         | ۱۶/۳      |                             |              |           |
| حاده       | مسئله ۲۳  | توافق بالسبب                |              |           |
| میت        |           |                             |              | بیده (۲۲) |
| بنت        | زهد       | ام صغیر                     | اخذ حمیده    |           |
| ۱۱/۸۳      | ۳/۲۱      | ۲/۲۸                        | ۵/۳۵         |           |
| الاحیاء    |           |                             |              |           |
| صغیر       | حمیده     | زهد                         | بنت          |           |
| ۶۸         | ۱۱۹       | ۲۱                          | ۸۳           |           |
| المبلغ     |           |                             |              |           |
| ۲۸۸        |           |                             |              |           |

حرد: العبد الرائی زهد رب القوی

ابو محمد محمد بن اریط الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 276﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسمیٰ حسن خان ایک منزل مکان کا مالک ہے۔ اور اس مکان میں اس کے لڑکے نے ڈیڑھ سو روپیہ اپنی ذات سے لگائے۔ چنانچہ حسن خان مالک مکان کہتا ہے کہ اس کے روپیوں کا دیندار ہوں۔ اور اسی مکان میں سے وہ روپیہ ادا کروں گا۔ اور میرے ایک لڑکا اور دو لڑکی وارث ہیں۔ لڑکیاں میری حیات میں اس مکان پر قبضہ کرتی ہیں اور اپنا اپنا حصہ مانگتی ہیں۔ آیا میری حیات میں وہ اپنا حصہ مجھ سے جبراً لے سکتی ہیں یا نہیں؟ اور مکان میں قفل لگا دیا ہے کہ پہلے ہمارا حصہ دیے و جب ہم قفل کھولیں گے۔ اور اگر حسن خان مالک مکان اپنی حیات میں یہ کرنا چاہے تو از روئے شرع شریف ہر ایک وارث مذکور بالا کو کتنا کتنا حصہ ملنا چاہئے؟ اس کا جواب باصواب ارشاد فرمائیں۔

سائل: حسن خان ساکن کڑہ دھاری خان آگرہ

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اپنی عین حیات میں حسن خان اپنے مکان کا مالک ہے۔ اس کو اختیار ہے خواہ اس سے اپنا قرض ادا کرے یا جس کو چاہے کل یا بعض مال مملوک اپنا بخشدے۔ ☆ البتہ طریق انصاف یہ ہے کہ اپنی عین حیات میں اگر ورثہ پر تقسیم کرے تو ورثہ مذکور پر جس قدر تقسیم کرنا چاہے اس کے چار حصہ کر کے دو حصہ بیٹے کو دیے اور ایک ایک حصہ دونوں دختروں کو دیے۔ اور بعض فقہاء کا قول ہے کہ عین حیات میں لڑکا لڑکیوں کو میراث تقسیم کرے۔ مگر عین حیات میں حسن خان میں جبراً حسن کے مال سے کوئی وارث کچھ نہیں لے سکتا۔ خط

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوئی

ابو محمد محمد دین ادرلی

## ﴿فتویٰ نمبر..... 277﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا۔ اور تین فرزند ایک بیوہ اور ایک دختر زوجہ ماول سے ورثہ و قسط وقات اپنی کے چھوڑے۔ اور جو زیور کہ نفرتی و طلاق اپنا از مکتوبہ متوفی نے اپنی زوجہ مذکورہ یعنی موجودہ کے واسطے بخوایا تھا وہ سب اس نے اس کو پہنا دیا۔ چنانچہ کل زیور بقبضہ بیوہ متوفی کا ہے اور نیز ایک جائیداد بھی بیوہ مذکورہ اور ایک جائیداد بھی فرزند ان مذکور ان متوفی کے بہرہ دی کہ جو ان کے قبض و تصرف میں موجود ہے۔ علاوہ زیور و ہر دو جائیداد موجودہ مذکورہ کے اور جائیداد متقولہ وغیرہ متقولہ و اثاثہ الیبت جو ہنوز باقی ہے ان میں کون کون حقدار شرعی ہے؟ اور کس قدر بقیہ جائیداد متوفی میں ہر وارث کو شرعی حق پہنچتا ہے؟

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

☆ صورت مسئلہ اگر زید نے بھارت صحت و تندرستی بیوی کو زیور بہرہ کر کے پہنا دیا یا بموجب عرف اپنی قوم کے یہ سمجھ کر کہ پہنا دینا بخوالہ بہرہ کر کے قبضہ دینے کے سی قائم مقام سمجھا جاتا ہے پہنا دیا و مملکت زوجہ زید ہو گیا۔ اس میں کسی وارث کا حق باقی نہیں رہا۔ اسوائے اس کے جو کچھ ملکیت متقولہ وغیرہ متقولہ زید ہے اس کے بعد ماتقزم علی الارث و ادایہ حسن مہر قرض وغیرہ آٹھ حصہ کر کے اس میں سے ایک حصہ بیوی کو دیا جائے گا اور ایک حصہ دختر زید کو باقی چھ حصے علی السواء بیٹیوں بھائی باہن لیں گے۔

صورتہ هكذا

زیہ مسئلہ ۸

میت

| زہرہ | ایمن | ایمن | ایمن | بنت |
|------|------|------|------|-----|
| ۱    | ۲    | ۲    | ۲    | ۱   |

حورہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد بن ارطی (رضوی) لکھی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 278﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ ممبر اس نے وزیر امیر دو بیٹے ایک بیوی کریمہ چھوڑی۔

وزیر ممبر اس نے تین بیٹی چھوڑیں اور ایک بیوی اور ایک ماں چھوڑی۔

پھر وزیر کی ماں مری اس نے ایک بیٹا امیر چھوڑا اب جائیداد ممبر سے کریمہ کو کیا ملے گا۔

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

امیر بخش محلہ ڈھولی کھار آگرہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما.

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ کل مال ممبر کے چھ سو چالیس (۶۴۰) حصے کر

کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) حصے امیر کو دیئے جائیں گے اور ۳۵ حصے زوجہ وزیر کو اور ۹۸ ایک بیٹہ وزیر کو اور ۹۸

دوسری بیٹہ وزیر کو اور ۳۹ وزیر کی ماں کو ملیں گے۔ صورتہ حکذا

ممن مسئلہ ۶۴/۱۶/۸

میت

ابن امیر

ابن وزیر

زوجہ کریمہ

۷۲۸۰

۷

۱۶۲۸۰



## ﴿فتویٰ نمبر..... 279﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ گمن مرا اس نے وزیر اور امیر دو بیٹے اور ایک بیوی کریم  
چھوڑی۔

بعد وزیر مرا اس نے تین بیٹیاں چھوڑیں اور ایک بیوی اور ایک ماں چھوڑی۔

پھر وزیر کی ماں مری اس نے ایک جہنا امیر چھوڑا۔

اب جائداً محسن سے کریما کو کیا ملے گا؟۔ فقط

## الجواب

صورت مسئلہ میں بعد ماترم علی الارث واضح ہاروش کے ورثہ مذکور میں کل مال مس کے ۱۹۲۰ ہے کے ۱۱۲۲ تو میر کو دیے جائیں گے اور ۰۵۰۵ پوز کی زوہ کو اور ۵۸۸ بیٹیوں بیٹیوں کو جسوں سے ہر ایک وزیر کی بیٹی ۱۹۲۰ ہے ملیں گے۔ خطا صورتہ حکذا

مس ۱۹۲۰/۱۹۲۸

میت

ابن مسعودؓ کی امیر

ابن مسکی و زمر

زویہ مسافہ کریں

 $\angle A^{\circ}$ 

2

4/4/04

۱۳۰۳/۱۳۰۴ هـ

میت

(4) میں

٢١

ہفت

ہفت

پیش

زیر

152/11/2 154/0AA/AF/PA 154/0AA/AF/PA PA/AF/0AA/154 1/0/1/1-0



کریمین مسک ۳۸۷

میت

بیلہ ۳۸۷

امیر

۳۸۷

الاحیاء

امیر

زہرہ وزیہ

بنت وزیہ

بنت وزیہ

بنت وزیہ

۱۳۶۷

۱۰۵

۱۹۶

۱۹۶

۱۹۶

المبلغ

۱۹۴۰

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دے ارعلی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 280﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محبوب کا انتقال ہوا تو ایک لڑکا اپنی پہلی بیوی سے جو مر گئی تھی اور زوجہ ثانی اور اس سے ایک لڑکی اور ایک اپنی بھینسیرہ کو زندہ چھوڑا۔  
بعد کو لڑکا نابالغ مر گیا تو لڑکے نے نانائے ثانی ماموں بھوپھگی علاقہ بن سوتلی ماں کو زندہ چھوڑا۔  
بعد کو زوجہ محبوب نے انتقال کیا تو زوجہ نے ایک بیٹی ایک ماں اور ایک باپ کو زندہ چھوڑا۔  
اس کے بعد لڑکی محبوب کی مری تو اس نے خاوند اور نانائے ثانی بھوپھگی کو زندہ چھوڑا  
اس صورت میں جو حصے شرعی ہوں گے عندہ اللہ اس سے اطلاع دی جائے۔ خط  
سائل: چوہان جانی خانہ آگرہ

## الجواب

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور انحصار ورثہ مذکورہ کے کل مال محبوب کے ۹۶ حصے کر کے  
خاتم کو ۱۳ حصے اور کریم کو ۱۲۱ اور عبد الرحیم کو ۳ حصے اور خالد کو ۵ حصے دینے جائیں گے۔

## صورتہ ہکذا

محبوب مسئلہ ۲۳۸/۲۳۸/۹۶

## میت

|                      |                     |                               |     |
|----------------------|---------------------|-------------------------------|-----|
| زوجہ خلیفہ           | بنت شعلی مساقہ زینت | ابن مسی زید من زوجہ آخری ماتت | اخت |
| ۱۳/۲                 | ۱۳/۷                | ۱۳                            | م   |
| زید مسئلہ توافق باصف | بندہ ۱۳             |                               |     |

## میت

|               |              |    |           |         |     |
|---------------|--------------|----|-----------|---------|-----|
| نصب اخت علاقہ | ام الام خاتم | عم | زوجہ الاب | اب الام | خال |
| ۳/۲۱          | ۱۳/۷         | م  | م         | م       | م   |

| فہرست مسئلہ ۶ |             |                |
|---------------|-------------|----------------|
| پتہ ۶         | میت         |                |
| زینت (بنت)    | کریمین (ام) | (اب) عبدالرحیم |
| ۳             | ۱/۲         | ۲/۳            |
| زینت مسئلہ ۳  |             |                |

| میت      |                |                   |      |
|----------|----------------|-------------------|------|
| خالہ زوج | ام الام کریمین | اب الام عبدالرحیم |      |
| ۳/۵۷     | ۱/۱۹           | ۱                 |      |
| الاحیاء  |                |                   |      |
| خانم     | کریمین         | عبدالرحیم         | خالہ |
| ۱۳       | ۲۱             | ۳                 | ۵۷   |
| المیت    |                |                   |      |
| ۹۶       |                |                   |      |

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی  
 ابو محمد محمد بن ادریس الرضوی الحنفی المفسر  
 جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 281﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی قوت بازو سے پیدا کیا ہوا ایک بانٹ اور ایک حویلی مانجی 4000 روپیہ اور آٹھ دس ہزار روپیہ نقد و جنس چھوڑ کر مر گیا اس کے وارث حسب ذیل ہیں۔

والدہ، مرد و زوار، اور زادہ، زوجہ، دختر، زید کے مرنے کے بعد اس کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا اور دختر زید کی شادی اس کی زوجہ نے کر دی جس میں اسکو گیارہ سو روپیہ کا زیور دیا اور تقریباً تین صد روپیہ خرچ ہمسایان میں صرف کئے اور تقریباً گیارہ صد روپیہ زوجہ زید نے اپنے بھائی یعنی زید کے خسر پورہ کی شادی میں صرف کر دیئے اور باقی مال و زیور وغیرہ زوجہ زید لے کر اپنی دختر کے پاس چلی گئی اور بد چلن ہو گئی اور بانٹ اور حویلی کو بھی اپنے داماد کے نام بہہ کرنا چاہتی ہے۔

آیا بموجب شرع شریفہ زوجہ کو استحقاق ہے کہ یہ بانٹ اور حویلی اپنی دختر کے نام یا داماد کے نام بہہ کر دے؟ یا حصہ شری دیے؟ اور دختر زید کو جو جنم وغیرہ دیا گیا یہ ترکہ میں شامل ہو گا یا نہیں؟ اگر حصہ شری ہے تو اس جائداد میں اس کا کس قدر حصہ ہے؟ برادر زید کا کس قدر حصہ ہے؟ جواب با صواب سے مطلع فرمائیں۔

۹ صفر ۱۳۵۵ھ

حکیم سید محمد حسین من مقام

الورمٹہ مفتی پاڑہ مشعل جامع مسجد

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

بعد ما تقدّم علی الارث اور انحصار ورثہ کے درجہ مذکورہ میں صورت مسئلہ میں کل مال زید کے

۲۳ حصہ کر کے تین حصہ زہدہ کو دیئے جائیں گے۔

اور ۱۶ حصے دختر کا ۱۲ باپ کی میراث سے اور ۴ حصے ماں کی میراث سے جو مادر دختر نے اپنے شوہر کی میراث سے پائی تھی۔

اور پانچ حصوں کا ۲۳ حصوں سے جو اڑتالیس ہزار سے دس ہزار ہوئے ہیں بھائی مستحق ہے اور بھائی کی موجودگی میں بیٹی کو کچھ نہیں ملتا۔

لہذا زید متولی کا بھائی زہدہ زید سے جو کل مال زید پر تصرف ہے اپنے حصہ وصول کر سکتا ہے باقی کا زہدہ و دختر زید کو اختیار ہے خود رکھیں یا کسی کو بیہ کریں۔

☆ بوجہ بد چائی کے کوئی میراث سے محروم نہیں ہو سکتا۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العفی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 282﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصبہ بہورہ علاقہ راج الور میں قاضی محمد صادق کے دو پسر امیر محمد و حسام الدین تھے۔ امیر محمد اپنے والد کی حیات میں کہ جس کو عمر صتین سال کا ہوا فوت ہو گیا۔ اس وقت حوالی مذکور دلو کے پانچ چھوڑ گیا تھا کہ پانچ ہو کر وہ اپنے دادا کی حیات میں دونوں لڑکے فوت ہو گئے۔ پسر خود اس وقت حیات ہے۔ انجام خدمت قضا دے رہا ہے۔ لہذا عرض پرداز ہوں کہ شرفاوت ہوئے دادا خسر کے ترکہ و نیز حق قضاات نکاح خوانی وغیرہ میں مستحق حصہ پانے کے ہے یا نہیں۔ یہ نکاح خوانی پشت در پشت چلی آتی ہے یہ ترکہ میں داخل ہے یا کہ حق الخدمت ہے اندریں صورت پوت بہو کا حق ہے یا نہیں۔

سائل: حسام الدین از بہورہ علاقہ الور

۳۵ صفر ۹۹

## الجواب

اللہم رب زدنی علما۔

بہن کی موجودگی میں جب شرفاوتی ہی وارث نہیں ہو سکتی تو پوت (بہو) کس طرح وارث ہو سکتی ہے۔  
 ہاں اور قضاات مرہون حق الخدمت ہے داخل میراث نہیں۔ جو نکاح پڑھانے جائے گا وہ اپنے آنے کی اہمیت کے لئے۔

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 283﴾

## سوال

فتی بدرالدین صاحب مرحوم کا ایک لڑکا اور دو لڑکی ہیں۔ لڑکیوں کی شادی ہوگئی ان کا ترکہ جائیداد مکانات نقد وغیرہ شرع کے کس حساب سے تقسیم ہونا چاہئے؟

۱۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء

مہتاب خان سب انسپٹر محلہ منیر ٹولہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بصورت انحصار روش کے اشخاص مذکورہ سوال میں بعد ماتقہم علی الارث یعنی معارفہ تجنیس تخمین اور اداہ دین اگر ہو اور تنفیذ وصیت اگر میت نے کسی کو علاوہ ورثہ کی ہو تمام مال منقولہ وغیرہ منقولہ فتی صاحب مرحوم کی چار حصے پورے کر کے دو حصہ ان کے بیٹے کو دیجے جائیں اور ایک ایک حصہ ان کی دونوں لڑکیوں کو۔ صورتہ حکم

مسئلہ ۴

فتی بدرالدین

میت

دختر

دختر

لڑکا

۱

۱

۲

حورہ: العبد المذنب راجی رحمۃ ربہ العالی

محمد دینا علی ارضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 284﴾

## سوال

ہزاری کے ورثہ بیوہ ہزاری امیرن ہزاری کا بھتیجا علی بخش اور ہزاری کا بھتیجا رحیم بخش اور بھتیجا ہزاری کا اللہ رکما ہے۔

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتہ مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث یعنی ہزاری کی بیوی کے مہر وغیرہ اگر فی الواقع ختمہ یہی وارث ہیں ان کے سوا اور کوئی وارث نہیں ہے تو ہزاری کے کل مال متروکہ کے چار حصے کر کے چوتھائی مال یعنی ایک حصہ امیران زوجہ ہزاری کو ملے گا۔ اور پوچھ حصہ ہونے کے ایک ایک حصہ تینوں بھتیجے بھی لیں گے۔

صورتہ حکذا

ہزاری مسئلہ

|        |         |           |           |
|--------|---------|-----------|-----------|
| زوجہ   | امیران  | ابن الارث | ابن الارث |
| امیران | علی بخش | رحیم بخش  | اللہ رکما |
| ۱      | ۱       | ۱         | ۱         |

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی الغنی

ابو محمد دیہ اعلیٰ الرضوی الصفی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر ..... 285﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا انتقال ہوا۔ اس نے شوہر ایک بیٹی ایک چچا زاد بھائی ایک ماں و وارث چھوڑے۔ اس کے بعد شوہر کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹی ایک بھتیجا ایک بھتیجی و وارث چھوڑے۔ ہر ایک کا شرعی حصہ کیا ہوا؟

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

صورتِ مسئلہ میں کل مالِ حندہ کے ۲۴ حصہ کر کے چدرہ حصہ بنت کو اور چار ام کو دو ابنِ لمم کو اور تین

ابنِ الاخ کو دیئے جائیں گے۔ صورتہ حکذا

حندہ مسئلہ ۱۲/۲۴

میت

|     |      |     |          |
|-----|------|-----|----------|
| زوج | بنت  | ام  | ابنِ لمم |
| ۳   | ۶/۱۲ | ۲/۳ | ۱/۲      |

زوج مسئلہ ۲

میت

|     |           |           |
|-----|-----------|-----------|
| بنت | ابنِ الاخ | بنتِ الاخ |
| ۱/۳ | ۱/۳       | ۲         |

الاحیاء

|     |    |           |          |
|-----|----|-----------|----------|
| بنت | ام | ابنِ الاخ | ابنِ لمم |
| ۱۵  | ۳  | ۳         | ۲        |

المبلغ

۲۴

حضور: العبد المذنب دقہ ربہ القوی

محمد دین ادر علی الرضوی المفتی فی مسجد اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 286﴾

## سوال

مسی نجا ولد باقی مرحوم کا مکان موروثی ہے۔ مسی نجا کی زوجہ اور چھ دختران زندہ اور حیات ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مکان مذکورہ میں حق شرعی زوجہ مسی نجا مرحوم کا کیا ہے؟ اور دختران نجا مرحوم کا کیا حق شرعی ہے؟ اور مسی نجا مرحوم کی زوجہ مسماۃ زینب نے دختروں کی غیبت میں اس مکان مذکورہ بلا رضا مندی دختران کے فروخت کر دیا۔ اب دختران اور زوجہ کا حق کتنا ہوا بتلایا جائے؟

سائل: کریم بخش محلہ صینگ منڈی مثال کانپلہ

۷ ستمبر ۱۹۶۶ء

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدّم علی الارث ہر وغیرہ مسئلہ ۲۳ سے ہو گا یعنی بائد اذبحا کے ۲۴ حصے کر کے آٹھواں حصہ جو تین حصے ہیں نجا کی بیوی کو لیں گے اور باقی بیٹیوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ غلط

حورہ:

محمد دینار علی مفتی مسجد جامع اکبر آباد

۱۸ ستمبر ۱۹۶۶ء



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 287﴾

## سوال

فضل علی شاہ نے انتقال کیا۔ ایک بی بی اور کئی ورثہ چھوڑے۔ بی بی کا مہر پانچ ہزار روپیہ ہے۔ ساوروہا دا نہیں ہوا ہے۔ سرکار میں (ریاست کو لایا ر) کے ایک حکمہ آب پاشی میں اس کا (حتوفی کا) صرف چھ سو یا لیس روپیہ چندرہ آنڈر اصل جمع ہے۔ اور کچھ نہیں ہے۔ آیا یہ روپیہ کل مہر میں دیا جائے یا ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ منتظر سائل: اگلی بخش ڈاکٹر دتتر سنگھ لوہانڈی شہر آگرہ

۲۶ اگست ۱۹۶۶ء

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

یہ کل روپیہ بی بی مہر میں دیا جائے گا۔ ورثہ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ چنانچہ سرائچی میں ہے۔

الاول يبدأ بتكفيله و تجهيزه غير تبذير ولا تغبر ثم يقضى ديونه من جميع ما بقى

من ماله الخ

(ترجمہ: میت کے ترکہ میں سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفیل کی جائے اس میں فضول خرچی اور کٹجی نہ کی

جائے۔ پھر اس کے باقی ماندہ مال سے اس کے قرضہ دیکے جائیں)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد دیوبند علی الرشوی لکھی



## ﴿فتویٰ نمبر..... 288﴾

## سوال

علمائے دین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ایک شخص فضل علی شاہ نے وفات پائی اور ماں بھائی و باپ بہن اور بیوی وارث چھوڑے۔ بیوی کا مہر سٹخ پانچ ہزار روپیہ ہے جو ہنوز ادائیگیس ہوا ہے۔ سٹخ چھ سو یا لیس روپیہ آنہ زراصل یا نفی متوفی مذکور سرکار کو الیاء میں جمع ہیں۔ دریافت طلب مہر و باقیہ استخاریہ امر ہے کہ اول حصہ شرعی بروئے تقسیم زچتمتع متوفی مذکور سے جملہ ورثہ کو ملنا چاہئے یا زچہ بطور قرضہ متوفی مذکور پر ہے وہ بیوی متوفی کو ادا ہونا چاہئے۔

## الجواب

حامدا و مصلیا و مسلما

اللهم رب زدنی علما

زچتمتع اور جاہکد اچھقولہ غیر متقولہ سے اگر بے بعد تجھ و عقیقین زہر مراد کیا جائے گا۔ بعدہ اگر کچھ باقی رہے گا اور غیر ورثہ کو میت نے کوئی وصیت بھی کی ہو تو اس کے تن حصہ کرے۔ جہائی مال سے وصیت پوری کی جائے گی۔ پھر جو کچھ بچے گا وہ ورثہ پر اس طرح تقسیم کیا جائے گا۔ کہ کل مال باقیہ کے بارہ حصے کر کے تن حصہ زچہ کو دیے جائیں اور دو حصہ ماں کو اور باقی باپ کو صورتہ حکمذا  
فضل علی شاہ مسئلہ ۱۳

میت

|     |    |    |          |           |
|-----|----|----|----------|-----------|
| زچہ | اب | ام | اخ حقیقی | اخت حقیقی |
| ۳   | ۷  | ۲  | ۲        | ۲         |

حردہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی لکھی مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 289﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دینی متین اس مسئلہ میں کہ نبی بخش کا انتقال ہو گیا۔ اس نے تین لڑکے مسمیٰ قادر بخش و حسین بخش و دینار بخش اور ایک لڑکی مسماۃ لاڈ اور ایک بیوی مسماۃ ظہور بن چھوڑی۔ بعدہ مسماۃ ظہور بن کا انتقال ہو گیا اور اس نے ایک دختر اور تین پسر مذکورہ چھوڑے۔ بعدہ مسماۃ لاڈ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ایک پسر مسمیٰ منا اور تین بھائی قادر بخش، حسین بخش، دینار بخش مذکورہ چھوڑے۔ بعدہ دینار بخش اولاد مرے اور انہوں نے دو بھائی قادر بخش، حسین بخش اور بیوی مسماۃ مسمیٰ۔ اب مسماۃ مسمیٰ اور قادر بخش حسین بخش اور منا پسر زندہ ہے۔ ان کو جاگدا دینی بخش سے کس قدر حصہ ملے گا؟۔

سائل: حسین بخش، ۱۳ شوال ۱۳۳۳ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى خصوصا على حبيبه محمد المصطفى و على آله المرئضى و صحبه هداة الهدى اللهم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور ہونے اسی قدر ورثہ کے کل جاگدا دو مال متروکہ نبی بخش کے چچین 56 حصہ کر کے 22 حصے قادر بخش کو اور 22 حسین بخش کو دیئے جائے گی اور 8 حصہ ننھے کو اور چار حصے مسمیٰ زوجہ دینار بخش کو: صورئہ ہکذا

نبی بخش مسئلہ ۵۶۸

میت

| زوجہ    | ابن      | ابن      | ابن       | بنت  |
|---------|----------|----------|-----------|------|
| ظہور بن | قادر بخش | حسین بخش | دینار بخش | لاڈو |
| ۱       | ۲/۱۳     | ۲/۱۳     | ۲/۱۳      | ۷/۱۳ |

## تہجرون مسئلہ

## میت

|              |              |             |          |
|--------------|--------------|-------------|----------|
| ایک نادر بخش | ایک حسین بخش | ایک دیو بخش | بنت لاڈو |
| ۲            | ۲            | ۲           | ۱        |
| لاڈو مسئلہ ۸ |              |             |          |

## میت

|                   |              |              |             |
|-------------------|--------------|--------------|-------------|
| ایک منا           | ایک نادر بخش | ایک حسین بخش | ایک دیو بخش |
| ۸                 | مردم         | مردم         | مردم        |
| دیو بخش مسئلہ ۸/۳ |              |              |             |

## میت

|           |              |              |           |
|-----------|--------------|--------------|-----------|
| زودہ مسمی | ایک نادر بخش | ایک حسین بخش | ایک الاخت |
| ۱۲/۴      | ۳/۶          | ۳/۶          | مردم      |

## الاحیاء

|          |          |     |      |
|----------|----------|-----|------|
| نادر بخش | حسین بخش | منا | مسمی |
| ۱۲       | ۱۲       | ۸   | ۳    |

حضور: العبد العاصی  
 ابو محمد محمد دیو اعلیٰ الخلیفی المجددی  
 مفتی جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 290﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ حنفیہ کا انتقال پندرہ سال ہو گیا۔ اس نے ایک بہن حنفی اور والد اور والدہ چھوڑیں۔ اور چاکا وغیرہ مقتولہ چھوڑی۔

اس کے ترکہ کا وارث شرعاً کون ہے؟

آیا موجودگی والدین بشیرہ بھی ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

اور والدہ کو بھی ترکہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

سائل: محمد زکریا خان ساکن فریہ نگر

۱۶ شوال ۱۴۳۳ھ

## الاجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وهو الموفق للصواب

صورتہ مسئلہ میں کل چاکا دختر و کہ حنفیہ کے چچہ حصہ کر کے ایک حصہ اس کی والدہ کو دیا

جائے گا اور باقی چانچ حصہ بوجہ عصبہ ہونے کے اس کے باپ کو ملیں گے۔ اور بہن بوجہ موجودگی

باپ کے محروم رہے گی۔ صورتہ ہکذا

حذہ مسئلہ

میت

ام

اب

بشیرہ حنفی

۱

۵

محرم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الجہدی

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 291﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ حبیبہ ثانیہ مجھ ساکلی کی تھی۔ اس نے واقعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۷۱ء کو جاگدہ منسلک ذیل بذریعہ کل نامہ نوشتہ شوہر خود مسکی قادر بیگ حاصل کی۔ اور اس پر قبضہ مالکانہ حاصل کر کے کتا حیات شوہر و بعد وفات شوہر قابض و تصرف بلا شرکت غیرے رہی۔ وقت وفات خود خطا پانچ فرزند فیاض بیگ، اسماعیل بیگ، ریاض الدین بیگ، عظیم بیگ، مغفور بیگ اور دو دختر مسماۃ حمزہ و شوہر کو وارث چھوڑا۔ بعد مسماۃ حمزہ نے انتقال کیا۔ اور وقت وفات لطف اللہ خان شوہر خود اور دو لڑکے مسیح اللہ خان و شفیق اللہ خان کو وارث چھوڑا۔ امر منسلک یہ ہے کہ ساکلی شفیق اللہ خان متروکہ حیوان سے جملہ کتے سہام کا مالک و مستحق ہوئے شرع محمدی ہوتا ہے؟ بہنو اتوجروا

ساکلی: شفیق اللہ خان

ساکلی مدرسہ ثانی آگرہ

۱۱ شوال ۱۳۳۳ھ

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورت منسلک عنہا میں بعد ما تقدم علی الارث مسماۃ حبیبہ کے کل مال کے چھانٹنے (۹۶) حصہ کر کے سولہ سولہ پانچوں بیٹوں کو دیے جائیں گے اور آٹھ آٹھ دونوں دختروں کو۔ پھر حمزہ دختر توفیق کے آٹھ حصوں میں دو حصے اس کے شوہر مسکی لطف اللہ خان کو دیے جائیں گے اور تین تین حصہ اس کے دونوں بہر مسکی مسیح اللہ خان اور شفیق اللہ خان کو خطا



## و صورة المسئلة هكذا

جواباً ۲۹/۱۲

| میت      |            |                |          |          |      |     |
|----------|------------|----------------|----------|----------|------|-----|
| فیاض بیک | اسامیل بیک | ریاض الدین بیک | غفور بیک | عظیم بیک | هرزی | حمو |
| ۶/۱۶     | ۶/۱۶       | ۶/۱۶           | ۶/۱۶     | ۶/۱۶     | ۶/۸  | ۶/۸ |

هرزی مسئلہ ۸/۳

| میت               |                |                |
|-------------------|----------------|----------------|
| شوہر لطف اللہ خان | پرمسج اللہ خان | پرشنچ اللہ خان |
| ۶/۲               | ۳              | ۳              |

حودہ: العبد الراجی ربہ القوی  
 ابو محمد محمد دے ارعل مفتی جامع مسجد آگرہ



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 292﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس جائیداد منقطعہ ذیل میں مسماۃ اختر بیگم نے کچھ جائیداد بذریعہ بیہنامہ جیلہ بیگم و زینت جہاں بیگم کو حصہ مساوی دے دی اور زینت جہاں بیگم کا عمر ۳۲ سال تھا انتقال ہو گیا۔ بعد انتقال زینت جہاں بیگم کی متروکہ جائیداد کس قدر بمشیرہ حقیقی مسماۃ جیلہ بیگم و فشی محمد زکریا خاں صاحب والدہ اور والدہ کو کس قدر حصہ شرعی پہنچتا ہے؟ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اختر بیگم کے شوہر ثانی کا بھی ہے۔ وہ بھی حقدار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: مستجاب خان

سکنہ بلوچ پورہ

۹ شوال ۱۴۳۳ھ

## الجواب

اللهم رب زدنی علما

☆ اگر اختر بیگم نے اپنی جائیداد کے دو حصے مساوی کر کے دونوں لڑکیوں کو بیہ کر کے ولی قریب ہر دو دختران کے 'جو ان کا باپ ہے' اُس جائیداد پر قبضہ دے دیا تھا تو بے شک وہ جائیداد ان دونوں نا جائیداد لڑکیوں کی مملوک ہوگی۔ لہذا بعد وفات ایک دختر مسماۃ زینت جہاں بیگم بمشیرہ صغریٰ اس کی جائیداد مملوکہ سے چھ حصے کر کے ایک حصہ اس کے والدہ کو اور باقی پانچ حصہ بطریق عصوبت سب باپ کو۔ اور باپ کی موجودگی میں اختیانی یعنی ماں کی طرف سے 'بہن بھائی یا اتفاق محروم رہیں گے اور نیز حقیقی بہن محبوب۔

صورۃ حکذا

زینت جہاں یکم سہ ۶/

|             |          |          |             |             |
|-------------|----------|----------|-------------|-------------|
| میت         |          |          |             |             |
| ام اختر یکم | اخ اخانی | اخ اخانی | ام اختر یکم | ام اختر یکم |
| ۱           | محرم     | محرم     | ۵           | محرم        |

نک

حورہ: العبد الراعی زینت رب العسی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ منشی

جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 293﴾

## سوال

عظمت علی مرے۔ رحمت علی محمد علی لڑکے چھوڑے۔ محمد علی مرے۔ زوجہ لہری لڑکا عبدالرزاق چھوڑے  
پھر عبدالرزاق مرے ماں لہری بچا رحمت علی چھوڑا۔ رحمت علی مرے والد علی اور فاطمہ کو چھوڑا تو کہ کس طرح تقسیم ہو  
گا میرے زوجہ محمد علی پانچ ہزار باقی ہے۔

سائل: مراد علی علقہ کڑھ حجام

۱۲۳۳ھ اپریل ۱۹۱۲ء

## الجواب

## هو المصوب

مسئلہ ۱۳۳

عظمت علی

میت

محمد علی

رحمت علی

۱

۱۸۲۳

مسئلہ ۸

محمد علی

میت

ابن

زوجہ

عبدالرزاق

لہری

۷

۱۳۳۹

| عبدالرزاق    | مسئلہ ۳  |
|--------------|----------|
| میت          | میت      |
| ام           | عم       |
| لیری         | رحمت علی |
| ۲۱/۷۱        | ۲/۱۳     |
| رحمت علی     | مسئلہ ۳  |
| میت          | میت      |
| ابن          | بنت      |
| واحد علی خان | فاطمہ    |
| ۲/۷۶         | ۱/۲۸     |

بعد اداے دینی ہر ترکہ ایک سو چوالیس سہام (۱۳۳) ہو کر لیری کو تیس (۳۰) حصے واحد علی کو  
 چھتر (۷۶) اور فاطمہ کو اڑتیس (۲۸) حصے دیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الكتاب  
 المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی



## ﴿فتویٰ نمبر..... 294﴾

## سوال

صغریٰ مری اس کے ماموں کے چار لڑکے ایک لڑکی اور خالہ کے ایک لڑکی اور ایک لڑکا چھوڑا۔ ترکہ کیوں کر تقسیم ہوگا؟

سائل: محمد دلیر خان محلہ قاضی خیل شاہ جہان پور  
۱۲۳ اپریل ۱۹۱۶ء

## الجواب

## هو المصوب

صغریٰ مسئلہ ۲۷/۳

ایک مال

اولاد کا حصہ

علی حسن ابن حسن لطف اللہ عزیر اللہ صغریٰ شفاعت اللہ رسول بی بی  
۴ ۳ ۴ ۲ ۶ ۳

بصورت عدم مانع ترکہ مورثہ بہت و بہت سہام کردہ چار ہر ایک از حسن علی ابن حسن لطف اللہ عزیر اللہ و مسماۃ صغریٰ شفاعت اللہ و سہ رسول خواہند بخشد۔

لأنهم اعتمدوا الصفة من الاصول والعدد من القروع وبه نفني حامد به

(ترجمہ: مانع موجود نہ ہونے کی صورت میں وراثت میں چھوڑے ہوئے ترکہ کے سائیکس (۲۷) حصے کر کے چار چار (۴۳) حصے حسن علی ابن حسن لطف اللہ اور عزیر اللہ کو دو (۲) حصے مسماۃ صغریٰ کو چھ (۶) حصے شفاعت اللہ کو اور تین (۳) حصے رسول کو عطا کیے جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اصول کی صفت پالی ہے اور عد فروع سے ہے صحیح فتاویٰ نامیہ۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 295﴾

سوال

شیخ حراب التبی نے انتقال کیا اور زوجہ وچہ اقسام اور دختر سلمیٰ اور بھائی عبدالنبی کو چھوڑا۔ پھر وچہ اقسام فوت ہوئی اور دختر کثیر سلمیٰ اور چار بچے چھوڑے۔

سائل: سید امیر حسین

مہدی لکھنؤ

۱۲۳ اپریل ۱۹۱۶ء

الجواب

هو المصواب

حrab التبی مسئلہ  $۸ \times ۸ = ۶۴$ 

میت

|           |                   |                   |
|-----------|-------------------|-------------------|
| زوجہ      | دختر              | اخ                |
| وچہ اقسام | کثیر سلمیٰ        | عبدالنبی          |
| ۱         | $۸ \times ۴ = ۳۲$ | $۸ \times ۴ = ۳۲$ |

مسئلہ

وچہ اقسام

میت

|      |                   |
|------|-------------------|
| دختر | ابن ابی لاخ ۳ نفر |
| ۳    | ۳                 |

الاخیاء

|       |          |             |
|-------|----------|-------------|
| سلمیٰ | عبدالنبی | ابن ابی لاخ |
| ۳۶    | ۲۳       | ۳           |

ترکہ مورث شصت و چار سهام کردہ ہستی و شش سهام پہ سلمیٰ و پہ عبدالنبی بست و چار سهام و پہ ہر چار

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 296﴾

### سوال

ولایت اللہ خان کی تین زوجہ تھیں۔ اور اولاد ہر ایک سے موجود ہے۔ اول سے مجید اللہ خان دوم سے دو بیٹے لوشا باللہ ماشا باللہ۔ سوم سے شامہ مسماۃ حسنی۔ زوجہ اول کا انتقال ہو گیا۔ مجید اللہ دین مر میں کا بعض کچھ جائیداد کا ہو گا۔ زوجہ دوم سوم حقیقی بہنیں ہیں۔ اور اب ولایت اللہ نے تمام جائیداد (مجید اللہ خان کے نام) بیر لکھ دی۔ اور ایک زوجہ کو طلاق لکھ دی۔ اب استفسار یہ ہے کہ مجید اللہ کے بیٹوں اور تین بیٹیوں کو کیا ملے گا۔ اور سوتیلی ماؤں کا حصہ اس کی جائیداد میں ہے یا نہیں؟

الطاف حسین ازمراۓ اگست شائع ہند

۲۲۔ اپریل ۱۹۱۶ء

### الجواب

#### هو المصوب

ترکہ مجید اللہ خان ایک ہزار رو بہشت سہام کردہ بعد اداۓ دینی مہر ہر روز زوجہ مجید اللہ ایک صد و بہشت و شش سہام نصف نصف کردہ بد ہند و ہر ایک از دختر اس دھند و بہشت و چار و ہزار دان علاقہ ہر ایک راشٹ سہام و نصف آں مسماۃ حسنی خواہند داد۔ اگر بد رتی و ارثان ولایت اللہ ہر روز زوجہ کہ ہشیرگان حقیقی ہستند۔ تفریق واجب است و حقیر لازم۔

ترجمہ: دین مہر کی ادائیگی کے بعد مجید اللہ خان کے ترکہ کے ایک ہزار آٹھ کر کے اس کی دونوں بیٹیوں کو ایک سو چوبیس (۱۲۶) کا نصف نصف (۶۳+۶۳) حصے دیئے جائیں گے بیٹیوں میں سے ہر ایک کو دو سو چوبیس (۲۲۳) حصے علاقہ بمیان میں ہر ایک کو ساٹھ (۶۰) اور اس کا نصف یعنی تیس (۳۰) حصے مسماۃ حسنی کو دیئے



جائیں گے۔ ولایت اللہ کے وارثوں میں دونوں بیویاں جو حقیقی نکاح ہیں ان میں تفریق واجب تھی اور تحریر لازم)

مجید اللہ

میت

| زوجه | زوجه | بنات  | اخوة الاب | اخت الاب |
|------|------|-------|-----------|----------|
| سلطی | سلطی | کریمہ | کریمہ     | کریمہ    |
| ۶۳   | ۶۳   | ۲۲۳   | ۲۲۳       | ۲۲۳      |
| ۶۳   | ۶۳   | ۲۲۳   | ۲۲۳       | ۲۲۳      |

مالم گیر میں ہے:-

و ان فارقتها بعد الاخول فلها المهر و بحب الاقل من المسمى و من مهر المثل و عليها العدة و ثبت النسب و بعزل عن امراته حتى تنفضى عدة اختها كذا في المحیط۔  
(ترجمہ: اگر زوجہ کی بہن سے نکاح کیا اور دخول کے بعد اس سے الگ ہوا تو اس کے لیے مہر ہے۔ مہر مثل اور مقرر کردہ مہر میں سے جو کم ہوگا واجب ہوگا۔ اور عہدہ ہونے والی اس صورت پر عدت لازم ہے اور اگر اس سے اولاد ہوگی تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔ و ہر داہنی کچی زوجہ سے الگ رہے جب تک کہ اس کی بہن کی عدت ختم نہ ہو جائے۔ بحوالہ اعلم بالصواب و عندہ ام الكتاب  
المفتی السید محمد عظیم شاہ عفی عنہ



## ﴿فتویٰ نمبر..... 297﴾

## سوال

بازمیر اور اس کی زوجہ کو چند قرابت داروں نے قتل کیا۔ اول بازمیر خان مرگیا۔ پھر اس کی زوجہ مری۔ اس نے ایک بہن اور بھانجی وغیرہ چھوڑے۔ ترکہ ہو جب حکم شرع کس کو ملے گا؟۔

سائل: رحم علی نان افغان

قصبہ ماڑی ریاست دھول پور

۱۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء

## الجواب

بصورت عدم مانع ترکہ بازمیر خان کا تمام وکمال اس کی زوجہ کو پہنچا اور اس کی وفات پر اس کی بہن کو دیا جاوے گا۔ بہن کی موجودگی میں شرعاً کوئی ضبط کر سکتا نہیں ہے۔ اور قاتلان ترکہ سے قطعاً محروم ہیں۔

مسئلہ بازمیر خان

میت

زوجہ سبکو

مسئلہ

میت

اخت سبکو

ہکذا حکم القرائض واللہ اعلم بالصواب و عنده ام الكتاب

المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



## ﴿فتویٰ نمبر — 298﴾

## سوال

نظام الدین مرا۔ اس نے بی بی اور دو لڑکیاں چھوڑیں اور دو سکے بھائی۔ بعد بی بی مری اس نے دو لڑکیاں چھوڑیں۔ پس از روئے شرف ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔ جب تین سو بائیس روپیہ آٹھ آنہ چھوڑا ہو۔

سائل: نواب حسین برادر نظام کڑھوئی آگرہ

۹ مارچ ۱۹۶۶ء

## الجواب

## هو المصوب

## نظام الدین

| زویہ         | ہشت      | ہشت     | میت  | ارخ       | ارخ |
|--------------|----------|---------|------|-----------|-----|
| امتیازی نیگم | مصلحتانی | خوشنودی | نواب | ولی الدین |     |
| (۶)          | ۱۶       | ۱۶      | ۵    | ۵         |     |

## امتیازی نیگم

بید ۳/۶

## مصلحتانی

## خوشنودی

۳

۳

بصورت عدم موانع ترکہ مورث چٹل و ہشت سہام کردہ نوزدہ نوزدہ ہریک از مصلحتانی نیگم و خوشنودی نیگم بیچ مہر یک از نواب ولی الدین خواہند داد۔

یعنی یہ مصلحتانی یک صد و چٹل سو روپیہ قیمت آندوسہ پیسہ سو پائی و ہمیں قدر یہ خوشنودی و بی نواب سی

وغت رو پیہ ذوا زردہ آ نہ وود پائی و پہ چمیں قدر بی ولی الدین گردید۔

(ترجمہ: نالغ موجود نہ ہونے کی صورت میں مورث کے ترکہ کے اثاثہ لیس (۱۸) حصہ کر کے مصطفائی نیکم اور خوشنودی نیکم میں سے ہر کوئی (۱۹) نیس (۱۹) حصے ثواب اور ولی الدین میں سے ہر ایک کو پانچ (۵) پانچ (۵) حصے دیے جائیں گے۔ یعنی مصطفائی نیکم کو ایک سو تینتالیس روپے سات آنے، تین پیسے اور تین پائی (۳-۳-۳-۳) اور اتنے ہی خوشنودی نیکم کو ثواب ستیس روپے بارہ آنے اور دو پائی (۲-۱۲-۳۷) اور اتنے ہی ولی الدین کا حصہ ہے)

واللہ اعلم وحکمہ احکم  
کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



سوال

مجید اللہ جان نے حسب ذیل ورثہ چھوڑے۔ شرماقتہ سہر مادی جائے۔ دو روپیہ تین تین ذخر، تین بمائی علاقہ ایک ایک بچا کالو کا۔

مارچ ۱۹۶۶ء

حاکم تنج محلہ چلوی فرخ آباد انسپکٹر حلقہ او

## الجواب

هو المصوب

for  $\mathcal{L}$   $\mathcal{L}$

حمید اللہ خان

میت

|              |           |                                    |                       |           |          |             |
|--------------|-----------|------------------------------------|-----------------------|-----------|----------|-------------|
| نوحیہ        | نوحیہ     | بنت بنت                            | بنت بنت               | الحوعلاتی | استعلاقی | ابن ابی سلم |
| عید جان نیکم | نیکم رحمت | ماشا اللہ - ماوشا اللہ - ثار اللہ* | حسینیٰ نیکم حضرت لادہ |           |          |             |
| ۶۳           | ۲۴۳       | ۲۴۳                                | ۲۰                    | ۲۰        | ۲۰       | محرم        |

بعد ادا کے حقوق یک ہزار و پست سہام کردہ شصت و صد ہر یک از میر بیگم و عید جان بیگم و صد پست و چہار ہر یک بیگم و صحت سہام ہر یک از ماشا اللہ و لوشا اللہ و ثار اللہ و ہی سہام بیگم بیگم و ہنداد۔

(ترجمہ: حقوق کی ادائیگی کے بعد جانکاد کے ایک ہزار آٹھ (۱۰۰۸) حصے کر کے زہید امیر بیگم اور زہید حمید جان بیگم میں سے ہر ایک کو تیسٹھ (۶۳) بیٹی بیگم یعنی رصمت اور بیٹی فہمت میں سے ہر ایک جو سو چوبیس (۲۴۳) علاقائی بھائی ماشاء اللہ، علاقائی بھائی کوثر، ماشاء اللہ، اور علاقائی بھائی ثناء اللہ میں سے ہر ایک کو ساٹھ (۶۰) اور

اخت علائقہ حسیتی بیگم کو تمیں سے (میں گے) کو اللہ اعلم و حکمہ احکم

کتاب: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

## ﴿فتویٰ نمبر.....300﴾

## سوال

سالانہ بخش مرے۔ دوپہر تین دختر چھوڑیں اور ایک مذہب۔ پھر زہد مری۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟  
سائل: چوہدری اللہ بخش کڑہ نیال آگرہ  
۲۶ فروری ۱۹۲۶ء

## الجواب

بعد تقدیم ما تقدم ۵۶ سهام کر کے سولہ سولہ دونوں دونوں لڑکوں کو اور آٹھ آٹھ بیٹیوں دختروں کو  
دیے گئے۔

والله اعلم و حکمہ احکم

مسئلہ ۸×۵۶=

میت

|            |     |     |     |     |
|------------|-----|-----|-----|-----|
| زوجہ       | ایک | ایک | بنت | بنت |
| مات و نرکت | ۴×۷ | ۲×۸ | ۱×۸ | ۱×۸ |
| ہذا الورثۃ | ۱۶  | ۱۶  | ۸   | ۸   |

کتاب: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



## ﴿فتویٰ نمبر..... 301﴾

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ درج ذیل میں مسمی امیر بخش نے ایک زوجہ اور ماں دو بھائی، ایک بہن اپنے وارث چھوڑے اور بھتیجہ یتیم جس کا باپ مرحوم کے سامنے فوت ہو کیا تھا چھوڑا۔ اور تین بھانجے اور دو بھانجیاں جن کی ماں یعنی مرحوم کی ہمیشہ مرحوم کے سامنے فوت ہو گئی ہے چھوڑے ہیں۔ اب مرحوم کا ترکہ مکمل شرع کس طرح تقسیم ہو؟

الجواب

هو الموفق للحق والصواب

امیر بخش مسئلہ ۶۰/۱۲

| زوجہ | ام   | اٹ | اٹ | اٹ |
|------|------|----|----|----|
| ۳/۱۵ | ۲/۱۰ | ۱۳ | ۱۳ | ۷  |

صورت مسئلہ مذکور بالا میں ترکہ امیر بخش کا ساٹھ 60 سهام پر تقسیم ہوگا۔ ان جملہ میں سے 15 زوجہ کو اور 10 ماں کو 14-14 دونوں بھائی کو اور 7 بہن کو ملیں گے۔ باقی وارث محروم رہیں گے۔

ھکذا حکم الفرائض واللہ اعلم

ما جرحہ رمضان علی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۲ دسمبر ۱۹۱۵ء



## ﴿فتویٰ نمبر.....302﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حسب ذیل اشخاص کی وفات ہوئی۔ از روئے شرع شریف حصہ ہر ایک کا کیا ہوا؟ بیٹو! نو جرو!

- 1۔ امان اللہ مر اس نے نبی بخش کریم بخش پیران، عمدہ، نبی جان دختران چھوڑیں۔
- 2۔ نبی بخش مر اس نے زوجہ لدو، مرن، رحیم، رحیم بخش بھائی، عمدہ، نبی، بہن چھوڑیں۔
- 3۔ کریم بخش مر ازوچہ خوا، جن، بہن، عمدہ، نبی جان چھوڑیں
- 4۔ عمدہ مری بدو، الدین، بیوہ الدین، وہاب الدین، پیران، یونیم، دختران چھوڑیں۔
- 5۔ خوا، جن مری، بھانجا، یک، بھانجیاں، سفر، بھتیجی، یک، بھتیجی، یک چھوڑیں۔

۲۰ دسمبر ۱۵ سنہ ۱۴۲۱ھ

## الجواب

## هو المصوب

امان اللہ، مسئلہ ۶۹۶، ۸۶۳، ۳۵۶، ۲۳۸، ۷۷۷

| بنات                             |                | ابناء          |                |
|----------------------------------|----------------|----------------|----------------|
| عمدہ                             | نبی جان        | نبی بخش        | کریم بخش       |
| ۱/۱۳/۵۷۶                         | ۱/۱۳/۵۷۶، ۳۶۰۸ | ۲              | ۲/۱۸۸          |
| نبی بخش مسئلہ ۱۳۳، ۱۸۸، ۷۷۲، ۲۳۸ |                |                |                |
| میت                              | بیوہ (۲)       |                |                |
| لدو (زوجہ)                       | امرن (بنت)     | رحیم (بنت)     | رحیم (بنت)     |
| ۲/۹/۳۶، ۱۳/۱۱/۵۳                 | ۲/۱۳/۱۵۶، ۲۰۴۸ | ۲/۱۳/۱۵۶، ۲۰۴۸ | ۲/۱۳/۱۵۶، ۲۰۴۸ |



| اغت                                 |    | اغت              |         |
|-------------------------------------|----|------------------|---------|
| کریم بخش                            | ۳۰ | کریم بخش         | ۱۵/۶۰   |
| مسلک: ۳/۸/۳                         |    | کریم بخش         | ۱۵/۶۰   |
| میت                                 |    | میت              | ۱۰/۶/۳۸ |
| زوجه                                |    | اخوان            |         |
| خواجن                               |    | کریم بخش         | ۱۵/۶۰   |
| ۱۵/۶/۳۳                             |    | کریم بخش         | ۱۵/۶/۳۳ |
| مسلک: ۸                             |    | کریم بخش         | ۱۵/۶/۳۳ |
| ابناء                               |    | بنات             |         |
| بدرالدین، علی الدین، و باب الدین آق |    | کریم بخش         | ۱۵/۶/۳۳ |
| ۱۵/۶/۳۳                             |    | کریم بخش         | ۱۵/۶/۳۳ |
| مسلک: ۱۵/۳                          |    | کریم بخش         | ۱۵/۶/۳۳ |
| میت                                 |    | بنات الاغت       |         |
| بنات الاغت                          |    | بنات الاغت       |         |
| سعیده، شریفه                        |    | سلی، لیلی، عزیزه |         |
| ۵                                   |    | ۵                |         |

والله تعالى اعلم احکم احکم  
کعبه: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ





## ﴿فتویٰ نمبر ..... 304﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کہ بندہ نے وقت انتقال ایک شوہر چھوڑا اور ایک مادر اور دو بھائی اور ایک زمین اور کچھ جائیداد جو شوہر اول کے مہر سے خریدی تھی۔ اور وہ مہر اب شوہر ثانی کے ذمہ باقی ہے۔ یہ ترکہ ان ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

حافظ گلپور علی ساکن تیرا صولی دروازہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث یعنی مصارف تجنیز و تکفین متوسطہ اور ادا بقرض میت اگر ہو اور جاری کرنے حیث میت کے اگر کوئی وصیت علاوہ وارث کے کی ہو جو کچھ مال پہنچے اس کے میں (۳۰) حصہ کر کے اس میں سے پندرہ (۱۵) حصہ شوہر کو اور پانچ (۵) ماں کو اور چار (۴) چار (۴) دونوں بھائیوں کو اور دو (۲) بہن کو دیا جائے گا۔

صورۃ حکماء

حصہ مسئلہ: ۳۶۲

میت

| شوہر   | ام  | اخ | اخ | اخت |
|--------|-----|----|----|-----|
| ۳/۱۵   | ۱/۵ | ۴  | ۴  | ۲   |
| المبلغ |     |    |    |     |
| ۳۰     |     |    |    |     |

حورہ العبد المراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین علی لکھنوی لکھنوی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....305﴾

## سوال

اللہ بخش خدا بخش مولا بخش بیٹیوں بھائیوں نے ایک جائیداد پختہ مکان اور کچھ زمین شرکت میں خریدی۔ پھر اللہ بخش کا انتقال ہوا۔ اس نے وصیہ انتقال علاوہ جائیداد مذکور کے دو ڈھائی سو کا زیور بھی چھوڑا۔ اور یہ وارث چھوڑے۔ زوجہ مسماۃ فیاضی ماں مسماۃ رحمان بی بی اور دو بھائی۔ ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ بیوا تو حرمہ وا

سائل: خدا بخش سکنہائی کی منڈی حلقہ بدین خان

۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد مقدم علی الارث تیسرے حصے جائیداد مشترکہ اور زیور متروکہ اللہ بخش یعنی جائیداد اور زیور اللہ بخش چوبیس (۲۳) حصے کر کے چھ (۶) حصے زوجہ کو دیے جائیں گے اور چار (۴) حصے ام یعنی والدہ اللہ بخش کو اور سات (۷) سات (۷) حصہ دونوں بھائیوں مسمی خدا بخش اور مولا بخش کو دیئے جائیں گے۔

والله أعلم بالصواب

حرمہ العبد الراعی رحمۃ ربہ العتوی

ابو محمد محمد دین علی الرشوی، لکھی مسجد جامع اکبر آباد

حفظہ اللہ من شر الحساد



## ﴿فتویٰ نمبر.....306﴾

## سوال

بخدمت جناب مولانا دیار علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ ایک شخص کی زوجہ کا انتقال ہو گیا اس کے مال سے شوہر کو کس قدر ملے گا؟

۲ جمادی الاول ۱۴۰۶ھ آرم جی جان محمد متولی

جامع مسجد ریاست بہاول نگر ملک کاٹھیاواڑ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

شوہر کو اگر دوسرے اولاد چھوڑ کر مری ہے۔ لڑکا خواہ لڑکی چوتھائی کل مال کا ملے گا۔ اور اگر اولاد مری ہے تو کل مال زوجہ سے آدھا ملے گا۔ باقی دوسرے ورثہ بہن بھائی کو۔ اگر بیٹی بیٹا نہ ہو اس طرح کہ دو حصہ بھائیوں کو ملے گے اور ایک ایک حصہ بہنوں کو۔ اور اگر بیٹی بیٹی ماں باپ سے ہوں باقی ان میں تقسیم ہوگا۔ بیٹا اور بغیر زوج کوئی وارث نہیں چھوڑا یہاں تک کہ نہ ماموں چھوڑا نہ خالہ نہ خالہ زاد بھائی نہ ماموں زاد وغیرہ مگر اس زمانہ میں بوجہ نہ ہونے بیت المال کے وجہ باقی بھی زوج کو دے دیا جائے اگر بہت مفلس ہو ورنہ مسلمان پانچوں کا وہ حق ہے۔

حورہ العبد الراجی رحمۃ رب

محمد دیار علی مفتی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 307﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ حبیبہؓ نے انتقال کیا اس نے پانچ بیٹے مسیان فیاض یک و عظیم یک و ریاض الدین یک و غفور یک و اسماعیل یک و دو بیٹیاں ہرمزی خانم و مہنا م کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد ہرمزی خانم نے انتقال کیا۔ اس نے ایک خاند لطف اللہ خان دو بیٹے مسیح اللہ خان و شفیق اللہ خان اور پانچ مذکورہ الصدر (برادران) اور مہنا م کو وارث چھوڑا۔  
اس کے بعد مسیح اللہ خان نے انتقال کیا۔ اس نے ایک باپ لطف اللہ خان ایک بھائی شفیق اللہ خان اور ایک لڑکا مسیح اللہ خان اور ایک بی بی ثانیہ کو چھوڑا۔

اس کے بعد لطف اللہ خان نے انتقال کیا اس نے ایک بیٹا شفیق اللہ خان و پوتا مسیح اللہ خان کو چھوڑا۔  
ہر مسئلہ یہ ہے کہ جائداد متروکہ حبیبہؓ سے ہر ایک کتنے کتنے سہام کا بروئے شرع شریف مالک و مستحق ہے؟ اور کون محروم ہے۔ بیٹھو انوجروا

شفیق اللہ خان

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اللھم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث بصورت ہونے وراثت کے اسی قدر جتنے مندرجہ ہیں کل مال متروکہ حبیبہؓ کے سات سو اڑسٹھ (۷۶۸) حصہ کر کے ایک سو اٹھائیس (۱۱۸) فیاض یک و عظیم یک و ریاض الدین یک و غفور یک و اسماعیل یک کو دینے جائیں گے۔ اور چونسٹھ (۶۳) حصہ مہنا م کو اور چالیس (۴۰) شفیق اللہ کو اور سترہ (۱۷) مسیح اللہ کو اور تین (۳) ثانیہ کو۔

صورتہ هكذا

جیہا مسئلہ: ۱۴/۹۶/۷۸

میت

| ابن      | ابن      | ابن           | ابن      | ابن       |
|----------|----------|---------------|----------|-----------|
| فیاض یک  | عظیم یک  | ریاض الدین یک | غفور یک  | اسامیل یک |
| ۱۴/۱۶/۷۸ | ۱۴/۱۶/۷۸ | ۱۴/۱۶/۷۸      | ۱۴/۱۶/۷۸ | ۱۴/۱۶/۷۸  |
| ہنت      | ہنت      |               |          |           |
| ہرزی     | مو       |               |          |           |
| ۱        | ۱۸/۶۳    |               |          |           |

ہرزی مسئلہ: ۸/۳

میت

بیدہ (۱)

| زوج                    | ابن      | ابن       | اخوہ | اغت |
|------------------------|----------|-----------|------|-----|
| لفظ اللہ               | سبح اللہ | شفیع اللہ | م    | م   |
| ۱۶/۱۶                  | ۳        | ۳/۲۳      |      |     |
| سبح اللہ خان مسئلہ: ۲۳ |          | بائلف     |      |     |

میت

بیدہ (۳)

| زوجہ  | اب       | ابن      | اخ        |
|-------|----------|----------|-----------|
| شافیہ | لفظ اللہ | سبح اللہ | شفیع اللہ |
| ۳     | ۴        | ۱۷       | م         |

لفظ اللہ خان مسئلہ: ۱

میت

بیدہ (۲۰)

| ابن | ابن الایمن |
|-----|------------|
| ۲۰  | م          |

الاحیاء

| فیاض بیک | عظیم بیک | ریاض الدین بیک | غفور بیک | اسماعیل بیک |
|----------|----------|----------------|----------|-------------|
| ۱۲۸      | ۱۲۸      | ۱۲۸            | ۱۲۸      | ۱۲۸         |
| صو       | شیخ الله | سبح الله       | شافیه    |             |
| ۴        | ۴۴       | ۱۷             | ۳        |             |
| المبلغ   |          |                |          |             |
| ۷۶۸      |          |                |          |             |

حودہ العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی  
 ابو محمد محمد دین علی الرضوی المقتدی  
 فی جامع اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر..... 308﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اور اس نے مفصلہ ذیل رشتہ دار چھوڑے۔ بیوی، لڑکی، بھائی، لڑکا، لڑکی جو بغیر عقد نکاح پیدا ہوئی، یعنی باہر کی عورت سے جس سے نکاح نہیں ہوا۔

۱۳ فروری ۱۸/۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ  
عثمان علی محلہ تنک پور فرخ آباد معرفت فضل حسین

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث اور ادائے قرض حیر وغیرہ کل مال زید کے آٹھ (۸) حصہ کر کے ایک (۱) حصہ بیوی کو دیا جائے گا اور سات (۷) حصہ بیوی کو۔ صورتہ ہکذا  
زید مسئلہ ۸

میت

|     |     |
|-----|-----|
| زہد | ہنت |
| ۱   | ۷   |

اس واسطے کہ بھتیجا بھتیجی اگر فی الواقع ولد لڑتا ہیں اور ان کا باپ بھی ان کے ولد لڑتا ہونے اور بلا نکاح رکھنے ان کے کا مقربے تو ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس واسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔

کما هو ظاهر من الرواية المذكورة في آخر باب العدة في صفحة ۸۳ من الجزء الثاني من الجهررة التبرية حيث قال

واذا تزوجت الحامل من الزنا جاز النكاح ولا توطن حامل حتى تضع حملها  
الا ان يكون هو الزاني فيجوز له ان يطاها ولا يمنع من وطئها ولها الضقة عند الكل ثم  
اذا جاءت بولد سنة اشهر فصاعدا بعد النكاح ثبت نسبه و برث منه و ان جاءت به لاقول

من ذلک لا ینت نسبہ ولا یوث منه کذا فی الواقعات!

☆ (ترجمہ: زنا سے حاملہ عورت اگر نکاح کرے تو اس کا نکاح جائز ہے۔ ارشاد نبوی ہے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ اس کا خاوند وضع حمل تک جماع نہ کرے ہاں اگر زانی نے نکاح کیا ہو تو وہ اس سے جماع کر سکتا ہے۔ اسے اس سے جماع سے منع نہ کیا جائے گا۔ تمام علماء کے نزدیک وہ عورت نفقہ کی مستحق ہے۔ پھر نکاح کے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت کے بعد اس کے ہاں بچہ کی پیدائش ہو تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ کی وراثت پائے گا۔ اور اگر اس سے کم مدت میں اس کا ہاں بچہ کی پیدائش ہو تو اس کا نسب نکاح کرنے والے سے ثابت نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وراثت کا پائے گا۔ الواقعات میں ایسی طرح ہے)

اور اگر فی الواقع نکاح ہو گیا تھا اور بھتیجی فی الواقع ولد الزنا نہیں ہیں کو بیچر دو کواہوں کے اور کسی کو خبر نکاح نہ ہو تو آٹھ (۸) حصہ کل مال کے کر کے ایک حصہ بیوی کو ملے گا اور چار حصہ بیٹی کو اور دو بھتیجے کو اور ایک بھتیجی کو اگر بھتیجیا بھتیجی دو ہیں۔

صور نہ حکذا

زیع مسئلہ

میت

ہنت الاخ

ابن الاخ

زہد ہنت

۱

۲

۳

۱

حورہ العبدالراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دیع اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 309﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مجھ بخش ہمارے دادا نے عرصہ تقریباً ۸۰ سال کا ہوا وفات پائی۔ اور انہوں نے دولہ کے بڑا شیخ عنایت اللہ اور چھوٹا شیخ نصر اللہ اور ایک بیوہ اور دو مکان نمبر ۲ نمبر ۲ چھوڑے۔

عرصہ پچاس سال کا ہوا کہ بڑا لڑکا شیخ عنایت اللہ نے وفات پائی۔ انہوں نے تین لڑکے احمد اللہ و انعام اللہ غلام جیلائی اور ایک اپنی زوجہ چھوڑی۔

چند سال بعد زوجہ مجھ بخش نے انتقال کیا۔ اور اس کے چند سال بعد چھوٹے نصر اللہ نے انتقال کیا۔ انہوں نے دولہ کی اور ایک لڑکا چھوڑا۔ اور اپنی زوجہ چھوڑی۔ شیخ نصر اللہ نے اپنی حیات میں ہر دو مکان نمبر ۲ نمبر ۲ کو ضرورت خود رہن کر دیا۔ بابت مکان نمبر ۱ مرتبہ نے مالش دائر عدالت کر دی۔ مکان نمبر ۱ زر رہن میں قرق ہو گیا۔ پر ان شیخ عنایت اللہ مرحوم نے جو اس وقت نابالغ تھے عدالت میں عذر دائر کر دی کہ ہم نابالغان کے حصہ کار رہن رکھنے کا چچا کو اختیار نہ تھا۔ عدالت سے مکان مذکور میں نصف حق ثابت کیا گیا۔ اور نصف مکان جو حصہ نصر اللہ بھجھا گیا نظام کر دیا گیا۔ اس پر ہم لوگ قابض و داخل رہے۔ ایک بھائی ہمارا انعام اللہ درمیان میں فوت ہو گیا۔ یتیم و بھائی احمد اللہ و غلام جیلائی اب تک اس پر قابض چلے آتے ہیں۔

بعد گزرنے زمانہ ۳۵ سال کے پر شیخ نصر اللہ کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس مکان سے میری دادی کا حصہ مجھ کو دیا جائے۔

آیا وہ کچھ پانے کا مستحق ہے؟ دوسرا مکان نمبر ۲ خود ہی رہن تھا وہ بعد وفات شیخ نصر اللہ کے بیع ہو گیا۔ چونکہ مکان ۲ موروثی جائداد ہے اس میں مکان میں شرعی کچھ حق پر ان شیخ عنایت اللہ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اگر مکان نمبر ۱ میں کچھ حصہ شرعی دادی کا پر نصر اللہ کا نکلے تو وہ حصہ حاج موجودہ سے دیا جائے گا یا حالت سابقہ سے؟ کیوں کہ بچہ کہنہ اور بوسیدہ ہونے کے مکان کو پر ان شیخ عنایت اللہ نے از سر نو بنوایا ہے۔

شجرہ محمد بنی

بیہ

شیخ نصر اللہ

شیخ عنایت اللہ

احمد اللہ - انعام اللہ - غلام جیلانی فی فیاض الدین - دختر - دختر

## الجواب

اللهم رب زدنی علما

محمد بخش مسئلہ ۱۶۸/۱۱۵۲/۹۲۶

میت

ابن نصر اللہ

ابن عنایت اللہ

زوجہ مریم

۷

۷

۱۲/۱۳۳

عنایت اللہ مسئلہ ۷۵۲/۲۳

میت

بیہ ۷

ابن

ابن

ابن

ام

زوجہ

غلام جیلانی

انعام اللہ

احمد اللہ

مریم

فاطمہ

۱۷/۱۱۹۷/۹۵۲

۱۷/۱۱۹۷/۹۵۲

۱۷/۱۱۹۷/۹۵۲

۳/۱۲/۸۳

۳/۹/۶۳/۵۰۳

مریم مسئلہ

بیہ (۲۲۸)

میت

ابن نصر اللہ

بیہ ۲۲۸

۲۲۸

توافقاً بالرج

نصر اللہ مسئلہ ۳۴۸

بیہ ۱۸۳/۷۳۴

میت

ہنت

ہنت

ابن

زوجہ

خانم

زین

عمر

نصیب

۷/۱۲۸۱

۷/۱۲۸۱

۱۳/۲۵۶۲

۱/۳/۷۳۲

اللھم اذنا الحق والباطل باطلا۔ صورت منولہ میں بعد ماتقدم علی الارث کل مال محمد بخش کے نو ہزار دو سو لہ (۹۲۱۶) حصہ کر کے حسب صورت مذکور ہوا فاطمہ کو پانچ سو چار (۵۰۴) حصہ دیئے جائیں گے اور احمد اللہ کو نو سو پانچ (۹۹۲) اور اس نے ہی انعام اللہ اور اس نے ہی غلام جیلانی کو اور سات سو تیس (۷۳۲) حصہ نصیب کو دو ہزار پانچ سو بائیس (۲۵۶۲) حصہ عمر کو اور ایک ہزار دو سو اکیاسی (۱۲۸۱) زید اور اس نے ہی نام کو

بدی تفصیل

الاحیاء

| فاطمہ | احمد اللہ | انعام اللہ | غلام جیلانی | نصیب | عمر  | زید  | خانم |
|-------|-----------|------------|-------------|------|------|------|------|
| ۵۰۴   | ۹۵۲       | ۹۵۲        | ۹۵۲         | ۷۳۲  | ۲۵۶۲ | ۱۲۸۱ | ۱۲۸۱ |

المبلغ

۹۲۱۶

لہذا کل مال محمد بخش کے من جملہ نو ہزار دو سو لہ (۹۲۱۶) حصوں کے تین ہزار تین سو ساٹھ (۳۳۶۰) حصہ کے حق دار عنایت اللہ کے تین بیٹے اور بیوی ہے۔ اور پانچ ہزار آٹھ سو چھ (۵۸۵۲) حصوں کے حق دار نصر اللہ کے بیٹا، بیٹی اور بیوی رسی۔ اور اگر محمد بخش کی بیوی مریم نے قبل تقسیم حصص مہر بھی لیا ہوگا تو وہ بھی اور جو بھی اس کی ملک ہوگا وہ بھی نصیب نصر اللہ کے ذریعہ نصیب اللہ ہی پر حسب تفصیل مذکورہ تقسیم ہوگا۔ اور اس میں سے اولاد عنایت اللہ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس واسطے کہ عنایت اللہ مریم سے پہلے ہی مرچکا تھا۔ اور موجودگی بیٹے میں دادی کے مال سے پوتوں کو کچھ نہیں ملتا۔ البتہ انعام اللہ کے مال سے اگر انعام اللہ بعد مریم مرچا ہے نصر اللہ کی اولاد کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اور اگر انعام اللہ مریم اپنی دادی کے سامنے مرا ہے تو جب بھی مال انعام اللہ سے اولاد نصر اللہ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس واسطے کہ دادی کی موجودگی میں کہ جو فاطمہ ام انعام اللہ ہے کچھ نہیں ملتا۔ لہذا کل مال انعام اللہ کا انعام اللہ کے بھائی اور ماں ہی کو ملے گا۔ اور اب صورت منولہ اس طرح ہو جائے گی کہ بعد ماتقدم علی الارث از مہر و دین میت وغیرہ کے کل مال میت کے ستائیس ہزار چھ سو اسیس (۲۷۶۳۸) حصہ کر کے انیس سو اسیس (۱۹۸۸) حصہ فاطمہ کو دیئے جائیں گے اور احمد اللہ کو چار ہزار چھ سو اسیس (۴۰۳۶) اور اس نے ہی غلام جیلانی کو۔ لہذا جملہ ورثہ عنایت اللہ کے دونوں مکانوں میں دس ہزار اسی (۱۰۸۰) حصہ ہوئے۔ اور نصر اللہ سے نصیب کو دو ہزار ایک سو چھانوے (۲۱۹۶) حصہ دیئے

جائیں گے۔ اور عرس کو سات ہزار چھ سو چھیالیس (۷۶۸۶) اور زمین کو تین ہزار آٹھ سو تینتالیس (۳۸۳۳) اور  
اسنے ہی سے غلام کو دیئے جائیں گے۔ لہذا جملہ ورثہ نصر اللہ کے کل سترہ ہزار پانچ سواڑ سٹھ (۱۷۵۶۸) حصے  
ہوں گے۔ حسب صورت:

محمد بخش مسئلہ ۱۲/۱۹/۱۱۵۲/۱۳۸۱۳/۱۷۶۳۸

میت

| زوجہ   | ابن       | ابن            |
|--------|-----------|----------------|
| مریم   | عتات اللہ | نصر اللہ       |
| ۱۲/۱۳۳ | ۷         | ۷۰۳۸/۷۰۳۷/۷۰۳۸ |

عتات اللہ مسئلہ ۷۰۳۷

بیکہ ۷

میت

| زوجہ       | ام      | ابن              | ابن        | ابن               |
|------------|---------|------------------|------------|-------------------|
| فاطمہ      | مریم    | احمد اللہ        | انعام اللہ | غلام جیلانی       |
| ۳/۹/۲۴/۷۵۶ | ۳/۱۲/۸۳ | ۱۷/۱۱/۹۱۳۲۸/۱۸۵۶ | ۱۷/۱۱/۹    | ۱۷/۱۱/۹/۱۳۲۸/۱۸۵۶ |

مریم مسئلہ

بیکہ ۲۲۸

میت

| ابن      | ابن الابن | ابن الابن  | ابن الابن   |
|----------|-----------|------------|-------------|
| نصر اللہ | احمد اللہ | انعام اللہ | غلام جیلانی |
| ۲۲۸/۱۲۳۶ | م         | م          | م           |

انعام اللہ مسئلہ ۱۲/۹

بیکہ ۱۱۹

میت

| جدہ  | ام         | ابن        | ابن         |
|------|------------|------------|-------------|
| مریم | فاطمہ      | احمد اللہ  | غلام جیلانی |
| م    | ۱۲/۲۲۸/۳۷۶ | ۵/۵۹۵/۱۱۹۰ | ۵/۵۹۵/۱۱۹۰  |

نصر اللہ سال ۳۴۸۸ قوافل دس عشر

|         |               |        |        |
|---------|---------------|--------|--------|
| میت     | بیچہ ۵۴۹۸۷۸۳۰ |        |        |
| زوجہ    | ایکن          | ہنت    | ہنت    |
| نصب     | عمر           | زین    | خانم   |
| ۱۳/۷۶۸۶ | ۷/۳۸۴۳        | ۷/۳۸۴۳ | ۷/۳۸۴۳ |

الاحیاء

|                 |             |           |           |
|-----------------|-------------|-----------|-----------|
| قائمہ احمد اللہ | غلام جیلانی | نصب عمر   | زین خانم  |
| ۳۰۳۶ ۱۹۸۸       | ۳۰۳۶        | ۷۶۸۶ ۲۱۹۶ | ۲۸۴۳ ۲۸۴۳ |

المیت

۲۷۶۳۸

حورہ: العبد الراجی

ابو محمد دیار علی المصطفیٰ فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....310﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زیر مرا۔ وہ صرف ایک مکان چار پانچ سو روپیہ کا رکھتا تھا۔ اس نے ایک لڑکی نابالغ ایک بہن اور اپنی زوجہ اور اپنی والدہ چھوڑی۔ زوجہ نے دوسرا نکاح کر لیا ہے۔ وہ مکان ایک شخص کے پاس حنفی رہن کر گیا تھا۔ والدہ حنفی اور اس کی بہن اس مکان کفر و خشت کرنا چاہتی ہے۔ آیا اس میں زوجہ کے مشورے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ موافق شریعت کے ہر ایک کا کیا حصہ ہوا؟

۲۷ مارچ ۱۹۸۵ء

شیخ محمد بخش

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث کل مال زیر کے چوبیس (۲۴) حصہ کر کے تین (۳) حصہ زوجہ کو لیں گے اور چار (۴) حصہ ماں کو اور بارہ حصہ بیٹی کو اور باقی پانچ (۵) حصہ بہن کو۔

صورۃ ھکذا

زیر مسئلہ ۲۴

میت

زوجہ ۴ بنت ۱۲ اخت

۳ ۴ ۱۲ ۵

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بقوی

ابو محمد محمد دین علیٰ المغنی فی جامع اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر..... 311﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پہاڑی دنگ ریز نے ۱۲ مارچ ۱۸ کو قضا کی اور حسب ذیل رشتہ دار چھوڑے۔ تجیماں فخر الدین بمائی، حبیب لڑکا شکورن بیوی، بہن شکورن، بہن بشیرا۔ ۱۸ مارچ ۱۸ کو حبیب ولد پہاڑی کا انتقال ہو گیا۔ تجی دادی فخر الدین چچا شکورن ماں نضرب بیوی چھوڑی۔ ۱۸ مارچ ۱۸ کو حبیب لڑکا شکورن کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی کی کتنی کمائی ہے؟ اس صورت میں ۱۸ مارچ ۱۸ کو حبیب لڑکا شکورن کی کتنی کمائی ہے؟ اس صورت میں ۱۸ مارچ ۱۸ کو حبیب لڑکا شکورن کی کتنی کمائی ہے؟

ورثہ پہاڑی و حبیب از محلہ اہلی

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ماتقم علی الارث اداء دین مہر وغیرہ اور وصیت ٹکٹ مال سے اگر میت نے وصیت کسی وارث کو کی نہ ہو بصورت ہونے اسی قدر وارثوں کے ہر دو میں کل مال پہاڑی کے دو سواٹھاس (۲۸۸) حصہ کر کے پچیس (۳۶) حصہ شکورن کو دیے جائیں گے اور بیاسی (۸۲) حصہ تجیماں کو اور اکیاون (۵۱) حصہ نضرب کو اور ایک سواٹھاس (۱۱۹) فخر الدین کو باقی کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔

صورتہ هكذا:

پہاڑی مسئلہ ۲۳/۱۸۸

میت

|       |       |      |           |       |       |
|-------|-------|------|-----------|-------|-------|
| زوجہ  | ام    | ابن  | اخ        | اخت   | اخت   |
| شکورن | تجیما | حبیب | فخر الدین | شکورن | بشیرا |
| ۳۳۶   | ۲۸    | ۱۷   | ۴         | ۴     | ۴     |

## حجیب مسند

| میت   | زوپہ | جدہ   | عم | بیگم ۱۷۵ |
|-------|------|-------|----|----------|
| ۵۱/۳  | ۲۳/۲ | ۱۱۹/۷ | م  | سوتل مام |
| ۱۱/۱۱ | ۳۶   | ۸۲    | ۵۱ | ۱۱۹      |

المبلغ

۲۸۸

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی  
ابو محمد محمد دیر علی المنصی فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....312﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی۔ اس نے وارث حسب ذیل چھوڑے۔ ترکہ متوفی کتنے سهام پر تقسیم ہوگا؟ اور ہر وارث کو کتنے کتنے سهام پہنچیں گے؟ بینوا انوجو وا تفصیل وارثان

پدر متوفی شوہر متوفی مہر متوفی دختر متوفی دختر متوفی  
۵۵ ہمدانی الثانیہ ۳۶ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حندہ سالہ ۱۴/۲۸

میت

شوہر اب امکن بنت بنت  
۳/۱۲ ۲/۸ ۱۳ ۷ ۷

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور مختصر ہونے وراثہ کے ورثہ مذکورہ میں کل مال ہندہ کے ازنا لیس (۲۸) حصہ کر کے بارہ (۱۲) حصہ شوہر کو دیئے جائیں گے اور آٹھ (۸) پاپ کو اور چودہ (۱۴) بیٹے کو اور سات (۷) سات (۷) حصہ دونوں بیٹیوں کو حسب صورت مذکورہ ما لاواللہ اعلم وحکمہ احکم

حزوہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیر علی المنشی فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 313﴾

## سوال

چئی فرمایہ علمائے دین متین دریں مسئلہ: مسیٰ فیا امیر اللہ و عبد اللہ یہ تین برادر حققی ہیں۔ اول فیا فوت ہوا اس کا ترکہ ایک بیٹا چار بیٹیاں اور ایک زوجہ پر پہنچا۔ زان بعد امیر اللہ فوت ہوا اولاد۔ وارثوں میں ایک عبد اللہ برادر اور سماءہ زوجہ چھوڑی فیا کی۔ اولاد کو ترکہ پہنچے گا یا نہیں؟ مسئلہ کے سہام پر تقسیم ہوگا؟  
۲۳ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث اور ہونے ورثہ کے اسی قدر کل مال فیا کے اڑتالیس (۳۸) حصہ کر کے چھ (۶) حصہ زوجہ کو دیے جائیں گے اور چودہ (۱۴) حصہ ابن کو اور سات (۷) سات (۷) حصہ برادر چاروں بیٹیوں کو صورتہ حکذا:  
فیا مسئلہ ۸

|      |     |     |     |     |     |
|------|-----|-----|-----|-----|-----|
| زوجہ | ابن | بنت | بنت | بنت | بنت |
| ۱۶   | ۱۴  | ۷   | ۷   | ۷   | ۷   |

علیٰ بن بعد ماتقدم علی الارث اور ہونے ورثہ کے اسی قدر کل مال امیر اللہ کے چار (۴) حصہ کر کے ایک (۱) حصہ کو دیا جائے گا اور تین (۳) حصہ بھائی مسیٰ عبد اللہ کو اور حصہ قریب بھائی کی موجودگی میں بیٹیوں کو کچھ نہیں تھا۔  
اللہ اعلم و علمہ احکم صورتہ حکذا:

امیر اللہ مسئلہ ۳

میت

|    |     |           |
|----|-----|-----------|
| ان | زوج | ابنا والا |
| ۳  | ۱   | م         |

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد دیوبند علی الصبیحی المفتی فی جامع اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 314﴾

## سوال

چئی فرما ید علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ مسماۃ الاؤفوت ہوئی۔ الہی بخش خاوند مسماۃ  
رضی اللہ عنہا والدہ اور تین بھائی حقیقی چھوڑے۔ مسئلہ کتنے سہام پر تقسیم ہوگا؟

حکومت علی

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتہ مسئلہ میں بعد ماتقیم علی الارث کے اگر بچران ورث کے اور کوئی وارث نہیں ہے کل مال  
اولاد کے اثاثہ (۱۸) حصہ کر کے نو حصہ شوہر کو دیے جائیں گے اور تین (۳) حصہ اس کی والدہ مسماۃ رضا کو  
اور باقی دو (۲) دو (۲) حصہ بیٹیوں بھائیوں کو

صورۃ ھکذا

الاؤفوت مسئلہ ۱۸/۶

میت

|          |     |   |   |   |   |
|----------|-----|---|---|---|---|
| زوج      | ۴   | ۱ | ۲ | ۲ | ۲ |
| الہی بخش | ۲   | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ |
| ۳/۹      | ۱/۳ |   |   |   |   |

حرفہ: العبد المذنب عبد ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دیر علی المنشی فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 315﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماہ بشارتی بیگم فوت ہوئی اس نے ایک بیو مسماہ نیازی بیگم اور ایک بھابھ مسماہ نیازی بیگم جن کے خاوند بشارتی بیگم کی حیات میں فوت ہو چکے ہیں اور ایک علاقائی بہن مسماہ ارشادی بیگم مرحومہ کی ایک لڑکی یعنی بشارتی کی بھانجی مسماہ کنیر فاطمہ اور دوسری علاقائی بہن مسماہ ممتازی بیگم مرحومہ کی ایک لڑکی مسماہ اکراہی بیگم مرحومہ کے حکیم سید باقر علی اور حکیم سید یحییٰ چھوڑے۔ اس صورت میں کہ بشارتی بیگم کس کس پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

۲۲ رجب ۱۳۶۶ھ

محمد علی میوند ڈاکٹر اکبر آبادی

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں امام محمد اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک چونکہ بیوہ ہونے مسئلہ کے ردیہ بعد ما تقدّم علی الارث کل مال بشارتی بیگم کا نصف ارشادی کا اور نصف ممتازی کا قرار دے کر دونوں کی اولاد پر بطریق معروف للذکر مثل عطاء التبنین کما هو ظاہر من روایۃ المذکورۃ فی صفحہ ۵۶۱ من الشافعی المصری

لہذا کل مال بشارتی کے دس (۱۰) حصہ کر کے پانچ (۵) حصہ ارشادی بیگم کو دیئے جائیں گے اور دو (۲) حصہ (۲) حصہ حکیم سید یحییٰ علی اور حکیم سید باقر علی کو اور ایک (۱) حصہ اکراہی بیگم کو اور بیوہ امام اعظم رحمۃ اللہ امام محمد رحمۃ اللہ کے ساتھ بھی قول قوی معلوم ہے۔ اور چونکہ ارشادی بھی کل بشارتی کے مرہون ہے لہذا اس کے پانچ (۵) حصہ کنیر فاطمہ کو مل جائیں گے۔

صورتہ ہکذا

بشارتی نیگم مسئلہ ۱۰۲

اخت ارشادی نیگم      اخت متازی نیگم

۱۵۱      ۱

ممتازی نیگم مسئلہ ۵

ابن یادلی      ابن باقر علی      اخت اکرامی نیگم

۲      ۲      ۱

بہار اور محاورہ کوثر ماچھ نہیں ملتا۔ فقط

اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ چونکہ لحاظ ان اصول کا جو میت کے سامنے مرچکے ہیں نہیں کرتے لہذا ان کے نزدیک میرا خط بشارتی اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال بشارتی کے بعد مقدم علی الارث چھ (۶) حصہ کر کے دو (۲) دو (۲) حصہ یکم سید یا دلی اور یکم سید باقر علی کو اور ایک (۱) ایک (۱) حصہ اکرامی نیگم اور کثیر قاطمہ کو دیا جائے گا۔

بشارتی نیگم مسئلہ

میت

|           |           |             |            |
|-----------|-----------|-------------|------------|
| ابن الارث | ابن الارث | ابن الارث   | بنت الارث  |
| باقر علی  | یادلی     | اکرامی نیگم | کثیر قاطمہ |
| ۲         | ۲         | ۱           | ۱          |

حوزہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین علی المنصی فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....316﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وزیر خان ہائی جس کے تین بیٹے اور تین لڑکیاں اور جائیداد یعنی مکان وزیر خان مرحوم کا مبلغ چار سو روپیہ کا ہے۔ جس میں دو سو قرض ہیں۔ اب مطابق شرع شریف تقسیم کس طرح ہونی چاہئے؟

۶ رجب ۱۳۶۶ھ

نذیر خان ساکن منٹولا اکبر آباد

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اداء دینی میت وغیرہ کے جو قرض قرض سے جائیداد چھٹی دو سو روپیہ کی ہے۔ اس کے نو (۹) حصہ کر کے دو (۲) دو (۲) حصہ تینوں بیٹوں کو دے دیئے جائیں گے اور ایک (۱) ایک (۱) حصہ تینوں بیٹیوں کو۔

صورتہ حکم

وزیر خان مسئلہ

میت

|     |     |     |     |     |     |
|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| ایک | ایک | ایک | بنت | بنت | بنت |
| ۲   | ۲   | ۲   | ۱   | ۱   | ۱   |

حوزه: العبد الراعی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد دیار علی الرضوی رحمہ

مجدد جامع اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر..... 317﴾

### سوال

بہائی خدمت فیض درجت جناب مولانا مولوی مفتی سید محمد دین اعلیٰ صاحب جامع مسجد شہر آگرہ دام تکد  
بعد سلام سنت الاسلام کے عرض ہے کہ ایک مقدمہ یوائی حسب ذیل فتویٰ عدالت جی جمہوری بھرت  
پور میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ بموجب قانون شرعی فتویٰ ارقام فرما کر  
مرحمت فرمایا جائے تاکہ پیش عدالت موصوف کیا جائے۔

پور نے اپنے پھر کو بوجہ اس کے کہ اس نے ایک طواغک کو یہ سلسلہ آستانی ڈال لیا اس کو دو مکان اپنی  
جائداد سے علیحدہ کر کے بموجب حصہ دے دیئے۔ اور وہ مکانات تاحیات اس کے قبضہ میں رہے۔ چنانچہ پھر  
اس کے ان مکانات سے بروئے تحریر کچھ تعلق نہ رکھتے۔ اور اس طواغک کے طعن سے دو پورا جائز ہوئے۔ اور  
وہ مکانات بوجہ بد چلتی پھر ان طواغک ضبط و نظام ہو جائیں تو کیا ہر دو طواغک زادہ بوجہ بات بالا بقیہ ترکہ  
مورثہ اعلیٰ میں حقدار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

۱۹ اپریل ۱۹۱۵ء

فاطمہ بیوہ نبی بخش قوم شیخ بلند دروازہ بھرت پور

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

☆ طواغک زادے اگر اس طواغک سے نکاح صحیح نہیں ہوا تھا اور بلا نکاح ڈٹی حرام کے وہ پیدا  
ہوئے ہیں ان کا نسب اس حرام کار سے ثابت نہیں ہوتا۔ ☆ وہ اس حرام کار کی میراث میں کسی وراثت  
سے کوئی حصہ نہیں لے سکتے۔ اور ان کو اس کے مال متروکہ سے کچھ نہیں پہنچتا۔ چنانچہ یہ امر عبارت صفحہ ۵۰  
جلد ہفتم بحوالہ الفتی سے ظاہر ہے حیث قال

و فی المضمرات اعلم بان الکفار بنوا رثون فیما بینہم بالاسباب النی بنوا رث بہا  
المسلمون من نسب او سبب او نکاح ولا خلاف انہم لا یرثون بالانکاحۃ النی لا نصح

بين المسلمين بحال نحو نکاح المعارف بنسب اور ضاع و نکاح المطلقه قبل النزوج  
بزوج آخرًا

(ترجمہ: حضرات میں ہے کہ کفار آپس میں ان اسباب کی بنا پر وراثت پاتے جن کی وجہ سے مسلمان وراثت کے مستحق ہوتے ہیں۔ مثلاً نسب یا سبب یا نکاح اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ ان نکاحوں کے باعث وراثت نہیں پاتے جو مسلمانوں کے درمیان کسی صورت میں بھی صحیح نہیں۔ مثلاً نسب رضاعت کے باعث محارم کے ساتھ نکاح یا جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں ہوں اس کے ساتھ دوبارہ نکاح بغیر اس کے کہ وہ کسی دوسرے عاقل کے ساتھ نکاح کرے)

☆ البتہ اگر زانیہ مذکور اپنی حیات میں بحالت صحت و تندرستی و نباتہ ہوش و حواس ان طوائف زادوں کو جو بلا نکاح پیدا ہوئے تھے یا کسی اور کو اپنی کچھ جائیداد یا کل جائیداد چھ کر کے قبضہ کر دے بلاشبہ وہ موصوبہ کہ جس کو وہ چھ کر دے ملک ہو جائے گی۔ لہذا بعد موت وہ سب کوئی وارث دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حروہ: العبد المراءى رتہ رب القوی

ابو محمد محمد بن علی الرضوی الحنفی

مصحف جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....318﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ نے وجہ انشال ایک لڑکی بارہ یوم کی چھوڑی۔ اور وہ لڑکی بھی اپنی ماں سے نو یوم بعد مر گئی۔ اب میری زوجہ کے ورثہ میں اس کی خالہ مافی پھر بھی زندہ ہیں۔ مرحومہ کا مردوسورپیہ کا تھا اور زیور رتن کپڑے وغیرہ جو اس کی والدین نے جہیز میں دیا تھا تقریباً پچاس روپیہ کے مالیت کا تھا۔ لہذا ازروئے شرع شریف اس کی زیور اور مردوسورپیہ وغیرہ پانے کا کون کون مستحق ہو سکتا ہے؟

۱۷ رجب ۱۳۶۶ھ

کریم خان ساکن محلہ رکاب پور آگرہ

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللہم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث کل مال زوجہ کریم خان کے تیس (۳۲) حصہ کر کے تیس

(۲۳) حصہ کریم خان کو دیئے جائیں گے اور نو (۹) حصہ مافی زوجہ کریم خان کو دیئے جائیں گے۔

صورتہ ہکذا

زوجہ کریم خان مسئلہ

میت

|              |          |              |      |     |
|--------------|----------|--------------|------|-----|
| زوج کریم خان | ہنت مریم | ام الام نصیب | خالہ | عمہ |
| ۳۲/۸         | ۶/۹      | ۲۳/۶         | ۲    | ۲   |
| مریم مسئلہ   |          |              |      |     |

میت

|             |              |           |          |  |
|-------------|--------------|-----------|----------|--|
| اب کریم خان | ام الام نصیب | خالہ الام | عمہ الام |  |
| ۵/۱۵        | ۱/۳          | ۲         | ۲        |  |

الاحیاء

کریم خان

نصیب

۲۳

۹

المیلق

۲۲

حردہ: العبد الراجی رحمہ ربہ بالقوی  
 ابو محمد محمد دین علی الرشیدی النحوی  
 جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 319﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کذیب نے وقت انتقال ایک ذریعہ نضب اور بیا خیراتی اودو بنت تمیزن اور اللہ رکھی چھوڑے۔ بعدہ اللہ رکھی کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک زوج حسی بیک، ابن محمد بیک، بنت معصوم، ماں نضب، چھوڑی۔ بعدہ نضب کا انتقال ہوا۔ اس نے ابن خیراتی، بنت تمیزن، ابن الہت محمد بیک، بنت الہت معصوم، چھوڑی، کذیب کس طرح تقسیم ہوگا؟

۹ ربیب ۳۶ھ

انجمن ماسٹر سابق ریاست اور

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور میں میر وغیرہ کے کل مال ذیل کے گیارہ سو پاون (۱۱۵۲) حصہ کر کے چھ سو اٹھائیس (۶۲۸) حصہ خیراتی کو اور تین سو چودہ (۳۱۴) حصہ تمیزن کو اور تیرےٹھ (۶۳) حصہ حسی بیک کو اور اٹھانوے (۹۸) حصہ محمد بیک کو اور انچاس (۳۹) حصہ معصوم کو دیئے جائیں گے۔ فقہاً

صورتہ ہکذا

ذیل مسئلہ

میت

| زہبہ نضب | ابن خیراتی | بنت تمیزن | بنت اللہ رکھی |
|----------|------------|-----------|---------------|
| ۱۳/۱۳۳   | ۱۳/۵۰۳     | ۷/۲۵۲     | ۷             |

اللہ رکھی مسئلہ

میت

| زوج حسی بیک | ابن محمد بیک | بنت معصوم | ام نضب |
|-------------|--------------|-----------|--------|
| ۳/۹۶۲۳      | ۱۳/۹۸        | ۷/۳۹      | ۲/۶۶۲۲ |

## نصیب مسئلہ

| میت        |          |                 |                |
|------------|----------|-----------------|----------------|
| ایک خیراتی | بنت تیزن | ایک اہل محمد یک | بنت اہل معصومن |
| ۲/۱۲۳      | ۱/۶۲     | ۲               | ۲              |
| الاحیاء    |          |                 |                |
| خیراتی     | تیزن     | حسین یک         | محمد یک        |
| ۶۲۸        | ۳۱۳      | ۶۳              | ۹۸             |
| ۳۹         | معصومن   |                 |                |
| المبلغ     |          |                 |                |
| ۱۱۵۲       |          |                 |                |

حودہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد علی اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....320﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پھوپھی اگر اولد مری تو اس کے مال سے بچے، بھتیجیوں کا شرما کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ اور اگر بے تو ہر ایک کو کس قدر مال ترکہ سے ملے گا؟

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

عبدالعزیز ملک دہلوی

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

اگر پھوپھی نے جو اولد مری ہے۔ بچہ بچہ، بھتیجیوں کے اور کوئی وارث شرما بھائی، بہن یا پٹا شوہر وغیرہم نہیں چھوڑا تو بعد ما تقدم علی الارث کل مال بھتیجیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور بھتیجیوں کو بھتیجیوں کی موجودگی میں کچھ نہ ملے گا۔ اس واسطے کہ بچے عصبہ ہیں اور بھتیجی ذوالارحام۔ ہاں اور عصبہ کی موجودگی میں ذوالارحام کو کچھ نہیں ملتا۔ فقط

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دیر علی المشہدی الرضوی المصنی

المصنی فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 321﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہندہ نے انتقال کیا۔ اور بجز چیز اور کچھ مال نہیں چھوڑا۔ اور وارث فقط خاوند اور باپ اور ماں اور دو بہن ایک بھائی کو چھوڑا ہے۔ اندریں صورت مال متروکہ ہندہ کیوں کر تقسیم ہوگا؟

فضل اللہ گھنیا ماموں بھانجہ شہر آشکرہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتہ مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث کل مال متروکہ ہندہ کے چھ (۶) حصہ کر کے نصف مال یعنی تین (۳) حصہ شوہر ہندہ کو اور سدس یعنی ایک (۱) حصہ ماں کو اور باقی دو (۲) حصہ والد ہندہ کو ملیں گے۔ اور موجودگی عہدہ قریب باپ میں بھائی بہن کو کچھ نہیں ملتا۔ فقط

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المفتی فی

جامع اکبر آباد





﴿فتویٰ نمبر.....322﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ایک زوجہ دولڑکیاں اور تین لڑکے چھوڑے۔ بعد کچھ عرصہ کے زوجہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ زوجہ کا بھائی مہر کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے۔ رقم کل ۳۵ عدد گنتیاں زیور و قریب سات سو کے سب ماموں کے پاس ہے۔ اب ہم کس طرح تقسیم کریں؟ شریف حسین۔ تھام آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث دین مہر وغیرہ کل مال زیہ کے ۶۳ حصہ کر کے چودہ (14) چودہ (14) حصہ بیٹیوں بیٹیوں کو اور سات (۷) سات (۷) دونوں بیٹیوں کو اور آٹھ (۸) حصہ زوجہ کو دیئے جائیں گے۔ اور پھر مہر کل مال مریم کے آٹھ (۸) حصہ کر کے دو (۲) دو (۲) حصہ بیٹیوں کو ایک (۱) ایک (۱) حصہ دونوں بیٹیوں کو ملے گا اور بیٹیوں کی موجودگی میں بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

صورۃ حکذا

زیہ مسئلہ ۶۳/۸

میت

| زوجہ | ایک | ایک | ایک | بنت  | بنت  |
|------|-----|-----|-----|------|------|
| مریم | زیہ | عمر | بکر | مریم | خانم |
| ۸    | ۱۳  | ۱۳  | ۱۳  | ۷    | ۷    |

مریم مسئلہ ۸

میت

| ایک | ایک | ایک | بنت | بنت | اخ    |
|-----|-----|-----|-----|-----|-------|
| ۲   | ۲   | ۲   | ۱   | ۱   | محمود |

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی  
ابو محمد محمد دین علی الرضوی المشہدی المفتی  
فی جامع اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر..... 323﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں۔ ایک شخص نے بعد انتقال دو وارث چھوڑے ایک زوجہ والا کا۔ اور کچھ اثاثہ شکل زیور وغیرہ وہ اپنی حیات میں اپنے دو دار و غیرہ میں فروخت کر کے صرف کر گیا۔ باقی اثاثہ تجنیرو عقیقین و قاتحہ اور سوم میں صرف ہوا۔ سوم کے روزی خوش دامن اور خسر اپنی لڑکی کو بہکا کر اپنے مکان میں لے گئے۔ حتیٰ کہ ایام عدت کا بھی خیال نہ کیا۔ اور لڑکے مرحوم کو جو تقریباً بیڑھ سال کا ہے حوتی کے والدین کے پاس چھوڑ گئے۔ اب والدین زوجہ مرحوم سے اپنا سامان جینر والدین مرحوم سے طلب کرتے ہیں اس صورت میں زوجہ مستوفی مستحق پانے سامان جینر کے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے از روئے قانون شرع آگاہی بخشی جاوے۔

۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ صورت مسئلہ میں بعد منہائی مصارف تجنیرو عقیقین و دار و دین مہر وغیرہا تقدیم علی الارث کل مال مانگی زید کے چوبیس (۲۴) حصہ کر کے تین حصہ زوجہ کو دیئے جائیں گے اور چار (۴) چار (۴) حصہ ماں باپ کو اور تیرہ (۱۳) حصہ باقی ابن زید کو دیئے جائیں گے۔

☆ اور علاوہ مصارف تجنیرو عقیقین بطریق متوسط قاتحہ سوم وغیرہ میں بلا اجازت دیر و رش جس وارث نے مال زید سے صرف کیا ہے وہ مختار اس کے حصہ سے وضع کر لیا جائے گا۔ ☆ اور حصہ ماں باپ اگر با جازت دیر و رش صرف کیا گیا ہے تو سب کے حصوں سے بقدر اس کے حصوں کے وضع ہو جائے گا۔

☆ اور کل سامان جینر کی حق دار بلاشبہ زوجہ زید ہے۔ اس واسطے کہ مرقا فل سامان جینر ماں باپ اپنی لڑکی کو بی دیا کرتے ہیں ☆ اور لڑکے کی پرورش کا اس کو اختیار ہے۔ اگر وہ چاہے اس کو حتیٰ پرورش حاصل ہے۔ ورنہ پرورش کرنے پر اس پر بقول مجتہد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صفحہ ۲۸ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

و اذا امتنعت الام عن امساك الولد و لبس لها زوج اعتقلوا فيه قال الفقہ

ابو جعفر والغفہ ابو اللیث رحمہما اللہ تعالیٰ بحیر الام علی امساک الولد و قال  
مشائخنا رحمہم لا نجبر لان الام لا نجبر فی الصحیح! انہی مختصرا بقدر الحاجة

(ترجمہ نماں نے بچے کو اپنے پاس روکے رکھنے سے انکار کر دیا۔ اور اس کا ٹاؤنڈ بھی نہیں۔ اس بارے میں  
علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ امام فقیہ ابو جعفر اور امام فقیہ ابو الیث رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا اس کو مجبور کیا جائے گا  
کہ بچے کو اپنے پاس رکھے اور ہمارے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا اس پر جبر نہ کیا جائے گا کیوں کہ صحیح قول کی  
رو سے ماں پر جبر نہیں کیا جاسکتا)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دینار علی الرضوی النجفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....324﴾

### سوال

اللہ بخش، خدا بخش، مولا بخش، بھائیوں نے ایک جائیداد چلتے مکان اور کچھ زمین شرکت میں خریدی۔ پھر اللہ بخش کا انتقال ہوا۔ اس نے وجہ انتقال علاوہ جائیداد مذکور کے دو وحشی سوکاز پر بھی چھوڑا۔ اور یہ وارث چھوڑے۔ زوجہ مسماۃ فیاضی ماں مسماۃ رحمان بی بی اور دو بھائی۔ ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ بیٹو! توجرو!

سائل: خدا بخش سندھالی کی منڈی حلقہ بدن نان

۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث تیسرے حصے جائیداد مشترکہ اور زیور و متروکہ اللہ بخش سے جائیداد اور زیور اللہ بخش چوبیس (۲۴) حصے کر کے چھ (۶) حصے زوجہ کو دیئے جائیں گے اور چار (۴) حصے ام یعنی والدہ اللہ بخش کو اور سات (۷) سات (۷) حصہ دونوں بھائیوں مسمی خدا بخش اور مولا بخش کو دیئے جائیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

حردہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 325﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا۔ زید کی دو بیٹیاں تھیں۔ اور حقیقی بھائی کوئی نہیں تھا۔ صرف ایک بہنوئی موجود ہے۔ اور دونوں بیٹیاں زید کی حیات ہی میں مر گئیں تھیں۔ زید کی دونوں بیٹیوں کے دو لڑکے موجود ہیں۔ یعنی ایک لڑکا ایک بہن کا اور ایک لڑکا دوسری بہن کا۔ زید کے حقیقی چچا کا ایک لڑکا موجود ہے۔ زید اپنے بھانجہ کے مکان پر مرا۔ صرف علاج و خوراک زید کے بھانجہ نے اپنے ذاتی روپیہ سے کیا۔ اب بتلائیے کہ حسب شرع شریف بھانجوں کا کیا ترکہ ہوگا؟ اور حقیقی چچا زاد بھائی کا کیا ترکہ ہوگا؟ کیونکہ زید کی اولاد و بیوی وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ اور صرف خوراک و علاج جو زید کے بھانجہ کا ہوا ہے وہ شرعاً پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

۱۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

صوبہ دار علی رضا خان محلہ لاڈپورہ راجپوتانہ

## الجواب

بعد تقدم علی الارث بصورت ہونے ورش اس قدر جو درج سوال ہیں کل مال زید کا زید کے چچا کے بیٹے کو ملے گا۔ اس واسطے کہ وہ حصہ ہے۔

کما فی السراجی

اما العصبۃ بنفسه فکل ذکر لا یدخل فی نسبہ الی المبت انش و ہم اربعۃ اصناف  
جزء المبت واصلہ و جزء ابہ و جزء جدہ الاقرب فالاقرب بر جھون بقرب الدرجه  
اغنی اولھم بالمیراث جزء المبت ای البنون ثم بنوهم وان سفلو اثم اصلہ ای الأب ثم  
الجد ای أب الأب وان علانم جزء ابہ ای الإخوة ثم بنوهم وإن سفلو اثم جزء جدہ ای  
الاعمام ثم بنوهم و ان سفلوا!

(ترجمہ: عصبہ خضرہ ہر وہ مرد ہے کہ میت کے ساتھ اس کے رشتہ میں کوئی عورت داخل نہ ہو۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) جز مالیت (۲) اصل مالیت (۳) جز باب مالیت (۴) جز وجد الاقرب ثم الاقرب یہ تمام درجہ کے قرب کے ساتھ ترجیح پائیں گے۔ یعنی ان تمام میں میت کی میراث کا سب سے زیادہ حق وارثیت کا جز یعنی اس کے بیٹے پھر بیٹوں کے بیٹے ہیں اگر چہ وہ کتنے ہی نیچے کیوں نہ ہوں۔ ان کی عدم موجودگی میں میت اصل یعنی باپ پھر دادا اگر چہ وہ کتنا ہی اونچے درجہ کا ہوا۔ اس کے بعد میت کے باپ کی جز یعنی بھائی پھر ان کے بھائی ان کے بیٹے اگر چہ وہ کتنے ہی نیچے ہوں وارث ہوں گے۔ ان کے بعد میت کے دادا کی جز یعنی چچا پھر ان کے بیٹے اگر چہ نیچے ہوں وارث ٹھہریں گے)

☆ اور بھانجوں کو موجودگی ابن المم میں کچھ نہیں ملتا اس واسطے کہ وہ ذوی الارحام سے ہیں۔  
اور اگر بھانجوں نے اپنے پاس سے باوصف موجود ہونے مال زید کے علاج و خوراک زید میں صرف کیا ہے اس کا ان کو ثواب ملے گا۔ مال زید سے وہ صرف نہیں لے سکتے اس واسطے کہ بعد موت زید کے وہ مال چچا کے بیٹے کا ہو گیا۔ البتہ اگر بطریق قرض زید کو اگر روپیہ دے کر اس کے علاج و خوراک میں صرف کیا تھا تو بشرط ثابت ہو جانے اس امر کے شہادت ہو و معتبر مال زید سے اپنا قرض وصول کر سکتے ہیں۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتقویٰ

ابو محمد محمد علی اعظمی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....326﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء شریعت غرامی مسئلہ میں کہ زید نے ایک اپنی زوجہ وارث اور ایک بہن ضعیفہ وارث چھوڑی۔ اور مبلغ تین سو روپیہ کا قرض جو بعد نکاح چھوڑا۔ اور مبلغ پانچ سو روپیہ مہر کے چھوڑا۔ پہلے دین مہر ادا کیا جائے یا قرض؟ اور بہن کا اگر بے حصہ تو کتنا؟ اور بہن نے بعد فوتیدگی اپنے بھائی کے جو کچھ روپیہ نقد و اشیاء ظرف خیانت سے یا رضامندی سے اپنی بھاجہ سے زائد وصول کر لیے یا اس میں یعنی اگر حصہ بہن کا ہے محسوب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جائیداد جو چھوڑی ہے؛ اتنی زید کی ہے موروثی نہیں ہے؟

۱۷ شوال ۱۴۳۶ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں کل مال متروک زید سے بعد تجزیہ و تخمین جو کچھ بیچ اس سے اس کے ذمہ جس قدر قرض ہو خواہ قرض مہر ہو یا علاوہ اس کے وہ سب ادا کیا جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۵۳۶ تا ۵۳۷ رد المحتار میں ہے

يبدأ من تركه المبت بنجهيزه بعم التكفين من غير تغبير ولا تبذير تقدم ديونه التي

لها مطالب من جهة العباد! انتهى مختصراً

(ترجمہ: میت کے ترکہ میں سب سے پہلے اس کی تجیز پر کیا جائے گا۔ اس میں اس کا کفن بھی داخل ہے۔ جو کنبوی اور فضول خرچی کے بغیر کیا جائے گا۔ ☆ اس کے بعد اس کے وہ قرض ادا کیے جائیں گے جن کا مطالبہ بندوں کی جانب سے ہوگا)

☆ اور پھر بعد اداء دیون اور اجراء وصیت کے تہائی مال باقی سے اگر میت نے وصیت غیر وارث کو کی ہو۔ اگر کچھ بیچ اس کے چار حصہ کر کے ایک حصہ زوجہ کو دیا جائے گا اور تین حصہ بہن کو بطریق فریضت اور ایک بطریق رد۔ اور رضامندی سے زوجہ زید نے جس قدر مال زید کی بہن کو دے دیا اس کے علاوہ جو خیانت سے زید کی بہن نے لیا ہے وہاں شاید اس کے حصہ سے بھر لیا جائے گا اگر اس کا ثبوت شرعاً ثابت نہ ہو جائے۔

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی، الشیخ مسجد جامع اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 327﴾

### سوال

بھٹور جناب مفتی صاحب جامع مسجد آگرہ

السلام علیکم ورحمہ ربانی فرما کر غلام علی مرحوم کے حصص تقسیم فرما کر متون مشکوٰۃ فرمائیں والسلام  
غلام علی مرحوم نے قضا کی اور زندہ چھوڑا اصغر علی تراب علی امان علی مسماۃ امی جان پیران و دختر غلام  
علی مرحوم اصغر علی نے قضا کی زندہ چھوڑا مسماۃ ہسم اللہ و مسماۃ بند و دختران اصغر علی مرحوم اور تراب علی و امان علی  
و مسماۃ امی جان

مسماۃ ہسم اللہ نے قضا کی زندہ چھوڑا زید و بکر پیران مسماۃ ہسم اللہ مرحومہ اور مسماۃ بند و دختر علی اصغر  
مرحومہ اور تراب علی و امان علی و مسماۃ امی جان

مسماۃ بند و نے قضا کی زندہ چھوڑا عبداللہ بکر مسماۃ بند و مرحومہ اور تراب علی و امان علی و مسماۃ امی  
جان پیران و دختر غلام علی اور زید و بکر پیران ہسم اللہ

مسماۃ امی جان نے قضا کی زندہ چھوڑا احمد بخش مراد بخش پیران مسماۃ امی جان اور زید و بکر و  
عبداللہ اور تراب علی و امان علی

احمد بخش نے قضا کی زندہ چھوڑا مسماۃ عشو بیوہ و محمود بخش و مولا بخش والی بخش و مسماۃ آمنہ پیران و  
بیوہ و دختر احمد بخش مرحومہ اور مراد بخش اور زید و بکر و عبداللہ اور تراب علی و امان علی

مراد بخش نے قضا کی زندہ چھوڑا مسماۃ زبیدہ بیوہ و عبدالواحد و رموز و مسماۃ بیوہ و مسماۃ عشو و مسماۃ علو  
و مسماۃ علو پیران و دختران و بیوہ مراد بخش مرحومہ و مسماۃ عشو و محمود بخش والی بخش و مولا بخش و مسماۃ آمنہ پیران و  
دختر بیوہ و احمد بخش اور زید و بکر و عبداللہ اور تراب علی و امان علی۔

تراب علی نے قضا کی زندہ چھوڑا محبوب علی و بشارت علی و سکت علی و مسماۃ علو پیران و دختر تراب علی  
مرحومہ اور امان علی بکر غلام علی اور مسماۃ زبیدہ بیوہ و عبدالواحد و رموز و مسماۃ بیوہ و مسماۃ عشو و مسماۃ علو و مسماۃ علو  
پیران و دختران و بیوہ مراد بخش اور مسماۃ عشو بیوہ و محمود بخش والی بخش و مولا بخش و مسماۃ آمنہ پیران و دختر بیوہ و  
احمد بخش مرحومہ اور زید و بکر پیران مسماۃ ہسم اللہ مرحومہ اور عبداللہ پیر مسماۃ بند و مرحومہ۔



امان علی نے فقہ کی زندگی پھوڑا احسان علی و فیاض علی و مسماۃ نین و مسماۃ چن پران و دختران امان علی مرحوم اور محبوب علی و بنیارت علی و حکمت علی و مسماۃ اللو پران و دختر تراب علی مرحوم اور مسماۃ عشو و محمود بخش و امی بخش و مولا بخش و مسماۃ آمنہ پران و دختر و بیوہ احمد بخش مرحوم اور عبداللہ بکر مسماۃ بند و مرحوم و بیوہ و بکر پران مسماۃ بسم اللہ مرحوم اور مسماۃ زبیدہ بیوہ عبدالواحد زمان و مسماۃ بیوہ و مسماۃ عشو و مسماۃ اللو و مسماۃ اللو پران و دختران و بیوہ مراد بخش کل ۳۳۳ ورثہ زندہ موجود ہیں۔

۱۶ شوال ۱۳۶ھ

## الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اللهم رب زدني علما صورت مسلولہ میں کل مال حقوقہ وغیر حقوقہ غلام علی مرحوم کے بعد ماتقدم علی الارث تینتیس ہزار دو سو اسی (۲۵۲۸۰) حصہ کر کے ایک ہزار چھ سو اسی (۱۶۸۰) زیدہ کو اور اتنے بکر کو تین ہزار تین سو ساٹھ (۲۳۶۰) عبداللہ کو اور اتنے بی عشوز بیوہ احمد بخش کو اور سات ہزار چودہ (۷۰۱۳) محمود بخش کو اتنے بی مولا بخش کو اتنے بی امی بخش کو اور تین سو ستاون (۳۵۷) آمنہ کو اور اتنے بی زبیدہ واللہ و بیوہ و عشو واللہ و اور سات سو چودہ (۷۱۳) عبدالواحد کو اور تین سو چونسٹھ (۳۶۳) محبوب علی بنیارت علی حکمت علی کو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۲) اللہ بنت مراد بخش اور تین ہزار آٹھ سو آٹھ (۲۸۰۸) احسان علی کو اور اتنے بی فیاض علی کو اور ایک ہزار نو سو چار (۱۹۰۳) نین کو اور اتنے بی بن کو دیئے جائیں گے۔

صورته هكذا

| زید     | بکر      | عبداللہ | عشوز بیوہ احمد بخش | محمود بخش |
|---------|----------|---------|--------------------|-----------|
| ۱۶۸۰    | ۱۶۸۰     | ۲۳۶۰    | ۳۵۷                | ۷۰۱۳      |
| امی بخش | مولا بخش | آمنہ    | زبیدہ              | امو       |
| ۷۰۱۳    | ۷۰۱۳     | ۳۵۷     | ۳۵۷                | ۳۵۷       |
| ۷۰۱۳    | ۷۰۱۳     | ۳۵۷     | ۳۵۷                | ۳۵۷       |
| اللہ    | اللہ     | عشو     | اللہ               | اللہ      |
| ۷۰۱۳    | ۷۰۱۳     | ۳۵۷     | ۳۵۷                | ۳۵۷       |

| عبدالواسع | محبوب علی | بشارت علی | حکمت علی | اللہ |
|-----------|-----------|-----------|----------|------|
| ۷۱۴       | ۳۶۴       | ۳۶۴       | ۳۶۴      | ۱۶۳۲ |
| احسان علی | فیاض علی  | نمین      | نمین     |      |
| ۳۸۰۸      | ۳۸۰۸      | ۱۹۰۴      | ۱۹۰۴     |      |

حودہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....328﴾

## سوال

ایک متوفی مسلمان کے دو فرزند ایک چھوٹا دیرینہ بڑا ہے ان میں سے زائد حصہ جائیداد متروکہ کا کون حصہ رہے؟ اور جائیداد کی باقی کس طرح پر تقسیم ہوگی؟

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ تقسیم میراث میں چھوٹے بڑے کی رعایت نہیں کی جاتی۔ بصورت نہ ہونے کسی اور وارث کے بعد مصارف، تجنیز و عقیقین اور ادا ہو جانے میت خواہ دین مہر یا کسی اور کا ہو اور ادا ہو وصیت میت جہائی مال سے اگر علاوہ وارث کسی اور کو وصیت کی ہو۔ کل مال میت سب برابر سب بیٹوں میں تقسیم ہوگا۔ کسی کے حصہ میں بوجہ خورد و کلاں ہونے کے ایک رقی کی کی بیشی جائز نہیں۔

ہکذا فی جمیع کتب الفقہاء

(ترجمہ: علم میراث کی تمام کتابوں میں اسی طرح ہے)

حورہ: عبدالرحمنی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المنصی فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 329﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص محمد جان ہے۔ اس کے دو پسر یونس خان و یوسف خان تھے۔ جن جملہ ان کے یونس خان فوت ہو گیا۔ یوسف خان موجود ہے۔ لیکن حتوفی یونس خان حتوفی نے دو پسر صلیبی چھوڑے۔ بعد محمد جان بھی فوت ہو گیا۔ اب فرمائیے کہ محمد خان کی جائداد اور مرگہ گزارشتہ سے یونس خان حتوفی کے دونوں لڑکوں یعنی محمد خان کے پوتوں کو بروئے قرآن و حدیث حصہ ملے گا یا نہیں اور وہ حصہ پاسکتے ہیں یا نہیں؟

۱۳ رمضان ۱۴۳۶ھ

حافظ عبدالرحیم بیک از مقام بھرت پور

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

و علیکم السلام رحمہ اللہ و بركاتہ

چونکہ یونس خان محمد جان کے سامنے فوت ہو گیا لہذا یونس خان حتوفی کو جائداد محمد خان سے کچھ نہیں ملے گا۔ اور محمد خان نے وقت انتقال چونکہ ایک بیٹا یوسف خان چھوڑا ہے اور وہ پوتے یونس خان حتوفی کے متعلق بیٹے ہیں لہذا بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس واسطے کہ عصبہ باقرب کی موجودگی میں عصبہ ہرید کو کچھ نہیں ملتا۔ فقط

حرفہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر علی لکھنوی المعہدی المنشی

فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....330﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و سامیان شرع متین کہ شیخ الہی بخش نے انتقال کیا۔ انہوں نے تین لڑکیاں مسیان منٹو بندہ عتو اور ایک پوتا منیر الدین ایک بیوہ مسماۃ جانی بیگم چھوڑے۔ بعدہ مسماۃ عتو نے انتقال کیا۔ اس کی دو لڑکیاں اور دو لڑکے اور ایک شوہر چھوڑا۔ پھر زوجہ مسماۃ جانی بیگم کا انتقال ہوا۔ پھر مسماۃ منٹو کا انتقال ہوا اس نے دو لڑکے ایک لڑکی اور ایک شوہر چھوڑا۔ بیٹو! توجرو!

۲۳ شعبان ۱۴۳۶ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں مال نبی بخش کے بارہ ہزار نو سو ساٹھ (۱۳۹۶۰) حصہ کر کے تین ہزار پانچ سو اسی (۳۵۸۰) بندہ کے دیئے جائیں گے۔ اور تین ہزار چار سو (۳۴۰۰) منیر الدین کو اور سات سو بیس (۷۲۰) احمد اور پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) زید کو اور پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) خالد کو اور اسی قدر مسعود کو اور پانچ سو بیس (۵۴۷) محمود کو بعد ماتقدم علی الارث حصص مذکورہ کر کے دیئے جائیں گے واللہ اعلم وعلہم احکم

صورتہ ہکذا

الہی بخش مسئلہ ۲۳/۷/۱۳۹۶ھ

میت

| زوجہ      | بنت    | بنت | بنت         | ابن الابن   |
|-----------|--------|-----|-------------|-------------|
| جانی بیگم | منٹو   | عتو | بندہ        | منیر الدین  |
| ۳/۹/۸۱    | ۱۶/۱۳۳ | ۱۶  | ۲۹/۱۳۳/۱۸۸۰ | ۱۵/۱۳۵/۲۷۰۰ |

## مختوم سلسلہ ۷۲/۱۲

| میت         | توافق باقی | بیدہ ۲/۱۶ | بنت      | بنت      | ام        |
|-------------|------------|-----------|----------|----------|-----------|
| زوج         | ایک        | ایک       | بنت      | بنت      | جانی بیگم |
| حمود        | زید        | خالہ      | مریم     | فاطمہ    |           |
| ۲/۱۸/۳۶/۷۲۰ | ۱۳/۲۸/۵۶۰  | ۱۳/۲۸/۵۶۰ | ۷/۱۳/۲۸۰ | ۷/۱۳/۲۸۰ | ۲/۱۲/۲۳   |

## جانی بیگم سلسلہ

| میت  | بیدہ ۳۵/۱۰۵ | بنت        | بنت        |
|------|-------------|------------|------------|
| بنت  | بنت         | ایک        | ایک        |
| متو  | بندو        | منیر الدین | منیر الدین |
| ۱/۳۵ | ۱/۳۵/۷۰۰    | ۱/۳۵/۷۰۰   | ۱/۳۵/۷۰۰   |

## مختوم سلسلہ ۱۸/۳

| میت     | تاجین  | بنت    | بنت    |
|---------|--------|--------|--------|
| زوج     | ایک    | ایک    | بنت    |
| عمر     | محمود  | مسعود  | محمودہ |
| ۱/۵/۸۹۵ | ۶/۱۰۷۴ | ۶/۱۰۷۴ | ۳/۵۴۷  |

## المستحق

۱۴۹۶۰

## الاحیاء

|       |            |        |     |      |      |       |     |
|-------|------------|--------|-----|------|------|-------|-----|
| بندو  | منیر الدین | حمود   | زید | خالہ | مریم | فاطمہ | عمر |
| ۳۵۸۰  | ۲۳۰۰       | ۷۲۰    | ۵۶۰ | ۵۶۰  | ۲۸۰  | ۲۸۰   | ۵۹۵ |
| محمود | مسعود      | محمودہ |     |      |      |       |     |
| ۱۰۷۴  | ۱۰۷۴       | ۵۴۷    |     |      |      |       |     |

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتقوی

ابو محمد محمد علی اعلیٰ لکھنوی المصنفی الاطوری ثم الاکبر آبادی

واعظ اسلام جامع مسجد اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر ..... 331﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت فوت ہوئی اس نے چار علاقائی بھانجے اور بھانجیاں اور ایک علاقائی بھتیجا چھوڑا ایسی صورت میں بھانجوں کو ترکہ ملے گا یا بھتیجے کو یا دونوں کو؟ اور اگر وہ بھتیجا بغیر نکاح کے کسی طواکف وغیرہ کے شکم سے ہو تو اس کو بھانجے کے مقابلے میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

۱۵ شعبان ۱۴۲۶ھ

محمد علی میوند زہرہ

## الجواب

اللھم رب زدنی علما

بھتیجا عصبہ ہے اور بھانجا بھانجی ذوی الارحام۔ لہذا کل مال متوفیہ کا بھتیجا لے گا اور بھانجا بھانجی کو کچھ نہیں ملے گا۔ ☆ اور اگر وہ بھتیجا بلا نکاح کسی طواکف سے پیدا ہوا ہے چونکہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا لہذا وہ بھتیجا شرما بھتیجا نہیں مانا جائے گا۔ اس واسطے اس کو مال متروکہ متوفیہ سے کچھ نہیں ملے گا اور کل مال متروکہ متوفیہ کا چونکہ یہاں بمقتضیٰ ظاہر سوال ایک ہی علاقائی بہن سے کل بھانجا بھانجی ہیں لہذا ہر بھانجا دو بھانجیوں کے برابر سمجھا جائے گا اور اسی حساب سے بقدر ان حصہ داروں کو حصہ کر کے دیئے جائیں۔

حردہ: العبد المذنب رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی المصطفیٰ

فی مسجد جامعہ اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....332﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ اللہ بخش نے انتقال کیا۔ انہوں نے ایک زوجہ پانچ لڑکے مسیان احمد حسن، سجاد حسن، محمد حسن، حافظ واحد حسن، امداد حسن اور ایک دختر چھوڑا ہے۔ از روئے شرع شریف حتر و کمال ورثہ پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

۲۶ مئی ۱۸، ۱۵ شعبان ۱۳۳۶ھ

سجاد حسن صاحب گڑھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں کل مال اللہ بخش کے اثاثہ (۸۸) حصہ کر کے گیارہ (۱۱) حصہ زوجہ کو اور چودہ (۱۴) چودہ (۱۴) بیٹوں کو اور سات (۷) بیٹی کو دیئے جائیں گے۔

صورنہ حکذا

اللہ بخش مسئلہ ۸۸، ۸

| زوجہ | ابن | ابن | ابن | ابن | ابن | ابن | اخت |
|------|-----|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| ۱۱   | ۱۴  | ۱۴  | ۱۴  | ۱۴  | ۱۴  | ۱۴  | ۷   |

حرفہ: عبدالرحمن رحمتہ

ابو محمد دیوبند علی لکھنؤ

جامع اکبر آباد





## ﴿فتویٰ نمبر.....333﴾

## سوال

حسب ذیل مسئلہ کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔ زیہ و بکر دو حقیقی بھائی تھے۔ زیہ نے انتقال کے بعد اپنی منکوحہ بیوی اور ایک نابالغ لڑکے کو چھوڑا۔ قضا ہالٹی سے لڑکا بھی فوت ہو گیا۔ اب صرف زیہ کی بیوی اور اس کا بھائی بکر موجود ہے۔ پس از روئے شرع شریف زیہ مرحوم کی کل جائیداد کا مالک و حقدار کون ہو سکتا ہے؟ زیہ کی وفات کے تین ماہ بعد اس کی بیوی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو اب تک موجود ہے۔ ایک لڑکا جو پہلے نافذ سے تھا (اس شائد کی بھی وفات ہو چکی) وہ بھی موجود ہے۔

امام الدین آگرہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں کل مال زیہ کے بھتر (۷۲) حصہ کر کے سولہ (۱۶) نصیب کو دیئے جائیں گے اور

بیالیس (۳۲) مریم کو اور سات (۷) زفر کو اور اتنے ہی بکر کو۔ واللہ اعلم صورۃ حکذا

زیہ مسئلہ ۸/۲۳/۷۲

## میت

|            |      |      |     |
|------------|------|------|-----|
| زہرہ       | ابن  | بنت  | اخ  |
| نصیب       | خالہ | مریم | بکر |
| ۱۳         | ۷۲   | ۷۲   | ۷۲  |
| مسئلہ خالہ |      |      |     |

بیہ ۱۳

|      |      |     |     |    |
|------|------|-----|-----|----|
| میت  | م    | اخت | زفر | عم |
| نصیب | مریم | زفر | بکر |    |
| ۷۲   | ۳۲   | ۷۲  | ۷۲  | ۷۲ |

الاحیاء

نصب

۱۶

المبلغ

۷۲

مریم

۳۲

زفر

۷

بکر

۷

حودہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد





الاحیاء

|      |     |     |      |     |      |      |
|------|-----|-----|------|-----|------|------|
| مریم | عمر | بکر | خالہ | زفر | حمید | نضرب |
|------|-----|-----|------|-----|------|------|

|     |     |     |     |     |     |     |
|-----|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| ۵۰۶ | ۵۲۲ | ۵۲۲ | ۵۲۲ | ۵۲۲ | ۵۲۲ | ۴۶۶ |
|-----|-----|-----|-----|-----|-----|-----|

المبلغ

۲۳۲۲

حودہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین ارعلی المقتدی

جامع مسجد اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 335﴾

## سوال

بعد حمد و صلوة سید المرسلین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں کہ ارشاد حسین نے وقت انتقال اپنے کے تین بھائی اور دو زوجہ منکوحہ اور دو دختر ان پہ تحصیل ذیل چھوڑیں۔ ایک بھائی کا نام ولایت حسین اور دوسرا سخاوت حسین اور تیسرا فیاض حسین اور ایک زوجہ اول مرزائی بیگم اور زوجہ دوم سکندر بیگم زوجہ اول اولاد کوئی اولاد نہیں۔ اور زوجہ دوم سکندر بیگم کی دو دختر ایک کا نام حضرت بیگم دوسری کا نام ممتاز بیگم۔ حضرت بیگم کا انتقال ہوا جس نے ایک شوہر چل حسین اور ایک دختر باقری بیگم چھوڑے۔ دختر ان کے چچا مکی ولایت حسین کا انتقال ہوا۔ اور ولایت حسین نے چچا کے چھوڑے ان کو ارشاد حسین کے ورثہ میں سے کیا کیا حصہ کس کس کا ہوگا؟

## الجواب

صورت مسئلہ میں کل مال متروکہ ارشاد حسین کے بعد ما تقدم علی الارث چار سو تیس (۳۲۳) حصہ کر کے ستائیس (۲۷-۲۷) دونوں بیویوں ارشاد حسین کو ایک سو چالیس (۱۴۴) ممتازی کو اور تیس تیس (۳۰-۳۰) حصہ سعادت حسین و فیاض حسین کو اور پچتیس (۳۶) چل حسین کو اور ایک سو آٹھ (۱۰۸) باقری کو اور پانچ پانچ (۵۵) حصہ چھ بیٹوں کو ولایت حسین مرحوم دیئے جائیں گے۔

صورتہ ہکذا:

ارشاد حسین مسئلہ ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷

میت

| زوجہ        | زوجہ       | بنت       | بنت    | اخ         | اخ         | اخ        |
|-------------|------------|-----------|--------|------------|------------|-----------|
| مرزائی بیگم | سکندر بیگم | حضرت بیگم | ممتازی | ولایت حسین | سخاوت حسین | فیاض حسین |
| ۹۰۲۷        | ۹۰۲۷       | ۲۸        | ۲۸     | ۱۰         | ۱۰۰        | ۱۰۰       |

حضری مسلام

|               |                |
|---------------|----------------|
| میت           | پیدہ ۱۲/۴/۸۰   |
| زوجہ قبل حسین | ہنت باقری بیگم |
| ۱/۱۲/۳۶       | ۳/۳۶/۱۰۸       |

ولایت حسین مسلام ۳/۶

|     |     |     |     |     |              |  |
|-----|-----|-----|-----|-----|--------------|--|
| میت |     |     |     |     | پیدہ ۵/۱۰/۵۰ |  |
| ایک | ایک | ایک | ایک | ایک | ایک          |  |
| ۵   | ۵   | ۵   | ۵   | ۵   | ۵            |  |

الاحیاء

|                   |             |          |           |          |
|-------------------|-------------|----------|-----------|----------|
| مرزائی سکندر بیگم | ممتازی بیگم | حات حسین | فیاض حسین | جبل حسین |
| ۲۷                | ۱۳۳         | ۳۰       | ۳۰        | ۳۶       |

باقری ایک (۶)

$$۱۰۸ = ۳۰ \times (۵ + ۲)$$

ابو محمد دینار علی الرضوی مفتی شہر آگرہ



## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ مسمیٰ نے انتقال کیا۔ اور مکان خاص غیر شدہ ذات اپنی کا چھوڑا۔ اور وارث اپنے مسماۃ اکبری زوجہ ایک لڑکا بندہ مسماۃ انوری اور سروری دو لڑکیاں چھوڑے۔ جو نام مسمیٰ کے تعلق سے بیٹے تھیں۔

اور ایک وحید لڑکا اور اصغری لڑکی اکبری کے پیٹ ممر باپ دوسرا تھا۔ وقت عقد کے ان دونوں ناپاقتوں کو سراہ لائی تھی جس کی شادی مسمیٰ نے اپنی ذات سے کی۔

سروری لڑکی کا انتقال ہوا بعد مسمیٰ کے اور اس کے بعد بندہ کا انتقال ہوا۔ یہ لڑکی لاولد تھی اور لڑکا نابالغ۔ اور بعد اس کے اکبری کا انتقال ہوا اور ایک لڑکی انوری جو نام مسمیٰ سے پیدا ہوئی تھی وہ موجود ہے۔ اور وحید لڑکا اور اصغری لڑکی جو کہ اکبری سراہ لائی تھی وہ موجود ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس کا حصہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

اور مسمیٰ مسمیٰ کے خاص دو بھائی تھے شیخ کا و جو جن کا موجودگی مسمیٰ میں انتقال ہو چکا تھا اب کا مرحوم کا لڑکا اور بھوکے پانچ لڑکیاں موجود ہیں ان کا حصہ اس مکان موجودہ میں ہے یا نہیں؟

اور ایک لڑکا مسمیٰ کا پرورش کیا ہوا موجود ہے اس کا حصہ بھی مکان موجودہ میں ہے یا نہیں؟ بینوا تو حروا

۱۱ شعبان ۱۳۶۶ھ

وحید پر مسمیٰ

## الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

مسمیٰ مسئلہ ۸/۳۲/۱۹۲/۵۷۱/۱۵۲

میت

|           |           |              |              |
|-----------|-----------|--------------|--------------|
| زہد اکبری | ۱ کن بندو | بنت سروری    | بنت انوری    |
| ۱۳/۸۳     | ۷         | ۷/۳۲/۱۳۶/۲۵۲ | ۷/۳۲/۱۳۶/۲۵۲ |

| سروری مسئلہ    |             |         |         |         |
|----------------|-------------|---------|---------|---------|
| ام اکبری       | میت         | تاجین   | بیہ ۷   |         |
| ۱۱/۷/۱۷        | ۲/۱۴        | ۱۱/۷/۱۷ | ۱۱/۷/۱۷ | ۱۱/۷/۱۷ |
| بند و مسئلہ ۶۳ |             |         |         |         |
| توافق بالصف    |             |         |         |         |
| بیہ ۳۹۷۸       |             |         |         |         |
| ام اکبری       | میت         | تاجین   | بیہ ۷   |         |
| ۱۱/۷/۱۷        | ۲/۱۴        | ۱۱/۷/۱۷ | ۱۱/۷/۱۷ | ۱۱/۷/۱۷ |
| اکبری مسئلہ ۲۳ |             |         |         |         |
| میت            | توافق بالصف | بیہ ۱۳۴ | بیہ ۷   |         |
| ۱۱/۷/۱۷        | ۲/۱۴        | ۱۱/۷/۱۷ | ۱۱/۷/۱۷ | ۱۱/۷/۱۷ |
| الا حیات       |             |         |         |         |
| انوری          | وحید        | اصغری   | بیہ ۷   |         |
| ۲۵۹            | ۲۸۲         | ۲۱۱     | ۲۱۱     | ۲۱۱     |
| المبلغ         |             |         |         |         |
| ۱۱۵۲           |             |         |         |         |

صورت مسئلہ میں بموجب صورت مذکور ہوا لا بعد ا تقدم علی الارض کل مال من کے ایک ہزار ایک سو  
 یاون (۱۱۵۲) حصہ کر کے چھ سو اسی (۲۵۹) حصہ انوری کو دیئے جائیں گے اور دو سو پچاس (۲۸۲) حصہ وحید کو  
 اور دو سو گیارہ (۲۱۱) حصہ اصغری کو اور موجودگی پر میں بمائی اگر موجود بھی ہوتے ان کو کچھ نہ ملتا پھر بیچوں کو کس  
 طرح مل سکتا ہے۔ علی ہذا شریعت میں جتنی یعنی پروردہ کو کچھ نہیں ملتا۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

حروہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دین علی المصنف

فی مسجد جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 337﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ عدا رخش اور ان کے ورثہ کا حسب ترتیب ذیل انتقال ہوا۔ سب ان کی جائیداد اور مال متروکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

عدا رخش نے وقت انتقال غلام حسین، وزیر امیر، پھنسا، قادر بخش، حیدر بخش بیٹے اور نصیب خیرا، چھٹیا بیٹیاں اور نبی بخش محمد حسین پوتے اور محمد پوتی چھوڑی۔

بعدہ چھٹیا بیٹی کا انتقال ہوا اس نے بھی غلطہ مذکورہ بالا بھائی اور بہنیں اور بھتیجا بھتیجی چھوڑیں۔

علی حذا حیدر بخش نے بھی یہی بھائی، بہن، بھتیجے بھتیجی چھوڑیں

پھر غلام حسین نے بھی بھائی، بہن، بھتیجا بھتیجی کے سوا کچھ نہ چھوڑا پھر وزیر بخش نے بھی یہی ورثہ اور ایک مسماۃ کماں بیوی چھوڑی پھر امیر بخش نے بھی بجز ورثہ مذکورہ کچھ نہ چھوڑا۔

پھر قادر بخش نے بھی بجز ایک بیوی مسماۃ بیگم اور ورثہ مذکورہ کے کچھ نہ چھوڑا۔

بعدہ فرما نے بھی بجز بھائی، بہن، بھتیجا بھتیجی مذکورہ کے کچھ نہ چھوڑا۔ بعدہ نصیب نے ورثہ مذکورہ چھوڑے اور چار بیٹے عبدالکلیم، محمد امین، منابیت، حسین، ممتاز حسین اور دو بیٹی امانی، حسینی وارث چھوڑے۔ من بعد مسکی چھٹیا نے وقت انتقال دو بھتیجے نبی بخش امداد حسین اور تنہا بھتیجی امران، مڈیرن، محمد و من چھوڑے۔

من بعد نبی بخش نے ایک بیوی مسماۃ فاطمہ چھوڑی اور دو بیٹی نواب، نتولن چھوڑیں۔

اور غلام حسین نے چونکہ بلا کساح ایک طوائف گھر میں ڈال لی تھی اور زنا سے دو بچے مسکی مصطفیٰ حسین

اور چھٹن پیدا ہوئے تھے لہذا علاوہ بھائی، بہن وغیرہ یہ زنا سے دو بیٹے اور چھوڑے تھے۔

امیر بخش نے چونکہ جان محمد کو حسنی کر لیا تھا لہذا علاوہ بہن بھائیوں کے جان محمد نے لے پا لک جیٹا بھی

چھوڑا تھا۔

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللھم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث کل مال دار بخش کے ایک لاکھ اکاون ہزار دو سو (۱۵۱۲۰۰) حصہ کر کے سات ہزار پانچ سو ساٹھ (۷۵۶۰) کماں کو پانچ ہزار نو سو پچاسی (۵۹۸۵) بیگم کو اور باون ہزار تین (۵۲۰۰۳) حصہ امداد حسین کو اور آٹھ ہزار تین سو اسی (۸۳۷۹) امر اون کو اور اتنے ہی محدودن کو اور مغیرن کو اور چھ ہزار تین سو چوراسی (۶۳۸۴) عبد الکریم کو اور اتنے ہی محمد امین عتایت حسین ممتاز حسین کو اور تین ہزار ایک سو بائیس (۳۱۹۴) امانی کو اور اتنے ہی حسنی کو اور تین ہزار نو سو نوے (۳۹۹۰) فاطمہ کو اور نو اکیں کو دس ہزار چھ سو چالیس (۱۰۶۴۰) اور اتنے ہی بتون کو اور تین ہزار تین سو پچیس (۳۳۲۵) محمد حسین کو دیئے جائیں گے۔

☆ علاوہ میری زنا سے بلا اطلاع جو طوائف کے دولہ کے مصطفیٰ حسین اور پھن غلام حسین نے چھوڑے ہیں چوٹک زنا سے ثبوت نسب نہیں ہوتا لہذا ان کو بطریق میراث کچھ نہیں ملے گا۔

☆ اور نہ جان محمد کو اس واسطے کہ شرمالے پا لگ چیا نہیں سمجھا جاتا۔ بیٹا وی ہوتا ہے جو اپنے نطفہ سے پیدا ہوتا ہو۔ واللہ اعلم و صورۃ حکذا

دار بخش مسئلہ ۱۵/۲۹/۳۲۰۳۳۶۰/۳۳۶۰/۱۶۸۸۰/۳۰۰۰/۵۰۰/۱۵۱۲۰۰

میت

| ابن         | ابن     | ابن                   | ابن                  |
|-------------|---------|-----------------------|----------------------|
| غلام حسین   | وزیر    | امیر                  | چھٹا                 |
| ۲/۲۸/۵۶     | ۲/۲۸/۵۶ | ۲/۲۸/۵۶/۳۲۸           | ۲/۲۸/۵۶/۳۲۸/۲۲۳/۶۷۷۰ |
| ابن         | ابن     | بنت                   | بنت                  |
| قادر بخش    | حیدر    | نصیب                  | چھٹا                 |
| ۲/۲۸/۵۶/۳۲۸ | ۲/۲۸    | ۱/۱۳/۲۸/۲۲۳/۱۱۴۰/۳۳۶۰ | ۱                    |

| بنت         | ابن‌الابن | ابن‌الابن | بنت‌الابن |
|-------------|-----------|-----------|-----------|
| فیرا        | نمی بخش   | محمد حسین | عمده      |
| ۱۳۴۰/۲۲۳/۲۸ | م         | م         | م         |

چشمه مسله

| میت        | بیده ۱     | بنت‌الابن  | ابن‌الابن  | بنت‌الابن     |
|------------|------------|------------|------------|---------------|
| میت        | میت        | میت        | میت        | میت           |
| غلام حسین  | وزیر       | امیر       | چمنا       | قادر بخش حیدر |
| ۲۳         | ۲۳         | ۲۳/۳۲      | ۲۳/۳۲      | ۲۳/۳۲         |
| ۲۳۰/۲۱۶/۸۰ | ۲۳۰/۲۱۶/۸۰ | ۲۳۰/۲۱۶/۸۰ | ۲۳۰/۲۱۶/۸۰ | ۲۳۰/۲۱۶/۸۰    |
| اخت        | اخت        | ابن‌الابن  | ابن‌الابن  | بنت‌الابن     |
| نصیا       | فیرا       | نمی بخش    | محمد حسین  | عمده          |
| ۲۳۰/۲۱۶/۸۰ | ۲۳۰/۲۱۶/۸۰ | م          | م          | م             |

حیدر بخش مسله ۱۲

توافق بالمدس

| میت        | بیده ۵۳۰   | بنت‌الابن | ابن‌الابن | بنت‌الابن     |
|------------|------------|-----------|-----------|---------------|
| میت        | میت        | میت       | میت       | میت           |
| غلام حسین  | وزیر       | امیر      | چمنا      | قادر بخش فیرا |
| ۲۱۰        | ۲۱۰        | ۲۱۰/۸۰    | ۲۱۰/۸۰    | ۲۱۰/۸۰        |
| اخت        | اخت        | ابن‌الابن | ابن‌الابن | بنت‌الابن     |
| نصیا       | نمی بخش    | محمد حسین | عمده      | م             |
| ۶۰۰/۲۰۰/۳۰ | ۶۰۰/۲۰۰/۳۰ | م         | م         | م             |

## غلام حسین مسکرا

میت ۷/۷۰

|                  |                    |                   |          |             |
|------------------|--------------------|-------------------|----------|-------------|
| اغ               | اغ                 | اغ                | اغ       | اغ          |
| وزیر             | امیر               | چٹا               | قادر بخش | نخرا        |
| ۲/۱۳             | ۲/۱۳/۱۱۴           | ۲/۱۳/۱۱۴، ۵۶/۱۲۸۰ | ۲/۱۳/۱۱۴ | ۱/۷/۵۶، ۶۸۰ |
| اغت              | ابنا بالاغ         | اغ                | بنت الاغ |             |
| نصیا             | نئی بخش، محمد حسین | م                 | محمد     | م           |
| ۱/۷/۵۶، ۶۸۰، ۸۴۰ | م                  | م                 |          |             |

وزیر بخش مسکرا ۸/۳۶/۳

|                      |              |                     |          |   |
|----------------------|--------------|---------------------|----------|---|
| میت                  | توافق بالربع | بیدہ                |          |   |
| زوجہ                 | اغ           | اغ                  | اغ       |   |
| کمان                 | امیر         | چٹا                 | قادر بخش |   |
| ۱/۸/۲۹، ۸۴/۲۵۲، ۷/۷۰ | ۲/۱۳۶        | ۲/۱۳۶، ۲۳/۱۸۹۰      | ۲/۱۳۶    |   |
| اغت                  | اغت          | ابنا بالاغ          | بنت الاغ |   |
| نصیا                 | نخرا         | نئی بخش - محمد حسین | محمد     | م |
| ۲/۶۳/۳۶۵             | ۲/۶۳/۳۶۵     | م                   | م        | م |

امیر بخش مسکرا

|                     |              |                 |           |           |
|---------------------|--------------|-----------------|-----------|-----------|
| میت                 | بیدہ ۱۳۳/۷۹۰ |                 |           |           |
| اغ                  | اغ           | اغ              | اغ        |           |
| چٹا                 | قادر بخش     | نصین            | نصین      | نخرا      |
| ۲/۲۶۶، ۱۱۳۳/۳۹۹۰    | ۲/۲۶۶        | ۱/۱۳۳/۲۶۵، ۱۹۹۵ | ۱/۱۳۳/۲۶۵ | ۱/۱۳۳/۲۶۵ |
| ابنا بالاغ          | بنت الاغ     |                 |           |           |
| نئی بخش - محمد حسین | محمد         |                 |           |           |
| م                   | م            | م               |           |           |



## چشمه سلسله ۲

|             |                  |                        |            |
|-------------|------------------|------------------------|------------|
| میت         | بیدہ ۱۰۶۳۰/۲۱۲۸۰ | ابن الارغ              | بنات الارغ |
| نمی بخش     | اهداد حسین       | امرأون - نزمین - خدومن |            |
| ۱۰۶۳۰/۳۱۹۴۰ | ۱۰۶۳۰/۳۱۹۴۰      | م                      | م          |

نمی بخش سلسله ۲۳/۲۴۸/۲۴۸

توافق رتبه عشر

|            |                |            |           |         |          |
|------------|----------------|------------|-----------|---------|----------|
| میت        | بیدہ ۱۰۶۳۰/۶۶۵ | ابن لمم    | ابن لمم   | بنت لمم | زوجه     |
| نواہن      | بتولن          | اهداد حسین | محمد حسین | عمدہ    | فاطمہ    |
| ۱۰۶۳۰/۸/۱۹ | ۱۰۶۳۰/۸/۱۹     | ۵/۲۳۴۵     | ۵/۲۳۴۵    | م       | ۳/۶/۳۹۹۰ |

## الاحیاء

|            |            |            |                        |           |           |
|------------|------------|------------|------------------------|-----------|-----------|
| کمان       | نیکم       | اهداد حسین | امرأون - نزمین - خدومن | عبدالحکیم | محمد امین |
| ۵۹۸۵       | ۵۴۰۰۳      | ۸۴۷۹       | ۸۴۷۹                   | ۸۴۷۹      | ۶۳۸۳      |
| عتایت حسین | ممتاز حسین | امانی      | حسینی                  | فاطمہ     | نواہن     |
| ۶۳۸۳       | ۶۳۸۳       | ۳۶۹۰       | ۳۶۹۰                   | ۱۰۶۳۰     | ۱۰۶۳۰     |

المبلغ

۱۵۱۴۰۰

حورہ: العبد الراعی رتبه ربا القوی  
 ابو محمد محمد دہ ارطی الرضوی المقتی فی جامع اکبر آباد  
 ۲۲ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ



## ﴿فتویٰ نمبر.....338﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

محمد بخش ہمارے دادا نے عرصہ 80 سال کا ہوا کہ وفات پائی انہوں نے دوا کے بڑا شیخ عنایت اللہ اور چھوٹا شیخ نصر اللہ اور ایک اپنی بیوہ اور دو مکان چھوڑے۔

عرصہ 50 سال کا ہوا بڑے لڑکے شیخ عنایت اللہ نے وفات پائی اور انہوں نے تین لڑکے احمد اللہ، انعام اللہ و غلام جیلانی اور ایک اپنی زوجہ چھوڑی۔

چند سال بعد زوجہ محمد بخش مرحوم نے انتقال کیا۔

اور اس کے چند سال بعد چھوٹے لڑکے شیخ نصر اللہ نے اپنی حیات میں ہر دو مکان کو بھروسہ خود رہن رکھ دیا بہت مکان نمبر 1 مرتبن نے ہاشم دادر عدالت کی۔ مکان نمبر 1 زور رہن میں قرق ہو گیا۔ پران شیخ عنایت اللہ مرحوم نے جو اس وقت نابالغ تھے عدالت میں عذر داری کر دی کہ ہم نابالغان کے حصہ کارہن رکھنے کا بچہ کو اختیار نہ تھا۔ عدالت سے مکان مذکور میں نصف حصہ ثابت کیا گیا اور نصف مکان جو حصہ نصر اللہ سبھا گیا نظام کر دیا گیا۔ اس پر ہم لوگ قابض اور دخل ہیں۔ ایک بھائی ہمارا انعام اللہ درمیان میں فوت ہو گیا۔ باقی دو بھائی احمد اللہ و غلام جیلانی اب تک اس پر قابض اور دخل پلے آتے ہیں۔

بعد گزرنے زمانہ 45 سال کے پر شیخ نصر اللہ دھوی کرتا ہے کہ اس مکان نمبر 1 میں میری دادی کا حق ہے مجھ کو دیا جائے۔ آیا وہ کچھ پانے کا مستحق ہے؟

اور دوسرا مکان نمبر 2 جو دہلی رہن تھا بعد وفات شیخ نصر اللہ من باب مرتبن بچ ہو گیا ہے۔ چونکہ مکان 2 موروثی جائیداد ہے۔ اس مکان میں شرعی کچھ حصہ پران شرعی دادی کا پر شیخ نصر اللہ کا نطفہ وہ حصہ عدالت موجودہ سے دیا جائے گا یا حالت سابقہ سے؟ کیوں کہ بچہ کہنہ اور بوسیدہ ہونے کے مکان کو پران شیخ عنایت اللہ نے از سر نو بنوایا ہے۔

بینوا بالکتاب و نو جروا بالصواب

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

محمد بخش مسکد ۱۹۸/۱۱۵۶/۹۲۲۹

میت

|        |            |          |
|--------|------------|----------|
| زوجه   | ایک        | ایک      |
| مریم   | عتایت اللہ | نصر اللہ |
| ۱/۲/۳۳ | ۷          | ۷/۵/۳    |

عتایت اللہ مسکد ۷/۲/۲۳

|            |         |            |            |             |
|------------|---------|------------|------------|-------------|
| زوجه       | ام      | ایک        | ایک        | ایک         |
| فاطمہ      | مریم    | احمد اللہ  | انعام اللہ | غلام جیلانی |
| ۳/۹/۲۳/۵۰۳ | ۳/۱۲/۸۳ | ۱۷/۱۱۹/۹۵۲ | ۱۷/۱۱۹/۹۵۲ | ۱۷/۱۱۹/۹۵۲  |

مریم مسکد

بیدہ ۲۸۸

میت

ایک نصر اللہ

۲۸۸

نصر اللہ مسکد ۳۲/۸

میت قوافین با مریم بیدہ ۱۸۲/۷۳۲

|         |          |         |         |
|---------|----------|---------|---------|
| زوجه    | ایک      | بنت     | بنت     |
| نصیب    | عمر      | زین     | خانم    |
| ۱/۳/۷۳۳ | ۱۳/۲۵/۲۳ | ۷/۱۲/۸۱ | ۷/۱۲/۸۱ |



### اللهم اذننا الحق حقا والباطل باطلا

صورت منولہ میں بعد انا تقدم علی الارث کل مال محمد بخش کے نو ہزار دو سو سولہ (۹۲۶) حصہ کر کے حسب صورت مذکور ہوا قاطعہ کو پانچ سو چار (۵۰۴) حصہ دیئے جائیں گے اور احمد اللہ کو نو سو پاون (۹۵۴) اور اتنے ہی انعام اللہ کو اتنے ہی غلام جیلانی کو اور سات سو تیس (۷۳۲) حصہ نصیب کو اور دو ہزار پانچ سو بائیس (۲۵۶۲) حصہ عمر کو اور ایک ہزار دو سو اکیاسی (۱۲۸۱) زید بن اور اتنے ہی نام کو بدین تفصیل

الاحیاء

| قاطعہ | احمد اللہ | انعام اللہ | غلام جیلانی | نصیب | عمر  | زید بن |
|-------|-----------|------------|-------------|------|------|--------|
| ۵۰۴   | ۹۵۲       | ۹۵۲        | ۹۵۲         | ۷۳۲  | ۲۵۶۲ | ۱۲۸۱   |

المبلغ

۹۲۶

لہذا کل مال محمد بخش سے من جملہ ۹۲۶ حصوں کے تین ہزار تین سو بائیس (۳۲۶۰) کے حقدار عتایت اللہ کے تینوں بیٹے اور بیوی ربے اور پانچ ہزار آٹھ سو چھپن (۵۸۵۶) حصوں کے حقدار نصر اللہ کے بیٹا بیٹی اور بیوی رہے۔

اور اگر محمد بخش کی بیوی مریم نے قبل تقسیم حصہ مر بھی لیا ہو گا تو وہ بھی اور جو بھی اس کی ملک ہو گا تو وہ بھی نصر اللہ کے ذریعہ سے فقط ورثہ نصر اللہ کا ہے۔

پھر حسب تفصیل مذکورہ تقسیم ہو گا میرا شہ نصر اللہ اور اس میں سے اولاد عتایت اللہ کو کچھ نہیں مل سکتا اس واسطے کہ عتایت اللہ مریم سے پہلے ہی مر چکا تھا اور موجودگی بیٹے میں دادی کے مال سے پوتوں کو کچھ نہیں مل سکتا۔ البتہ انعام اللہ کے مال سے اگر انعام اللہ بعد مریم مرے ہے۔ نصر اللہ کی اولاد کو کچھ نہیں مل سکتا اور اگر انعام اللہ مریم اپنی دادی کے سامنے مرے تو جب بھی انعام اللہ سے اولاد نصر اللہ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس واسطے کہ دادی کو موجودگی ام میں جو قاطعہ ام انعام اللہ کچھ نہیں ملتا۔ لہذا کل مال انعام اللہ کا انعام اللہ کے بھائی اور ماں ہی کو ملے گا۔

اب صورت مسئلہ اس طرح ہو جائے گی کہ بعد انا تقدم علی الارث زمرہ ہر دہ زید بن میت وغیرہ کے کل مال میت کے ساتھ تین ہزار چھ سو اٹھائیس (۶۷۶۸) حصہ کر کے انہیں سو اٹھائیس (۱۹۸۸) حصہ قاطعہ کو دیئے

جائیں گے اور احمد اللہ کو چار ہزار چھیالیس (۴۰۴۶) اور اتنے ہی غلام جیلائی کو۔

لہذا جملہ ورہ ستائیت اللہ کے دونوں مکانوں میں دس ہزار اسی (۱۰۰۸۰) حصہ ہوئے اور ورہ شہر اللہ سے نصف کو دو ہزار ایک سو چھیانوے (۱۲۹۶) حصہ دیئے جائیں گے اور عمر کو سات ہزار چھ سو چھیالیس (۷۶۸۶) اور زین کو تین ہزار آٹھ سو تینتالیس (۳۸۴۳) اور اتنے ہی حصہ خاتم کو دیئے جائیں گے۔ لہذا جملہ ورہ شہر اللہ کے کل سترہ ہزار پانچ سو اڑسٹھ (۱۷۵۶۸) حصہ ہوں گے حصہ صورت آئندہ

اور پیران عتایت اللہ نے جس قدر دنیا مکان اس زمین میں جو حصہ پیران شہر اللہ خان میں آئے خوا لیا ہے اگر باجا زت شہر اللہ یا پیران شہر اللہ بنایا ہے۔ زمین مع نو ساخت مکان پیران شہر اللہ کو دے دی جائے گی اور بعد منہائی قیمت اس قدر ملے گی جو اصل مکان سے حصہ پیران شہر اللہ آئے۔ پیران شہر اللہ سے اسی قدر روپیہ جو بنوائے مکان جدید میں حصہ شہر اللہ صرف ہوا ہے۔ پیران عتایت اللہ کو دلویا جائے۔

چنانچہ یہ امر اس روایت سے جو جامع الفصولین کے صفحہ ۱۶۰ میں مذکور ہے دائر ہے۔ وھذہ عبارتہ

الاصل ان من بنی فی دار غیرہ بامر فالبناء فلرب الدار و يرجع علیہ بما انفق!

☆ (ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ جس نے کسی دوسرے شخص کے گھر میں اس کے حکم سے کوئی تعمیر کی تو وہ تعمیر کردہ عمارت گھر کے مالک کی ہوگی اور تعمیر کرنے والے نے جو کچھ خرچ کیا اس کی وصولی کے لیے گھر کے مالک کی طرف رجوع کرے)

☆ اور اگر پیران عتایت اللہ نے بلا اجازت پیران شہر اللہ کے ان کے حصہ میں اپنے واسطے مکان بنایا تھا تو اس مکان کی وہی مالک رہیں گے مگر مالک زمین جب چاہے اپنی زمین کو مکان گردا کر لے سکتا ہے۔ اور اگر بتراشی یا طرفین زمین کی قیمت مالک زمین کو دے دے تو مفاد نہ نہیں۔ اور اگر باقی مکان نے زمین والے کے واسطے ہی مکان بنوایا تھا تو مکان و زمین دونوں کا مالک زمین والا ہی رہے گا اور لاگت مکان بھی نہ دلوائی جائے گی۔

چنانچہ صفحہ ۵۴۷ درمختار مطبوعہ علی ہاشم درالمحاضر مصری میں ہے:

عمر دار و زوجہ بعمالہ باذنہا فالعمار ذلہا و التفقة دین علیہا لصحة امرہا و لو عمر

لنفسه بلا اذنہا فالعمارة له ویكون غاصبا للعرضه فیومر بالتفریع بطلبها ذلک ولها بلا اذنہا فالعمارة لها و هو متطوع! حکذا فی الشافی<sup>۲</sup>

(ترجمہ: کسی نے اپنے مال سے عورت کی اجازت کے ساتھ اس کا گھر تعمیر کیا تو وہ عمارت عورت کی ملکیت ہوگا اور خرچ شدہ رقم اس کے ذمہ دین ہوگا کیوں کہ اس کا حکم کرنا درست ہے۔ اور اگر خاوند نے اپنی ذات کے لیے اس کی اجازت کے بغیر (اس کی جگہ پر) تعمیر کیا تو تعمیر کردہ مکان خاوند کا ہے اور وہ اس زمین کا صاحب نمبر ہے گاجب وہ مطالبہ کرے تو اس کو وہ جگہ خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر خاوند نے عورت کے اجازت کے بغیر اس کی زمین پر عورت کے لیے گھر تعمیر کیا تو وہ عمارت عورت کی ہے اور مرد خوشی سے خرچ کرنے والا شمار ہوگا)

محمد بخش

میت

|         |                |              |
|---------|----------------|--------------|
| زوجه    | ابن عاتات اللہ | ابن نصر اللہ |
| ۱/۲/۱۳۳ | ۷              | ۷/۵۰۳/۶۰۳۸   |

عاتات اللہ مسئلہ ۷/۲۳

میت بیدہ ۷

|                |                 |              |         |                  |
|----------------|-----------------|--------------|---------|------------------|
| ابن انعام اللہ | ابن غلام جیلانی | زوجه قاطمہ   | ام مریم | ابن احمد اللہ    |
| ۱۷/۱۱۹         | ۷/۱۱۹/۱۳۲۸/۲۸۶۵ | ۱۵۱۲/۷/۲۳/۳۳ | ۱۲/۱۲۸  | ۱۷/۱۱۹/۱۳۲۸/۲۸۶۵ |

مریم مسئلہ ۷

میت

|              |                      |                       |                        |
|--------------|----------------------|-----------------------|------------------------|
| ابن نصر اللہ | ابن الایمن احمد اللہ | ابن الایمن انعام اللہ | ابن الایمن غلام جیلانی |
| ۲۸۸/۲۷۳۶     | ۲                    | ۲                     | ۲                      |

۱۔ الفہم المختار مع رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۵۴۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ یہاں صاحب الفہم نہیں ہے۔

انعام اللہ مسئلہ ۱۲/۶

میت

|                     |            |              |                |
|---------------------|------------|--------------|----------------|
| جدہ مریم            | ام قاطرہ   | اخ احمد اللہ | اخ غلام جیلانی |
| م                   | ۱۲/۲۳۸/۴۷۶ | ۵/۵۹۵/۱۱۹۰   | ۵/۵۹۵/۱۱۹۰     |
| نصر اللہ مسئلہ ۳۲/۸ |            |              |                |

میت

|          |         |         |          |
|----------|---------|---------|----------|
| زہدہ نضب | ابن عمر | بنت زین | بنت خانم |
| ۱۲/۲۱۹۶  | ۱۳/۷۸۶  | ۷/۲۸۴۳  | ۷/۲۸۴۳   |

الا حیا

|                 |             |         |        |      |
|-----------------|-------------|---------|--------|------|
| قاطرہ احمد اللہ | غلام جیلانی | نضب عمر | زین    | خانم |
| ۴۰۴۶            | ۴۰۴۶        | ۱۱۹۶    | ۷/۲۸۴۳ | ۲۸۴۳ |

المبلغ

۲۷۶۳۸

حورہ: العبد الراکع ذلتہ رب

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی المصنفی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 339﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور پانچ ورثہ چھوڑے۔ دو بی بی، دو بھائی ایک بہن۔ اس شخص کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب

صورتہ مسئلہ میں بعد ماتقہ علی الارث میر دو زوجہ وغیرہ کل مالِ زوجہ کے چالیس حصہ کر کے پانچ پانچ حصہ دونوں زوجہ کو اور بارہ بارہ حصہ دونوں بھائیوں کو اور چھ حصہ بہن کو حسبِ مسطور ذیل دیئے جائیں گے۔

زوجہ مسئلہ ۴

میت

| زوجہ | زوجہ | اُمّ | اُمّ | اُمّ | اُمّ |
|------|------|------|------|------|------|
| ۵    | ۵    | ۱۲   | ۱۲   | ۶    | ۶    |

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ

محمد رفیع اعظمی مفتی فی جامع اکبر آباد



## ﴿فتویٰ نمبر.....340﴾

### سوال

ایک لڑکی ڈھائی برس کی ہے جس کے ماں باپ دادا دادی نانا نانی بہن خالہ سب کا انتقال ہو گیا ہے۔ فقط اس کے قرائبیوں میں سے یہ رشتہ دار باقی ہیں۔ اس کی ماں کا ماموں اور تین چچا تایا اور تین پھوپھی۔ اس مال کا جو اس لڑکی کے ماں باپ نے بوقت مرگ مکان وغیرہ چھوڑا ہے اس میں اس لڑکی کا کتنا حصہ ہے؟ اور اس کی ماں کے بھائی بہنوں اور اس کے باپ کے بھائی بہنوں کا کتنا حصہ ہوگا؟

### الجواب

کل مال پر سے لڑکی کو نصف ملے گا۔ اس طرح کہ کل مال زید پُر دختر کے اٹھارہ حصہ کر کے اس میں سے نو حصہ لڑکی کے ہوں گے۔ دو دو حصہ تینوں زید کے بھائیوں کے اور ایک حصہ زید کی تینوں بہنوں کا جو لڑکی کی تین پھوپھیاں ہیں اور مال کا چونکہ بجز اس تاباقتہ کے اور ایک ماموں کے جو ذوی الارحام سے ہے اور کوئی وارث نہیں ہے۔ ☆ لہذا کل مال والدہ تاباقتہ مذکورہ کا اس لڑکی تاباقتہ کو ملے گا۔ ☆ پھر لڑکی کے حصہ کا کل مال اگر لڑکی کی پرورش کی ضرورت ہو وہاں خرچ کیا جائے گا ورنہ چچا تایوں میں جو امانت دار ہو اس کے پاس لڑکی کے پانچ ہونے تک محفوظ رہے۔

واللہ اعلم وعلیہ السلام

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ

محمد دین اعلیٰ لکھنؤی المفتی فی جامع اکبر آباد

۱۶ فروری ۱۹۱۸ء



## ﴿فتویٰ نمبر ..... 341﴾

### سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کریم بیگ نے وقح انتقال ایک جانکاد مشعر کہ چھوڑی جو آدمی کریم بیگ کی تھی اور آدمی الف بیگ بردار حقیقی کریم بیگ کی اور یہ وارث چھوڑے۔

زوجہ مغلائی چار بیٹے نسیم بیگ، امیراجیم بیگ، حسیم بیگ، مستقیم بیگ، دو دختر امراء خانم بادشاہی خانم مہر مغلائی نے نکل جانکاد حصہ کریم بیگ سے ہر میں نظام کرادی جس کو الف بیگ، بی بی یوسف مسماۃ کبکی نے خرید لی۔

بعدہ کبکی کا انتقال ہوا اس نے یہ وارث چھوڑے۔ شوہر الف بیگ، دختر نظامی دو برادر احمد حسین، قتل حسین۔

بعدہ الف بیگ کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیوی چھوڑی، مسماۃ خانم اور دو دختر ایک اپنی زوجہ اول مسماۃ کبکی سے مسماۃ نظامی بیگم اور ایک زوجہ دوم مسماۃ خانم سے مسماۃ ثریا بیگم اور ایک بہن مسماۃ تاملی بیگم اور چار بیٹے اور دو بیٹی

بعدہ قتل حسین کا انتقال ہوا اس نے یہ ورثہ چھوڑے۔ زوجہ رفیق بیگم اور دو لڑکے جمیل حسن و طویل حسن اور تین لڑکی عزیز، بیگم شریف، بیگم شفیق، بیگم اور ایک بھائی احمد حسین۔

بعدہ عزیز، بیگم کا انتقال ہوا اس نے ایک ماں رفیق بیگم اور دو بھائی جمیل اور طویل اور دو بہن شریف، بیگم اور شفیق بیگم اور ایک بچا احمد حسین کو چھوڑا۔

بعدہ نسیم بیگ کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی نظامی کو اور ایک ماں مسماۃ مریم مغلائی اور تین بھائی امیراجیم بیگ، مستقیم بیگ، حسیم بیگ اور دو بہن امراء بیگم اور بادشاہی بیگم کو چھوڑا۔

بعدہ امراء بیگم کا انتقال ہوا اس نے ایک بہن بادشاہی بیگم چھوڑی اور تین بھائی امیراجیم، مستقیم، حسیم اور ایک ماں مغلائی۔

بعدہ نظامی کا انتقال ہوا اس نے دو بیٹے جمیل اور جمیل اور دو بیٹی شریف، بیگم اور شفیق بیگم اور ماموں احمد حسین

اندریں صورت ترکہ الف بیگ کبکی کس طرح تقسیم ہوگا؟ اس مسئلے کہ نسیم بیگ نے فتو کچھ ترکہ چھوڑا۔

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورتہ منسلوہ میں اول بعد ما تقدم علیہ الشکل جائدا درخیزہ کہی اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل جائداد کہی کے ایک ہزار ایک سو باون (۱۱۵۲) حصہ کر کے دو سو اٹھاسی (۲۸۸) حصہ الف بیگ کو دیئے جائیں گے اور پانچ سو پچھتر (۵۷۶) نظامی کو اور ایک سو چالیس (۱۳۴) احمد حسین کو اور چوبیس (۲۳) رفیق بیگم اور چالیس (۴۰) جمیل اور چالیس (۴۰) سی جلیل کو اور بیس (۲۰) شریف بیگم کو اور بیس (۲۰) سی شفیق بیگم کو۔

صورۃ ہذا

کہی مسئلہ ۱۱۵۲/۶۳/۳

|                  |          |           |          |
|------------------|----------|-----------|----------|
| زوج              | بنت      | اخ        | اخ       |
| الف بیگ          | نظامی    | احمد حسین | جبل حسین |
| ۱۱۵۲/۶۳/۳        | ۵۷۶/۳۴/۲ | ۸۱۳۴/۱    | ۱        |
| جبل حسین مسئلہ ۸ |          |           |          |

میت

|                      |          |          |           |           |           |           |
|----------------------|----------|----------|-----------|-----------|-----------|-----------|
| زوجہ                 | ابن      | ابن      | بنت       | بنت       | بنت       | اخ        |
| رفیق بیگم            | جمیل حسن | جلیل حسن | شریف بیگم | عزیز بیگم | شفیق بیگم | احمد حسین |
| ۱۱۸                  | ۲۳۶      | ۲۳۶      | ۱۱۸       | ۱         | ۱۱۸       | م         |
| عزیز بیگم مسئلہ ۱۸/۳ |          |          |           |           |           |           |

میت

|           |      |      |           |           |           |
|-----------|------|------|-----------|-----------|-----------|
| م         | اخ   | اخ   | اخت       | اخت       | عم        |
| رفیق بیگم | جلیل | جمیل | شریف بیگم | شفیق بیگم | احمد حسین |
| ۱۶        | ۳    | ۳    | ۲         | ۲         | م         |



حجاء

الف یک    نظامی    احمد حسین    رفیع یکم    جمیل    علیل    شفیق یکم    شریف یکم

۲۸۸    ۵۷۶    ۱۳۳    ۲۳    ۴۰    ۴۰    ۲۰    ۲۰

المبتغی

Hot

اور نصف جائیداد الف ایک معاش حصہ کے جو الف ایک کو جائیداد زرثریہ کبھی اپنی زوجہ سے ملا ہے اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال الف ایک کے چوبیس حصہ کر کے تین حصہ خانم زوجہ الف ایک کو ملیں گے اور آٹھ حصہ ثریا بنت الف ایک کو جو خانم زوجہ ہانی سے ہے اور آٹھ ہی نظامی بنت الف ایک کو جو زوجہ اول سماۃ کبھی سے ہے اور پانچ حصہ امی خانم بنت الف ایک کو اور بقیہ چار ہجرتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ صورتہ ہکذا

الف ایک مسئلہ

|           |               |           |                |
|-----------|---------------|-----------|----------------|
| زوجه خانم | بنت ثریا خانم | بنت نظامی | اخت امامی خانم |
| ۳         | ۸             | ۸         | ۵              |

اور نعیم بیگ نے کچھ مال چھوڑا نہیں لہذا اس کی تقسیم کی حاجت نہیں۔

حضورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین علی

المفتی فی جامع اکبر آباد

مورخہ ۲۷ رجب الثانی ۱۳۶۷ھ



## ﴿فتویٰ نمبر.....342﴾

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی وفات کے بعد حسب ذیل ورثہ چھوڑے ایک بیوی دو لڑکیاں۔ بعد انتقال زید کے چار ماہ بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اور چار ماہ زندہ رہ کر فوت ہو گیا اور صرف ایک بچہ دو لڑکیاں باقی رہ گئیں۔ ترکہ مورث ورثہ پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں بعد از تقدم علی الارث اور انحصار ورثہ کے ورثہ مذکورہ میں کل مال زید کے ایک سو ساٹھ حصہ کر کے ۳۳ حصہ مریم کو دیئے جائیں گے اور ۶۳ حصہ زینب کو اور اتنے ہندہ کو۔ صورتہ ہکذا

زید مسئلہ ۱۶۰/۳۴۸

میت

|           |     |      |      |
|-----------|-----|------|------|
| زینب      | ایک | بنت  | بنت  |
| مریم      | بکر | ہندہ | زینب |
| ۱۶۰/۳۴۸   | ۱۳  | ۷۳   | ۷۳   |
| بکر مسئلہ |     |      |      |

ہندہ (۱۳)

اخت

زینب

۷۳

میت

اخت

ہندہ

۷۳

الاحیاء

مریم

ہندہ

۷۳

زینب

۷۳

۳۳

۱۶۰

حورہ: العبد الراجی رحمہ ربہ

ابو محمد محمد دین علی لکھنوی المفتی فی جامع اکبر آباد

## ﴿فتویٰ نمبر..... 343﴾

## سوال

عرض حال یہ ہے کہ یہاں پر ایک مولوی صاحب نے وعظ میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک شہادت کے بعد کئی روز تک نہایت ناگفتہ بہ حالت میں پڑی رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (نوعہ باللہ) کتوں نے چبا ڈالی۔ مولوی صاحب اس واقعہ کو ایک تاریخی واقعہ بتلاتے ہیں۔ لہذا مفصل تحریر فرمائیے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی سے جو دریافت کیا گیا تو وہ ایسا تحریر فرماتے ہیں۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں۔

قال الزبير ابن بكار ببيع يوم الاثنين للبلبة بقبت من ذى الحجة سنة ثلاث و عشرين و قتل يوم الجمعة لثمان عشرة خلت من ذى الحجة بعد العصر ووفى ليلة السبت بين المغرب والعشاء!

(ترجمہ: حضرت زبیر بن بکار نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت ۲۹ ذی الحجہ ۳۳ھ کو کی گئی۔ جس کے دن انھارہ ذی الحجہ کو عصر کے بعد آپ کو شہید کیا گیا اور ہفتہ کے کی رات کو مغرب اور عشاء کے مابین آپ کو دفن کیا گیا)

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے فقہ ثمانیہ میں امیر المؤمنین ذوالنورین رضی اللہ عنہ دسویں طعن میں اول ملائین سے نقل کیا کہ :

بعد از قتل اورا ناسہ روز افتاده گذاشتند و بدفن اونیر داختند!

(ترجمہ: بعد مارے جانے کے تین روز اسی طرح پڑا رہے کسی نے دفن نہیں کیا۔ ۳)

کتوں کا لاش اس طعن میں نہیں ہے۔ پھر جواب میں بہت سی روایت ذکر کر کے فرمایا:-

۱۔ کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۲، صفحہ ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ المعنی لبنان

۲۔ نطفہ اثنا عشریہ صفحہ مطبوعہ نوکی

۳۔ ترجمہ اردو نطفہ اثنا عشریہ صفحہ ۶۷۶ نور محمد اصح المطابع کراچی

انہیں روایات مشہورہ متعددہ ثابت شدہ تاسہ روز افتادہ مانندن لاش  
عثمان محض افترا و دروغ ست و در جمیع تواریخ تکذیب آن موجود است  
زیرا کہ باجماع مورخین شہادی عثمان بعد از عصر روز جمعہ ہیو دہم ذی  
الحجہ واقع شدہ است و دفن او در بقیع شب شبینہ وقوع یافت  
یلا شبہ انتہی

(ترجمہ: اور انہیں چند روایات سے ثابت ہوا کہ تین روز لاش عثمان کا پاڑا رہتا جو کہتے ہیں یہ بھی محض افتراء  
و دروغ ہے۔ سب تواریخ دانوں نے اس بات کو ٹھوسا ٹھہرایا ہے۔ تکذیب اس کی تواریخ میں موجود ہے۔ اس  
واسطے کہ سب مورخ متفق ہیں کہ جمعہ کے دن اشعار ہوئی ذی الحجہ کو بعد عصر عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور دو  
شبہ کی شب بقیع میں دفن کیا ہے۔ ۳)

روایتی کتب فی بعض تعلیقاتی الحدیثیہ و هذا ایضا تجاوز نعم لا تقبل المناکیر  
المنکرۃ فی مقابلۃ المشہورات المقبولات واللہ تعالیٰ اعلم  
(ترجمہ: مجھے اپنے بارے میں گمان ہے کہ میں نے بعض اپنی حدیث تعلیقات میں لکھا ہے کہ یہ بھی (حق سے)  
تجاوز ہے۔ ہاں مقبول اور مشہور روایات کے مقابلہ میں مجہول اور منکر روایات کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اللہ  
تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

۲۵ رجب الثانی ۱۳۱۵ھ

عبدالوہاب مدرس مدرسہ ہجرت پور معرفت مولوی۔ عادت اللہ

۱۔ نسخہ اثنا عشریہ

۲۔ ”اور یہ بھی انہی چند روایات سے ثابت ہوا“ اور سترہ ترجمیں ہے بلکہ گیارہ ترجمہ ہیں ہے ان سے وہ (کئی ایک) مشہور  
روایات سے ثابت ہوا)

۳۔ اردو ترجمہ نسخہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

## الجواب

هو الموفق للصواب .

بسم الله الرحمن الرحيم

استیعاب ابن عبدالبر و تاریخ طبری کے دیکھنے سے جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تاریخ شہادت اور تاریخ دفن میں بہت کچھ اختلاف ہے علامہ طبری ص ۱۳۵ جلد خاص اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یعقوب بن زید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جوہ کے دن اٹھارہ ذی الحجہ کو بعد عصر ۳۶ھ میں شہید کئے گئے اور دوسرے راوی کہتے ہیں کہ ۳۵ھ میں شہید کئے گئے۔ مامر معنی کہتے ہیں کہ وفات رسول اللہ ﷺ ۲۹ھ سے ۲۵ھ سال بعد صبح کے وقت شہید کئے گئے بعض کہتے ہیں غمی یعنی چاشت کے قریب علی بن ابی نعش کہتے ہیں کہ آپ کی لاش مبارک دو روز بے گور و کفن رہی اور بعض کہتے ہیں کوڑا ڈالنے کی جگہ تین دن بے گور و کفن رہی۔

☆ علی بن القیاس چونکہ یہ تاریخیں مدت بعد لکھی گئی ہیں کسی نے کچھ بیان کیا کسی نے کچھ کہا۔ ہر بیرونی چونکہ زیادہ معتبر قلیل اعتبار یعنی روایت ہے ☆ کہ بعد عصر اٹھارہ ذی الحجہ کو بروز جمعہ شہید کئے گئے اور ہفتی کی شب کو قلع کے حش الکوکب نامی ایک باغچہ میں جس کو آپ نے خرید کر قلع میں داخل کر دیا تھا اور بطریق کرامت یا تالبا حضور ﷺ کی بشارت کے موافق ہمیشہ جب آپ وہاں تشریف لاتے فرماتے کہ یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا دفن کئے گئے۔

كما هو ظاهر من تصريحات النخبة والطبری والاستيعاب لابن عبد البر

☆ اور کورستان یہود میں جس کا نام در سلع تھا بعض یہودیوں نے دفن کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہاں دفن نہ کر سکے اور چند صحابہ تابعین نے ملائکہ کے آواز اطمینان دہ کن کر فرشتوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو جہاں کی نسبت آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک مرد صالح دفن ہوگا وہاں ہی حش الکوکب باغچہ بطریق میں دفن کئے گئے اور روایت کہتے ہی کہ تو روایت کہتے ہی کی ہے علی بن ابی نعش کی روایت دفن کی کورستان یہود میں۔

☆ ☆ ہر نیچے جو بھی کچھ ہوا موجب ترقی و مراد ہے شہادت حضرت عثمان ☆ جیسے حضرت سید الشہداء ہجرت  
کوشہ رسول اللہ ﷺ کی لاش مبارک پر کھوڑوں کو دوڑایا جانا اور کئی روز لاش مبارک کا بے کور و کفن رہنا  
موجب ترقی و مراد ہے حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ تھا ان واقعات کو بطریق یتیم و احسان بیان کرنا  
موجب خوف و ايمان ہے اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو یتیم مراد ہے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علی نبوتنا  
و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بچائے آمین

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد آگرہ

نوٹ: معرفت عمران گل طالب علم بولوی سعادت اللہ صاحب فرستادہ شد



## ﴿فتویٰ نمبر..... 344﴾

### سوال

مولانا عمر (رضی اللہ عنہ) نے بڑا حالہ صحفہ یعنی گردن مروڑا، لیکن کو کھلانا چاہا اور انہوں نے کہا۔ نے سے انکار کیا حالانکہ ممانعت صحفہ اس وقت نہ تھی پھر کیوں انکار کیا؟

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب  
امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔  
۱۷ دسمبر ۱۵۰۰ھ

### الجواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بڑا حالہ صحفہ کو پکا تا کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ روایتہ الصفا میں ہے کہ عمر بڑا حالہ بدمست خود ذبح ساختہ بریاں کردہ بنظر او در آورد (۱)  
(ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکری کا پیرا اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا اسے بھونا اور ان کے سامنے لائے)

پس انکار فریجہ کفار سے نکلے

لا تا کلوا مما لم يذكر اسم الله عليه (۲)

(ترجمہ: جس جانور پر وقت ذبح اللہ کا نام نہ لایا گیا ہوا ہے مت کھاؤ)  
تھاپہ عظیم عظیم رسول کریم ﷺ ہوگا۔

کعبہ المنقش السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



(۱) روضة الصفا۔ جلد صفحہ مطبوعہ

(۲) القرآن الحکیم: سورۃ الانعام: آیت ۱۴۱